روح کی بیماریاں اور اُن کا علاج

روح کی بیماریاں

اور

ان کا علاج

مؤلفہ

شیخ العرب والعجم، عارف باللہ حضرت اقدس

مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال کراچی پاکستان

فون: ۴۹۹۲۱۷۶

ضروری تفصیل

نام کتاب : روح کی بیماریاں اور ان کا علاج

مولف : شیخ العرب والعجم، عارف باللہ حضرت اقدس
مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال کراچی پاکستان

فون: ۴۹۹۲۱۷۶

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدّمہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى

﴿اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا﴾

(سورۃُ الفاطر، آیت:۸، پارہ:۲۲)

یہ آیت دلالت کرتی ہے عشق مجازی اور بدنگاہی جیسے افعال کی برائی اور قباحت پر جن کو شعرائے عشق مجاز اور اُن کے گمراہ متبعین اور جاہل صوفیوں نے بوجہ حُسن پرستی اور شہوت پرستی جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن اور بعض نے تو اس فعلِ حرام کو کارِ ثواب اور وسیلۂ عشق حقیقی قرار دے کر اس حرام اور باطل کے زہر کو شہد میں ملا کر اپنے مُریدوں اور شاگردوں کو فسق و فجور میں مبتلا کردیا۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ تَمْيِيْزُ الْعِشْقِ مِنَ الْفِسْقِ تحریر فرمایا تھا جس میں عشق مجازی کے فسق ہونے پر اور روح کے لئے عشق مجازی کا عذابِ الیم ہونے پر مضمون مفصل شائع ہوا تھا لیکن احقر کی نظر سے یہ رسالہ نہیں گذرا البتہ احقر نے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے ان مطبوعہ ارشادات کو خود پڑھا جس کی نقل یہ ہے:

ارشاد حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

غیر محرم عورت یا مرد (خوبصورت لڑکے) سے کسی قسم کا علاقہ (تعلق) رکھنا خواہ اس کو دیکھنا یا اُس سے دل خوش کرنے کے لئے ہم کلام ہونا یا تنہائی میں اُس کے پاس بیٹھنا یا اُس کے پسند طبع (طبیعت کی پسند) کے موافق اس کے خوش کرنے کو اپنی

وضع یا کلام کو آراستہ (سنوارنا) ونرم کرنا (یعنی آواز میں عورتوں کی سی لچک ونزاکت اُس کے دل کو پھُسلانے کے لئے اور مائل کرنے کے لئے پیدا کرنا۔)

میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اس تعلق سے جو جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور جو جو مصائب پیش آتے ہیں احاطۂ تحریر سے خارج ہیں (یعنی اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ مشکل ہے) ان شاء اللہ تعالیٰ کسی رسالہ میں ضمناً اس کو کسی قدر زیادہ لکھنے کا ارادہ ہے۔ انتھٰی کلامہٗ (اقتباس از جزاء الاعمال)

احقر مؤلف رسالہ ھٰذا عرض کرتا ہے کہ سطورِ بالا پڑھنے کے بعد احقر کے قلب میں عرصہ سے یہ تقاضا تھا کہ حضرت اقدس کی یہ تمنا پوری ہوجاوے اور حق تعالیٰ اپنی رحمت سے اس نااہل و ناکارہ کو اس کام کی توفیق نصیب فرمائیں الحمد للہ کہ اس رسالہ کی تالیف کا داعیہ قلب میں شدت سے محسوس ہورہا ہے اور توکلاً علی اللہ اس کے مسودہ کا آغاز کررہا ہوں حق تعالیٰ اپنی رحمت سے تکمیل فرماکر قبول و نافع فرمائیں، امین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ
بِحَقِّ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمُ

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہٗ
۴-جی ناظم آباد، کراچی نمبر ۱۸

پہلا باب

بدنگاہی و عشق مجازی کی تباہ کاریاں

اور اُن کا رُوحانی علاج

اِرشاداتِ باری تعالیٰ

﴿ ۱ ......وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنۡكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰـكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّىۡ مَنۡ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ﴾

(سورۃ النور، آیت: ۲۱، پارہ: ۱۸)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کا تم پر فضل وکرم نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی کبھی بھی پاک و صاف نہ ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک وصاف کردیتا ہے۔

فائدہ: اِس آیت سے معلوم ہوا کہ اصلاحِ نفس کی فکر و کوشش کے ساتھ حق تعالیٰ سے اس کا فضل وکرم اوراس کی رحمت کی بھی الحاح وتضرع کے ساتھ درخواست کرتا رہے تاکہ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم کو مَنۡ يَّشَآءُ میں داخل فرمالیں اور ہماری اصلاح وتزکیہ کا اپنے فضل سے ارادہ فرمالیں اور جب حق تعالیٰ ارادہ فرمالیں گے تو ان کے ارادہ کو کون توڑ سکتا ہے۔

گر ہزاراں دام باشد بر قدم
چوں تو بامائی نباشد ہیچ غم

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! اگر ہمارے قدموں پر ہزاروں نفسانی اور شیطانی مکروفریب کے جال ہوں لیکن آپ کی عنایت اور مدد کے ہوتے ہوئے ہمیں کچھ بھی غم اور اندیشہ نہیں۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ میرے محسن شیخ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت الطافہم نے احقر کو ایک عریضے کے جواب میں ازراہِ کرم یہ ارقام فرمایا کہ حق تعالیٰ آپ کو نفس و شیطان کے مکر وفریب سے مامون فرمائیں اور آپ کو نفس و شیطان کے مکر وفریب کے توڑنے میں کمال عطا فرمائیں، آمین۔

حضرت اقدس کے ان دُعائیہ کلمات کو پڑھ کر جس قدر احقر کو مسرت ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔حق تعالیٰ اپنی رحمت سے اس ناکارہ کے لئے حضرت اقدس کی جملہ دُعاؤں کو قبول فرماویں، آمین۔

دراصل یہ دُعا اس قدر جامع دُعا ہے جو ہر سالک کے لئے ابتدأ تا انتہا اشد ضروری ہے۔

﴿۲ ......قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾

(سورۃ النور، آیت: ۳۰، رکوع: ۴، پارہ: ۱۸)

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

فَائِدَۃ: حق تعالیٰ نے اِس آیت میں آنکھوں کی حفاظت اور شرمگاہ کی حفاظت کو ساتھ ساتھ بیان فرما کر یہ سبق بھی دے دیا کہ شرمگاہ کی حفاظت آنکھوں کی حفاظت پر موقوف ہے۔جس نے آنکھوں کی حفاظت کا اہتمام نہ کیا اُس کی شرمگاہ کی حفاظت خطرہ میں ہے۔

﴿۳......وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾

(سورۃ بنی اسرآئیل، آیت: ۳۲، رکوع: ۴، پارہ: ۱۵)

تَرْجَمَہ: اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بُری راہ ہے۔

فَائِدَۃ: حق تعالیٰ نے اس آیت میں زنا کے قریب جانے کو بھی حرام فرما کر یہ سبق

دے دیا کہ جو اسبابِ زنا سے قریب کرنے والے ہیں اُن سے بھی بچو کہ مقدمہ حرام کا حرام ہوتا ہے۔ اور انسان کی فطرت بھی یہی ہے کہ زنا کا فعل ہمیشہ اُنھیں مواقع میں ہوتا ہے جہاں اجنبی مرد کسی اجنبیہ عورت سے اختلاطِ مجالست اور ہم کلامی کرتا ہے۔ پھر نفس سے مقابلہ دشوار ہو جاتا ہے پس حق تعالیٰ نے لَا تَقْرَبُوْا فرما کر تقویٰ کی راہ کو ہم پر آسان فرما دیا۔

﴿۴......وَلُوْطاً اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ۝ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ۝﴾

(سورۃ الاعراف، آیت: ۸۰-۸۱، رکوع: ۱۰، پارہ: ۸)

ترجمہ: اور ہم نے لوط علیہ السلام کو بھیجا جبکہ اُنھوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دُنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا۔ تم مَردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم حد ہی سے گذر گئے ہو۔

فَائِدَة: اِن آیات سے حق تعالیٰ نے لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کو حرام فرمایا اور دوسرے مقامات پر ان کی سزا کا تذکرہ بھی کہ اس بستی کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تحت الثریٰ سے اُکھاڑا اور آسمان تک لے گئے پھر وہاں سے اس طرح گرایا کہ بالائی سطح زمین کی نیچے ہوگئی اور نچلا حصہ اُوپر ہوگیا اور پھر پتھروں کی بارش ہوئی اور ان پتھروں پر خدا کی طرف سے ایک خاص مہر لگی تھی جس سے وہ دنیا کے پتھروں سے الگ پہچانے جاتے تھے۔ اور جس کنکری پر جس مجرم کا نام لکھا تھا وہ کنکری اُس مجرم کا تعاقب کرتی تھی پس پہلے بستی کو اُلٹ دیا گیا پھر پتھراؤ کیا گیا۔

حضرت مرشدی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ چونکہ یہ عمل اُلٹا کرتے تھے (یعنی غیر فطری عمل) پس اسی مناسبت سے اُن کی بستی اُلٹ دی گئی۔

حضرت لوط علیہ السلام نے بہت سمجھایا مگر یہ ماننے کے بجائے اپنے نبی کو

ایذا دینے لگے۔ بالآخر یہ چار لاکھ آدمی ایک دَم میں ہلاک کر دیئے گئے۔ اس فعل کے مرتکبین کو سورہ ذاریات، پارہ: ۲۷ میں مجرمین فرمایا گیا ہے۔ جب عذاب کے فرشتوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دریافت کیا کہ اے فرشتو! تم کو بڑی مہم کیا درپیش ہے تو فرشتوں نے جواب دیا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰی قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ہم ایک مجرم قوم (یعنی قومِ لوط) کی طرف بھیجے گئے ہیں ہم اُن پر سنگ باری کر کے اُن کو تہس نہس کرنے پر متعین ہوئے ہیں جو مجرم جس پتھر سے ہلاک ہونے والا ہے اُس پر اُس کا نام بھی لکھا ہے۔ الغرض ربِّ شدید العقاب نے ان کی سخت ناشائستہ حرکت کی پاداش جو ننگ انسانیت تھی اُن پر پتھر برسائے جس سے وہ ہلاک ہوگئے اور قومِ لوط کی بستی تہہ و بالا کردی گئی اور وَتَرَکْنَا فِیْھَآ اٰیَۃً اور ہم نے اِس واقعہ میں ہمیشہ کے واسطے لوگوں کے لئے ایک عبرت رہنے دی چنانچہ اس سرزمین میں دفعتہً ایک بُحیرہ نمودار ہو گیا جو اسی ہولناک حادثہ کی یادگار اور بحیرہ لوط کے نام سے اب تک مشہور ہے اس بُحیرہ کا پانی اِس قدر تلخ اور بدبودار ہے کہ ذی روح اس کو استعمال نہیں کرسکتا اور اس کے کنارے کوئی درخت بھی نہیں اُگتا۔ (از تفسیر بیان القرآن ودیگر تفاسیر)

﴿۵ ...... وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِھِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِھِنَّ﴾

(سورۃ النور، آیت: ۳۱، رکوع: ۴، پارہ: ۱۸)

تَرجَمَہ: عورتوں پر لازم ہے کہ اپنے پاؤں اتنی زور سے نہ رکھیں جس سے زیور کی آواز نکلے اور مخفی زینت مَردوں پر ظاہر ہو۔

اِس آیت سے قبل عورتوں کو مواضع زینت سر اور سینہ وغیرہ کو چھپانا واجب فرما کر اِس آیت میں حق تعالیٰ نے مزید احتیاط کا حکم ارشاد فرمایا کہ بہت سے فقہا نے اِسی سبب سے عورتوں کی آواز کو سَتر میں داخل کیا ہے۔ بالخصوص جبکہ فتنہ کا اندیشہ ہو تو بالکل ممنوع ہے۔ اِسی طرح خوشبو لگا کر یا مزین برقعہ پہن کر نکلنا بھی ممنوع ہے۔

﴿۶ ...... یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا

تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ (سورة الاحزاب، آیت:۳۲، پارہ:۲۲)

اے نبی کی بیبیو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم نامحرم مرد سے بولنے میں جبکہ بہ ضرورت بولنا پڑے نزاکت مت کرو اس سے ایسے شخص کو طبعاً خیال فاسد پیدا ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے اور قاعدہ عفت کے موافق بات کہو یعنی صرف نسبت بلا تقویٰ ہیچ ہے (اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ) جیسے عورتوں کے کلام کا فطری انداز ہوتا ہے کہ کلام میں نرمی ہوتی ہے تم سادہ مزاجی سے اس انداز کو مت استعمال کرو۔ بلکہ ایسے موقع پر تکلف اور اہتمام سے اس فطری انداز کو بدل کر گفتگو کرو یعنی ایسے انداز سے جس میں خشکی اور روکھا پن ہو کہ یہ طرز عفت کا محافظ ہے۔ (تفسیر بیان القرآن)

فَائِدَة: ان آیات سے حسب ذیل سبق ملتا ہے:

(۱)...... عورتوں کو بوقت شدید ضرورت اگر غیر محرم مرد سے بات کرنی ہو تو پردہ کے باوجود آواز کو بھی نرم نہ ہونے دیں تکلف اور اہتمام سے آواز کو ذرا سخت کریں جس میں لچک اور نزاکت کی ذرا بھی آمیزش نہ ہو۔

(۲)...... جب عورتوں کے لئے یہ حکم ہے تو مَردوں کو غیر محرم عورتوں سے نزاکت والی آواز سے بولنا کب جائز ہوگا۔ لہٰذا بوقت ضرورت غیر محرم عورتوں سے بات کرتے وقت اپنی آواز کو سخت رکھنا چاہئے۔

(۳)...... جس شخص کو عورتوں کی آواز کی نرمی اور نزاکت سے خیالاتِ فاسدہ پیدا ہوں یا عورتوں کی طرف میلان پیدا ہو تو قرآن نے اِس طمع و کشش، میلان و رغبت کو قلب کی بیماری قرار دیا ہے۔ اِس سے دَورِ حاضر کے اُن دوستوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے جو ٹیلیفون ایکسچینج پر عورتوں کو محض اِس وجہ سے ملازم رکھتے ہیں کہ اُن کی آواز سے کانوں کو لطف ملتا ہے۔ اور مَردوں کی آواز سے سمع خراشی ہوتی ہے۔

تنبیہ: خوب یاد رکھنا چاہئے بالخصوص سالکین طریق اور عاشقین حق کو کہ حظ نفس کا نقطۂ آغاز حق تعالیٰ سے بعد وفراق کا نقطۂ آغاز ہوتا ہے لہٰذا اس دشمن ایمان ودین یعنی نفس کو خوش کرنے سے ہوشیار رہیں۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس مرد سے (اگر چہ وہ اَمرَد یعنی لڑکا نہ ہو) گفتگو میں اُس کی آواز اور اُس کے نقشہ اور چہرہ اور آنکھوں سے نفس کو لطف ملنا شروع ہو فوراً اُس سے ہٹ جاوے۔ (انتھیٰ کلامہٗ) کیونکہ بعض حسین لڑکے داڑھی مونچھ کے کچھ کچھ نکلنے تک بھی اپنے اندر حُسن کا اثر رکھتے ہیں اور عشقِ مجاز کے بیماروں کو بیمار کرتے ہیں۔ پس نفس کے بیمار کو حُسنِ رفتہ کے آثار تک دیکھنے سے احتیاط چاہئے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نفس کو جس سے بھی مزہ ملے اُس سے فوراً الگ ہو جاوے کیونکہ نفس کو ذرا بھی مزہ ملنا خطرہ سے خالی نہیں۔ دشمن کو تھوڑا خوش دیکھنا بھی گوارا نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ تھوڑی خوشی سے بھی نفس کو طاقت آجاتی ہے اور پھر وہ کسی بڑی معصیت میں کھینچ لے جاوے گا۔ جس طرح غیر محسوس ہلکی حرارت زیادہ خطرناک ہوتی ہے کہ آدمی اس کے علاج سے غافل رہتا ہے۔ اِسی طرح جس شخص کی طرف نفس کا ہلکا سا میلان ہو اس کی صحبت بھی نہایت خطرناک ہوتی ہے کیونکہ شدید میلان اور شدید رغبت والی صورتوں سے تو سالک بھاگتا ہے مگر یہاں ہلکے میلان کے سبب اسے احتیاط کی توفیق نہیں ہوتی اس طرح ہلکے ہلکے زہر کو شیطان اس کی روح میں اُتارتا رہتا ہے یہاں تک کہ نفس قوی ہو کر سالک کو بڑے بڑے گناہوں کی طرف نہایت آسانی سے کھینچ لے جاتا ہے۔

گوشۂ چشم سے بھی اُن کو نہ دیکھا کرنا
نفس کا اژدہا دِلا دیکھ ابھی مَرا نہیں

غافل اِدھر ہوا نہیں اِس نے اُدھر ڈسا نہیں
بھروسہ کچھ نہیں اس نفس امارہ کا اے زاہد

فرشتہ بھی یہ ہوجاوے تو اس سے بدگماں رہنا

یاد رکھنا چاہئے کہ حظ نفس کا نقطۂ آغاز بعد عن الحق کا نقطۂ آغاز ہوتا ہے۔ یعنی نفس کا کسی گناہ سے ابتدائی مرحلہ میں اگر ایک اعشاریہ سے بھی کم ہو، لطف لینا حق تعالیٰ سے کسی درجہ میں دُوری کا سبب ہوتا ہے۔

حضراتِ مشائخ کرام کا ارشاد

سالک کے لئے عورتوں اور لڑکوں سے اختلاط میل جول نہایت زہرِ قاتل ہے کیونکہ ذِکر کی برکت سے اس کا دل نرم ہوجاتا ہے اور طبیعت میں لطافت بھی بڑھ جاتی ہے پس اُنہیں حُسن کا ادراک اور احساس زیادہ ہوتا ہے اس لئے اکثر شیطان جب گمراہی کے ہر راستے سے مایوس ہوجاتا ہے تو صوفیوں کو حسین لڑکوں اور عورتوں کے چکر میں لانے کی کوشش کرتا ہے اس لئے سالکین کو لڑکوں اور عورتوں سے بہت ہی احتیاط اور بہت ہی دُوری کا اہتمام رکھنا چاہئے۔ اور اگر لڑکوں کی طرف یا عورتوں کی طرف بدنگاہی یا میلان شدید محسوس ہو فوراً مرشد سے رجوع کریں۔

حکایت

ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے خدا! تجھ سے ملاقات کی کیا صورت ہے۔ ارشاد ہوا دَعْ نَفْسَکَ وَتَعَالْ اپنے نفس کو چھوڑ دو اور آجاؤ۔

تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز

اے حافظ! تو خود ہی حجاب ہے تو ہی درمیان سے اُٹھ جا۔

﴿۷...... يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ﴾

(سورۃ المؤمن، پارہ: ۲۴، آیت: ۱۹)

تَرجَمہ: اور حق تعالیٰ جانتے ہیں آنکھوں کی چوریوں کو اور ان کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔

فَائِدَہ: اِس آیت سے سبق ملتا ہے کہ بدنگاہی کرتے وقت یا دل میں گناہوں کے

تصورات اور خیالات سے پوشیدہ لطف لیتے وقت یہ دھیان بھی ہونا چاہئے کہ حق تعالیٰ ہماری ان بے ہودہ اور ذلیل حرکتوں سے آگاہ ہیں ۔

چوریاں آنکھوں کی اور سینوں کے راز
جانتا ہے سب کو تو اے بے نیاز

اس استحضار اور دھیان سے ندامت و شرمندگی ہوگی اور فوراً توبہ و استغفار کی توفیق ہوگی پس یہ آیت دراصل خیانت عین اور خیانت صدر (آنکھ اور سینہ کی خیانت) سے حفاظت کا اکثیر نسخہ ہے مگر نسخہ جبھی مفید ہوتا ہے جب اس کا استعمال بھی ہو پس اس مضمون کا مراقبہ اور دھیان دل میں بار بار جمانا چاہئے کہ حق تعالیٰ ہم کو دیکھ رہے ہیں اور وہ ہماری بدنگاہی کی اِس ذلیل حرکت سے آگاہ ہیں اور اِسی طرح دل میں جو بے ہودہ شہوت کے خیالات سے اور حسینوں کے تصورات سے خیالی پلاؤ کا حرام لطف لیا جارہا ہے اُس سے بھی حق تعالیٰ مطلع اور آگاہ ہیں۔ اور پھر حق تعالیٰ کے غضب قدرۃ قہر وانتقام کو سوچا جاوے ان شاء اللہ تعالیٰ اِس استحضار کی مشق سے اور ہمت ودُعا سے دونوں خیانتوں کا ترک آسان ہوجاتا ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صرف مراقبہ اور ذِکر اور وظیفوں سے یہ بیماری نہیں جاتی۔ یہ چیزیں تو معین ہیں اصل کام ہمت اور ارادہ سے ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں دُعا سے حاصل ہوتی ہیں۔

حکایت

ایک طالب علم نے حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میں حُسن سے بے حد متاثر ہوتا ہوں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں مجبور ہوں اور مجھے حسینوں سے نگاہ بچانے کی طاقت نہیں۔

جواب ارشاد فرمایا کہ یہ فلسفہ کا قاعدہ مسلمہ ہے کہ قدرۃ ضدین سے متعلق ہوتی ہے پس حسینوں کو دیکھنے کی آپ کو طاقت ہے تو لامحالہ آپ کو نہ دیکھنے کی بھی

طاقت حاصل ہے۔ یعنی جس فعل کو آدمی کرسکتا ہے وہ اس فعل کو نہ کرنے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ یہ عقلی مسلمات سے ہے۔

﴿۸......اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا﴾

(سورۃ الاسراء، آیت:۳۶، رکوع:۴، پارہ:۱۵)

ترجمہ: حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ بے شک کان، آنکھ اور دل ہر ایک شخص سے اُن کے افعال کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔

﴿۹......اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾

(سورۃ الفجر، آیت:۱۴، پارہ:۳۰)

ترجمہ: بے شک آپ کا رب نافرمانوں کی گھات میں ہے۔

احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

(اقتباس اور اختصار کے ساتھ)

(**۱**)...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں غیر عورت کی طرف دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے اور شہوت انگیز باتیں سننا جو زنا کی رغبت پیدا کریں یہ کان کا زنا ہے اور زبان سے غیر محرم عورتوں سے گفتگو کر کے خوش ہونا یہ زبان کا زنا ہے اور ہاتھوں سے نامحرم عورتوں یا خوبصورت لڑکوں کو چھونا یہ ہاتھ کا زنا ہے اور پاؤں سے اُن کی طرف چل کر جانا پاؤں کا زنا ہے اور دل تو وہ حرام کاری کی آرزو اور چاہ کرتا ہے اور شرمگاہ اس چیز کی تکذیب یا تصدیق کرتی ہے۔ (مسلم شریف)

اعضا کی سرحدوں کی حفاظت ہی سے دل کا دارالخلافہ بھی محفوظ ہوگا جس ملک کا باڈر محفوظ نہیں اُس کا ہیڈ کواٹر بھی محفوظ نہیں۔

(**۲**)...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ راستوں پر بیٹھنے سے اجتناب کرو اور اگر بضرورت بیٹھنا ہی ہو تو راستہ کا حق ادا کرو۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستہ کا کیا حق ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ نظریں نیچی رکھنا، کسی کو ایذا نہ دینا، سلام کا جواب دینا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی بھلی بات کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا۔

(۳)...... حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچانک نظر کا کیا حکم ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اِصْرِفْ بَصَرَکَ اپنی نگاہ کو پھیرلو۔

(مسلم شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اچانک نظر معاف تو ہو مگر اس نظر کو جمانا حرام ہے فوراً اس اجنبیہ یا لڑکے سے نظر کو پھیر لینا چاہئے۔

(٤)...... حضرت اُم سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں کہ حضرت عبداللہ ابن اُم مکتوم نابینا صحابی رضی اللہ عنہ آئے اُن کو آتے دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں پردہ کرو عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ نابینا نہیں کہ نہ ہم کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہم کو پہچان سکتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم تو نابینا نہیں ہو اور کیا تم اُن کو دیکھ نہیں رہی ہو۔ (ترمذی شریف)

امام زہری کہتے ہیں کہ اگر نابالغ اور کمسن لڑکی ہو لیکن اُس کی طرف دیکھنے سے خواہش پیدا ہوتی ہو تو اُس کے کسی عضو کو دیکھنا جائز نہیں۔

(٥)...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اجنبی عورتوں سے بچو۔ ایک آدمی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیور کے بارے میں کیا حکم ہے۔ ارشاد فرمایا کہ دیور تو موت ہے۔ (بخاری و مسلم)

شوہر کے حقیقی بھائی کو دیور کہتے ہیں اور شوہر کے ہر قریبی رشتہ دار کا بھی یہی حکم ہے جیسے شوہر کے چچازاد بھائی وغیرہ ان لوگوں سے سخت احتیاط کا حکم ہے۔

(٦)...... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی شخص کسی اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت نہ کرے مگر یہ کہ اُس کا وہاں محرم بھی موجود ہو۔ (بخاری و مسلم)

مسئلہ: کسی نامحرم عورت یا کسی خوبصورت لڑکے کے پاس تنہائی میں بیٹھنا جائز نہیں اور بالخصوص اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت کرنا بالاتفاق حرام ہے۔

(۷)......﴿لَا تَنْظُرُوا اِلَى الْمُرْدَانِ فَاِنَّ فِيهِمْ لَمْعَةً مِّنَ الْحُوْرِ﴾

(التشرف فی معرفة احادیث التصوف ومسند احمد)

ترجمہ: بے ریش لڑکوں کی طرف نظر مت کرو کیونکہ اُن کے حُسن میں حوروں کی جھلک ہے۔ (جس سے قلب کو کشش ہوتی ہے اور اُس سے اندیشہ فتنہ کا رہتا ہے)

فائدہ: بعض بے علم یا بد دین صوفیوں اور نقلی دُرویشوں نے بے ریش لڑکوں سے محبت اور شہوت پرستی کو شغل عیش بنا رکھا ہے اور بعض نے ذریعہ قربِ الٰہی سمجھ رکھا ہے صرف شہوت پرستی لڑکوں سے گناہ کبیرہ ہے لیکن حرام فعل کو ذریعہ قربِ الٰہی سمجھنا تو سخت ضلالت اور کفر ہے۔

(۸)...... حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے:

﴿اِنَّ اَخْوَفَ مَآ اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِیْ عَمَلُ قَوْمِ لُوْطٍ﴾

(مشکوٰۃ، ص: ۳۱۲، بحوالہ ترمذی وابن ماجۃ)

ترجمہ: سب سے زیادہ خوف جو میں اپنی اُمت پر کرتا ہوں وہ قومِ لوط کا عمل ہے۔

(۹)...... حضرت عبداللہ بن عباس وحضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

﴿مَلْعُوْنٌ مَّنْ عَمِلَ قَوْمَ لُوْطٍ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۱۳)

ترجمہ: جس شخص نے قومِ لوط کا عمل کیا وہ ملعون ہے۔ (خدا کی رحمت سے دُوری کو عربی میں لعنت کہتے ہیں)

(۱۰)...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے قومِ لوط والے عمل کے فاعل و مفعول پر دیوار گرا کر ہلاک کر دیا۔

(۱۱)...... حق تعالیٰ نظر رحمت سے نہ دیکھے گا ایسے شخص کی طرف جس نے کسی مرد کے ساتھ بدفعلی کی یا اپنی بیوی کے پائخانے کے مقام سے شہوت پوری کی۔

(مشکوٰۃ، صفحہ: ۳۱۳ بحوالہ ترمذی وابوداؤد)

(۱۲)...... ایک جوان شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے زنا کی اجازت دی جاوے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا کیا تمہاری ماں زندہ ہے۔ عرض کیا ہاں۔ فرمایا کہ اگر تمہاری ماں سے کوئی زنا کرے تو کیا معلوم ہوگا۔ عرض کیا نہایت مکروہ وناگوار ہوگا اور سخت غیرت آئے گی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہاری خالہ زندہ ہے، کیا تمہاری پھوپھی زندہ ہے، کیا تمہاری ہمشیرہ زندہ ہے اور ہر ایک کے ساتھ آپ نے اُس کی والدہ والا معاملہ پیش فرمایا اور اُس نے ہر ایک کے معاملہ میں اظہارِ ناگواری اور اظہارِ غیرت کیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے ساتھ بھی تم زنا کی خواہش کروگے وہ کسی کی ماں ہوگی یا کسی کی خالہ یا پھوپھی یا بہن ہوگی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے سینہ پر ہاتھ مار کر یہ دُعا فرمائی:

﴿اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهٗ وَطَهِّرْ قَلْبَهٗ وَاَحْصِنْ فَرْجَهٗ﴾

(ابن کثیر از مسند امام احمد بروایت حضرت ابو امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ)

تَرْجَمَہ: یا اللہ اس کے گناہ معاف فرما اور اس کے قلب کو پاک فرما۔ پھر اُس شخص نے کہا کہ اس کے بعد مرتے دَم تک زنا کا وسوسہ بھی کبھی نہ آیا۔

(۱۳)...... حضرت عُکاف رضی اللہ عنہٗ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کرفس ایک عبادت گذار شخص تھا کسی سمندر کے کنارے تین سو سال تک اِس طرح عبادت کی کہ دن کو روزہ رکھتا رات کو نماز میں قیام کرتا۔ پھر ایک عورت کے عشق میں مبتلا ہوجانے کے سبب حق تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور سب عبادت کو ترک کردیا۔ پھر حق تعالیٰ نے اُن کو خلاصی عطا فرمائی اُس بلا سے اُن کے بعض عمل کی برکت سے اور توجہ

فرمائی اور معاف فرما دیا۔ پھر مخاطب سے فرمایا اے عُکاف! تم نکاح کرلو وَ اِلَّا فَاَنْتَ مِنَ الْمُذْبِرِيْنَ ورنہ تو خسارہ میں ہوگا۔ اسی طرح حدیث کے شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

﴿شِرَارُكُمْ عُزَّابُكُمْ وَاَرَاذِلُ مَوْتَاكُمْ عُزَّابُكُمْ﴾

(مسند احمد)

تم میں سب سے بُرے وہ لوگ ہیں جو بدون بیوی کے ہیں اور تمہارے مرنے والوں میں بُرے لوگ وہ ہیں جو بدون بیوی کے تھے اور عُکاف رضی اللہ عنہ کو نکاح نہ ہونے کے سبب شیطان کا بھائی فرمایا نیز ارشاد فرمایا کہ صالحین پر شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار عورتیں ہیں۔ (پھر حضرت عُکاف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کرلیا)

(جمع الفوائد، صفحہ: ۱/۵۷)

فَائِدَة: اِس حدیث میں نکاح کی ترغیب ہے اور نکاح نہ کرنے کے فتنوں کا ذکر ہے۔ لیکن نکاح سے مجبور لوگوں کے لئے دوسری روایت میں علاج روزہ مذکور ہے۔

(۱٤) ...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص مسکین ہے، وہ شخص مسکین ہے جس کی بیوی نہ ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ وَاِنْ كَانَ كَثِيْرَ الْمَالِ اگرچہ مال کثیر رکھتا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگرچہ مال کثیر رکھتا ہو۔ پھر فرمایا وہ عورت مسکینہ ہے جس کا شوہر نہ ہو۔ لوگوں نے عرض کیا وَاِنْ كَانَتْ كَثِيْرَةَ الْمَالِ اگرچہ مال کثیر رکھتی ہو۔ ارشاد فرمایا اگرچہ مال کثیر رکھتی ہو۔

(۱۵) ...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دُنیا پونجی ہے اور بہترین دولت دُنیا کی نیک عورت ہے۔

(۱٦) ...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے صرف حُسن کو دیکھ کر یا صرف مال دیکھ کر نکاح نہ کرو کہ ہوسکتا ہے حُسن اس کو بُرائی کی طرف لے جاوے اور مال اُس کو سرکش اور بدتمیز کردے۔ پس نکاح میں دین کو مقدم رکھو یعنی

عورت دیندار سے نکاح کرو۔ (جمع الفوائد،صفحہ:۱۷۵)

(**۱۷**)...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الْاِيْمَانِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِيْ نِصْفِ الْبَاقِيْ جس شخص نے نکاح کرلیا اُس نے بے شک نصف ایمان مکمل کرلیا اور نصف باقی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔

(جمع الفوائد،صفحہ:۱۷۵)

فَائِدَۃ: نکاح سے دل کو سکون رہتا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت آسان ہوجاتی ہے۔ بس ہمت اور تقویٰ کا اہتمام رکھے تو ان شاء اللہ تعالیٰ محفوظ رہے گا۔

(**۱۸**)...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت جب سامنے آتی ہے تو شیطان کی صورت میں (یعنی اُس کا سامنا اور اُس کا پیچھا دونوں دل کو اور ایمان کو خراب کرتا ہے) پس جب کسی شخص کی نظر کسی عورت پر پڑ جاوے اور اس کا خیال آئے تو اپنی اہلیہ سے صحبت کرلے اس عمل سے اُس کے نفس کا بُرا تقاضا دفع ہوجاوے گا۔

(جمع الفوائد،صفحہ:۱۷۵)

ایک اور حدیث میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں اِنَّ الَّذِيْ مَعَهَا مِثْلُ الَّذِيْ مَعَهَا یعنی جو تمہاری بیوی کے پاس ہے وہ بھی مثل اُس چیز کے ہے جو اُس اجنبیہ کے پاس ہے۔

(**۱۹**)...... ﴿مَنْ عَشِقَ وَكَتَمَ وَعَفَّ ثُمَّ مَاتَ فَهُوَ شَهِيْدٌ﴾

(مرقاۃُ المفاتیح، کتابُ الجنائز، باب عیادۃ المریض)

جو شخص عاشق ہوا اور اپنے عشق کو چھپایا اور عفیف رہا (یعنی نہ آنکھ سے دیکھتا ہے، نہ ہاتھ سے خط لکھتا ہے، نہ پاؤں سے جاتا ہے اس کی گلی میں، نہ دل میں قصداً اُس کا خیال لاتا ہے) اور اِس ضبط و گھٹن سے مر گیا تو وہ شہید ہے۔

(از: تصانیف حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

(**۲۰**)...................... ﴿اَلنِّسَآءُ حَبَآئِلُ الشَّيْطٰنِ﴾

(مشکوۃُ المصابیح، کتاب الرقاق، ص:۴۴۴)

﴿لِاَنَّهٗ یَصْطَادُ بِهِنَّ الرِّجَالَ وَیَجْعَلُهُنَّ اَسْبَابًا لِاِغْوَآئِهِمْ﴾
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتیں شیطان کی جال ہیں (حبائل کے معنی پھندا اور جال) یعنی شیطان عورتوں کے ذریعہ سے مردوں کا شکار کرتا ہے۔

(۲۱)...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

﴿ اِنَّ النَّظَرَ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ اِبْلِیْسَ مَسْمُوْمٌ مَنْ تَرَکَهَا مَخَافَتِیْ اَبْدَلْتُهٗ اِیْمَانًا یَّجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِیْ قَلْبِهٖ﴾
(کنز العمّال، ج: ۵، ص: ۳۲۸)

ترجمہ: حدیث قدسی ہے حق تعالیٰ کا ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نقل فرمایا، نظر شیطان کے تیروں سے زہریلا تیر ہے جو شخص میرے خوف سے باوجود دل کے تقاضے کے اپنی نظر پھیر لے میں اُس کے بدلے اُس کو ایسا پختہ ایمان دے دوں گا جس کی لذت کو وہ اپنے قلب میں محسوس کرے گا۔

(۲۲)...... جب تم میں کوئی دیکھے کسی حسین عورت کو اور وہ اُس کو اچھی معلوم ہو پس اُس کو چاہیۓ اپنی بیوی کے پاس چلا آوے یعنی اُس سے صحبت کرے۔ فَاِنَّ الْبُضْعَ وَاحِدٌ وَّ مَعَهَا مِثْلُ الَّذِیْ مَعَهَا کیونکہ شرمگاہ دونوں جگہ ایک ہی سی ہے اور بی بی کے پاس بھی ویسی ہی چیز ہے جیسی اُس اجنبی عورت کے پاس ہے۔

ارشاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ

اپنی نظر کو ہر چیز میں صرف حاجت روائی کے درجہ تک منحصر رکھنا چاہیۓ اور لذت کے درجہ کے درپے نہ ہو کیونکہ لذت کی کوئی حد نہیں پس جو اس کے درپے ہوگا اُس کو کبھی تشویش سے نجات نہ ہوگی اور جو شخص نفس حاجت پر کفایت کرے گا جس وقت حاجت پوری ہو جاوے گی اُس کو سکون ہو جاوے گا۔ پس اجنبیہ کی فرج کو اپنی بی بی کی فرج پر کوئی افزونی نہیں اور دونوں میں فرق کرنا محض شیطان کا مُلمع ہے۔ یہ تقریر

حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جس کو حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے التشرف جلد ثالث میں نقل فرمایا ہے۔

بلعم بن باعورا کی عبرتناک حکایت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک عالم مقتدا جس کا نام بلعم بن باعورا ملک شام بیت المقدس کے قریب کنعان کا رہنے والا تھا۔ بعض روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل میں سے تھا۔ جب غرقِ فرعون اور فتح مصر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو قوم جبارین سے جہاد کا حکم ملا تو جبارین خائف ہوئے اور جمع ہوکر بلعم بن باعورا کے پاس آئے اور دُعا کی درخواست کی کہ ہمارے مقابلہ سے حق تعالیٰ اُن کو واپس فرمادیں۔

بلعم بن باعورا کو اسم اعظم معلوم تھا اُس کے ذریعے جو دُعا کرتا تھا قبول ہوتی تھی۔ بلعم نے کہا کہ افسوس کہ وہ اللہ کے نبی ہیں اُن کے ساتھ اللہ کے فرشتے ہیں میں اُن کے خلاف کیسے بد دُعا کرسکتا ہوں اِس سے تو میرا دین اور میری دُنیا دونوں تباہ ہوجائیں گے۔ اُن لوگوں نے جب بے حد اصرار کیا تو بلعم نے کہا اچھا میں حق تعالیٰ سے اِس نوع کی دُعا کی اجازت لیتا ہوں۔ اُس نے کوئی عمل یا استخارہ کیا جواب میں اُس کو بتلایا گیا کہ ہرگز ایسا نہ کرے۔ اُس نے قوم کو بتلایا کہ مجھے بد دُعا کرنے سے روک دیا گیا۔ اُس وقت قومِ جبارین نے بلعم کو بڑا ہدیہ پیش کیا جو درحقیقت رشوت تھی اُس نے ہدیہ قبول کرلیا۔ پھر اُس قوم کے لوگ اُس کے پیچھے پڑ گئے اور اُس کی بیوی نے بھی مشورہ دیا کہ رشوت قبول کرلو پس وہ بیوی اور مال کی محبت میں اندھا ہوگیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے خلاف بد دُعا کرنا شروع کی۔

اُس وقت قدرتِ الٰہیہ کا عجیب کرشمہ یہ ظاہر ہوا کہ جو کچھ وہ کلماتِ بد دُعا نکالتا وہ کلمات جبارین کے لئے نکلتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے نکلتے ہی نہ تھے۔ پس قوم جبارین کے لوگ گھبرا گئے اور چلا اُٹھے کہ تو ہمارے خلاف بد دُعا کررہا ہے۔

بلعم نے کہا میں کیا کروں میری زبان میرے اختیار سے باہر ہوگئی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس قوم پر تباہی آئی اور بلعم کو یہ سزا ملی کہ اُس کی زبان لٹک کر سینے پر آ گئی اِس عذاب کا قرآنِ حکیم میں ذکر ہے:

﴿فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ﴾

(سورۃ الاعراف، آیت:۱۷۶، رکوع:۲۲، پارہ:۹)

پس بلعم کا حال ایسا ہے جیسے کتا کہ اُس پر بوجھ لاد و تو ہانپنے لگے اور اگر چھوڑ و تو بھی ہانپے۔ پھر بلعم نے کہا کہ اے میری قوم! اب تو میری دُنیا اور آخرت تباہ ہوگئی مگر ہم تمہیں ایک چال بتاتے ہیں جس کے ذریعہ تم موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے لشکر پر غالب آ سکتے ہو۔ وہ چال یہ ہے کہ تم اپنی حسین لڑکیوں کو مزیّن کر کے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دو یہ لوگ مسافر ہیں گھروں سے مدّت کے نکلے ہوئے ہیں اِس تدبیر سے اگر یہ حرام کاری میں مبتلا ہو گئے تو اُن پر قہر وعذاب نازل ہوگا اور پھر یہ قوم فاتح نہیں ہوسکتی۔ بلعم کی یہ شیطانی چال اُن کی سمجھ میں آ گئی اور اِس تدبیر سے بنی اسرائیل کا ایک شخص فتنہ میں مبتلا ہوگیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہت روکا مگر نہ مانا جس کے نتیجے میں بنی اسرائیل پر طاعون کا سخت عذاب آیا اور ستّر ہزار اسرائیلی مر گئے بعد ازاں جس شخص نے بُرا کام کیا تھا اُس جوڑے کو قتل کر کے منظرِ عام پر ٹانگ دیا کہ سب لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور سب نے توبہ کی اُس وقت یہ عذاب رفع ہوا۔

عشق مجازی کے متعلق حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے چند اہم اور نہایت نافع ارشادات

(مع تشریحات از مؤلف)

(۱)...... عشق مجازی عذابِ الٰہی ہے۔ روح دُنیا ہی میں نہایت بے سکون پریشان ہوجاتی ہے۔ نیند حرام ہوجاتی ہے ہر وقت اُسی معشوق کا خیال ستاتا ہے نہ موت نہ

زندگی اہلِ دوزخ کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی﴾

(پارہ: ۳۰، سورۂ اَعلٰی)

نہ مرے گا نہ زندہ رہے گا۔ موت وحیات کے درمیان کیا ہی بُری کشمکش کی زندگی ہوگی۔ دوزخ جو مجرمین کی جگہ ہے اُس کے آثار وعلامت دُنیا ہی میں اُن مجرمین اور گنہگاروں پر کرب وتکلیف روحانی اور امراض جسمانی کی صورت میں ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ احقر کا ایک شعر ہے ؎

حسینوں سے جسے پالا پڑا ہے
اُسے بس سنکھیا کھانا پڑا ہے

اِس شعر کی تشریح یہ ہے کہ اگر اس حسین سے وصال ہوا تو عاشق حرص سے اس قدر مادۂ منویہ ضائع کردیتا ہے کہ اکثر بالکل نامرد ہوجاتا ہے پھر حکیموں کی خوشامد کرتا ہے اور کشتۂ سنکھیا کھانا پڑتا ہے اور اگر نہ اچھا ہوا تو سنکھیا کھا کر خودکشی کرتا ہے اور اگر فراق ہی ہمیشہ رہا تو بھی تڑپ تڑپ کر کُتّے کی موت مرتا ہے۔ اِسی سبب سے حضرت خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب ان آتشی رخوں پر نظر اچانک پڑ جاوے تو ان کے رخساروں کی سُرخی کو آگ سمجھ کر رَبَّنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ پڑھو ؎

دیکھ مت اِن آتشی رخوں کو تو زنہار
پڑھ رَبَّنَا وَ قِنَا عَذابَ النَّارِ

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

چشم دید عبرتناک حکایات

حکایت......۱

احقر نے ایک شاعر خوش گلو دوکاندار کو دیکھا کہ نہایت پریشان اور دوکان پر خاک برس رہی ہے نہ صفائی ہے نہ مال کا اسٹاک ہے۔ بال پاگلوں جیسے بکھرے، آنکھیں زیادہ جاگنے سے خشک، بے رونق اور اندر کو دھنسی ہوئی۔ احقر کو دیکھ کر اُس

نے دوکان کے اندر بُلایا اور کہا کہ میں بہت پریشان ہوں، دوکان ختم ہورہی ہے کسی کام میں جی نہیں لگتا۔

کیا جی لگے گا اُس کا کسی کاروبار میں
دِل پھنس گیا ہو جس کا کسی زُلفِ یار میں

رات بھر نیند نہیں آتی دوکان کی تباہی سے بال بچوں پر فاقے کی نوبت ہے خدا کے لئے کسی اللہ والے کے پاس لے چلو جہاں سکون حاصل ہو۔ احقر نے عرض کیا آخر بات کیا ہے، سببِ پریشانی تو بتاؤ۔ کہا کہ عشق مجازی میں مبتلا ہوگیا ہوں۔ پھر احقر کا پاکستان آنا ہوگیا معلوم نہیں اُس غریب کا کیا حشر ہوا۔

ہر عشق مجازی کا آغاز بُرا دیکھا
انجام کا یا اللہ کیا حال ہوا ہوگا

حکایت......۲

ایک زمیندار کا لڑکا ہونق صورت۔ جھاڑو پھرا چہرہ ذِلت کے ساتھ ایک دواخانے میں دوا کوٹ رہا تھا۔ اُس کے باپ کو دیکھا کہ بھنگی کی طرح میلے پھٹے کپڑے میں بھیک مانگ رہا ہے۔ مقامی دوستوں نے بتایا کہ یہ باپ نہایت امیر تھا۔ سنگاپور ملایا کی آمدنی سے لاکھوں روپیہ اس کے پاس موجود تھا لیکن اس کا یہ نالائق لڑکا جو دوا کوٹنے کی ملازمت کررہا ہے عشق مجازی کا شکار ہوا، پکڑا گیا۔ خوب جوتے لگے، جیل میں گیا۔ تمام آمدنی اور زمینداری اس لڑکے کو جیل سے چھڑانے میں ختم ہوگئی اب دونوں باپ بیٹے اوراس کے گھر والے ذِلّت اور محتاجی کی زندگی گذارتے ہیں۔

حکایت......۳

ایک ڈاکٹر کا لڑکا انجینئرنگ کی ڈگری لندن سے لے کر احقر کے پاس آیا اور بتایا کہ میں لندن میں عشق مجازی کا شکار ہوا اور بالکل نامرد ہوچکا ہوں علاج کیا مگر

نفع نہ ہوا۔ باپ نے شادی کی عورت نے ایک ہفتہ کے اندر میری نامردی سے مایوس ہوکر طلاق لے لی اور اب منہ چھپائے گھر کے اندر رہتا ہوں ہر طرف سے موت نظر آرہی ہے مگر موت بھی نہیں آتی۔

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ دوزخی کو ہر طرف سے موت آتی نظر آئے گی مگر وہ مرنے نہیں پائے گا۔

(۲)...... لڑکوں کے عشق میں عورتوں کے عشق سے زیادہ شدید ظلمت ہوتی ہے کیونکہ عورت کسی وقت میں بعد نکاح حلال ہوسکتی ہے۔ اور مَرد کسی مَرد کے لئے کبھی بھی حلال نہیں ہوسکتا اس وجہ سے اس کی ظلمت نہایت شدید ہوتی ہے۔

(۳)...... کسی چھوٹے بچے یا کسی چھوٹی بچی کی طرف بھی اگر نفس کا میلان ہو اور جس کی پہچان یہ ہے کہ اگر گود میں لے کر اُسے پیار کرے تو شہوت محسوس ہو پس اُس کو دیکھنا اور چھونا بھی حرام ہے۔

(٤)...... فاعل اور مفعول دونوں ایک دوسرے کی نگاہوں میں ہمیشہ کے لئے ذلیل ہوجاتے ہیں۔

(۵)...... جس شخص کے چہرہ اور آنکھوں کی بناوٹ سے اور گفتگو سے نفس کو لذت ملے اور میلان خفیف بھی محسوس ہو اُس سے فوراً ہٹ جانا چاہئے۔

(٦)...... جب کسی صورت سے شغف اور عشق میں ابتدا ہوتا ہے تو اِس قہر و عذابِ الٰہی کو تمویہ کہتے ہیں اور شیطان اُس صورت کو حقیقت سے کئی گنا زیادہ کر کے اُس کو حسین دکھاتا ہے حتی کے اُس کی آنکھوں میں سو تیر و کمان نظر آتے ہیں لیکن جب گناہ کر لیتا ہے تو وہی حسین صورت مکروہ اور بدصورت اور ذلیل معلوم ہوتی ہے یعنی گناہ سے قبل جو معیارِ حُسن کا اُس میں نظر آرہا تھا وہ باقی نہیں رہتا ہے اِس سے معلوم ہوا کہ وہ شیطان کی طرف سے تصرف اور شعاع انعکاسیہ شیطانیہ کا تجمّل تھا۔

صد کمان و تیر درجے ناوکے

جب کسی صورت کے ساتھ شغف و ابتلا سے نجات حاصل ہو جاوے تو اِس کو تنبیہ کہتے ہیں ۔

گر نماید غیر ہم تمویہ اوست
در رود غیر از نظر تنبیہ اوست

ترجمہ وتشریح: جب غیر اللہ کی محبت کا غلبہ ہو تو یہ امتحان ہے اور جب غیر سے نجات حاصل ہو جاوے اور غیر نظر سے جاتا رہے تو یہ حق تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہے۔

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اِس شعر کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ جب انسان کو کسی صورت کی طرف میلان ہو جاتا ہے اور وہ صورت دل میں اُتر جاتی ہے تو وہ زبان سے اگر چہ لاحول اور سورہ فاتحہ پڑھ کر دَم کرتا ہے لیکن چونکہ یہ عاشق دل کو اُس صورت کے حصول کی حدیث نفس سے خالی نہیں کرتا اور عزم و ہمت کے ساتھ خالی کرنا بھی نہیں چاہتا بس اِس کا وہ حال ہوتا ہے ۔

سبحہ بر کف توبہ بر لب دل پر از ذوق گناہ
معصیت را خند ہمی آید بر استغفار ما

پس یہ عدم خلوص سبب ہو جاتا ہے عدم تاثیر استعاذہ کا (یعنی اخلاص کے ساتھ اُس صورت کو چھوڑنا نہیں چاہتا پس وظیفہ کا اثر اِس عدم اخلاص سے اُس پر نہیں ہوتا ورنہ حق تعالیٰ کی شان تو یہ ہے یُجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ اور وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنی مضطر کی دُعا کو قبول فرماتے ہیں جب وہ دُعا مانگے اور جو ہماری راہ میں مجاہدہ کرے گا ضرور ضرور ہم اپنے راستے اُس کے لئے کھول دیتے ہیں۔

پس کسی صورت کے استحسان کا ضرورت سے زائد مستحسن معلوم ہونا کہ عقل اور دین میں نقصان اور اختلال پیدا ہونے لگے تمویہ کہلاتا ہے اور اِس سے نجات حاصل ہونا حق تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ کہلاتا ہے۔ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

اِس مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ احقر کو بھی اِس وقت ایک تمومیہ میں ابتلا ہے اور ایک تنبیہ کی استدعا ہے اے اللہ! رحم وکرم فرما اور اے ناظرین آپ بھی میرے لئے دُعا کریں کہ ہر تمومیہ سے نجات حاصل ہو اور نجات کے بعد حفاظت اور موت کے بعد مغفرت کی دُعا کریں۔ اَللّٰھُمَّ نَجِّ اَشْرَفُ عَلِیُ وَاحْفَظْ اَشْرَفُ عَلِیُ وَاغْفِرْ لِاَشْرَفُ عَلِیُ۔ (کلید مثنوی، دفتر ششم، صفحہ:۲۲۵-۲۲۶)

نوٹ: اللہ والوں کا امتحان اور اُن کی تمومیہ کو ہرگز اپنے اُوپر قیاس نہ کرنا چاہئے۔

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر

البتہ عبرت حاصل کرنی چاہئے اور خدائے تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ اپنے تقویٰ وتقدس پر کبھی ناز نہ کرے اور حق تعالیٰ سے حفاظت اور پناہ مانگتا رہے۔

عشق مجازی کے متعلق

حضرت مولانا عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

از: مثنوی رومی

ارشاد نمبر......۱

کود کے از حُسن شد مولائے خلق
بعد پیری شد خُرف رسوائے خلق

ترجمہ وتشریح: جولڑکا کم سنی میں اپنے حُسن کے سبب سردارِ خلق بنا ہوا ہے یعنی ہر شخص اُس کو دیکھ کر کہتا ہے آؤ بادشاہ، آؤ میرے چاند، اے میرے دل وجان کے مالک وغیرہ وغیرہ جب یہی لڑکا بوڑھا ہوکر آوے گا تو یہی مخلوق اُس کو ذلیل اور کھوسٹ سمجھے گی۔ احقر کا شعر ہے۔

اس کے عارض کو لغت میں دیکھو
کہیں مطلب نہ عارضی نکلے

ارشاد نمبر......۲

ہمچو اَمرد کز خدا نامش دہند
تا بدیں سالوس در و امش کنند

ترجمہ وتشریح: مثل حسین لڑکے کے کہ عاشق مجاز اُس کے حُسن سے متاثر ہوکر اُس کو اپنا آقا کہتے ہیں اور بعض خدائے حُسن کہتے ہیں تا کہ اِس تعریف اور خوشامد سے اُس کو اپنے مکروفریب کے جال میں پھانس لیں۔

ارشاد نمبر......۳

چوں بہ بدنامی بر آید ریش او
ننگ دارد دیواز تفتیش او

ترجمہ وتشریح: لیکن جب وہ حسین لڑکا اسی بدنامی اور معشوقیت کی رسوائی کے ساتھ کچھ دن میں داڑھی مونچھ والا ہوجاتا ہے تو اُس کے تمام عشاق اُس کو دیکھ کر اِدھر اُدھر کھسک جاتے ہیں اور اُس کی کم سنی میں جو آگے پیچھے اُس کی خدمت میں پھرتے تھے اب شیطان کو بھی اُس کی خیریت اور مزاج پُرسی سے شرم آتی ہے۔

ارشاد نمبر......٤

چوں رود نورود شود پیدا دُخاں
بفسر و عشق مجازی آں زماں

ترجمہ وتشریح: جب داڑھی مونچھ آجانے سے چہرہ کا حُسن جاتا رہا اور دھواں ظاہر ہوا (جیسا کہ داڑھی مُنڈانے کے باوجود رُخساروں پر ہلکی سیاہی سی ظاہر رہتی ہے) تو عشق مجازی کا بازار وہیں ٹھنڈا اور سرد ہوکر رہ جاتا ہے۔

ارشاد نمبر......۵

وعدہ ہا باشد حقیقی دلپذیر
وعدہ ہا باشد عشق مجازی تاسہ گیر

ترجمہ وتشریح: حق تعالیٰ کے وہ وعدے جو مومنین کے لئے دیدار اور جنت کے ہیں ان سے اولیائے کرام اور مومنین کاملین کے ارواح اور قلوب کس درجہ پُرسکون اور اطمینان کی لذت سے سرشار ہیں لیکن جن کو شیطان عشق مجازی اور حُسن فانی پر جو کچھ ملمع سازی کی عارضی چمک دمک دکھا کر جن کو بے وقوف بنالیتا ہے اُن کے دلوں کا غم اور اُن کی پریشانیاں اِس قدر واضح ہیں کہ خود عاشق مجاز اُس سے نالاں ہیں۔

حکایت

ایک سیاہ فام عاشقِ مجاز ڈاکٹر میرے مرشد پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کانپور میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ حضرت رات بھر نیند نہیں آتی ایک عالمِ اضطراب طاری ہے۔ احقر نے دل میں سوچا کہ عشقِ مجازی قہرِ الٰہی ہے دیکھو بے چارہ کس طرح تڑپ رہا ہے۔ اور اللہ والے کیسے مطمئن اور خوش ہیں کہ ان کو اپنے محبوب حقیقی سے کبھی فراق ہی نہیں۔

ارشاد نمبر ٦

زیں سبب ہنگامہا شد کل ھدر
باشد ایں ہنگامہ ہر دَم گرم تر

ترجمہ وتشریح: اِسی سبب کہ دُنیا کے معشوقوں کا حُسن عارضی ہوتا ہے کچھ ہی دن میں اُن کے عاشقوں کے بازار کا ہنگامہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور اپنی آنکھوں سے حُسنِ رفتہ کے کھنڈرات اور ویرانیوں کو دیکھ کر ایامِ رفتہ کے رائگاں جانے پر آہ سرد کھینچتے اور کفِ افسوس ملتے ہیں اور برعکس عشاقِ حق چونکہ غیر فانی اور ہمیشہ باقی رہنے والی ذات کی محبت میں سرگرم ہیں اس لئے اُن کے بازارِ محبت کا ہنگامہ گرم تر رہتا ہے۔

ارشاد نمبر ٧

رنگ تقویٰ رنگ طاعت رنگ دیں
تا ابد باقی بود بر عابدیں

ترجمہ وتشریح: اہل اللہ کے تقویٰ اور طاعت اور دین کا رنگ ہمیشہ اُن کی روح پر باقی رہے گا اور ہمیشہ حق تعالیٰ کی محبت کی لذت سے اُن کی روح سرشار اور پُر کیف رہے گی حتیٰ کہ جنت میں پہنچ کر ہمیشہ کے لئے لطف وعیش کی زندگی پائیں گے۔

ارشاد نمبر......۸

رنگ شک رنگ کفران و نفاق
تا ابد باقی بود بر جان عاق

ترجمہ وتشریح: اِسی طرح شک اور کفر اور نفاق کا رنگ بھی ہمیشہ نافرمانوں کی جانوں پر باقی رہے گا حتیٰ کہ اگر بدون توبہ مریں گے تو دوزخ تک یہ رنگ اُن کو لے جاوے گا۔

ارشاد نمبر......۹

عشق را باحیٔ باقیوم دار
عشق بامُردہ نباشد پائیدار

ترجمہ وتشریح: اے لوگو! عشق تو صرف اُس زندہ حقیقی اور قیوم سے کرو جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے تو تمہیں بطریق اولیٰ سنبھالے رہے گا۔ اور جو خود مرنے والے ہیں اُن پر مرنے سے کیا پاؤ گے۔ مُردوں کے ساتھ عشق پائیدار نہیں رہتا۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں ؎

ارے یہ کیا ظلم کر رہا ہے کہ مرنے والوں پہ مر رہا ہے
جو دَم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوق نظر نہیں ہے
نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوب
خدا کا گھر پئے عشق بُتاں نہیں ہوتا

ارشاد نمبر...... ۱۰

عشق آں بگزیں کہ جملہ انبیاء
یافتند از عشق او کاروکیا

ترجمہ وتشریح: عشق اُس ذات پاک سے اختیار کرو کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے جس کے فیضِ عشق سے دونوں جہاں میں عزت پائی۔

ارشاد نمبر......۱۱

عشق زندہ در رواں و در بصر
ہر دمے باشد ز غنچہ تازہ تر

ترجمہ وتشریح: حق تعالیٰ کا عشق اُن کے عاشقوں کی رگوں میں لہو کے ساتھ رواں ہے اور اُن کی آنکھوں سے اُن کے نورِ باطن کا عکس معلوم ہوتا ہے ؎

تابِ نظر نہیں تھی کسی شیخ و شاب میں
اُن کی جھلک بھی تھی مِری چشمِ پُرآب میں
جو نکلی آہیں تو حور بن کر، جو نکلے آنسو تو بن کے گوہر
یہ کون بیٹھا ہے میرے دل میں ، یہ کون چشمِ پُرآب میں ہے

پس عاشقانِ حق ہر وقت غنچہ سے بھی زیادہ تازہ وتر اور خوش ہیں۔ عشق باقی کی خوشی باقی اور عشق فانی کی خوشی فانی۔

ارشاد نمبر......۱۲

عشقہائے کز پئے رنگے بود
عشق نبود عاقبت ننگے بود

ترجمہ وتشریح: جو عشق رنگ وصورت پر ہوتا ہے تو صورت ورنگ کے فنا کے بعد صرف شرمندگی باقی رہ جاتی ہے اور عشق ختم ہوجاتا ہے ؎

گیا حُسن خوباں و دلخواہ کا
ہمیشہ رہے نام اللہ کا

حکایت

ایک مُرید کسی بزرگ کے یہاں خدا کی محبت سیکھنے گئے شیخ کی ایک خادمہ پر

اُن کی نظر پڑ گئی۔ شیطان کو صوفیوں کی بڑی فکر ہوتی ہے کہ اِن کا راستہ خراب کرو ورنہ یہ اللہ والا ہو گیا تو ایک جہاں کو اللہ والا بنا دے گا۔ پس شیطان نے زہر عشق والے تیر کو اُس خادمہ کی آنکھوں سے اُس مُرید کے دل میں پیوست کر دیا۔ وہ خادمہ اللہ والی تھی تقویٰ کی برکت سے اُس مُرید کے آنکھوں کی ظلمت کو اُس نے محسوس کر لیا۔

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو لڑکا حسین متقی ہوگا اُس کو اگر بُری نظر سے کوئی دیکھتا ہے تو اُس کی ظلمت بدنگاہی کو اُس کا نورِ باطن ادراک کر لیتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اُس خادمہ نے اُس کی خیانتِ چشم کی ظلمت کو محسوس کر لیا اور اُس کی بدنگاہی کا قصہ شیخ سے نقل کیا۔ اللہ والے کسی کو رُسوا نہیں فرماتے، حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک شخص بدنگاہی کر کے آیا۔ آپ نے نورِ باطن سے اُس کی آنکھوں کی ظلمت محسوس کر کے فرمایا کہ کیا حال ہوگا ایسے لوگوں کا جن کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے پس وہ سمجھ گیا اور اُس نے توبہ کی اور تمام اہل مجلس پر اُس مسلمان کی پردہ پوشی بھی رہی۔

پس اُس شیخ کامل نے اُس مُرید کو کچھ نہیں کہا اور خفیہ تدبیر سے اُس کے علاج کی کوشش شروع کر دی دُعا بھی کی اور تدبیر کے طور پر اُس خادمہ کو مسہل دے دیا اور جس قدر دست آئے سب کو ایک طشت میں جمع کراتے رہے جب دستوں کی کثرت سے اُس خادمہ کی شکل خوفناک اور بدصورت ہوگئی تو اُس مُرید کے سامنے پیش کیا۔ اُس مُرید نے حُسن کی ویرانیاں دیکھ کر منہ پھیر لیا پھر شیخ نے فرمایا اے شخص تو اگر اِس پر عاشق تھا تو اب کیوں منہ پھیرتا ہے اور اِس کے بدن سے تو صرف دستوں کا یہ مجموعہ جو اِس طشت میں ہے کم ہوا ہے صرف اِسی پائخانہ کے بدن سے نکل جانے کے سبب تیرا عشق ٹھنڈا پڑ گیا تو معلوم ہوا کہ تو اِسی پائخانہ پر عاشق تھا کیونکہ اِس خادمہ کے جسم سے تو اور کوئی چیز نہیں نکلی سوائے پائخانے کے۔ پس مُرید شرمندہ ہوا اور اپنی غلطی کا احساس ہوا توبہ کی توفیق ہوئی اور کام میں لگ گیا اور جن کو توبہ نصیب نہیں ہوتی وہ مرتے وقت یہ کہتے ہیں ؎

آئے تھے کس کام کو کیا کر چلے
تہمتیں چند اپنے سر پر دھر چلے
واں سے پرچہ بھی نہ لائے ساتھ میں
یاں سے سمجھانے کو لے دفتر چلے

اُس کے دستوں سے حُسن کے زوال پر احقر کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

حُسن جب مسہل سے پھیکا پڑ گیا — عشق کا بازار ٹھنڈا پڑ گیا
شیخ نے طالب کی پھر اصلاح کی — اور کہا کہ کیا ہوئی وہ عاشقی
خادمہ کے جسم سے کیا کم ہوا — دیکھ کر کیوں آج تجھ کو غم ہوا
جسم سے کیا چیز رخصت ہوگئی — جس سے تجھ کو اتنی نفرت ہوگئی
شیخ نے پھر طشت دِکھلایا اُسے — جمع جس میں خادمہ کے دست تھے
اور کہا کہ دیکھ اے طالب اِسے — صرف یہ نکلا ہے اِس کے جسم سے
پس ترا معشوق یہ پاخانہ تھا — تو اِسی کا آہ بس دیوانہ تھا
خادمہ سے عشق تجھ کو تھا اگر — اب وہ کیوں جاتا رہا اے بے خبر
طالب حق ہوگیا بس منفعل — اپنی غلطی سے ہوا بے حد خجل
رستگاریِ نفس کی زنجیر سے — پا گیا مرشد کی اک تدبیر سے

ارشاد نمبر......۱۳

ایں نہ عشق است آنکہ در مردم بود
ایں فساد از خوردن گندم بود

ترجمہ وتشریح: حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کسی آدمی کا رنگ وصورت سے عشق کرنا دراصل عشق نہیں بلکہ فسق ہے اور یہ سب فساد گندم کھانے کا ہے، یعنی خدائے پاک کھانے کو دے رہے ہیں اِس لئے یہ بدمستی سوجھ رہی ہے اگر خدائے پاک کھانے کو نہ دیں تو سب عاشقی ناک کے راستے نکل جاوے۔

حکایت

حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے دمشق کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ دمشق میں عشق بازی اور حُسن پرستی کی بیماری عام ہوگئی تو حق تعالیٰ کی طرف سے قحط کا عذاب آیا اور بھوک کی تکلیف سے لوگ مرنے کے قریب ہونے لگے۔ تو بعض لوگوں نے اُن عشق بازوں سے کہا کہ بتاؤ روٹی لاؤں یا آپ کا معشوق لاؤں تو اُن عاشقوں نے کہا کہ معشوق کو ڈالو چولہے بھاڑ میں ہمیں تو روٹی لا دو کہ زندگی خطرہ میں ہے۔

چناں قحط سالی شد اندر دمشق
کہ یاراں فراموش کردند عشق

حضرت سعدی اس واقعہ کو اس شعر میں بیان فرماتے ہیں کہ دمشق میں ایسی قحط سالی ہوئی کہ یار لوگ بس روٹی کے غم میں عشق ہی بھول گئے۔

حکایت

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص کو بدنگاہی کی عادت تھی ایک عالم بزرگ اِس فعلِ خبیث سے منع فرمایا۔ کہنے لگا اجی حضرت میں تو حسینوں میں خدا نے کی قدرت کا تماشا دیکھتا ہوں۔ اُن بزرگ نے ایسا جواب دیا کہ دن میں تارے نظر آ گئے۔ فرمایا اپنی ماں کی شرمگاہ میں خدا کی قدرت کا تماشا دیکھ کہ تو کس قدر طول وعرض کے ساتھ ایسے تنگ راستے سے برآمد ہوا ہے۔ بس ایسا لا جواب ہوا کہ دَم بخود رہ گیا۔

بعض شاعروں کا دھوکہ

بدنگاہی کے خبیث اور نص قطعی سے حرام فعل کو شیطان نے بعض شاعروں کو یہ پٹی پڑھائی کہ پاک نظر سے دیکھنا جائز ہے جب تک نظر ناپاک نہ ہو حسینوں کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں اور اپنی اس حُسن پرستی کے جواز میں یہ شعر پڑھا کرتے ہیں۔

ہر بوالہوس نے حُسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

اِس شعر سے بدنظری کی گنجائش نکالنا دراصل خود اپنے نفس کو دھوکہ دینا ہے۔ بات یہ ہے کہ ایک عرصے تک کسی حسین کو دیکھتے رہنے سے اگرچہ اس کے وصال کی صورت بھی نہ ہو۔ بعض لوگوں کو گندے خیالات نہیں آتے لیکن اُن کی آنکھوں کو زنا کا لطف آتا رہتا ہے اور یہ نادان سمجھتا ہے کہ میری یہ نظر پاک ہے اور اس کی محبت کو بھی پاک سمجھتا ہے لیکن شیطان دراصل اس کو بُدھو اور بیوقوف بنائے ہوئے ہے اور اسی طرح آہستہ آہستہ اس کی محبت کا (سلو پائزن) ہلکا زہر اس کے دل میں غیر شعوری طور پر پیوست کرتا رہتا ہے اور جب زہر عشق پورا اُتر جاتا ہے تب اس کے بغیر چین نہیں آتا۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بعض لوگوں کو اس قدر مخفی عشق مجازی ہوتا ہے کہ خود اس عاشق کو بھی احساس نہیں ہوتا اور زندگی بھر پتہ نہیں پاتے۔ لیکن جب وہ معشوق مر جاتا ہے تب قلب میں سوزش اس کی جدائی کی محسوس ہوتی ہے ایک محقق شیخ ایسے شخص کو اس وقت تنبیہ کرتا ہے کہ توبہ کرو یہ تعلق غیر شعوری طور پر اس اجنبیہ یا امرد سے تھا جس کے انتقال کے بعد اِسکا ظہور اور انکشاف ہوا۔ اسی طرح بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ میری نظر پاک ہے یا میری محبت پاک ہے میں اِس حسین سے کوئی بُرا ارادہ نہیں رکھتا۔ بس اُس کے ساتھ وقت گذارتا ہوں تو واضح رہے کہ یہی حسین اگر تنہائی میں اس کے پاس رات گذارے پھر دیکھیں اپنے نفس کے ہنگاموں اور زلزلوں کو کہ کس طرح اس کے ساتھ منٹوں میں نیت بُری ہوتی ہے۔ نیت خراب ہونے میں کیا دیر لگتی ہے۔

ابلیس نے حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حَسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہا تھا کہ ایسے جلیل القدر ولی بھی اگر تنہائی میں کچھ وقت گذاریں تو میں ان دونوں کا تقویٰ توڑ دوں۔ اسی سبب سے اجنبیہ اور امرد کے ساتھ تنہائی حرام ہے۔

حکایت

ایک بوڑھے آدمی نے جو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور ذاکر شاغل تھے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا کہ مجھے ایک حسین لڑکے سے محبت ہے۔ آجکل وہ ناراض ہے کوئی وظیفہ بتائیے کہ وہ راضی ہو۔ بعض لوگ ایسے بھولے اور سادے ہوتے ہیں کہ اُنہیں اپنی بیماری کا علم نہیں ہوتا۔

حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا کہ خدا کے لئے اپنے حال پر رحم کیجئے اور توبہ کیجئے یہ عشق و تعلق تو حرام ہے۔ غیر خدا سے دل لگانا اور تصوف و سلوک طے کرنا یہ دونوں متضاد ہیں۔

ہم خدا خواہی وہم دُنیائے دوں
ایں خیال ست و محال ست و جنوں

بس بڑے میاں کی آنکھیں کھل گئیں اور توبہ کی۔

ایک اہم انتباہ

پیری میں شہوت تو کمزور ہو جاتی ہے لیکن حرص بڑھ جاتی ہے اور نفس سے مقابلہ کی طاقت بھی کمزور ہو جاتی ہے۔ اِسی وجہ سے بزرگوں نے فرمایا ہے اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ بوڑھے آدمی کو زیادہ احتیاط سے رہنا چاہئے اور لوگوں کو بھی چاہئے کہ بوڑھا سمجھ کر اپنی بیٹی یا لڑکا اُس کے پاس تنہائی میں نہ رہنے دیں جیسے نادان لوگ جاہل پیروں کے سامنے اپنی جوان لڑکی کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ یہ تو آپ کی لڑکی ہے اس سے کیا پردہ۔ خدا بچائے ایسے شیاطین پیروں سے جو نامحرم عورتوں سے ہاتھ پاؤں تک دبواتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا نفس تو فنا ہو چکا احتیاط کی ضرورت اُسے ہے جس کا نفس زندہ ہو۔ اِن جاہلوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات کو نابینا صحابی سے پردہ کا حکم

فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی نامحرم عورتوں سے پردہ سے بات چیت فرماتے اور عورتوں کو بیعت کے وقت اُن کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں پکڑنے کے بجائے کوئی چادر ہاتھوں میں پکڑا کر بیعت فرماتے، تو ان جاہلوں کا نفس کیا صحابہ رضی اللہ عنہم اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہما سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ پاک ہوگیا ہے۔ استغفر اللہ یہ زندقہ اور الحاد و گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

بعض لوگ خدا اور رسول سے تو محبت کرنا چاہتے ہیں مگر آزادی کے ساتھ اتباعِ قانونِ شریعت سے گھبراتے ہیں یہ عجیب محبت کا دعویٰ ہے کہ محبوب کے دستور سے گھبراتے ہیں ایک بزرگ خود فرماتے ہیں۔

اگر آزاد ہم ہوتے خدا جانے کہاں ہوتے
مبارک عاشقوں کے واسطے دستور ہوجانا

احقر نے شعرائے عشق مجاز کی اصلاح سے متعلق کچھ اشعار اپنی کتاب محبت الٰہیہ میں شائع کئے تھے اُس کا اقتباس یہاں بھی تحریر کرتا ہوں۔

دُنیائے دوں ہے خوابِ پریشاں لئے ہوئے
سرمست عشق ہے غم جاناں لئے ہوئے
برباد زندگی جو تھی عشق مجاز میں
آئی ہے موت مژدۂ حرماں لئے ہوئے
معلوم ہوگی عارض و گیسو کی حقیقت
ناداں مگن ہے خارِ مغیلاں لئے ہوئے
غافل ہے آخرت سے اگر خبط شاعری
بے کار خوش ہیں داد کا ساماں لئے ہوئے
قرآں میں اجازت ہے اگر شعر و سخن کی
اعمال نیک ذِکر اور ایماں لئے ہوئے

کوئی بھی ہو جو سیرتِ نبوی ﷺ سے دُور ہو
اک جانور ہے صورتِ انساں لئے ہوئے
دھوکہ نہ دے مجھے کہیں دُنیائے بے ثبات
آئی خزاں ہے رنگ بہاراں لئے ہوئے
اظہارِ سخت کوشیِ الفاظ ہیچ ہے
جب تک نہ ہو عمل کا بھی پیماں لئے ہوئے
مدِّنظر تو شاعری اختؔر نہیں مجھے
کہتا ہوں میں ہدایت قرآں لئے ہوئے

بدنگاہی و عشق مجازی کا علاج

(منظوم از مؤلف)

اے خداوند جہان حُسن و عشق
سخت فتنہ ہے مجازی حُسن و عشق
غیر سے تیرے اگر ہوجائے عشق
عشق کیا ہے درحقیقت ہے فسق
عشق با مردہ ہے تیرا اک عذاب
راستے کا ہے یہ تیرے سدّ باب
حکم ہے اس واسطے غض بصر
تاہو زہر عشق سے دل بے خطر
بدنگاہی مت سمجھ چھوٹا گناہ
دل کو اک دَم میں کرتی ہے تباہ
بدنگاہی تیر ہے ابلیس کا
زہر میں ڈوبا ہوا تلبیس کا
ہوگئے کتنے ہلاک اِس راہ میں
کھو کے منزل گر گئے وہ چاہ میں
چند دن کا حُسن ہے حُسنِ مجاز
چند روزہ ہیں فقط یہ ساز باز
عاشق و معشوق کل روزِ شمار
رُوسیہ ہوں گے بہ پیش کردگار
غیر حق کا دل سے جب نکلے گا خار
دل میں ہوگی چین و لذّت کی بہار

عشقِ حق سے میں رہوں بس جامہ چاک — دردِ دل سے لوں میں اُسکا نام پاک
عشق سے اپنے تو دل کو طور کر — نور سے اختؔر کا دل معمور کر

کلام عبرتناک برائے عشق ہوسناک

(از مؤلف)

وہ زلف فتنہ گر جو فتنہ ساماں تھی جوانی میں
دُمِ خَر بن گئی پیری سے وہ اِس دارِ فانی میں

جو غمزہ شہرۂ آفاق تھا کل خوں فشانی میں
وہی عاجز ہے پیری سے خود اپنی پاسبانی میں

سنبھل کر رکھ قدم اے دل بہارِ حُسن فانی میں
ہزاروں کشتیوں کا خون ہے بحرِ جوانی میں

ہماری موت روحانی ہے عشق حُسن فانی میں
حیات جاوداں مضمر ہے دل کی نگہبانی میں

جو عارض آہ رشک صد گلستاں تھا جوانی میں
وہ پیری سے ہے ننگ صد خزاں اس باغِ فانی میں

جو ابرو اور مژگاں قتل گاہ عاشقاں تھے کل
وہ پیری سے ہیں اب مژگاں خر کیچڑ روانی میں

محبت بندۂ بے دام تھی جس روئے تاباں کی
زوالِ حُسن سے نادم ہے اپنی جاں فشانی میں

وہ نازِ حُسن جو تھا زینت شعروسخن کل تک
وہ اب پیری سے ہے محصور کیوں ریشہ دوانی میں

کہاں کا پردۂ محمل کہاں کی آہ مہجوری
وہ بُت پیری سے رسوا ہے غُبارِ شتر بانی میں

شبابِ حُسن کی رعنائیاں صبح گلستاں ہے
مگر انجامِ گلشن دیکھ شام باغبانی میں

وہ جانِ نغمہ عُشاق اور جانِ غزل گوئی
ہے پیری سے گُل افسردہ وہ بہارِ شعر خوانی میں

ہزاروں حُسن کے پیکر لحد میں دفن ہوتے ہیں
مگر عُشاقِ ناداں مبتلا ہیں خوش گمانی میں

نہ کھا دھوکہ کسی رنگینیٔ عالم سے اے اخترؔ
محبت خالق عالم سے رکھ اِس دارِ فانی میں

فَائِدَۃ: عاشقانہ مزاج والوں کے لئے کسی ایسے بزرگ کی صحبت میں رہنا نہایت مفید ہوتا ہے جو والہانہ اور عاشقانہ عبادت اور ذکر کرتا ہو۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ یعنی بازی لے گئے مُفَرِّد لوگ، حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یہ مُفَرِّد لوگ کون ہیں ارشاد فرمایا کہ جو خدائے پاک کا والہانہ ذکر کرتے ہیں۔ (از فضائل ذکر حضرت شیخ الحدیث)

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ اہل محبت کو اہل محبت سے مناسبت ہوتی ہے۔ دیوانوں کی کسی دیوانے کے ساتھ اچھی گذرتی ہے۔

جی چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لئے ہوئے

بدنگاہی کے طبّی نقصانات

مثانہ کمزور ہوجاتا ہے جس سے پیشاب کے قطرے یا مذی کے قطرے آتے

رہتے ہیں اور وضو اور نماز میں مشکل پیدا ہو جاتی ہے، نیز بدنگاہی کے مریضوں و اکثر جریان کی شکایت ہو جاتی ہے کیونکہ خیالات کی گندگی اور بدنگاہی سے منی پتلی ہو کر پیشاب کے ساتھ یا کثرتِ احتلام کی صورت میں ضائع ہونے لگتی ہے جس سے دماغ کی کمزوری، دل کا کمزور ہونا اور گھبرانا۔ کمر میں درد، پنڈلی میں درد، سر میں چکر، آنکھ کے سامنے اندھیرا آنے لگنا، سبق نہ یاد ہونا یا یاد ہو کر جلد بھول جانا، کسی کام میں دل نہ لگنا، غصہ کا بڑھ جانا، نیند کم آنا، ہمت اور ارادہ کا پست ہو جانا۔ چونکہ منی ایک قیمتی سرمایہ ہے اس کے ضائع ہونے سے ان علاماتِ مذکورہ کا ظاہر ہونا ایک فطری اور ضروری امر ہے۔ لہٰذا طالب علموں کو نوجوانی میں بہت ہی اہتمام سے بُری صحبت اور بدنگاہی سے بچنا چاہئے۔

مرقد میں ہم نے دیکھا اختؔر ہزار کیڑے
چپٹے ہوئے تھے اُن کو کل تک جو مہ جبیں تھے

حُسنِ فانی کے عاشقوں کی بہار چندروزہ ہوتی ہے۔

بہارِ حُسنِ صورت سے جو عاشق زندہ ہوتا ہے
وہ تبدیل بہارِ رنگ سے شرمندہ ہوتا ہے
جمالِ سیرت و معنٰی سے جو تابندہ ہوتا ہے
تو لطف زندگی بھی اُس کا پھر پائندہ ہوتا ہے

شب زفاف کی لذت کا شور سُنتے تھے
گذر کے تھی وہ شب منتظر بھی افسانہ

بزیرِ سایہ غض بصر ہے چین اسے
نگاہِ عشق حسینوں سے اور مضطر ہے
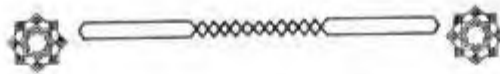
نظم بے ثباتی حُسنِ مجاز

(از مؤلف)

سوائے تیرے کوئی ٹھکانہ نہیں ہے یارب جدھر بھی جاؤں
کسے غمِ جان و دل سُناؤں، کسے میں زخمِ جگر دکھاؤں

یہ دُنیا والے تو بے وفا ہیں، وفا کی قیمت سے بے خبر ہیں
پھر ان کو دل دے کے زندگی کو، جفا سے آہنگ کیوں بناؤں

جو خود ہی محتاج ہیں سراپا، غلام اُن کا بنوں تو کیوں کر
غلام کا بھی غلام بن کر، میں اپنی قیمت کو کیوں گھٹاؤں

اگر چمن میں ہے مست بلبل، بہارِ فانی سے ہے وہ ناداں
بھلا نشیمن جو عارضی ہو، تو اس کو مسکن میں کیوں بناؤں

مجھے تو اخترؔ سکونِ دل گر ملا تو، بس اہل دل کے دَر پر
تو اُن کے دَر کو میں اپنا مسکن، صمیم دل سے نہ کیوں بناؤں

راہ چلتے ہوئے اگر بدنگاہی ہوئی تو دل کے نور نکلنے اور دل کے پریشان رہنے کا وبال آتا ہے۔ لیکن اگر کسی نامحرم عورت یا حسین لڑکے پر ایسی جگہ بدنگاہی ہوتی ہے جس کا رات دن آنا جانا اور قریب رہنے کا اتفاق ہوتا ہے تو پھر اس کے عشق کے فتنے میں مبتلا ہوکر گناہ کبیرہ کا خطرہ بڑھ جاتا ہے لہٰذا ایسی جگہ سے فوراً دُور ہوجانا واجب ہے یا احتیاط سخت کرنا لازم ہے۔

سوائے ذِکر خدا اور اولیاء کے تیئں
کسی نے چین نہ پایا کبھی زمانے میں

تم جس کو دیکھتے ہو گناہوں سے شادماں
زیرِ لب خنداں ہیں ہزاروں الم نہاں

یاد کرنا تھا کسے کس کو کیا
کام تیرے قبر میں آئے گا کون؟
(اختر)

فنائیت حُسنِ مجاز اور ابتری رنگِ عُشّاق

جہان رنگ و بو میں رنگ گوناگوں کا منظر تھا
مگر ہر اہل رنگ و بو کا حالِ رنگ ابتر تھا
نظام رنگ و بو سے ہو کے جو مافوق رہتا تھا
اُسی مست خدا کا رنگ ہر دَم رنگ خوشتر تھا

بعض عاشقینِ مجاز نے احقر سے اپنی پریشانی اور نیند کی کمی، دل کی بے سکونی کا ذکر کیا ہے۔ احقر نے اُنہیں ذکر اللہ بتادیا اور اُس معشوق سے ملنے جلنے کو منع کردیا۔ چند دن بعد آ کر کہا کہ اب تو خوب نیند آتی ہے اور نہایت سکون کی زندگی ہے۔ ذاکر حق کی شان یہی ہوتی ہے ؎

آتی نہیں تھی نیند مجھے اضطراب سے
تیرے کرم نے گود میں لے کر سلا دیا

عشق مجاز کا علاج دراصل یہی ہے کہ اُسے عشق حقیقی سے تبدیل کردیا جاوے اور خدا کا عشق، ذکر اللہ کے التزام اور اہل اللہ کی صحبت کے اہتمام سے عطا ہوتا ہے ؎

دوستو دردِ دل کی مسجد میں
درد، دل کا امام ہوتا ہے

دردِ محبت کا مبتلا جب کسی اللہ والے کی صحبت پاتا ہے تو پھر اُس کی زندگی میں انقلاب آجاتا ہے اور اُس کی شان یہ ہوجاتی ہے، اشعارِ مؤلف ؎

پاکے صحبت تیری اے مست جمالِ ذوالجلال
ہو گیا روشن مرا مستقبل و ماضی و حال

روح را با ذاتِ حق آویختہ

دردِ دل اندر دُعا آمیختہ

ترجمہ: اللہ والے اپنی روح کو حق تعالیٰ کی ذات سے لٹکائے ہوئے ہیں اور اپنے دردِ دل کو اپنی دُعاؤں میں شامل کیئے ہوئے ہیں۔

تارکِ لذاتِ حرام کو عام مخلوق محرومِ لذت سمجھتی ہے مگر ان کی شان یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے تعلق سے عظیم راحت دل میں محسوس کرتے ہیں ؎

قطرہ کا بھی محتاج سمجھتی ہے جسے خلق

دل میں ہے وہی عیش کا دریا لئے ہوئے

کوئی عاشقِ مجاز جب کسی اللہ والے کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہے اور سلوک طے کرتا ہے تو اُس کا دل نہایت دردبھرا دل ہوتا ہے اور بہت جلد اللہ تعالیٰ کے راستے کو طے کر لیتا ہے اور حفاظتِ نظر و حفاظتِ قلب کے مجاہدہ کی برداشت کو بزبانِ حال یوں کہتا ہے ؎

صدمہ و غم میں مرے دل کے تبسم کی مثال

جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے

فنائیت و بے ثباتی حُسنِ مجاز

رات دن کے مشاہدات ہیں کہ بعض طبائع اور بعض قلوب حُسن سے بے حد متاثر ہوتے ہیں اور فطری طور پر ایک عاشقانہ مزاج لے کر پیدا ہوتے ہیں لیکن یہ قیمتی امانت محبت کی، اور یہ قیمتی سرمایہ عشق کا اور یہ دردبھرا دل بڑے کام کا ہوتا ہے جب یہ اپنے مالک اور خالقِ حقیقی پر کسی اللہ والے سے فدا ہونا سیکھ لیتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

دلے دارم جواہر پارۂ عشق ست تحویلش

کہ دارد زیرِ گردوں میر سامانے کہ من دارم

ترجمہ: میں سینے میں ایسا دل رکھتا ہوں جو عشقِ الٰہی کے جواہر پاروں کا خزانہ ہے تو آسمان کے نیچے مجھ سے زیادہ صاحبِ دولت کون ہوگا۔ اور اس قیمتی سرمایۂ محبت کو ان فانی حسینوں پر قربان کر کے دراصل دونوں جہاں کی زندگی کو تباہ کرنا ہے کیونکہ دُنیا میں عاشقِ مجاز کو تمام عمر تڑپ تڑپ کے جینا ہوتا ہے۔

نہ نکلی نہ اندر رہی جانِ عاشق
بڑی کشمکش میں رہی جانِ عاشق
چمن میں تابِ روئے گل اگر دیکھا تو کیا دیکھا
اگر تھا دیکھنا تو دیکھتے بلبل کی بے تابی
(اختر)

اور آخرت یوں تباہ ہوئی کہ غیر اللہ سے دل لگانے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ سے دل غافل ہوجاتا ہے اور عبادت کی حلاوت سلب ہوجاتی ہے دل تباہ ہوجاتا ہے۔

دل گیا رونق حیات گئی

بیان مذمت عشقِ مجازی

(از حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ)

جہاں اے برادر نماند بکس
دل اندر جہاں آفریں بندوبس

ترجمہ: اے بھائی دُنیا کسی کا ساتھ نہیں دیتی مرتے ہی سب چھوٹ جاتے ہیں پس دل کو جہاں کے خالق سے باندھ لے۔

چوں آہنگ رفتن کند جانِ پاک
چہ بر تخت مردن چہ برروئے خاک

ترجمہ: جب روح دُنیا سے رخصت ہوتی ہے تو کیا تختِ شاہی پر مرنا اور کیا خاک پر مرنا سب برابر ہوجاتا ہے۔

بر کہ دل پیش دلبرے دارد
ریش در دست دیگرے دارد

جو شخص اپنا دل کسی دلبر کو دیتا ہے دراصل اپنی داڑھی کی عزت دوسرے کے ہاتھ میں دیتا ہے۔

حکایت

حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی حسین کے چہرہ پر داڑھی نکلنے کے بعد دریافت کیا ارے بھائی چاند پر چیونٹیاں کیوں جمع ہیں؟ اُس نے جواب دیا کہ میرے حُسن کے زوال پر ماتمی لباس میں ہے ۔

مگر بماتم حُسنم سیاہ پوشیدست

حکایت

ایک بزرگ عالمِ دین نے فرمایا کہ کسی حسین کے ساتھ خلوت پرہیز گاری کے باوجود بھی حرام ہے۔ نیز اگر اُس حسین کے فتنے سے بچ بھی جاوے گا تو بدگویوں اور بدگمانیوں سے نہ بچ سکے گا یعنی لوگ تہمت سے بدنام کرتے رہیں گے ۔

وَاِنْ سَلِمَ الْاِنْسَانُ مِنْ سُوْءِ نَفْسِهٖ
فَمِنْ سُوْءِ ظَنِّ الْمُدَّعِی لَیْسَ یَسْلِمُ

ترجمہ: اگر انسان اپنے نفس کی شرارت سے بچ بھی جاوے تو مخلوق کے بُرے گمان سے نہیں سلامت رہ سکتا۔

حدیث میں وارد ہے کہ موضع تہمت سے بچو۔ (گلستان)

حکایت

ایک بزرگ کسی دامن کوہ میں مقیم تھے دوستوں نے کہا شہر کیوں نہیں آتے؟ فرمایا کہ شہر میں پری رو کثرت سے رہتے ہیں اور جہاں کیچڑ زیادہ ہوتی ہے تو ہاتھی بھی پھسل جاتا ہے۔ یہ واقع حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع مسجد دمشق میں ایک حسین طالب علم سے بیان فرمایا اور اُس سے رخصت ہو گئے۔ جبکہ اُس

نے درخواست کی تھی کہ آپ چندے قیام فرمائیں کہ ہم آپ کے علوم سے مستفید ہوں۔ آپ نے اُس جگہ قیام کو اپنے دین کے لئے مضر خیال فرما کر ہجرت فرمائی۔ پس یہ عاشقانِ مجاز کے لئے نہایت اہم سبق ہے کہ اتنے بڑے شیخ کامل ہو کر کس قدر احتیاط فرماتے تھے۔ (گلستان)

حکایت

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھاتے تھے تو اُن کے حسین ہونے کے سبب اُن کو پیچھے پشت کی جانب بٹھاتے تھے۔ جب داڑھی نکل آئی اور چراغ کی روشنی کے سائے میں اُن کی داڑھی نظر آئی تو حکم دیا اب سامنے آجاؤ۔ اللہ اکبر اولیاء اللہ کی کیا شان ہوتی ہے اور کس درجہ وہ نفس کے شر سے محتاط ہوتے ہیں۔

حکایت

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرۂ تصنیف میں جب تفسیر بیان القرآن تحریر فرما رہے تھے کہ مولانا شبیر علی صاحب نے ایک لڑکے کو کسی کام سے بھیجا۔ حضرت والا اُس لڑکے کو دیکھتے ہی حجرہ سے باہر آ گئے اور اپنے بھتیجے مولانا شبیر علی صاحب سے فرمایا کہ خبردار میرے پاس تنہائی میں کسی لڑکے کو مت بھیجا کرو۔ اور ارشاد فرمایا کہ اب میرے اِس عمل سے ان لوگوں کو سبق مل جاوے گا جو مجھے بزرگ اور حکیم الامت اور کیا کیا سمجھتے ہیں۔ (یعنی جب میں اِس قدر احتیاط کرتا ہوں تو اُن کو کس قدر محتاط ہونا چاہئے۔)

قلب کی حفاظت کے لئے حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

ایں دیدہ شوخ میبرد دل بکمند
خواہی کہ بکس دل ندہی دیدہ بہ بند

ترجمہ: ان شوخ نگاہوں سے دل سینے سے نکل جاتا ہے پس اے سالکین

طریقت اگر تم چاہتے ہو کہ دل سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی مخلوق کو نہ دو تو ان حسینوں سے آنکھیں بند رکھو۔ یعنی نگاہ نیچی رکھو۔

حدیث

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علی! اچانک نظر کے بعد دوسری نظر سے مت دیکھو کہ پہلی اچانک نظر معاف ہے اور دوسری جائز نہیں ۔

کہ سعدی راہ و رسم عشق بازی
چناں داند کہ در بغداد تازی
اگر مجنوں و لیلیٰ زندہ گشتے
حدیث عشق زیں دفتر نوشتے

دلا آرمے کہ داری دل در و بند
دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

نصیحت حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ سعدی عشق بازی کی راہ و رسم سے اس طرح واقف ہے جیسا کہ بغداد کے لوگ عربی گھوڑوں کو پہنچانتے ہیں حتیٰ کہ اگر مجنوں و لیلیٰ زندہ ہوتے تو بیان عشق میرے دفتر عشق سے کرتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب خواب ہے دل کا چین و آرام اِسی میں ہے کہ دل کو خدائے پاک کے ساتھ وابستہ کرلو اور تمام عالم سے آنکھیں بند کرلو۔

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب فرماتے ہیں ۔

یہ عالم عیش و عشرت کا، یہ دُنیا کیف و مستی کی
بلند اپنا تخیل کر، یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی

بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ بن جائے

....

لطف دُنیا کے ہیں کے دن کے لیے
کھو نہ جنت کے مزے اُن کے لیے
یہ کیا اے دل، تو بس پھر یوں سمجھ
تو نے ناداں گل دیئے تنکے کے لیے

....

رہ کے دُنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دُنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے
عارفیؔ زندگی افسانہ در افسانہ ہے
صرف افسانوں کے عنوان بدل جاتے ہیں

احقر مؤلف عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ یہ عالم متغیر ہے پس جس کا کل متغیر ہے اُس کا ہر جز بھی متغیر ہے لہٰذا حسینوں کے حُسن میں تغیر اور زوال ایک یقینی امر ہے پس ایسی فانی لذت بلکہ ایک خواب کی خاطر ہمیشہ والی آخرت کی زندگی کیوں خراب کی جاوے۔ نیز دُنیا کی زندگی بھی گناہوں سے خراب اور بے سکون ہو جاتی ہے۔

شب زفاف کی لذت کا شور سُنتے تھے
مگر گذر کے شب منتظر تھی افسانہ

ان حسینوں کے بارے میں یہ جذبہ ہونا چاہیے۔

جان جائے یا رہے ہرگز نہ دیکھیں گے اُنہیں
آخرت برباد ہوگی دیکھ کر اخترؔ جنہیں

اگر مجنوں حدیث مانجواندے
تو دست از عشق لیلیٰ بر فشاندے

(اختر)

ترجمہ: اگر مجنوں میری یہ باتیں سُن لیتا تو عشق لیلیٰ سے ہاتھ جھاڑ لیتا۔

غیر حق را ہر کہ دارد در نظر
شد یکے محتاج محتاج دگر

ترجمہ: جو شخص کہ غیر حق کو محبوب بناتا ہے وہ دراصل خود تو محتاج تھا ہی اب ایک محتاج کا غلام ہو کر محتاج درمحتاج ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے اپنی خواہشات کا سر جھکا دو پھر دیکھ کیا لطف و حلاوت دل کو عطا فرماتے ہیں۔ احقر مؤلف کے اشعار ؎

منکشف راہِ تسلیم جس پر ہوئی
اس کا غم راز دارِ مسرت ہوا
راہِ تسلیم میں جس نے سر دے دیا
اس کا سر تاجدارِ محبت ہوا

مدّت سے تھی جو آرزو دل میں دبی ہوئی
بس وہ بھی میں نے تری رضا کے سپرد کی

اپنی غلط آرزو کا خون کرنے سے حسرت تو پیدا ہوتی ہے مگر قرب خاص بھی عطا ہوتا ہے۔

دلِ نامراد ہی میں وہ مراد بن کے آئے
مری نامرادیوں پر مری ہر مراد قرباں
خونِ حسرت رات دن پینے کا لطف
اس کے جلوؤں کی فراوانی سے پوچھ

لذتِ زخم شکستِ آرزو
اس کی آنکھوں کی نگہبانی سے پوچھ
مجھ کو حسرت میں بھی شادمانی ملی
غم کی اِک لذتِ جاودانی ملی
اس کی رضا کی لذتِ پُر کیف کیا کہوں
صد داغِ حسرتِ دلِ ویراں مٹا گئی
وہ نامراد کلی گرچہ ناشگفتہ ہے
ولے وہ محرمِ رازِ دل شکستہ ہے
ویرانۂ حیات کی تعمیر کر گئی
روئیداد زندگی کسی خانہ خراب کی

یعنی جو اپنی آرزوؤں کو خدا کی رضا کے لئے توڑتا ہے اس کے درد بھرے دل سے دوسروں کو نور نہایت ملتا ہے۔

حفاظتِ نظر کا انعام خالقِ نظر کی طرف سے

(۱)...... پہلا انعام حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص آنکھوں کی حفاظت کرے گا (یعنی کسی اجنبیہ عورت یا حسین لڑکے سے نگاہ کو محفوظ کرے اور نہ دیکھنے سے جو تکلیف ہو اُس کو برداشت کرے حق تعالیٰ کی رحمت سے) وہ قلب میں ایمان کی حلاوت پائے گا۔ سبحان اللہ کتنا عظیم انعام ہے حق تعالیٰ کے تعلق کی مٹھاس و شیرینی کس قدر عظیم نعمت اور دولت ہے دراصل یہ نعمت تو دونوں جہاں سے بڑھ کر ہے جو تھوڑی سی تکلیف کے بدلہ میں عطا ہوتی ہے۔

جمادے چند دادم جاں خریدم
بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

ترجمہ: چند پتھر دیئے اور جان خرید لیا شکر ہے خدا کا کہ کیا ہی ارزاں خریدا۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
اُنچہ درو، ہمت نیائید آں دہد

ترجمہ: آدھی جان مجاہدہ میں وہ محبوبِ حقیقی لیتا ہے اور اس کے بدلے میں سو جانیں عطا فرماتا ہے (کیا ہی اچھا داتا ہے ہماری لاکھوں جانیں اس کریم مطلق پر فدا ہوں) وہ وہ نعمتیں عطا فرماتے ہیں جو ہمارے وہم وگمان میں ہی نہیں آ سکتی ہیں۔

نے ہم ملک جہاں دوں دہد
بلکہ صدہا ملک گوناگوں دہد

ترجمہ: نہ یہ کہ وہ صرف ایسی حقیر دُنیا ہی انعام میں عطا فرماتے ہیں بلکہ سیکڑوں انواع واقسام کی باطنی سلطنتیں بھی عطا فرماتے ہیں۔

حکایت

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ گذر رہے تھے، دیکھا کہ ایک حسین کنیز مع اپنی خادمات کے گذر رہی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اِس حسین لڑکی کو صرف چار درہم میں خرید سکتا ہوں۔ حالانکہ اُس کنیز کو اُس کے مالک نے ایک لاکھ درہم میں خریدا تھا۔ وہ کنیز سمجھی کہ یہ کوئی دیوانہ ہے اس کو اپنے مالک کے پاس لے چلیں تا کہ کچھ دیر ہنسی کی باتیں ہوں۔ اُس نے کہا کیا آپ ہمارے مالک کے پاس چل سکتے ہیں؟ فرمایا ہاں! اس کے مالک نے جب یہ بات سُنی تو بہت ہنسا اور اُس نے بھی سمجھا کہ یہ کوئی دیوانہ ہے اور خوش ہوا کہ ذرا دیر ہنسی مذاق کر کے اس سے دل بہلائیں گے اُس نادان کو کیا خبر کہ یہ عارف باللہ بزرگ ہیں۔

کنیز کے مالک نے کہا کہ بھائی آپ نے صرف چار درہم دام لگایا اور میں نے اس کو کس قدر گراں خریدا ہے۔ حضرت نے جواب دیا کہ عیب دار سودے کا دام کم

ہی لگتا ہے۔ دریافت کیا کہ ہماری اِس کنیز میں کیا عیب ہے؟ فرمایا اِس کے بدن سے پیشاب پاخانہ نکلتا ہے اور اگر یہ ایک ماہ تک اپنے دانتوں کو نہ صاف کرے تو منہ سے ایسی بدبو آوے گی کہ تم اپنا منہ اِس کے قریب نہ کر سکو گے، اور اگر ایک ماہ تک غسل نہ کرے تو اس کے پاس بدبو کے سبب لیٹ نہ سکو گے اور جب یہ بوڑھی ہو جاوے گی اس کی جوانی کا لطف ختم ہو جاوے گا پھر قبر میں جا کر تو سڑ، گل جاوے گی بس مالک چپ ہو رہا اور لاجواب ہو رہا پھر کچھ دیر میں دریافت کیا کہ کیا تمہارے پاس کوئی عورت ایسی ہے جو اِن عیوب سے پاک ہو۔ فرمایا، ہاں! جنت میں ہماری حوروں میں اِس قسم کا کوئی عیب نہیں ہے نہ پیشاب نہ پائخانہ، نہ منہ سے بدبو، اُن کے پسینوں میں مُشک کی خوشبو ہوگی، نہ اُن کو موت آوے گی، نہ بڑھاپا آوے گا، ہمیشہ باکرہ رہیں گی اور ہمارا انتظار کر رہی ہیں۔ کسی غیر مرد پر نظر نہ ڈالیں گی۔

اِس حکایت میں کیا ہی عبرت کا سبق ہے۔ یعنی چند دن دُنیا میں آنکھوں کو بچانا ہے اور پھر حوروں سے ملاقات کا انعام کیا ہی اعلیٰ جزا ہے دُنیا کے حسینوں کا نقشہ قبر میں کیا ہوگا۔ نذیر اکبرآبادی کی زبان سے سُنیئے ؎

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا
مشین بدن تھا معطر کفن تھا
جو قبر کہن ان کی اُکھڑی تو دیکھا
نہ عضو بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ؎

زلف جعد و مشکبار و عقل بر
آخر او دُم زشت پیر خر

ترجمہ: اے لوگو! جن حسینوں کے گھونگھر والے اور مشکبار اور عقل اُڑانے والے بالوں سے آج تم دیوانے ہو رہے ہو آخری انجام اس کا یہ ہوگا کہ جب یہ بوڑھی ہوگی

تو پھر یہی زلف بڈھے گدھے کی بُری دُم معلوم ہوگی۔

(۲)...... دوسرا انعام حفاظت نظر کا یہ ہے کہ حدیث قدسی میں ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ٹوٹے ہوئے دل سے قریب تر ہوں اور آنکھوں کو بدنگاہی سے بچانے میں دل کی آرزو ٹوٹنے سے دل ٹوٹ جاتا ہے۔ اور پھر اِس عمل سے اس حدیث کے مطابق حق تعالیٰ کا قربِ عظیم حاصل ہوتا ہے جو ہزاروں نوافل اور اذکار سے حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

میکدہ میں نہ خانقاہ میں ہے
جو تجلّی دلِ تباہ میں ہے

(۳)...... تیسرا انعام اور مومن کو اس مجاہدہ کی برکت سے شہادت معنوی باطنی عطا ہونے کی ہے جیسا کہ تفسیر بیان القرآن میں شہداء کے متعلق تفسیر میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اولیاء صالحین بھی اس فضیلت میں شہداء کے شریک ہیں۔ سو مجاہدہ نفس میں مرنے کو بھی معنًی شہادت میں داخل سمجھیں گے اس طور پر وہ بھی شہدا ہوئے۔

(پارہ:۲، صفحہ:۷۹، بیانُ القرآن)

احقر کا شعر اسی نعمت کو بیان کرتا ہے ؎

تیرے حکم کی تیغ سے ہوں میں بسمل
شہادت نہیں میری ممنونِ خنجر

(٤)...... چوتھا انعام یہ ہے کہ صاحب حزن حق تعالیٰ کا راستہ اس طرح تیز طے کرتا ہے جو غیر صاحب حزن نہیں کرسکتا جیسا کہ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرمایا ہے اور جب سالک اپنی نظر کو بار بار بچاتا ہے تو نفس کو بہت غم ہوتا ہے۔ پس اس مجاہدہ کی برکت سے یہ بہت تیز سلوک طے کرتا ہے۔

(۵)...... پانچواں انعام یہ ہے کہ جب کوہِ طور پر حق تعالیٰ نے تجلّی فرمائی تو کوہِ طور

ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

بر برون کوہ چوزد نور صمد

پارہ شد تا در درونش ہم زند

ترجمہ: جب حق تعالیٰ کی تجلّی کوہِ طور کی سطح ظاہر پر ہوئی تو غلبۂ شوق سے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تاکہ نورِ حق اُس کے باطن میں بھی داخل ہوجاوے گویا اس پہاڑ نے پھٹ کر اور ٹکڑے ہوکر بزبان حال بارگاہِ کبریا میں یہ عرض کیا ؎

آجا مری آنکھوں میں، سما جا مرے دل میں

پس جب مومن اپنی آنکھوں کو بار بار اجنبیہ عورتوں سے اور حسین لڑکوں سے بچانے کی مشقت کو برداشت کرتا ہے اور قلب کو بھی اُن کے تصور و خیال سے لذت لینے سے روکتا ہے یعنی قصداً اُن کے تصورات اور خیالات سے اپنے قلب کو محفوظ رکھتا ہے تو نفس پر یہ امر سخت ناگوار ہوتا ہے اور دل ان مجاہدات کے صدمات سے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا ہے جس سے حق تعالیٰ کا نور اُس کے قلب کے اندر گہرائی میں داخل ہوجاتا ہے اور ایسے شخص کے قرب کا مقام نہ پوچھئے۔

اشعار از مؤلف ؎

تو نے اُن کی راہ میں طاعت کی لذت بھی چکھی

ہاں شکستِ آرزو کا بھی مقامِ قرب دیکھ

سرفروشی دل فروشی جاں فروشی سب سہی

پی کے خونِ آرزو پھر کیف جامِ قرب دیکھ

گرچہ میں دُور ہوگیا لذتِ کائنات سے

حاصل کائنات کو دل میں لئے ہوئے ہوں میں

مدتوں خونِ جگر نے گرچہ دل بسمل کیا

مجھ کو ان محرومیوں نے محرمِ منزل کیا

تیرے ہاتھ سے زیرِ تعمیر ہوں میں
مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

(٦)...... چھٹا انعام یہ ہے کہ کافر کی تلوار سے تو ایک مرتبہ شہادت ہوتی ہے اور مجاہدہ ختم ہو جاتا ہے اور نفس کے ان مجاہدات میں ایک عمر بسر کرنی ہوتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں سے جہاد اصغر اور نفس سے جہاد کو جہادِ اکبر ارشاد فرمایا ہے۔ جہادِ اصغر میں جب کافروں کی تلوار سے مومن شہید ہوتا ہے تو اس کا خون دُنیا کے لوگوں کو بھی نظر آ جاتا ہے لیکن خواہشاتِ نفس کی گردن پر امرِ الٰہی کی تلوار سے جو عمر بھر معنوی باطنی شہادت ہوتی رہتی ہے اس خون کو سوائے خدائے پاک کے کوئی نہیں دیکھتا۔ مثال کے طور پر جب کسی حسین کا سامنا ہوا اور عاشق حق نے اپنی آنکھیں باوجود تقاضائے شدید کے اُس سے ہٹالیں اور آگے بڑھ گیا اور بزبانِ حال آسمان کی طرف دیکھ کر بارگاہِ کبریا میں یہ عرض کیا۔

بہت گو ولولے دل کے ہمیں مجبور کرتے ہیں
تری خاطر گلے کا گھونٹنا منظور کرتے ہیں

حاصل یہ کہ تمام عمر یہ اندرونی زخم اگرچہ مخلوق سے پوشیدہ ہیں مگر حق تعالیٰ کے علم میں ہے کہ ہمارا بندہ ہماری رضا میں کس طرح لہو پی رہا ہے اور زخم پر زخم دل پر کھا رہا ہے سینے کے یہ زخم میدانِ محشر میں آفتاب سے زیادہ ان شاء اللہ تعالیٰ روشن ہوں گے۔

داغِ دل چمکے گا بن کر آفتاب
لاکھ اُس پر خاک ڈالی جائے گی

(مجذوبؔ رحمۃ اللہ علیہ)

اشعار از مؤلف

جس زندگی میں غم کی کوئی داستاں نہ تھی
وہ زندگی حرم کی کبھی پاسباں نہ تھی

اے دوست مبارک ہوں تجھے دل کی حسرتیں
تجھ پر برس رہی ہیں تیرے رب کی رحمتیں

(۷)...... ساتواں انعام نظر کی حفاظت میں یہ ہے کہ تمام عمر کے اس مجاہدہ سے ایسے آدمی کا دل ٹوٹا ہوا رہتا ہے اور غمزدہ ٹوٹے ہوئے دل سے مناجات اور دُعا میں خاص لذت عطا ہوتی ہے اور خاص اثر عطا ہوتا ہے ؎

اے ٹوٹے ہوئے دل تری فریاد کا عالم
اے ٹوٹے ہوئے دل پہ نگاہ کرم انداز
(اختؔر)

بارگاہِ حق میں قربِ اعلیٰ کے ساتھ ان کی دُعا نہایت درد سے نکلتی ہے جس سے حجاباتِ عالم باقی نہیں رہتے ؎

نگاہِ عشق تو بے پردہ دیکھتی ہے اُنھیں
خرد کے سامنے اب تک حجابِ عالم ہے
(اصغؔر)

اشعارِ مؤلف ؎

گذرتا ہے کبھی دل پر وہ غم جس کی کرامت سے
مجھے تو یہ جہاں بے آسماں معلوم ہوتا ہے
اُنھیں ہر لحظہ جانِ نو عطا ہوتی ہے دُنیا میں
جو پیشِ خنجرِ تسلیم گردن ڈال دیتے ہیں
ہائے کیا جانے وہ آہوں کی نزاکت کی لچک
جس نشیمن پر نہ ہو برقِ حوادث کی چمک

(۸)...... آٹھواں انعام مجاہدات کے غم سے دل نرم ہو جاتا ہے اور ایسے دل کی زمیں میں نورِ ہدایت اور ولایت کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ور بعقل ادراک ایں ممکن بُدے
قہر نفس از بہر چہ واجب شدے

ترجمہ: اگر عقل سے معیت خاصہ اور ایمان کامل کی دولت ملتی تو حق تعالیٰ نفس پر مجاہدہ کی تکلیف کیوں واجب فرماتے:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾

(سورۃُ العنکبوت، آیت: ۶۹)

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ ہمارے راستے میں مجاہدہ اور تکلیفیں اُٹھاتے ہیں ہم اُن کے لئے اپنی راہیں کھول دیتے ہیں۔

(۹)...... نواں انعام یہ ملتا ہے کہ حضرت سلطان بلخی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے سلطنت بلخ راہِ حق میں لٹا کر فقیری اختیار کی تھی اور دیگر ایسے اولیاء اللہ جنہوں نے تخت و تاجِ شاہی کو خدائے پاک کی محبت میں خیر باد کہہ کر حق تعالیٰ کی راہ میں بلند مقام حاصل کیا تھا۔

حکایت

حضرت سلطان ابراہیم ابن ادھم نے جب سلطنت بلخ چھوڑ کر غارِ نیشاپور میں عبادت و مجاہدات شروع کئے تو جنگل میں جنت سے کھانا آنے لگا جس سے سارا جنگل خوشبو سے مہک جاتا تھا۔ اُسی جنگل میں ایک گھاس کھودنے والے نے اپنا پیشہ ترک کر کے فقیری لے رکھی تھی اُس کو بارہ سال سے دو روٹی اور چٹنی خدائے پاک کی طرف سے آیا کرتی تھی اُس فقیر کو بڑا رنج ہوا اور شیطان نے اُس کو بہکایا کہ دیکھ تیری کیا قدر ہے اور اِس نئے فقیر کی کیا قدر۔ اللہ میاں نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ یہ دل میں ایسی نامناسب باتیں سوچ ہی رہا تھا کہ آسمان سے آواز آئی کہ او بے ادب او ناشکرے! جا اپنی کھرپی اُٹھا جس سے گھاس کھودا کرتا تھا اور اپنی جھولی سنبھال جس میں گھاس رکھتا تھا اور اُسی طرح کھا کما جس طرح کھاتا کماتا تھا۔ تو نے میری راہ میں

اپنی جھولی اور کھرپی قربان کی تھی اور اس نے سلطنت بلخ کا تخت و تاج شاہی اور مخمل کے گدے اور عزتِ سلطانی کو میری راہ میں قربان کیا ہے ؎

ہے لباسِ فقر میں شاہِ بلخ	نذرِ ذُلِّ عشق ہے جاہِ بلخ
ترک کرکے عزت و جاہِ بلخ	گھر سے بے گھر ہوگیا شاہِ بلخ
بادشاہی نذرِ آہِ عشق ہے	ہفت دولت بذلِ راہِ عشق ہے
جسم شاہی آج گدڑی پوش ہے	جاہِ شاہی فقر میں روپوش ہے
عشق حق ٹھنڈک ہے جانِ صادقاں	ذکرِ حق ہی ہے غذائے عاشقاں
الغرض شاہِ بلخ کی جانِ پاک	ہوگئی جب ذکرِ حق سے عشق ناک
فقر کی لذت سے واقف ہوگئی	جانِ سلطان جانِ عارف ہوگئی

(از مثنوی اختر)

پس نواں انعام جو غضِ بصر یعنی آنکھوں کی حفاظت اور حسینوں کی محبت سے سچی توبہ کی بدولت ملتا ہے وہ یہی مقام ہے جو اُوپر مذکور ہے یعنی قلاش اور مفلس اور تہی دست نادار مومن بھی اِس مجاہدہ کی برکت سے میدانِ محشر میں حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم بلخی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اولیاء کی صف میں ان شاء اللہ تعالیٰ ہوگا۔ اور وہ اس طرح کے بعض وقت عاشقانہ مزاج اور عاشقانہ فطرت رکھنے والے لوگ کسی حسین کے حُسن سے اِس قدر متاثر ہوجاتے ہیں کہ اگر اُن کے پاس بھی سلطنت بلخ یا اس سے بڑی سلطنت ہوتی تو یہ اُس کے عشق میں اُسے فدا کردیتے اور اُس محبوب کو حاصل کرلیتے۔

چنانچہ برطانیہ کے ایک بادشاہ کا واقعہ سُنا ہے کہ اُس نے اپنی محبوبہ کے عوض تختِ شاہی کو خیرباد کہہ دیا جبکہ وہاں کی اسمبلی نے یہ شرط رکھی تھی کہ یا تو اُس حسینہ سے تعلق ختم کرو یا تختِ شاہی سے دست بردار ہوجاؤ۔

پس جب مومن ایسے حسین کے عشق سے سچی توبہ کرتا ہے جس پر وہ سلطنت فدا کردیتا اگر اُس کے پاس ہوتی لیکن خدا کے خوف سے اور رضائے حق کی خاطر وہ ایسے چاند و سورج جیسے حسینوں سے نگاہوں کو بچاتا ہے اور اُن کے عشق سے دست

بردار ہوتا ہے تو ایک سلطنت نہیں نہ جانے کتنی سلطنتیں راہِ حق میں اُس نے گویا قربان کر دیں بس مفت میں عشاق طبع حضرات کو اس مجاہدہ کی برکت سے انعام رفیع مقام میدانِ محشر میں ان شاء اللہ تعالیٰ ہاتھ لگے گا۔

توڑ ڈالے مہہ و خورشید ہزاروں ہم نے
جب کہیں جا کے دکھایا رخِ زیبا تو نے

حکایت

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ میرے ایک پیر بھائی نے جو عالم نہیں ہیں ایک دن مجھ سے کہا کہ جب نامحرم عورتوں سے آنکھیں نیچی کر لیتا ہوں تو دل میں عجیب خوشی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے کہا صدق اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بشارت اس عمل پر دی ہے کہ ایسے شخص اس وقت ایمان کی حلاوت عطا ہوتی ہے آپ کو یہ خوشی اس حلاوت سے محسوس ہوئی لیکن آپ چونکہ عالم نہیں تھے اِس لئے اس حلاوت کی تعبیر آپ نے خوشی سے کی ہے۔ احقر کو اُن کی اِس بات سے بہت لطف آ

حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد
اے دل ایں قمر خوشتر یا آنکہ قمر سازد

ترجمہ: اے دل یہ شکر زیادہ شیریں ہے یا وہ جو شکر کو پیدا کرنے والا ہے جو کھیتوں میں گنے کے اندر رس پیدا کرے اُس کے نام میں بھلا رس نہ ہو اللہ اکبر۔

اللہ اللہ ایں چہ شیریں ست نام
شیر و شکر می شود جانم تمام
نام او چو بر زبانم می رود
ہر بنِ مو از عسل جوے شود

ترجمہ: اللہ اللہ یہ نامِ پاک کس قدر شیریں ہے کہ اس نامِ پاک کو زبان سے لیتے ہی دودھ شکر کی طرح ہماری جان شیریں ہو جاتی ہے یعنی جس طرح دودھ میں شکر گھل کر تمام دودھ کو میٹھا کر دیتی ہے اسی طرح ذکر اسم ذات اللہ اللہ کی شیرینی نے ہماری جان کو شیریں کر دیا۔ جب اللہ پاک کا نام میری زبان سے نکلتا ہے تو میرے ہر بُن مو (بال بال) شہد کے دریا ہو جاتے ہیں۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ اے دل یہ چاند زیادہ حسین ہے یا کہ وہ جو قمر ساز یعنی چاند کا بنانے والا ہے۔ وہ سرچشمہ حُسن اور مرکز حُسن اور وہ آفتابِ حُسن و جمال اپنے فضل سے کسی چہرہ پر اور اس کی آنکھوں پر ایک شعاع ڈال دیتا ہے تو انسان اُسے دیکھ کر پاگل ہونے لگتا ہے اور اُس کی آنکھوں میں سیکڑوں تیر و کمان نظر آنے لگتے ہیں۔ احقر کا شعر ہے ؎

چوں بہ عکس حُسن تو از ہوش رفتہ می شوم
پس چہ باشد چوں ترا بے پردہ بینم روزِ حشر

اور جب وہ شعاع ہٹا لیتے ہیں تو پھر وہی چہرہ اور اُسی آنکھ کو دیکھ کر (زوالِ حُسن کے بعد) دل متنفر ہو جاتا ہے پس عکس سے عشق کرنا خسارہ اور دھوکہ ہے کہ عکس بھی بعد زوالِ حُسن یا بعد موت چھن گیا اور اصل سے بھی محروم رہے جس طرح چاند کا عکس دریا میں نظر آوے اور کوئی نادانی سے دریا میں چاند تلاش کرنے کے لئے دریا میں گھس جاوے تو نہ ں ملے گا اور نہ اصل۔ پس عکس سے رخ کا پھیرنا اصل کو حاصل کرنے کے لئے عقلاً بھی واجب اور ضروری ہے۔ پس اس مثال سے دُ کے حسینوں کے حُسن و جمال کو قیاس کر لیجئے کہ اُن سے نگاہ کی حفاظت کا حکم ہماری ہی مصـ ـت سے اور اپنے قرب کو اور اپنے دیدار کے لئے فرمایا ہے۔ ورنہ ہم ان مرنے والوں پر فدا ہو کر بے قیمت ہو جاتے ہیں ؎

ارے یہ کیا ظلم کر رہا ہے کہ مرنے والوں پر مر رہا ہے
جو دَم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوقِ نظر نہیں ہے

ایک مقام پر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح متنبہ فرمایا۔

حُسن اوروں کے لئے حُسنِ آفریں میرے لئے

جو خاک خاک ہی پر فدا ہو جاوے تو دونوں خاک ہو جاویں گے زندگی مٹی میں مل جاوے گی اور جو خاک اس ذاتِ پاک سے رابطہ قائم کرتی ہے تو وہ زندہ حقیقی اس خاک کو بھی زندہ کر دیتا ہے۔

(**۱۰**)...... تقویٰ کا حمام اِنھیں خواہشات سے روشن ہے یعنی جب بندہ بُرے تقاضوں پر اپنے مالک حقیقی کے خوف سے صبر کرتا ہے تو اُس کے دل میں تقویٰ کا نور روشن ہو جاتا ہے:

﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى﴾

(سورۃ النّٰزِعٰت، آیات: ۴۱-۴۰، پارہ: ۳۰)

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ پس جو شخص اپنے نفس کو بُری خواہش سے باز رکھتا ہے اِس خوف سے کہ ہم کو ایک دن حق تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر جوابدہ اور مسئول ہونا ہے تو ایسے شخص کا ٹھکانہ جنت میں ہوگا۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

شہوت دُنیا مثال گلخن ست
کہ ازو حمام تقویٰ روشن ست

دُنیا کی خواہشات کی مثال آگ کی بھٹی کی طرح ہے کہ تقویٰ کا حمام اسی سے روشن ہوتا ہے یعنی بُرے بُرے تقاضے گناہوں کے تقویٰ کی بھٹی کے لئے ایندھن ہیں ان کو اگر خدا کے خوف کے چولہے میں ڈال کر جلا دو گے تو اس سے تقویٰ کی روشنی پیدا ہوگی اور اگر اس بُری خواہش پر عمل کر لیا تو گویا ایندھن کو کھا لیا ایندھن کھانے کے لئے نہیں جلانے کے لئے۔ ایندھن کھانے کا انجام بُرا ہے۔

گلخن دراصل خانۂ گل تھا۔ اضافت مقلوبی ہے گل کے معنٰی یہاں اخگر آتش کے ہیں۔

(**۱۱**)...... بدنگاہی سے آنکھوں کے اندر بے رونقی اور ظلمت پیدا ہوتی ہے جس سے چہرہ بے رونق اور بے نور معلوم ہوتا ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک شخص بدنگاہی کر کے آیا آپ نے اُس کی آنکھوں سے ظلمت محسوس کر کے ارشاد فرمایا کہ کیا حال ہے ایسے لوگوں کا جن کی آنکھوں سے زِنا ٹپکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متقی بندوں کی آنکھوں میں ایک خاص چمک ہوتی ہے اور اُن کے چہروں پر خاص نور ہوتا ہے۔

(**۱۲**)...... متقی بندوں کو آنکھوں کی حفاظت کرتے کرتے ایسا ملکہ اور ایسی روحانی قوت عطا ہو جاتی ہے کہ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر متقی کامل ہو اور کوئی بے حیا شوخ اس کی آنکھیں زبردستی پھاڑ کر اپنے کو دکھائے تو وہ اپنی شعاع بصر پر حکومت کرے گا اور اُس کو دیکھنے نہ دے گا مگر صرف دھندلا سا عکس جو اختیار سے باہر ہے یعنی حُسن کے نکات سے شعاع بصر کو محفوظ رکھے گا آنکھیں کھلی ہوں گی مگر پوری طرح بینا نہ ہوں گی۔ جس طرح کسی پر پھانسی کا مقدمہ ہو تو دُنیا اُسے دھندلی اور بے رونق نظر آتی ہے اللہ والوں کو بھی قیامت کے فیصلہ کا خوف پھانسی سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔

(**۱۳**)...... حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شہوت اور بدنگاہی کے تقاضوں پر صبر سے ولایت خاصہ عطا ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہجڑہ ولایت عامہ سے آگے نہیں ترقی کر سکتا کیونکہ اُس کو مجاہدہ کا وہ غم نہیں جو مردِ کامل کو پیش آتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ سلم نے حضراتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خصی ہونے سے منع فرمایا ہے یعنی نامرد ہونا گناہوں کے خوف سے جائز نہیں نفس و شیطان کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہی مردانگی ہے۔

خلق اطفالند جز مست خدا
نیست بالغ جز رہیدہ از ھویٰ

تا ھویٰ تازہ ست ایماں تازہ نیست
کیں ھویٰ جز قفل آں دروازہ نیست

ترجمہ: حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام مخلوق طفل نابالغ ہے صرف مستانِ خدا کے یعنی جولوگ خواہشاتِ نفسانیہ پر غالب ہیں اُن کے علاوہ سب نابالغ ہیں۔

جب تک خواہشات دل میں تازہ اور گرم ہیں ایمان تازہ نہیں کیوں کہ خواہشاتِ نفسانیہ خدا کے دروازے کے لئے مثل قفل ہیں۔

(**۱۴**)......بدنگاہی سے اہتمام کرکے بار بار بچنے میں نفس کو بار بار تکلیف ہوتی ہے اس سے روح میں بار بار نور پیدا ہوتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا کی راہ میں جب جسم کو تکلیف ہوتی ہے تو دل میں نور بنتا ہے۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ گیند کو جتنے زور سے پٹکو زمین پر اُسی قدر اوپر بلند ہوتا ہے اِسی طرح نفس کو اُس کے بُرے تقاضے کے وقت جس قدر زور سے دباؤ گے اُسی قدر حق تعالیٰ کی طرف اُسے بلندی وقرب عطا ہوگا۔

اقتباس از کتاب

اشرف التفہیم لتکمیل التعلیم

پسند فرمودہ: حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب

مؤلفہ: مولانا عبدالرحمٰن صاحب اعظمی

تبویب: حضرت اقدس مخدومی ومصلحی مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

(**۱**) **خلوت بالا مرد**: لڑکوں کے ساتھ تنہائی سے بہت اجتناب کرے اور اَمرد یعنی خوبصورت لڑکے سے بہت ہی سخت اجتناب کرے ہرگز اُن کے ساتھ خلوت نہ

کرے اور خلوت میں بھی ضرورت سے زیادہ بات نہ کرے نہ اُن کی طرف قصداً دیکھے اور نہ اُن کی بات نفس کے تقاضے سے سُنے کیونکہ امرد پرستی کا مرض اِسی طرح پیدا ہوتا ہے کہ پہلے بالکل پتہ نہیں چلتا اور جب جڑ مضبوط ہو جاتی ہے تب پتہ چلتا ہے اور اُس وقت کنارہ کشی امرد سے بہت دشوار ہوتی ہے کیونکہ یہ مثل مشہور ہے ؎

سرِ چشمہ شاید گرفتن بہ میل
چو پر شد نہ شاید گذشتن ز پیل

ترجمہ: چشمہ کا سوراخ ابتداء میں ایک سلائی سے بند کیا جا سکتا ہے لیکن جب وہ پر ہو جاوے گا پانی سے تو ہاتھی کے گذرنے سے بھی بند نہ ہوگا۔

اپنی پاک دامنی پر ناز نہ کرے کہ میں بھلا اِس مرض میں کہاں مبتلا ہو سکتا ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ ۢبِالسُّوْءِ﴾

(سورۃ یوسف، آیت:۵۳)

نفس نہایت بُرائی کا حکم کرنے والا ہے اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے رخ پر جب تک وہ امرد (بے ریش) تھے نظر نہ ڈالی۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں دُنیا میں سوائے نفس کے کسی سے نہیں ڈرتا۔ تو ہم تم پاک ہونے پر کیا ناز کر سکتے ہیں اگر ایسا خیال میں آوے تو سمجھیں کہ شیطان دھوکہ دے رہا ہے اور یہ مرض اُن میں اسی طرح پیدا کرنا چاہتا ہے کہ اُسے خبر نہ ہو اور جب خبر ہوگی تو تب اُسے قدرتِ مقابلہ نفس پر نہ ہوگی یا بہت ہی مشکل ہوگی۔ یہ شیطان ہی کا مقولہ ہے کہ اگر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جیسا مرد اور رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا جیسی عورت خلوت میں ہوں جاویں تو ہم دونوں کے خیالات بُرے پیدا کر کے دونوں کا منہ کالا کر دیں تو صاحبو! یہ ایسے اولیاء کے بہکانے کا دعویٰ کرتا ہے تو ہم اور آپ کب اس کے پھندے سے بچ سکتے ہیں:۔

﴿وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیٰطِیْنِ○
وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ○﴾
(سورۃ المؤمنون، آیات:۹۸-۹۷، پارہ:۱۸)

طفل جاں از شیر شیطاں باز کن
بعد از انش بالملک انباز کن

ترجمہ: طفل روح کو شیطان کا دودھ پینے سے روکو اس کے بعد فرشتوں سے تمہاری دوستی شروع ہوگی۔

نفس و شیطان دونوں دشمنوں سے بہت ہوشیار رہنا چاہئے ورنہ دُنیا اور آخرت دونوں چوپٹ وتباہ ہوجاویں گی۔

بگاڑا دین کو اپنے کہیں دُنیا ہی بن جاوے
نہ کچھ دین ہی رہا باقی نہ دُنیا کے مزے پائے
بڑی دولت ملے اس کو جو ہو اللہ کا عاشق
امید اجر عقبیٰ پر یہ دُنیا اس سے چھٹ جائے

نفس وشیطان سے ہر گھڑی مقابلہ کرنے کو تیار رہے جو کام کرنے کو یہ کہیں ہرگز نہ کرے مثلاً یہ کہے کہ امرد (بے ریش لڑکے) کی باتیں سنو یا اُس کی طرف دیکھو یا اُس کے پاس چلو تو ہرگز نفس کا کہنا نہ مانے اور دو تین دفعہ نفس کی مخالفت کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ اُس کا تقاضا جاتا رہے گا یا کمزور ہو جاوے گا۔

اَلنَّفْسُ کَالطِّفْلِ اِنْ تُهْمِلْهُ شَبَّ عَلٰی
حُبِّ الرِّضَاعِ وَاِنْ تَفْطِمْهُ یَنْفَطِمِ

ترجمہ: نفس مثل بچہ ہے اگر دودھ پینے کی عادت اس سے نہ چھڑاؤ گے تو یہ دودھ پیتے پیتے جوان ہو جاوے گا اور اگر چھڑا دو گے تو چھوڑ دے گا۔

اور اپنے نفس کی نگرانی ہر وقت کرتا رہے اور اپنے ہر کام میں سوچتا رہے کہ یہ

تقاضائے نفس یا وسوسہ شیطانی سے تو نہیں ہے تو فوراً مخالفت کرے ڈھیلا وست نہ پڑے اور اللہ تعالیٰ سے بصد زاری اور الحاح سے عرض کرے کہ یا اللہ ان اعداء سے تو پناہ دے اگر تو پناہ نہ دے گا تو ہم کو کوئی دوسرا پناہ دینے والا نہیں اور ہم سخت گھاٹے میں پڑے گے وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ (اور یہ حفاظت حق تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں) اور یہ سوچ لے کہ اگر امرد پرستی (بے ریش لڑکوں سے عشق) کروں گا تو یہ بات ضرور ظاہر ہو گی کیونکہ عشق اور مشک چھپایا نہیں جا سکتا اور حرکات وسکنات اُٹھنا بیٹھنا بات چیت کرنا وغیرہ ضرور کہہ دے گا کہ یہ امرد پرست ہے اور جب یہ ظاہر ہو گا تو تمام عزت خاک میں مل جاوے گی کیونکہ عزت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے ؎

عزیزے کہ از در گہش سر بتافت
بہر جا کہ رفت ہیچ عزتِ نیافت

ترجمہ: جس عزیز نے حق تعالیٰ کی بارگاہ سے سرکشی کی تو جہاں بھی گیا کہیں عزت نہ پائی۔

پس خدمت دین کرے اور اللہ تعالیٰ سے دل لگائے اور ساری خرافات سے دل کو پاک وصاف رکھے اور جہاں تک ہو سکے قلب کو فارغ رکھے یہ بڑی دولت ہے اور بہارِ دل دیکھتا رہے اور خدائے پاک کے تعلق کی لذت پر جورشکِ ہفتِ اقلیم ہے شکر گذار رہے۔

(**۲**)...... طالب علم کو عموماً اور طالب دین کو خصوصاً سب گناہوں سے بالخصوص شہوت کے گناہوں سے سخت پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ شہوت کے گناہوں سے تمام اعضا بالخصوص دل ودماغ بہت کمزور ہو جاتے ہیں اور حُسن بھی جاتا رہتا ہے، چہرہ بدنما پیلا ہو جاتا ہے، دیکھنے میں خراب معلوم ہوتا ہے، دل بوجہ تردّد اور خوف کے اور دماغ بوجہ مادۂ منی کے نکل جانے کے نہایت کمزور ہو جاتے ہیں کیونکہ سرمایۂ راحت وقوت و صحت منی ہی ہے اس کے ضائع کرنے سے قوتِ حافظہ بھی کمزور ہو جاتی ہے اور

طالب علم کو صحت دل و دماغ اور قوتِ حافظہ کی نہایت ضرورت۔ اگر یہ اعضا ضعیف ہو گئے تو نہ پڑھ سکے گا اور نہ پڑھا ہوا یاد رہ سکے گا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے حافظہ کی کمزوری یعنی کثرتِ نسیان کی شکایت کی۔ فرمایا گناہوں سے پرہیز کرو کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل نافرمان کو نہیں عطا ہوتا۔

شَکَوْتُ اِلٰی وَکِیْعٍ سُوْءَ حِفْظِیْ
فَاَوْصَانِیْ اِلٰی تَرْکِ الْمَعَاصِیْ

فَاِنَّ الْعِلْمَ فَضْلٌ مِّنْ اِلٰہٖ
وَفَضْلُ اللّٰہِ لَا یُعْطٰی لِعَاصِیْ

اور یوں سوچے کہ اگر میں نے گناہ کیا تو علم سے محروم رہوں گا اور صحت وعافیت سے محروم ہو جاؤں گا اور اگر اللہ تعالیٰ نے پردہ دری کردی یعنی گناہ کو ظاہر کر دیا تو لوگوں میں ذلت و رسوائی ہوگی۔ منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا۔ اور یوں غور کرے کے موت و بیماری کا وقت مقرر نہیں جب ہی مر جاوے یا بیمار ہو جاوے اور بیمار ہو کر یا مر کر تو گناہ چھوڑنا ہی پڑے گا تو جو چیز مر کر یا بیمار پڑ کر چھوٹ جانے والی ہو صحت و حیات ہی میں اُسے چھوڑ دینا چاہئے تا کہ تارکِ معصیت ہو متروکِ معصیت نہ ہو اور قابل اجر و مدح تارک ہے نہ متروک اور یہ پختہ ارادہ کرلے کہ میں شہوت کے تقاضے پر نہ عمل کروں گا نہ دیکھوں گا نہ بات کروں گا اور نہ بات سنوں گا اور لڑکوں اور عورتوں کی صحبت سے بہت سخت پرہیز کرے اگر کسی لڑکے کے ساتھ پڑھنے اور سبق میں تکرار کرنے یا دَور کرنے میں ہو تو بقدرِ ضرورت پر اکتفا کرے اور اگر اپنی طبیعت میں بُرا میلان پاوے تو فوراً بہت جلد اُس کا ساتھ چھوڑ دے اور تکرار وغیرہ سب بند کر دے علیحدہ پڑھے اور جلد سے جلد دو رکعت توبہ کی نماز پڑھ کر خوب دل سے توبہ کرے۔ کیونکہ اگر علیحدہ ہونے میں تاخیر کرے گا تو تعلق کی جڑ مضبوط ہو جاوے گی اور الگ

ہونے کی ہمت کمزور ہوجاوے گی اور پھر گناہ سے بچنا مشکل ہوجاوے گا اور اگر اللہ تعالیٰ نے بعد مُدّت کے فضل فرمایا اور توبہ نصیب ہوئی تب بھی برسوں اُس کے خیالات اور وساوس نماز اور کتاب کو خراب کریں گے اور سخت اُلجھن ہوجاوے گی۔ دل پریشان و مغموم اور متفکر رہے گا اور جلدی الگ ہوجانے سے اِن سب بلاؤں سے نجات رہے گی اور دل میں فرحت و خوشی کا خزانہ اور ایک بڑا عالم رہے گا۔ لڑکوں اور عورتوں کو دل میں جگہ دینا اور دل کو خدا کی محبت سے سے محروم کرنا کس قدر بُری بات ہے اور خدائے عزوجل کے جمالِ بے مثال کو چھوڑ کر اِن مُردہ ناپائیدار صورتوں پر عاشق ہونا کیسی بے سمجھی کی بات ہے۔ کہاں وہ نورِ آفتاب اور کہاں یہ مُردہ چراغ۔

(۳)...... طالب علم کو بڑی ضرورت فراغِ قلب کی ہے پس کسی اَمرد لڑکے یا عورت سے ناجائز تعلق ہرگز نہ پیدا کرے ورنہ علم سے محروم رہے گا اور مدرسے سے خارج کردیا جائے گا جس سے کتنے رسوائی ہوگی۔ کسی اللہ والے کی خدمت میں بار بار حاضری دیتا رہے۔ اور اپنے نفس کی اصلاح کا مشورہ لیتا رہے۔ احقر محمد اختر عفی عنہٗ کا شعر ہے ؎

خاک گر خاک ہوئی خاک پہ تو کیا حاصل
کاش یہ خاک فدائے شہہ عالم ہوتی

بدنگاہی اور عشق مجازی کے متعلق

حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے ارشادات از تربیت سالک

علاجِ بدنگاہی

تحقیق: یہ بے شک مرض ہے اور اس کا علاج مجاہدہ ہے یعنی بزور مخالفت کرنا نفس کی

اور صدورِ خطا پر کوئی جرمانہ اس پر مقرر کرنا مثلاً ایک نظر پر بیس نفلیں اِس سے ان شاء اللہ تعالیٰ پوری اصلاح ہوجاوے گی۔ (صفحہ:۲۲۴)

عشق کا علاج

حال: ۱۹۰۱ء میں مجھ کو شملہ جانے کا اتفاق ہوا اُسی روز بوقت شام سفر میں راستے میں ایک نہایت حسین عورت گھوڑے پر سوار سیر کو نکلی جس کو دیکھ کر میں اور میرا دل قابو میں نہیں رہا۔ اپنی عمر میں ایسا حُسن نہیں دیکھا۔ چھ ماہ سے ہر وقت اُس عورت کا خیال ستاتا ہے۔ سینے میں سخت تکلیف دل میں درد اور گرمی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت میرا علاج فرمادیں کہ میرے سینے میں سے اُس کا خیال چلا جاوے اور عشق و محبت حضور سرورِ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نصیب ہو۔

تحقیق: السلام علیکم۔ ایک وقت خلوت کا مقرر کرکے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ۵۰۰ بار اِس طرح سے کہ لَآ اِلٰہَ کے ساتھ تصور کیا جائے کہ اُس کے تعلق کو قلب سے خارج کیا اور اِلَّا اللہ کے ساتھ یہ تصور کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو قلب میں داخل کیا شروع کیجئے۔ اور اِس کے بعد اپنے مرنے کا مراقبہ کہ دُنیا سے رخصت ہوکر خدا کے روبرو جانا ہے اگر وہ اِس کا سوال کریں گے تو کیا جواب دوں گا اور کیا منہ دکھاؤں گا اور اُس کے مرنے کے تصور کہ مر کر گل سڑ کر کیڑے پڑ جائیں گے صورت بگڑ جاوے گی کہ دیکھنے والے کو بھی نفرت ہوگی اور وقت فرصت میں استغفار کی کثرت پھر دو ہفتہ کے بعد حالت سے اطلاع دیجئے اور ساتھ ہی یہ خط بھی بھیجئے۔ (صفحہ:۲۳۵)

حال: بعد سلام علیک کہ گذارش خدمت عالیہ میں یہ ہے کہ مجھ کو حضور والا نے جب سے پڑھنے کے واسطے ارشاد فرمایا تھا جس پر میں نے عمل کیا اس کی برکت سے مجھ کو اُس عورت کی صورت سے نفرت پیدا ہوگئی اور اُس کے خیال سے طبیعت علیٰحدہ ہوگئی ہے۔

تحقیق: الحمد للہ الف الف مرۃ۔ (ہزار ہزار شکر خدائے پاک کا)

توبہ شکنی

(بار بار توبہ کا ٹوٹ جانا)

حال: نفس غالب ہے گناہ کبیرہ بھی ہو جاتا ہے بعد میں بہت شرمندگی ہوتی ہے بار بار توبہ کرتا ہوں اور پختہ ارادہ کرتا ہوں کہ آئندہ اب یہ گناہ نہیں کروں گا مگر توبہ ٹوٹ جاتی ہے گذشتہ ارادہ یاد نہیں رہتا تدبیر بیان فرمادیں کہ معاصی کی رغبت سے خلاصی ہو۔

تحقیق: کوئی گراں جرمانہ نفس پر مقرر کریں ان شاء اللہ تعالیٰ نفع ہوگا۔ میرے نزدیک جب معصیت کی طرف عود ہو (یعنی گناہ ہو جاوے) تو چالیس یا پچاس نفلیں اس کے تدارک کے لئے پڑھی جاویں اور پھر اطلاع دیں۔

عشقِ اجنبیہ کا علاج

سوال: میں کسی عورت پر عاشق بھی ہوں اور اُس کی محبت سے بے حد پریشان ہوں۔ دین و دُنیا دونوں تباہ ہو رہے ہیں براہِ کرم علاج سے مطلع فرمادیں۔

جواب: جس سے عشق ہے اُس کی صحبت کو فوراً چھوڑ دو اور اُس سے بہت دُوری اختیار کر لیجئے۔ ظاہری دُوری اور باطنی دُوری دونوں ضروری ہیں۔ ظاہری دُوری یہ ہے کہ اُس سے نہ بولو، نہ اُس کی آواز کان میں پڑنے دو، نہ اُس کو دیکھو، نہ اُس کا تذکرہ کرو، نہ اُس کا تذکرہ کسی سے سنو اور باطنی دُوری یہ ہے کہ قصداً اُس کا تصور دل میں نہ لاؤ اگر تصور آجائے تو اور کسی کام میں لگ جاؤ اور حق تعالیٰ سے دُعا بھی کرتے رہو اور ذکر اللہ میں مشغول رہو گو دل نہ لگے۔ اور موت ما بعد الموت کو سوچا کرو اور پھر اطلاع دو۔

حال: الحمد للہ اُس عورت کی محبت میں کمی شروع ہوگئی۔

تحقیق: ان شاء اللہ تعالیٰ اور زیادہ نفع ہوگا۔

حال: اُس عورت کی محبت تو بہت کم ہوگئی اور اہل خانہ سے محبت بڑھ گئی مگر اُس کی محبت اب تک دل سے بالکل نہ ختم ہوئی۔ جب اُس کا خیال آتا ہے دل میں درد سا معلوم ہوتا ہے حضرت دُعا فرمائیں کہ یہ اثر بھی ختم ہوجاوے۔

تحقیق: تدبیر صرف یہی ہے کہ اُس سے اِس قدر دُوری ہو کہ کبھی سامنا نہ ہو پھر یہ کیفیت نہ رہے گی۔ اور اگر ہلکا میلان باقی رہا وہ مضر نہیں۔

نوٹ: احقر مولف عرض کرتا ہے کہ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ پر یہ لکھا ہے کہ اگر صدمۂ جدائی سے کسی کو غم برداشت کرتے کرتے موت آجائے تو وہ شہید ہوگا، پھر یہ حدیث لکھی:

﴿مَنْ عَشِقَ وَ کَتَمَ وَعَفَّ ثُمَّ مَاتَ فَھُوَ شَھِیْدٌ﴾

(مرقاةُ المفاتیح، کتابُ الجنائز، باب عیادة المریض)

تَرْجَمَہ: جو عاشق ہوا پھر اپنے عشق کو مخفی رکھا (یعنی اپنے مصلح و مرشد کے علاوہ کسی پر ظاہر نہ کیا نہ اُس معشوق پر ظاہر کیا) اور وہ پاک دامن رہا یعنی آنکھوں کو دیکھنے سے، کانوں کو اُس کی بات سُننے سے، دل کو اُس کے خیالات لانے سے، پاؤں کو اُس کی طرف جانے سے، ہاتھ کو اُس کو خط لکھنے سے باز رکھا اور اِس ضبط وصبر سے مرگیا تو فَھُوَ شَھِیْدٌ وہ شہید ہوا۔ (صفحہ: ۲۳۷)

عشقِ اَمرد

حال: حسین لڑکوں کو دیکھتا ہوں تو دل میں ایک لذت شعلہ زن ہوجاتی ہے مگر فوراً منہ پھیر لیتا ہوں۔

جواب: منہ بھی پھیرنا چاہئے اور قلب بھی یعنی توجہ بھی اُدھر سے ہٹالے جس کا سہل طریقہ یہ ہے کہ فوراً خیال دوسری طرف کرلے۔

نوٹ: احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ وساوس سے تنگ و پریشان حال حضرات کو اِس مضمون کو غور سے پڑھ کر عمل کرنا چاہئے جو احقر حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی

کتاب التکشف، صفحہ:۵۲ سے اقتباس کر کے درج ذیل کرتا ہے۔

چونکہ یہ مسئلہ ہدایت و عقل و بہ تسلیم حکماء و علماء ثابت ہے کہ نفس جس وقت ایک طرف متوجہ ہوتا ہے دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اس لئے جب کسی بُری چیز کا خیال دل میں آوے تو اُس کے دفع کرنے کا قصد نہ کرے نہ اُس کے اسباب میں غور کرے کہ اس سے وہ خیال اور زیادہ آتا ہے مگر فوراً کسی نیک چیز کی طرف خیال کو متوجہ کردے اس سے وہ بُرا خیال خود بخود دفع ہو جاوے گا اور اگر پھر خیال آوے پھر ایسا ہی کرے ان شاء اللہ اِس تدبیر سے اُس کا اثر بلکہ خود وہ خطرہ ہی متخیلہ سے نکل جاوے گا۔ علاج کلی اِس کا یہی ہے اگر دل میں ضعف ہو تو مقوی قلب دواء کا استعمال (مثلاً مربائے آملہ وخمیرہ وغیرہ) بھی ضروری ہے۔ چونکہ بعض سالکوں کو یہ آفت پیش آتی ہے اِس لئے یہ مجرب علاج تحریر کیا ہے اختصار کی وجہ سے بے قدری کی نظر سے نہ دیکھیں امتحان کر کے اس کا نفع ملاحظہ کریں۔ (صفحہ:۲۵۲)

اشرف علی

۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ از تکشف

علاجِ وسوسہ دیگر

حضرت بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ بعض لوگ ہم میں سے اپنے دل میں ایسے خیالات پاتے ہیں اور ایسی چیزیں پیش آتی ہیں کہ جل کر کوئلہ ہو جانا زیادہ محبوب معلوم ہوتا ہے اس سے اُس کو زبان پر لاوے۔ آپ نے خوش ہو کر فرمایا کہ اللہ اکبر اللہ کا شکر ہے جس نے شیطان کے فریب اور کوشش کو وسوسہ ہی تک رکھا۔ آگے نہیں بڑھنے دیا۔ (ابوداؤد)

فَائِدَۃ: اِس حدیث میں جو علاج وسوسہ کا مذکور ہے محققین اِسی کے موافق تعلیم دیتے ہیں حاصل اِس کا یہ ہے کہ وسوسہ پر محزون اور غمگین نہ ہو بلکہ خوش ہو کہ جو بلائیں

وسوسہ سے بڑی ہی للہ اُن سے حق تعالیٰ نے بچالیا اور اس خوش ہونے سے ایک نفع یہ بھی ہے کہ شیطان مومن کی خوشی سے ناخوش ہوتا ہے پس جب وہ دیکھے گا یہ وساوس سے خوش ہوتا ہے جیسا کہ الفاظ حدیث میں تعلیم ہے:

﴿اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَدَّ اَمْرَہٗ اِلَی الْوَسْوَسَۃِ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، باب فی الوسوسۃ، ص: ۱۹)

تو شیطان وسوسہ ڈالنا چھوڑ دے گا اور ان بڑی بلاؤں سے بچنے میں بعض اوقات خود اس وسوسہ کو بھی دخل ہوتا ہے کیونکہ جب نفس اس طرف اضطراراً متوجہ ہوا تو بعض اوقات معاصی عظیمہ ظاہرہ یا باطنہ میں مشغول ہونے کی مہلت نہیں پاتا اور بچا رہتا ہے اِسی واسطے فرمایا ہے ایں بلادفع بلاہائے بزرگ۔ نیز جب سرورِ شکر میں مشغول ہوگیا تو توجہ الی الوسوسہ قصداً مرتفع ہوگئی۔ ایک حدیث میں استعاذہ کا حکم بھی ہے مضمونِ حدیث یہ ہے کہ بعض کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں کو کس نے پیدا کیا حتی کہ آخر میں یہ کہتا ہے کہ تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا اُس وقت فوراً اللہ کی پناہ مانگے اور سوچنے سے باز رہے۔ (بخاری ومسلم)

حاصل اِس علاج کا یہ ہے کہ ذکر اللہ میں مشغول ہوجاوے اور خدا سے پناہ مانگے۔ پس توجہ خدا کی طرف جب ہوجاوے گی نفس وسوسہ کی طرف متوجہ نہ رہے گا کیونکہ ایک وقت میں نفس دو چیزوں کی طرف متوجہ نہیں رہ سکتا۔ (صفحہ: ۲۵۳)

احقر اختر عرض کرتا ہے کہ جامع صغیر میں روایت ہے کہ جب شیطان دل میں وسوسہ ڈالے کہ خدا کو کس نے پیدا کیا ہے تو تم کہو:

﴿اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ﴾

(مسند احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

ایمان لایا میں اللہ پر اور اُس کے رسول پر۔ پس اِس کے پڑھنے سے وہ وسوسہ چلا جائے گا۔

اِرشاداتِ مُرشدی

جو بدنگاہی کے لئے عجیب النفع ہیں

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے چند مفید ارشادات جو سالکین اور طالبین کے لئے مشعل راہ ہیں نقل کرنے کے بعد احقر مولف بدنگاہی سے متعلق عرض کرتا ہے کہ یہ بیماری باوجود ذکر و نوافل اور صحبت مرشد کامل بعض لوگوں میں بوجہ غفلت اور شرارتِ نفس کی قدیمی عادت کے ۸۰ اور ۹۰ برس کی عمر میں بھی سالک اور طالب کو پریشان کرتی ہے اور آنکھوں کے زنا میں اور دل کے اندر اس کے تصور سے دل کے زنا میں مبتلا کرتی رہتی ہے، نیز بدنگاہی سے عشق مجازی اور حُسن پرستی کی بیماری میں سخت ہیجان اور تیزی پیدا ہوجاتی ہے اِس لئے بدنگاہی کا راستہ بند کرنے کے لئے حضرت مرشدنا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کا ترتیب دیا ہوا حفاظت نظر کا معالجہ بھی یہاں بیان کرتا ہوں جس میں ۷ نمبر ہیں ہر روز بعد نمازِ فجر ان نمبروں کو (بعد تلاوت و معمولات) مثل وظیفہ گہری فکر سے پڑھ لینا نہایت نافع ہے یہ سب معمولات جو اُوپر درج ہیں اِن پر عمل کرنے کی برکت سے نہ جانے کتنے بندگانِ خدا بدنگاہی اور عشق مجازی کی بلا اور عذاب سے نجات پاگئے اور نہ صرف نجات پاگئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت اللہ والے اور شیخ کامل بن گئے۔

جوش میں جو آئے دریا رحم کا
گبرِ صد سالہ ہو فخرِ اولیاء

عرضِ احقر برائے حفاظتِ نظر

مرتبہ: مرشدی و مولائی حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم
خلیفہ
حضرت مجددِ ملت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہٗ

امّا بعد! بدنگاہی کے مضرات اِس قدر ہیں کہ بسا اوقات اِن سے دُنیا اور

دین دونوں تباہ و برباد ہیں۔ آج کل اِس مرض روحانی میں مبتلا ہونے کے اسباب بہت زیادہ پھیلتے جاتے ہیں اِس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِس کی بعض مضرات اور اِس سے بچنے کا علاج مختصر طور پر تحریر کردیا جائے تاکہ اِس کی مضرات سے حفاظت کی جاسکے۔ چنانچہ حسب ذیل امور کا اہتمام کرنے سے نظر کی حفاظت بہ سہولت ہوسکے گی۔

(۱)...... جس وقت مستورات کا گذر ہو۔ اہتمام سے نظر نیچی رکھنا گو نفس کا تقاضا دیکھنے کا ہو۔ جیسا کہ اِس پر عارف ہندی حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے اِس طور پر متنبہ فرمایا ہے۔

دین کا دیکھ ہے خطر اُٹھنے نہ پائے ہاں نظر
کوئے بُتاں میں تو اگر جائے تو سر جھکائے جا

(۲)...... اگر نگاہ اُٹھ جاوے اور کسی پر پڑ جاوے تو فوراً نگاہ کو نیچے کرلینا خواہ کتنی ہی گرانی ہو، خواہ دَم نکل جانے کا اندیشہ ہو۔

(۳)...... یہ سوچنا کہ بدنگاہی سے حفاظت نہ کرنے سے دُنیا میں ذِلت کا اندیشہ ہے طاعات کا نور سلب ہوجاتا ہے۔ آخرت کی تباہی یقینی ہے۔

(٤)...... بدنگاہی پر کم از کم چار رکعت نفل پڑھنے کا اہتمام اور کچھ نہ کچھ حسب گنجائش خیرات اور کثرت سے استغفار۔

(۵)...... یہ سوچنا کہ بدنگاہی کی ظلمت سے قلب ستیاناس ہوجاتا ہے اور یہ ظلمت بہت دیر میں دُور ہوتی ہے حتی کے جب تک بار بار نگاہ کی حفاظت نہ کی جائے باوجود تقاضے کے اُس وقت تک قلب صاف نہیں ہوتا ہے۔

(٦)...... یہ سوچنا کہ بدنگاہی سے میلان پھر میلان سے محبت اور محبت سے عشق پیدا ہوجاتا ہے اور ناجائز عشق سے دُنیا و آخرت تباہ ہوجاتی ہے۔

(۷)...... یہ سوچنا کہ بدنگاہی سے طاعات، ذکر شغل سے رفتہ رفتہ رغبت کم ہوجاتی

ہے۔ حتی کے ترک کی نوبت آتی ہے پھر نفرت پیدا ہونے لگتی ہے۔

احقر ابرارالحق عفی عنہٗ

۲۶ رشعبان ۱۳۸۱ھ

شہوتِ نفسانی و بدنگاہی سے متعلق نفس کی شرارتوں کے چند نمونے مع ہدایات

(۱)......ایک حاجی صاحب نے مکہ شریف میں کہا کہ انڈونیشیا کی کم عمر لڑکیاں بڑی تعداد میں سفید برقعے پہنے ایک طرف کو بیت اللہ میں اس طرح جمع ہوکر بیٹھی ہیں جیسے بہت سی سفید کبوتریاں بیٹھی ہوں اور اُن کے چہروں پر بڑا ہی نور معلوم ہوتا ہے۔ احقر نے کہا حاجی صاحب توبہ کیجئے یہ تو نفس کی بڑی خفیہ شرارت ہے۔ اُن نامحرم لڑکیوں کے چہروں پر نور کا پتہ لگانے کے بہانے سے شیطان نے آپ کو بدنگاہی کے فعل حرام میں مبتلا کردیا۔ اُن کو اتنے اہتمام سے دیکھنا اُن کے چہروں کی نورانیت کا پتہ لگانا یہ سب کب جائز ہے آپ کو کعبہ شریف میں اور لوگوں کے چہروں پر نور ہی نظر نہ آیا۔

اُنہوں نے فوراً توبہ کی اور نفس کے مکر کو سمجھ گئے۔

(۲)...... حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زندگی میں جس نامحرم کی طرف میلانِ نفسانی کا احساس نہ ہوا اور اُس کے انتقال کے بعد بہت صدمہ محسوس ہوا اور بار بار اُس کی یاد ستائے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اُس سے نفس کا تعلق ضرور تھا اگرچہ خفیف اور کم درجہ کا تھا جو اُس کی موت اور جدائی سے تیز ہوگیا فوراً استغفار کرنا چاہئے۔

(۳)......بدنگاہی کا جس قدر شدید تقاضا ہوتا ہے اُسی قدر اُس کو روکنے میں نور بھی قوی قلب میں پیدا ہوتا ہے اور سالکین کا سلوک اسی مجاہدہ سے طے ہوتا ہے ورنہ حق تعالیٰ تو ہماری رگِ جان سے بھی قریب تر ہیں پھر اُن کا راستہ چلنے اور طے کرنے کے کیا معنی

ہوں گے۔ اکابر مشائخ نے یہی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ طے کرنا اور قربِ الٰہی حاصل کرنا اِسی طور پر ہے کہ اپنی خواہشات کو مجاہدات سے توڑ کر احکامِ الٰہی کے تابع کر دے۔ پس اس طرح ہر وقت قرب بڑھتا رہتا ہے۔

(٤)...... حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جب جسم کو خدا کے راستے میں تکلیف ہوتی ہے تو روح میں نور پیدا ہوتا ہے پس بدنگاہی کے تقاضوں سے رُکنے میں دل کی تکلیف کے ساتھ ساتھ روح میں نور پیدا ہوتا ہے۔ کسی صاحب ذوق کا خوب شعر ہے ؎

نہ میکدہ میں نہ خانقاہ میں ہے
جو تجلّی دلِ تباہ میں ہے

(٥)...... کبھی سامنے چہرہ سے تو آنکھیں آدمی بچالیتا ہے مگر پھر پیچھے سے اُس کے لباس یا کسی عضو پر نظر ڈال کر لطف لیتا ہے اِس سے بھی احتیاط چاہئے نامحرم کا جسم اور لباس بھی نہ دیکھنا چاہئے اور کوتاہی پر استغفار کرنا چاہئے۔

(٦)...... عورتوں سے گفتگو کے وقت نفس اپنی آواز کو نرم کر کے بات کرتا ہے تاکہ اُس کے دل کو خوش کرے یہ بھی گناہ ہے اِسی طرح حسین لڑکوں سے بھی بات چیت میں نرم لہجہ میلانِ نفس سے اختیار کرنا گناہ ہے۔

(٧)...... کبھی پوری نظر سے آدمی نہیں دیکھتا لیکن گوشۂ چشم سے دیکھ کر کچھ مزہ لے لیتا ہے یہ عمل بھی دل کو خراب کرتا ہے اور گناہ ہے نفس کی اِن شرارتوں سے بہت ہوشیار رہنا چاہئے۔ ذکر و فکر کا محنت سے کمایا ہوا نور ذراسی غفلت میں ضائع ہو جاتا ہے۔

(٨)...... بدنگاہی سے بچنے کے وقت بعض لوگ نگاہ تو نیچی کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں مگر دل اُس کے ساتھ ہوتا ہے یعنی دل میں اُس کے تصور سے لطف لیتے ہیں اِس لئے بزرگوں کا ارشاد ہے کہ نگاہِ چشمی کی حفاظت کے ساتھ نگاہِ قلبی کی بھی حفاظت کا اہتمام

ہونا چاہئے۔ یعنی قلب کو بھی اُس سے ہٹالے۔ اور کسی دوسرے خیال میں مصروف ہوجاوے اور سب سے بہتر ذکر الٰہی میں مشغول ہوجانا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نگاہِ چشمی اور نگاہِ قلبی کو بہ یک وقت ساتھ ہی ساتھ دُور کرلے۔

(**۹**)...... حدیث پاک میں گناہوں سے دُوری اللہ تعالیٰ سے اتنی مانگی گئی ہے جتنی دُوری کہ مشرق اور مغرب میں ہے۔ بزرگوں نے فرمایا کہ عورتوں سے اور لڑکوں سے اختلاط اور بالخصوص تنہائی میں میل جول اور بات چیت کرنے والے اُن کے فتنے اور گناہ میں ایک نہ ایک دن مبتلا ہو ہی جاتے ہیں بالخصوص سالکین کو شیطان اکثر دو صورتوں سے خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے یا تو بڑائی دل میں ڈال کر تکبر کی لعنت میں مبتلا کرکے خدا سے دُور کردیتا ہے یا پھر عورتوں یا لڑکوں کے عشق میں مبتلا کرکے تباہ کردیتا ہے اور یہ ابتلا بہت آہستہ آہستہ رفتار سے کرتا ہے یعنی پہلے غیر محسوس طور پر کسی حسین کی آنکھوں سے متاثر کردیتا ہے پھر آہستہ آہستہ اختلاط میل جول بڑھاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ صرف دل بہلانے میں کیا مضائقہ ہے گناہ نہ کریں گے لیکن جب زہر عشق آہستہ آہستہ دل پر چھا جاتا ہے پھر بقول حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کہ جب کیچڑ زیادہ ہوجاتی ہے تو ہاتھی بھی پھسل جاتا ہے پھر بدعملی کا نمبر بھی آجاتا ہے۔

(**۱۰**)...... حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حکایت لکھی ہے کہ ایک صاحب جو مرید حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھے بہت بوڑھے آدمی تھے۔ تھانہ بھون خط لکھا کہ آپ تعویذ دے دو ایک نوجوان سے محبت ہے وہ آج کل ناراض ہے دل گھبرا رہا ہے۔ اُسی سے دل بہل جاتا تھا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب ارقام فرمایا کہ توبہ کیجئے یہ نفس کی شرارت ہے کسی حسین نوجوان سے دل بہلانا حرام ہے اور ارشاد فرمایا کہ جس خوبصورت نوجوان سے گفتگو میں نفس کو لذت ملنے لگے ذرا اُس سے دُور ہوجانا چاہئے کہ یہ نفس کا حصہ ہوگا اور ظلمت کا سبب ہوگا۔

(**۱۱**)...... ایک تاجر پارچہ فروش ادھڑ عمر کا آنکھوں میں گہرا سرمہ لگائے ہوئے ہر

خریدار عورت کو للچائی نظر سے دیکھتا ہوا خالہ اماں کہہ کہہ کر بات کرتا تھا تو واضح ہو کہ کسی اجنبیہ اور نامحرم عورت کو خالہ اماں کہنے سے وہ نہ خالہ ہو جاتی ہے نہ اماں ہو جاتی ہے یہ محض اپنے نفس کو دھوکہ دینا ہے اور شرارتِ نفس کا بہانہ ہے اِس طرح عورتیں بھی دھوکہ کھا جاتی ہیں ہے کہ اُس کی نیت بُری کیا ہوسکتی ہے یہ تو خالہ اماں کہہ رہا ہے خدا کی پناہ یہ سب فسق و فجور اور گناہ کے سوا کچھ نہیں۔

(۱۲)......ایک نواب صاحب جو ذاکر شاغل کسی بزرگ سے بیعت بھی ہیں کہنے لگے کہ ایک رشتہ دار کے یہاں عورت کا ناچ دیکھنا ہے۔ اُن سے اُن کے دوست نے کہا کہ آپ ذکر بھی کرتے ہیں اور یہ فعل ناجائز اور حرام بھی کرتے ہیں۔ اِس سے آپ کے ذکر کا نور سب ضائع ہو جاوے گا۔ کہنے لگے واہ صاحب آپ ذکر کی طاقت اور نور کی توہین کر رہے ہیں۔ ذکر کا نور اور ذکر کی طاقت کو ہمارے گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ دیکھئے کس طرح شیطان نے حسین لفظوں کے چکر میں ڈال کر گناہ میں مبتلا کر رکھا ہے اِس کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی حکیم کسی مریض کو خمیرہ مروارید کھلائے اور کہے خبردار سنکھیا کا زہر مت کھانا ورنہ خمیرہ کا اثر ختم ہو جاوے گا۔ اور دل پہلے سے بھی زیادہ کمزور ہو جاوے گا بلکہ موت بھی واقع ہوسکتی ہے۔ اب وہ مریض کہے گا کہ واہ صاحب پھر آپ کا خمیرہ ہی کیا ہوا۔ یہ سب نفس اور شیطان کا دھوکہ ہے اگر گناہ مضر اور نقصان دہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہم کو کیوں منع فرماتے۔ حدیث پاک میں ہے:

﴿اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ﴾

(سننُ الترمذی، کتابُ الزهد، باب من اتقى المحارم فهو اعبد الناس، ج: ۲، ص: ۵٦)

اے ابوہریرہ! حرام اعمال سے بچو، تم سب سے زیادہ عبادت گذار ہو گے۔

دُنیا کی محبت میں محبوب کی ذرا سی ناراضگی برداشت نہیں ہوتی ہے پھر گناہوں سے مولائے کریم کی ناراضگی پر کیسے صبر آجاتا ہے۔

اے کہ صبرت نیست از فرزند و زن
صبر چوں داری ز ربّ ذوالمنن

ترجمہ: اے لوگو! تمہیں بیوی بچوں سے تو صبر نہیں ہوتا لیکن مولائے کریم سے کیسے صبر آجاتا ہے۔ محبوبِ فانی پر شاعر فانی بدایونی کا شعر ہے کہ ؎

میں نے فانی ڈوبتے دیکھی ہے نبضِ کائنات
جب مزاجِ یار کچھ برہم نظر آیا مجھے

انصاف تو کیجئے کہ یہاں تو مزاجِ یار کے کچھ ناراض ہونے سے عاشق صاحب کی اپنی نبض نہیں ڈوبی بلکہ کائنات کی نبض ڈوبتی معلوم ہوئی اور اللہ تعالیٰ جو محبوبِ حقیقی ہیں اُن کی محبت میں اُن کی ناراضگی کی پروا نہ ہو تو دراصل محبت کا یہاں محض زبانی دعویٰ ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ان اکابر نے تو یہاں تک لکھا کہ قلب کا نور فضول اور لغو کلام سے بھی کم ہوجاتا ہے پھر سوچئے گناہ کا ارتکاب اور نامحرم عورتوں کا گانا اور ناچ خدا کی پناہ یہ غضبِ الٰہی کا خریدنا اور پھر یہ گمان کہ ہم ذاکر ہیں اور ولی بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ تو قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں ہمارے اولیاء صرف متقی بندے ہیں:

﴿اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾

(سورۃ الانفال، آیت: ۳۴)

اِسی آیت سے اُمت کا اجماع ہے کہ جو شخص ایک گناہ کا بھی عادی مجرم ہے ہرگز ولی نہیں ہوسکتا۔ گناہوں کی عادت کے ساتھ صاحبِ نسبت ہونے کا بھی گمان کرنا محض دھوکہ ہے ؎

وَقَوْمٌ يَدَّعُوْنَ وِصَالَ لَيْلٰى
وَ لَيْلٰى لَا تُقِرُّ لَهُمْ بِذَاكَا

ترجمہ: ایک قوم ہے جو وصال لیلیٰ کا دعویٰ کرتی ہے اور لیلیٰ کے رجسٹرِ عاشقین میں

اُن کا نام تک نہیں ہے۔

داڑھی غیر شرعی، پاجامہ سے ٹخنے ڈھکے ہوئے، نماز با جماعت کا اہتمام نہیں اور وظیفوں کا نشہ چھایا ہے کہ ہم درویش اور تصوف کے امام ہیں اور اگر اُن کے دَم اور پھونک سے کوئی مریض اچھا ہوگیا یا کوئی دُعا قبول ہوگئی تو پھر تو اُنھیں اپنی ولایت اور فقیری کے کمال میں پورا یقین ہو جاتا ہے حالانکہ دُعا تو حق تعالیٰ نے شیطان کی بھی قبول فرمائی جب اُس نے قیامت تک کے لئے زندگی مانگی دے دی گئی۔ تو کیا وہ بھی ولی ہوگیا۔ بعض کافروں کی جھاڑ پھونک سے سانپ کا زہر اُتر جاتا ہے تو کیا وہ کافر بھی ولی ہوگئے؟ یہ سب گمراہی، علم صحیح نہ ہونے کے سبب ہے۔ ایک بزرگ نے خوب فرمایا ہے ؎

گر ہوا پہ اُڑتا ہے وہ رات دِن
ترکِ سُنّت جو کرے شیطان گن

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے درویشی اور فقیری کو اپنے قصدا لسبیل رسالہ میں واضح کر دیا ہے کہ درویشی اور فقیری صرف اتباعِ شریعت اور اتباعِ سُنّت کا نام ہے۔ اِس کے بغیر سب گمراہی اور زندقہ ہے خواہ وہ کتنا ہی وظیفے اور جھاڑ پھونک اور کمالات رکھتا ہو۔ دجّال کے بارے میں حدیث کے اندر ہے وہ بھی عجیب عجیب کرشمے دکھائے گا۔ لیکن اتباعِ شریعت سے محروم ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے تصوف، ذکر و مراقبہ یہ سب شریعت کے احکام پر عمل کرنے کے لئے بمنزلہ اسٹیم اور پیٹرول کے ہے تاکہ محبت پیدا ہو جاوے اور پھر اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت آسان ہو جاتی ہے اور اپنی خواہشات کا مقابلہ کر کے آسانی سے گناہ کو ترک کر دیتا ہے۔

(**۱۳**)...... بعض لوگ فیشن والی ٹیڈیوں اور عورتوں کو خوب لذت سے دیکھتے ہوئے زبان سے لاحول ولاقوۃ بھی پڑھتے ہیں اور اپنی دینداری کی ساکھ جمانے کے لئے

اپنے ساتھیوں سے زمانہ اور معاشرہ کی بُرائی پر تقریر بھی شروع کر دیتے ہیں۔ گذارش ہے کہ اگر لاحول ولاقوۃ پڑھنا ہے تو اُن کی طرف نگاہ نہ کیجئے، آنکھوں کو محفوظ کیجئے پھر لاحول کا وظیفہ پڑھنا نہایت نافع ہے۔ اُن کی طرف دیکھتے بھی رہنا اور زبان سے لاحول پڑھتے رہنا یہ اپنے نفس کو دھوکہ دینا ہے اور یہ عمل دلیلِ نفرت نہیں بن سکتا۔

(۱٤)...... اگر آنکھوں کو ایک بار غلط استعمال کیا گیا تو پھر ہر عورت کو دیکھتا ہی چلا جاوے گا کیونکہ ایک نافرمانی دوسری معصیت کے لئے سبب بن جاتی ہے۔ جیسے ایک نیکی دوسری نیکی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص گھر سے باہر نکلا اور اپنی آنکھوں کو محفوظ رکھتا ہے لیکن ایک بار دیکھ لیا تو پھر قوت رکنے کی کمزور ہو جاتی ہے اور پھر مشکل سے بچ سکے گا اور تمام دن گناہوں میں ملوث رہے گا۔ جیسے بریک (BRAKE) فیل ہو جانے سے گاڑی ہر جگہ ٹکر کھاتی ہے۔

(۱۵)...... کبھی آدمی اپنی آنکھیں تو بچا لیتا ہے اور کئی روز تک آنکھیں محفوظ رکھتا ہے پھر شیطان یہ تدبیر اختیار کرتا ہے کہ اُس کے پچھلے گناہوں کا لطف یاد دلاتا ہے اور سینے کی خیانت میں مبتلا کر دیتا ہے اور جب ماضی کے گناہوں کا تصور اور لطف اُس کے دل کو خیانتِ صدر کے فعلِ حرام کی ظلمت سے خراب کر دیتا ہے تو دل کے خراب ہونے سے تمام اعضا خراب ہو جاتے ہیں کیونکہ دل بادشاہ ہے دوسرے تمام اعضا اس کے تابع ہیں حدیث پاک میں ہے کہ انسان کے اندر گوشت کا لوتھڑا ہے جب وہ صالح ہو جاتا ہے تمام اعضا صالح ہو جاتے ہیں اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تمام اعضا سے خراب اعمال صادر ہونے لگتے ہیں اور وہ قلب ہے۔ لہٰذا شیطان دل کے اندر گناہوں کے وساوس کے ذریعے دل کو خراب کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے پھر جب دل شہوت سے مغلوب ہو جاتا ہے تو وہ اپنی آرزو کی تکمیل کے لئے آنکھوں کو، کانوں کو اور ہاتھ پاؤں سب کو اپنے کام میں استعمال کرتا ہے۔ پس گناہ کے تصور سے اگر دل نے لطف لے لیا تو اُس کا بریک (BRAKE) فیل ہو گیا اور معلوم ہو کہ دل اور آنکھوں کا

آپس میں بڑا گہرا رابطہ ہے بلکہ دونوں کی بریک لائن ایک ہی ہے۔ چنانچہ آنکھوں کے خراب ہونے سے دل خراب ہوجاتا ہے اور دل کے خراب ہونے سے آنکھیں خراب ہوجاتی ہیں یعنی کبھی آنکھ گناہ میں پہل کرتی ہے پھر دل بھی اُس حسین کا تصور کر کے حرام لذت لیتا ہے اسی طرح کبھی دل کسی حسین کو سوچ کر مزہ حرام لیتا ہے پھر آنکھیں اُس کو تلاش کرنے میں مصروف ہوجاتی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ دل اور آنکھوں کی حفاظت میں دونوں ہی اہم ہیں۔ کسی ایک سے غافل ہوا تو دونوں ہی خرابی میں مبتلا ہوجاویں گے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اِس حقیقت کے پیشِ نظر اپنے ارشاد **يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ** میں آنکھوں کی خیانت اور سینے کی خیانت دونوں ہی سے خبردار فرمایا ہے کہ دیکھو جب تم کسی جگہ نامحرم کو دیکھتے ہو یا دل میں گندے خیالات پکاتے ہو تو ہم دونوں ہی سے باخبر ہیں پس ہماری قدرت اور پکڑ سے خبردار ہوجاؤ۔ کسی بزرگ شاعر کا شعر ہے ؎

چوریاں آنکھوں کی اور سینوں کے راز
جانتا ہے سب کو تو اے بے نیاز

(۱۶)...... بعض لوگ اپنی بیوی سے صحبت کے وقت کسی دوسری حسین صورت کا تصور کر لیتے ہیں کیونکہ بدنگاہی سے وہ صورتیں دل میں گھر کر لیتی ہیں لیکن معلوم ہو کہ ایسا تصور کرنا حرام اور سخت گناہ کی بات ہے کسی اجنبیہ یا امرد کا تصور بوقت صحبت جائز نہیں۔

(۱۷)...... بعض لوگ پہلی نظر اِس نیت سے ڈالتے ہیں کہ دیکھ لوں اگر یہ لڑکا زیادہ حسین ہوا تو آئندہ نہ دیکھوں گا اور اگر معمولی حُسن ہے تو پھر نہ دیکھنے کا مجاہدہ کیوں اُٹھاؤں یہ تفتیشِ حُسن بھی شیطان کا ایک باریک دھوکہ ہے۔ زیادہ حُسن ہو یا تھوڑا اجنبیہ اور امرد سے ہر حال میں آنکھوں کی حفاظت کرنی چاہئے کیونکہ قبل تفتیش مجاہدہ بھی آسان ہوتا ہے اور بعد تحقیق مشاہدہ معلوم ہوا کہ بلا کا حُسن [illegible] اور دل متاثر ہوگیا

تو پھر مجاہدہ بھی سخت کرنا ہوگا اور اس مشاہدہ کا گناہ الگ ہوا تو عافیت کی راہ کو چھوڑ کر سختی اور مصیبت کی راہ اختیار کرنا کس قدر نادانی اور حماقت ہے۔

(۱۸)...... بعض لوگ بیوی کے انتقال کے بعد بھی رات کی تنہائیوں میں اُس کا تصور شہوت کے ساتھ کرتے ہیں اور سابقہ جماع وغیرہ کا نقشہ قصداً کھینچتے ہیں تو معلوم ہونا چاہئے کہ بیوی کے مرنے کے بعد حکم میں اجنبیہ عورت کے ہوجاتی ہے قصداً اُس کے تصور سے شہوت کی تشنگی بجھانا جائز نہیں البتہ بدون قصد خیال آجاوے تو معذور ہے۔ کیونکہ ایک عمر اُس کے ساتھ بسر ہوتی ہے۔

(۱۹)...... حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بعض لوگ اذیت دے کر کہتے ہیں معاف کرنا میرا ارادہ تکلیف دینے کا نہ تھا۔ اِس پر ارشاد فرمایا کہ ایذاءرسانی کے گناہ سے بچنے کے لئے عدمِ قصدِ ایذاء کافی نہیں بلکہ قصدِ عدمِ ایذاء ضروری ہے۔

یعنی تکلیف پہنچانے کا ارادہ نہ ہونے سے کام نہیں چلے گا قیامت کے دن گرفت ہوگی البتہ ارادہ ہونا چاہئے کہ مجھ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ پہلی صورت میں غفلت ہوتی ہے، دوسری صورت میں اہتمام سے آدمی فکر رکھتا ہے کہ میری ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔

اِس کلیہ کے تحت احقر مؤلفِ رسالہ عرض کرتا ہے کہ بدنگاہی کے مسئلہ میں عدمِ قصدِ نظر کافی نہیں قصدِ عدمِ نظر ضروری ہے یعنی دیکھنے کا ارادہ نہ ہونا ضروری ہے۔ متعدد اجنبیہ عورتوں اور خوبصورت لڑکوں سے آنکھوں کو ناپاک کرتے رہنے سے ارتکابِ جرم کے الزام سے نہ بچ سکے گا جب تک قصد عدمِ نظر نہ ہو یعنی اہتمام سے ارادہ کرلے کہ میں کسی غلط جگہ نظر نہ کروں گا۔

(۲۰)...... اچانک نظر کی معافی جو روایت میں ہے اُس کا مقصد صرف یہ ہے کہ جہاں امکان نہ ہو نظر پڑنے کا لیکن اچانک کوئی عورت سامنے سے گذر گئی اور بدون ارادہ نظر

اُس پر پڑ گئی پھر دوسری نظر سے اُس کو دیکھنا حرام ہوگا اور پہلی نظر معاف ہوگی مگر اس کا مقصد یہ نہیں کہ پہلی نظر کی معافی ایسے مواقع پر بھی ہے جہاں عورتوں اور خوبصورت لڑکوں کی بہتات ہو جیسا کہ آجکل ہر بس اسٹاپ پر آدمیوں سے زیادہ لڑکیاں کالج کی کھڑی رہتی ہیں بازاروں میں اُنہیں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے پس ایسی جگہ اگر اہتمام سے نظر کو نہ رکھا جاوے گا تو نفس پہلی نظر کا بہانہ بنا کر سب ہی کو دیکھ ڈالے گا اور کسی ایک کو بھی نہ چھوڑے گا نفس کی اِس خطرناک شرارت سے ہوشیار رہنا چاہئے اور پہلی نظر کی معافی کا صحیح مطلب ذہن نشین رکھنا چاہئے۔ حضرت خواجہ صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے خوب اِس نکتہ کو سمجھا ہے جو اِس معاشرے کے لئے مشعل راہ ہے ؎

دین کا دیکھ ہے خطر اُٹھنے نہ پائے ہاں نظر
کوئے بتاں میں تو اگر جائے تو سَر جھکائے جا

(۲۱)...... اپنی بیوی اگر حسین نہ ہو تو یہ سوچے کہ ایمان اور اعمالِ صالحہ کی برکت سے جنت میں یہ ایسی حسین ہو جاوے گی کہ حوریں بھی اس کے حُسن پر رشک کریں گی چند دن صبر کرنا ہے۔ دُنیا کی زندگی کے صبح و شام تیزی سے گذرتے چلے جارہے ہیں عنقریب جنت کی حوروں سے ملاقات ہونے والی ہے جن کا نقشہ تک قرآنِ پاک میں مولائے کریم نے بھیج دیا ہے کیا شانِ رحمت ہے بندوں کی جذباتی تسلی کی کیا رعایت ہے۔ جیسے شفیق باپ اپنے اُس بیٹے کو جو امریکہ میں پڑھ رہا ہو خط لکھ دے دیکھنا وہاں کی کافرہ بے ہودہ عورت سے نہ شادی کرنا۔ چند دن صبر سے پڑھ لو یہاں شریف خاندان کی نہایت خوبصورت لڑکی اور خوب سیرت لڑکی سے تمہاری ہم نے منگنی کر دی ہے اور اُس کے یہ یہ اوصاف ہیں۔ پس مومن کو سوچنا چاہئے کہ ایمان اور اچھے اعمال سے حوروں سے منگنی ہو رہی ہے اور کبھی کبھی مسجد کی صفائی کر دے تاکہ حوروں کا مہر بھی ادا ہو جاوے جیسا کہ حدیث کی روایت ہے۔ فقیر مؤلف کی یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنی چٹنی روٹی حلال کی بہتر ہے دوسرے کی حرام بریانی سے

۔ جو خدائے تعالیٰ نے جوڑا مقدر کر دیا پردیس میں اُس کو بھی غنیمت سمجھے۔ جیسے اسٹیشن کی چائے خراب بھی چل جاتی ہے اِسی طرح دُنیا کی چند روزہ حیات کے لئے چھونپڑی اور ہر طرح کی بیوی سے بھی کام چل جاتا ہے بشرطیکہ ہوس، عقل و دماغ نہ خراب کر دے۔ اور پردیس میں وطنِ اصلی کا خواب نہ دیکھے۔ آخرت کی نعمت دائمی ہے یہاں جس کے پاس جو کچھ ہے عارضی ہے۔ حق تعالیٰ حاکم بھی ہیں حکیم بھی ہیں۔ جس کے لئے جو مناسب ہوتا ہے وہی عطا فرماتے ہیں۔ اگر جو شخص فیصلہ الٰہی سے ناراض ہوکر حرام لذتوں کی طرف بڑھے گا ذلت ہوگی۔ پس دل کا کہا نہ کرے مولیٰ کے کہنے پر چلے ان شاءاللہ تعالیٰ سکھ اور چین کی زندگی پاوے گا اگر ہوس اور عشق مجازی کی راہ کھلی تو مصیبت اور ذلت و رُسوائی کی راہ بھی شروع ہوگی اور آخر کہنا پڑے گا ؎

جو پہلے دن ہی سے دل کا نہ ہم کہا کرتے
تو اب یہ لوگوں سے باتیں نہ ہم سُنا کرتے

عشق کی لغوی وطبی تحقیق

(**۲۲**)...... شرح اسباب جو طب کی ایک مستند کتاب اُس میں امراضِ دماغ کے سلسلے میں لکھا ہے کہ ایک پودے کا نام عشق پیچاں ہے یہ جس درخت کو لپٹ جاتا ہے تو وہ ہرا بھرا درخت سوکھ جاتا ہے اِسی طرح عشق مجازی اپنے عاشق کی دُنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کر دیتا ہے اور کچھ ہی دن بعد وہ ظالم حُسن بھی بے رونق ہو جاتا ہے ؎

گیا حُسن خوبانِ دلخواہ کا
ہمیشہ رہے نام اللہ کا

اور اس کتابِ طب میں لکھا ہے کہ یہ عشق مجازی ہمیشہ بے وقوف لوگوں کو ہوا کرتا ہے۔

(امراضِ دماغ شرح اسباب مترجم، حصہ اوّل، صفحہ:۱۹۱)

(**۲۳**)...... لڑکوں کے عشق میں مبتلا ہونے والے تو نہایت تباہ ہو جاتے ہیں شادی

کے قابل بھی نہیں رہتے اور فاعل ومفعول دونوں ایک دوسرے کی نگاہوں میں ہمیشہ کے لئے ذلیل اوررُسوا ہوجاتے ہیں۔ جس آنکھ کی کشش سے کبھی بے ہوش ہوجاتے تھے داڑھی مونچھ آنے کے بعد اُسی آنکھ سے آنکھ ملانا بھی مشکل بلکہ ناممکن ہوجاتا ہے ؎

سمجھے تھے جس نظر کو کبھی وہ حیاتِ دل
کیوں اُس نظر سے آج نظر کو بچا گئے

(**۲۴**)...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم حسینوں سے نگاہ کو بچانے کی دل میں طاقت نہیں رکھتے یہ خیال سخت ترین شیطانی دھوکہ ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو دیکھنے کی طاقت رکھتا ہے وہ نہ دیکھنے کی بھی طاقت رکھتا ہے کیونکہ قدرت ضدین سے متعلق ہوتی ہے یہ فلسفہ کا قاعدۂ مسلمہ ہے۔

(**۲۵**)...... بدنگاہی شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے عورتیں اُس کی رسیاں ہیں جن سے شکار کرتا ہے۔ کبھی معمولی حُسن کو نہایت زیادہ دکھا دیتا ہے، پھر منہ کالا ہونے کے بعد اُسی صورت کو جب دیکھتا ہے تو شیطان اپنا مقصد پورا کرنے کے بعد اپنا کرشمۂ فوکس ہٹالیتا ہے اور اصلی صورت نظر آجاتی ہے پھر آدمی ندامت سے ہاتھ ملتا ہے کہ ہائے میں نے کیوں اِس کے لئے اپنا ایمان واعمال خراب کئے۔

(**۲۶**)...... اگر اپنی بیوی کم حسین ہوتو حلال کی چٹنی روٹی کو حرام کی بریانی اور پلاؤ سے بہتر سمجھے بالخصوص جبکہ حرام لذت میں دُنیا اور آخرت کی سزا اوررُسوائی بھی ہے بعض سانپ بڑے ہی حسین منقش ہوتے ہیں مگر آپ اپنی جان کے خوف سے اُس کو پیار نہیں کرتے کیونکہ یقین ہے کہ اِس حسین میں زہر قاتل بھی ہے۔ اس طرح گناہ جس قدر حسین معلوم ہو وہ جان اور ایمان دونوں کو تباہ کرتا ہے اس میں حق تعالیٰ کے غضب اور قہر اور ناراضگی کا زہر بھرا ہوا ہے۔ ایک حاکم شہر کو ناراض کرکے چین سے رہنا مشکل ہے تو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرکے کیسے چین مل سکتا ہے۔ حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں ؎

عزیزے کہ از در گہش سر بتافت
بہ ہر جا کہ رفت ہیچ عزت نیافت

ترجمہ: جس عزیز نے اللہ تعالیٰ سے رُوگردانی کی اور سرکشی کی جہاں سے بھی گیا اور کہیں عزت نہ پائی۔

نیز یہ مجاہدہ چند دن کا ہے جیسے سفر میں چائے اچھی نہ ملے تو وطن کی اچھی چائے ملنے کی اُمید پر اُس کو گوارا کر لیتے ہیں اِسی طرح جنت میں حوریں ملیں گی اور یہ بیبیاں اُن سے بھی خوبصورت بنا دی جائیں گی بوجہ اعمالِ صالح کے۔

(۲۷)...... جو آدمی بدنگاہی اور شہوتِ نفسانی کا بیمار ہو وہ بس خلوت میں اتنی دیر رہے جتنی دیر کہ تلاوت و ذکر یا دینی کتب کا مطالعہ کرتا ہو۔ ورنہ فارغ ہونے کے بعد بھی خلوت میں رہنے سے شیطان دل میں گندے خیالات کا سمندر اور طوفان اُٹھانا شروع کردے گا۔ اِسی لئے مصروف زندگی اکثر گناہوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ اپنے لڑکوں کو ابتداء جوانی میں خوب مصروف رکھنا چاہئے خالی نہ بیٹھنے دے اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ بندے خلوت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں ؎

تمنا ہے کہ اب ایسی جگہ مجھ کو کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے رہتے یاد اُن کی دلنشین ہوتی

لیکن جن کی زندگی کا کوئی زمانہ گناہوں میں ملوث ہو چکا ہے ایسے لوگ جب تنہائی میں فارغ بیٹھیں گے تو خیالاتِ فاسدہ کا ہجوم ہوگا اور سینے کی خیانت کے گناہ کبیرہ میں مبتلا ہو جاویں گے لہٰذا ایسے لوگ معمولات سے فارغ ہوکر اپنے بیوی بچوں کی خدمت میں یا صالحین کی صحبت وخدمت میں مصروف کرلیں اکیلے نہ رہیں۔

حدیث پاک میں ہے کہ بُرے ساتھی سے تو تنہائی بہتر ہے اور نیک ساتھی بہتر ہے تنہائی سے۔

(۲۸)...... بعض سالکین اور صالحین کو صحبت شیخ اور معمولاتِ ذکر کی پابندی کے باوجود بھی شہوت اور بدنگاہی کے تقاضے پریشان کرتے رہتے ہیں اور وہ اِس طرح کہ کبھی بہت روز ہوتا ہے اور کبھی ہلکا تقاضا ہوتا ہے۔ پس اِس سے گھبرانا نہ چاہئے کہ دل میں ایک سمندر ہے اور سمندر کا پانی کبھی آگے بڑھ جاتا ہے جس کو مد کہتے ہیں اور کبھی پیچھے ہٹ جاتا ہے اِس کو جزر کہتے ہیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں بھی سالک پر دو حالتیں پیش آتی رہتی ہیں ایک حالت کا نام بسط ہے، دوسری کا نام قبض ہے بسط کی حالت میں ذکر میں دل خوب لگتا ہے نفس و شیطان کے تقاضے کمزور رہتے ہیں اور قبض کی حالت میں ذکر میں مزہ کم ملتا ہے بلکہ بعض وقت بالکل دل نہیں لگتا اور گناہوں کے تقاضے شدید ہوتے ہیں۔ اِس حالت میں شیطان کا ایک زبردست حملہ یہ ہوتا ہے کہ ارے بھائی تیرا بزرگوں کے پاس جانا بے کار ہے تو کولھو کی بیل کی طرح ترقی سے محروم ہے جہاں پر تھا وہیں اب بھی ہے سب چھوڑ تیرا کام اللہ تعالیٰ کا راستہ چلنا نہیں یہ بڑے ہمت والوں کا کام ہے تو چل میرے ساتھ سینما دیکھ اور خوب عورتوں کو دیکھ کر مزے اُڑا۔ اور ٹانگ پھیلا کر سوتا رہ۔ تیرے اُوپر تیرے مرشد کا کوئی فیض نہیں پہنچ سکتا۔ غرض اِس طرح کی باتیں اُس کے دل میں شیطان ڈالتا ہے اُس وقت ہوشیاری سے اُس مردود کے مشورہ کو لات مار دے اور اپنے مرشد کی صحبت میں جاتا رہے اور توبہ و استغفار کثرت سے کرتا رہے اور یقین کر لے کہ قلب کے معنیٰ بدلنے کے ہیں دل سب کا بدلتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ حضرت بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنا حال بیان فرماتے ہیں کہ ؎

گہے فرشتہ رشک برد ز پاکی ما
گہے دیو خندہ زند ز ناپاکی ما
ایماں چو سلامت بہ لب گور بریم
احسنت بریں چستی و چالاکی ما

تَرجَمۂ: کبھی تو فرشتہ ہمارے اچھے حالات پر رشک کرتا ہے کبھی ہماری دینی بدحالی پر شیطان بھی ہنستا ہے پس ایمان جب ہم سلامتی کے ساتھ قبر میں لے جاویں گے تو سمجھ لوں گا کہ بے شک ہم بڑے صالح اور نیک اور چست تھے دین میں۔ جب ایسے کاملین پر حالات کا تغیر ہوتا ہے ہم لوگ کس شمار میں ہیں۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر یکساں حالت رہے تو سالک میں کبر اور عجب پیدا ہو جاوے گا اور خدا سے دُور ہو جاوے اس بدحالی پر سالک نادم ہوتا ہے اور اپنے کو مخلوق میں سب سے کمتر سمجھتا ہے یہ وہ بلند مقام ہے جو بسط کی حالت سے کبھی نہیں مل سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں ذِلت اور عبدیت اور فنائیت ہی کی قدر ہے جو قبض کی حالت میں خود بخود پیدا ہو جاتی ہے لہٰذا اِس حالت سے نا اُمید نہ ہو اور انتظار کرے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ حالت کچھ دن میں بسط کی حالت سے تبدیل ہو جاوے گی جب تک تبدیل نہ ہو اِسی میں اپنا نفع سمجھے۔ حالت قبض میں حضرت خواجہ صاحب کے چند اشعار کو پڑھتا رہے جو دراصل حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات ہیں۔

جب گناہوں کا تقاضا زور پر ہو تو یہ اشعار پڑھے ؎

طبیعت کی رَو زور پر ہے تو رُک
نہیں تو یہ سر سے گذر جائے گی
ہٹالے خیال اُس سے کچھ دیر کو
چڑھی ہے یہ ندی اُتر جائے گی

....

ظاہر و باطن کا ہر چھوٹا گناہ
اس سے بچ رہرو کہ ہے یہ سدراہ
لب پہ ہر دَم ذکر ہو دل میں ہر دَم فکر بھی
پھر تو بالکل راستہ ہے صاف تا دربارِ شاہ

اگر نفس بار بار مغلوب ہو رہا ہے تو یہ اشعار پڑھے ؎

کر نفس کا مقابلہ ہاں بار بار تو
سو مرتبہ بھی ہار کے ہمت نہ ہار تو
اِس کو پچھاڑ کے بھی نہ پچھڑا ہوا سمجھ
ہر وقت اِس کمین سے رہ ہوشیار تو

....

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اِس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دَبالے کبھی تو دَبالے

....

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

....

رہِ عشق میں ہے تگ و دو ضروری
کہ یوں تابہ منزل رسائی نہ ہوگی
پہنچنے میں حد درجہ ہوگی مشقت
تو راحت بھی کیا انتہائی نہ ہوگی

(۲۹)...... طبیعت کی گندگی بعض لوگوں کی دیر تک نہیں جاتی تو نا اُمید نہ ہو کیونکہ طبیعت کی گندگی اور بُرے تقاضوں پر عذاب نہ ہوگا بلکہ مجاہدہ کا ثواب ملے گا۔

بُرے تقاضے پر جب تک عمل نہ کرے کچھ غم وفکر کی بات نہیں چاہے تمام عمر یہ مجاہدہ اور تکلیف رہے۔ نفس دراصل مجاہدہ سے گھبراتا ہے اِس لئے اِس کی تکلیف کا خیال نہ کرے اپنے دل کی آرزو کو توڑ دے اور حکمِ الٰہی کو نہ توڑے۔

حکایت

محمود وایاز (مثنوی مولانا روم) میں ہے کہ سلطان محمود نے اراکینِ سلطنت سے ایک نایاب اور بیش قیمت موتی کو پتھر سے توڑنے کا حکم دیا سب نے انکار کر دیا کہ اتنا قیمتی موتی جو دربارِ شاہی میں نادر اور بے مثل ہے توڑنا مناسب نہیں۔ ایاز کو حکم دیا اُس نے فوراً توڑ دیا اور جب اُس سے پوچھا گیا تم نے کیوں توڑا تو اُس نے جواب دیا۔

گفت ایاز اے مہتران نامور

امرِ شہ بہتر بہ قیمت یا گہر

ایاز نے کہا اے حضراتِ شاہی حکم زیادہ قیمتی ہے یا یہ موتی؟ اِس حکایت میں یہی سبق مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا کہ اِن حسین صورتوں کو دیکھنے کی آرزو توڑنے میں دیر نہ کرو امرِ الٰہی کے مقابلے میں دل کی کچھ قیمت نہیں۔ اِن شمس وقمر صورتوں سے نظر بچاؤ پھر قربِ الٰہی کی لذت وحلاوت دل میں دیکھو۔

توڑ ڈالے مہہ و خورشید ہزاروں ہم نے

تب کہیں جاکے دِکھایا رُخِ زیبا تو نے

(**۳۰**)...... نگاہ کی حفاظت پر نقد انعام ایمان کی حلاوت کا عطا ہوتا ہے۔

(**۳۱**)...... اگر ایسی حسین صورت سے نظر ہٹالی اور قلب کا رُخ پھیرا جس پر سلطنت لُٹا کر اُس کو حاصل کرنے کو دل چاہتا تھا تو ان شاء اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت راہِ حق میں سلطنت لُٹانے والوں کے گرہ میں اُٹھایا جاوے گا۔ یعنی حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے سلطنت بلخ خدا کی راہ میں چھوڑی تھی اُن کے مقام پر یہ عاشق مفلس بھی ہوگا۔ کیونکہ یہ سلطنت تو نہیں رکھتا تھا لیکن اِس نے ایسی آرزو کا خون کیا ہے اور ایسی دلکش صورتوں سے دستبردار ہوا ہے جن پر سلطنت بھی ہوتی تو فدا کر دیتا مگر حق تعالیٰ کی رضا کی خاطر خونِ آرزو کا لہو اُتار گیا۔

عارفاں زانند ہر دَم امنوں
کہ گذر کردند از دریائے خوں

تَرجَمہ: عارفین اِسی سبب سے ہر وقت اللہ تعالیٰ کے تعلق خاص کے فیض سے امن اور سکون میں ہیں کہ اُنھوں نے مجاہدات کے دریائے خون سے اپنے نفس کی کشتی کو عبور کیا ہے ۔

آرزوئے دل کو جب زِیر و زَبر کرتے ہیں وہ
ملبۂ دل میں اُنھیں کو میہماں پاتا ہے دل

ہزار خونِ تمنا ہزارہا غم سے
دلِ تباہ میں فرماں روائے عالم ہے

میکدہ میں نہ خانقاہ میں ہے
جو تجلّی دلِ تباہ میں ہے

(اختر)

احقر کی ایک نظم مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے اِس شعر کی تشریح میں یعنی مجاہدات کے دریائے خون کی وضاحت میں ہے جس کا نام خون کا سمندر ہے کچھ اُس کا اقتباس یہاں درج کرتا ہوں اور اِس سے قبل بطور تمہید دو شعر احقر کے ملاحظہ ہوں ۔

ہزار خونِ تمنا ہزارہا غم سے
دلِ تباہ میں فرماں روائے عالم ہے

وہ سرخیاں کہ خونِ تمنا کہیں جسے
بنتی شفق ہیں مطلع خورشید قرب کی

مجاہدات کے خون کا سمندر

(از مؤلف)

سنو داستانِ مضطر ذرا دل پہ ہاتھ رکھ کر
یہ لہو لہاں کا منظر مرا سر ہے زیرِ خنجر
مرے خوں کا بحرِ احمر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

میں کلی ہوں ناشگفتہ مری آرزو شکستہ
میں ہوں ایک ہوش رفتہ مرا درد راز بستہ
مری حسرتوں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مرے دل میں غم نہاں ہے مری چشم خوں فشاں ہے
مرے لب پہ وہ فغاں ہے کہ فلک بھی نوحہ خواں ہے
مری بے کسی کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

یہ تڑپ تڑپ کے جینا لہو آرزو کا پینا
یہی میرا جام و مینا یہی میرا طورِ سینا
مری عاشقی کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مری آہ کا اثر ہے مرے درد کا ثمر ہے
کہ جہاں بھی سنگِ در ہے مرے آنسوؤں سے تر ہے
مری عاشقی کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مرا غم زدہ جگر ہے مری چشمِ تر ہے
مرا بحر خون سے تر ہے مرا بر لہو سے تر ہے
مرے بحر و بر کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

وہ جو خالقِ جہاں ہے وہی میرا رازداں ہے
مرا حال خود زباں ہے مرا عشق بے زباں ہے
کسی بے زباں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مری فکر لامکاں ہے مرا درد جاوداں ہے
مرا قصہ دلستاں ہے مری رَگ سے خوں رواں ہے
مرے خون کا سمندر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مرا غم خوشی سے بہتر مرا خار گل سے خوشتر
مری شب قمر سے انور غم دل ہے دل کا رہبر
غم رہنما کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

یہ کرم ہے ان کا اخترؔ جو پڑا ہے ان کے در پر
کوئی زخم ہے جگر پر غمِ شام ہے سحر پر
مری زندگی کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

(۳۲)......بدنگاہی کرنے والوں کے گردے اور مثانے کمزور ہوجاتے ہیں مادۂ منی رقیق ہوجاتا ہے جس سے پیشاب کے قطروں کی شکایت اور سرعت اِنزال کی شکایت

ہو جاتی ہے کمر میں درد، اعصاب اور دل و دماغ کمزور ہو جاتے ہیں۔

(**۳۳**)......بدنگاہی کرنے والوں کی آنکھیں بے رونق اور چہرہ پر پھٹکار برستی ہے کیونکہ بدنگاہی کرنے والے اور اُن عورتوں کے بارے میں جو اپنے آپ کو بے پردہ دکھاتی پھرتی ہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لعنت فرمائے اللہ، ناظر پر بھی اور منظور الیھا پر بھی اور لعنت کا مفہوم خدا کی رحمت سے دُوری اور محرومی ہے پس ایسے چہروں پر کیسی پھٹکار برسے گی۔

(**۳۴**)...... حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک شخص بدنگاہی کر کے آیا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا حال ہے ایسی قوم کا جن کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کو اپنی بصیرت سے اُن کی آنکھوں سے بدنگاہی کی ظلمت کا ادراک اور شعور ہو جاتا ہے۔

(**۳۵**)...... حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک حسین لڑکا جو صالح اور متقی تھا اُس کو ایک بڑے میاں شہوت کی نظر سے بار بار دیکھتے تھے اُس لڑکے کو اپنے قلب کی سلامتی اور نورِ تقویٰ کی برکت سے اُن کی آنکھوں سے اُس بدنگاہی کی ظلمت کا احساس ہو گیا اور موقع مناسب دیکھ کر عرض کیا کہ بڑے میاں آپ مجھے جو بار بار دیکھتے ہیں تو میرے قلب میں آپ کے اِس عمل سے تاریکی محسوس ہوتی ہے۔ اُنھوں نے اقرار کیا کہ واقعی ہم گنہگار ہیں اور آپ کو بُری نیت سے اور نفس کے تقاضے سے دیکھا کرتے تھے اب میں توبہ کرتا ہوں کہ آپ کو دیکھنے سے آئندہ اپنی نظر کی احتیاط اور حفاظت رکھوں گا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ وہ لڑکا متقی اور ذاکر تھا۔ ذکر کے نور سے یہ بصیرت اُس کو حاصل ہوئی تھی۔

(**۳۶**)......بدنگاہی کی عادت کے ساتھ کوئی شخص خدائے تعالیٰ کا ولی نہیں ہو سکتا اور نہ ذکر و طاعت کی حلاوت اُسے حاصل ہو گی۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ

علیہ نے فرمایا کہ بدنگاہی کا یہی عذاب کیا کم ہے کہ ذکر وعبادت کی حلاوت (مٹھاس) ختم ہوجاتی ہے۔

(۳۷)......بدنگاہی کرنا ایسا ہے کہ دل غیر خدا کو دے دینا ہے کیونکہ دل سینے سے نہیں چوری ہوتا ہے آنکھوں کے دروازے سے نکل جاتا ہے اِسی سبب سے حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

خواہی کہ بکس دل نہ دہی دیدہ بہ بند

اگر تو چاہتا ہے کہ دل کسی کو نہ دے تو آنکھیں بند رکھ (حسینوں سے) کیونکہ ؎

ایں دیدہ کہ شوخ میبرد دل بکمند

یہ شوخ نظر دل کو سینے سے نکال لیتی ہے اور دل تو اُسی کو دینا چاہئے، جس نے دل دیا ہے۔ اِسی لئے اللہ والوں کو اہل دل بھی کہتے ہیں۔ احقر کا ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

اہل دل آنکس کہ حق را دل دہد

دل دہد او را کہ او دل می دہد

اہل دل وہ ہے جو اپنا دل خدا کو دے دے یعنی دل اُس کو دے دے جو دل عطا فرماتا ہے۔

عاشق مجازی کا دل جب معشوقِ فانی لیتا ہے تو اُس کو پریشانی شروع ہوجاتی ہے کیونکہ آبِ شور پیاس کا علاج نہیں لہٰذا بے ساختہ کسی شاعر نے کہا ؎

دل گیا رونق حیات گئی

مگر اللہ والے جب اپنا دل خدائے تعالیٰ پر فدا کرتے ہیں تو اُس خالق دل کی طرف سے اُن کے دل میں وہ چین اور سکون عطا ہوتا ہے جو بڑے بڑے سلاطین کو خواب میں بھی میسر نہیں ہوسکتا۔ تمام کائنات اُس سکون سے بے خبر ہے جو اللہ والوں کی روح کو ربّ الارواح سے عطا ہوتا ہے۔ جو شکر کا خالق ہے جو قمر کا خالق ہے جب وہ کسی کے دل میں اپنا رابطہ عطا فرمائے گا تو سمجھ لیجئے کہ کیسی کچھ مٹھاس اپنے قلب میں پائے

گا اور وہ کیسا قمر دل میں پائے گا۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

طریق عشق میں دیکھے کوئی جولانیاں دل کی
کہ دَم میں دونوں عالم سے گذر کر پہلی منزل کی

پس اللہ والوں کو یہ انعام ملتا ہے کہ اُن کی رونق حیات اور بڑھ جاتی ہے زندگی میں حقیقی زندگی عطا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جسم تو قائم ہے جان سے اور خود جان اپنے اندر جان پا جاتی ہے جب اپنے خالق سے رابطہ اور قرب کی دولت پا جاتی ہے، ورنہ خدا سے دُوری میں جان خود بے جان ہوتی ہے پھر ایسی بے جان جان سے جسم کی کیا رونق اور اُس کو کیا سکون مل سکتا ہے۔ قرآن میں اِسی نعمت کا اعلان ہے کہ:

﴿اَلاَ بِذِکْرِ اللہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾

(سورۃ الرعد، آیت: ۲۸)

خبردار ہو جاؤ خوب غور سے سُن لو کہ دلوں کو اللہ تعالیٰ ہی کی یاد سے اطمینان ملتا ہے۔ اور جن کو ذکر کرنے کی ابھی توفیق نہیں وہ آزمانے کے لئے اللہ والوں کے پاس ذرا بیٹھ کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ سکون کے ایئر کنڈیشنڈ روم میں بیٹھ گئے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ ان کا دل فیصلہ کرلے گا بشرطیکہ معاند بن کر نہ جائیں قلب کے آئینہ کو صاف کر کے جائیں۔ حُسنِ ظن نہ ہو تو بدگمانی بھی نہ ہو، دل کو بالکل خالی کر کے کچھ دیر اُن کی باتیں سُنیں۔ جیسے مجنوں کو لیلیٰ کی قبر سے لیلیٰ کی خوشبو آتی تھی۔ اِسی طرح اِن اللہ والوں کے ابدان اور اجسام سے مولیٰ کی خوشبو محسوس ہوگی۔ کیونکہ عطر کی شیشی سے بھی عطر کی خوشبو آتی ہے۔ جس شیشی میں قیمتی عطر ہوتا ہے اُس شیشی کی بھی حفاظت اور قدر و منزلت کی جاتی ہے۔ انبیاء اور اولیاء کے اجسام کا احترام اور توقیر اِس سبب سے مامور بہ ہے کہ اُن کی ارواح میں مولائے کریم رب العرش العظیم کے قرب و رابطہ کا

موتی چھپا ہوتا ہے۔

(۳۸)...... چھوٹے بچے کو ماں کے علاوہ کوئی چھین لے جاوے تو بے چین رہے گا اور اگر غیر سے چھین کر ماں کی گود میں کوئی بٹھا دے تو کس قدر اُس کو سکون ملے گا تو اِسی طرح دل کا بھی یہی حال ہے کہ جب آنکھوں کے دروازے سے (بدنگاہی سے) شیطان دل کو اغوا کر کے، ڈاکہ مار کے کسی غیر اللہ کے عشق میں مبتلا کر دیتا ہے تو بے چین رہتا ہے نیند حرام ہو جاتی ہے بعض لوگوں نے شدتِ صدمہ والم سے خودکشی کر لی اور حرام موت کی سزا الگ خرید لی۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اور جب دل کو اللہ تعالیٰ سے رابطہ کسی اللہ والے کی صحبت کی برکت سے حاصل ہو جاتا ہے تو گویا اُس نے اپنے دل کو آغوشِ رحمت خداوندی میں بٹھا دیا تو ماں کی گود کا سکون اس ارحم الراحمین کی آغوشِ رحمت کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتا ہے۔ احقر کے شعر ہیں۔

آتی نہیں تھی نیند مجھے اضطراب سے
اُس کے کرم نے گود میں لے کر سلا دیا
معذور تھا ضمیر کے اظہار سے لیکن
اخترؔ کو تیرے درد نے پہروں رولا دیا

(۳۹)...... بدنگاہی سے محبت پیدا ہوتی ہے اور محبت بڑھتے بڑھتے عشق سے بدل جاتی ہے پھر عقل مغلوب ہو جاتی ہے اور بے عقلی سے اپنے دل کے تقاضے مجرمانہ راستوں سے پورا کرنے لگتا ہے حتیٰ کہ پھر رُسوائی، ذلت، پٹائی، جیل کی سزا اور قتل و پھانسی تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ جب کلمہ پڑھایا جاتا ہے تو دل میں جس مردار کی محبت گھسی ہوتی ہے اُسی کا نام نکل جاتا ہے اور اِس طرح خاتمہ بھی خراب ہو جاتا ہے اور

دُنیا اور آخرت دونوں تباہ ہوجاتے ہیں۔ ایسے واقعات حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائے ہیں جو کتابوں میں موجود ہیں۔

(۴۰)...... حسین صورتوں کی طرف جذب و کشش کے متعلق مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر ز صورت بگذری اے دوستاں
گلستان است گلستان است گلستاں

ترجمہ: اے دوستو! اگر صورت پرستی سے تم خلاصی پاجاؤ تو پھر حق تعالیٰ کے قرب کا باغ ہی باغ تمہیں نظر آئے گا۔

عشقہائے کز پئے رنگے بود
عشق نبود عاقبت ننگے بود

ترجمہ: جو عشق عارضی رنگ و روغن کے سبب ہوتا ہے وہ جلد ہی زائل ہونے کے بعد شرمندگی اور ندامت کا سبب بنتا ہے۔

اِسی عارضی حیات کو امتحان کی حالت میں سمجھنا چاہئے تقویٰ کے ساتھ مجاہدہ اور تکلیف کا تحمل راحت دائمی کا سبب ہوتا ہے۔ جب یہاں کی فانی زندگی میں فانی صورتوں کی طرف جذب و میلان پریشان کرے عذابِ دوزخ کے مراقبہ کے ساتھ جنت کا بھی تصور کرے کہ جلد ہی یہ امتحان کا زمانہ موت سے ختم ہوجائے گا اور پھر جنت میں ایسی حوروں سے ملاقات ہوگی جو گوری گوری اور بڑی بڑی آنکھوں والیاں ہیں اور اُن میں محبوبیت بلا کی ہوگی اور ہم عمر نوخیز ہوں گی یہ مجاہدہ چند دن کا ہے پھر لطف ہی لطف ہوگا۔ احقر کا یہ شعر بھی خیال میں رہے ؎

دُنیا سے مر کے جب تم جنت کی طرف جانا
اے عاشقانِ صورت حوروں سے لپٹ جانا

آخرت میں ہر آرزو کی تکمیل کے لئے دُنیا میں ناجائز آرزؤں کا خون رائیگاں نہیں

ہے۔ حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے ؎

نیم جاں بستاند و صد جان دہد
انچہ در و ہمت نیاید آں دہد

مجاہدہ میں حق تعالیٰ بندوں سے آدھی جان لیتے ہیں اور اُس کے عوض میں سو جانیں عطا فرماتے ہیں کیا ہی نفع بخش تجارت ہے کہ آدھی جان کے بدلے اُس کریم رب سے ساڑھے ننانوے زیادہ پاوے گا اور اِس سے بھی زیادہ وہ نعمتیں
عطا فرمائیں گے جو تمہارے وہم میں بھی اِس وقت تصور نہیں ہو سکتی ہیں ؎

نے ہمہ مُلک جہاں دوں دہد
بلکہ صدہا مُلک گو ناگوں دہد

صرف اِسی دُنیائے حقیر کا مُلک نہیں عطا فرماتے بلکہ سیکڑوں مُلک باطنی قسم قسم کے عطا فرماتے ہیں۔ دُنیا میں بس اِس طرح سے جینا چاہئے کہ حق تعالیٰ جس طرح خوش ہوں اِسی میں ہم بھی خوش رہیں۔ اپنی تجویز ختم کر کے لذتِ تسلیم چکھئے۔ احقر کے چار اشعار ؎

حقیقت بندگی کی ہے یہی اے دوستو سُن لو
دلِ پُر آرزو رکھتے ہوئے بے آرزو رہنا
علامت جذب پنہاں کی یہی معلوم ہوتی ہے
تری خاطر مری ہر سانس وقف جستجو رہنا
یہ دعوت بے زباں بھی ہے مگر آتش فشاں بھی ہے
گریباں چاک ہوکر عشق حق میں کو بہ کو رہنا
جوانی کر فدا اُس پر کہ جس نے دی جوانی کو
کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو

اِس شعر کی تشریح یہ ہے کہ ایک بلاک (بعض مقامات پر اس کو اینٹ کہتے ہیں جو سرخ رنگ کی ہوتی ہے۔) جس سے یہاں مکان تعمیر کئے جاتے ہیں دو روپے قیمت سے

خوب سیمنٹ ڈال کر تیار کریں اور اُس کو کسی بھنگی کے مکان میں لگا دیں اور اِسی طرح دوسرا بلاک اِسی قیمت کا اپنے بیت الخلا میں لگا دیں اور اِسی قیمت کا تیسرا بلاک مسجد کی تعمیر میں لگا دیں اور چوتھا بلاک اِسی قیمت کا مسجد نبوی میں لگا دیں اور پانچواں بلاک اِسی قیمت کا خانۂ کعبہ میں لگا دیں تو آپ خود فیصلہ کریں گے کہ یہ سب بلاک اپنی قیمت کے اعتبار سے تو یکساں اور برابر ہیں مگر موقع استعمال سے کیا اِن کی حیثیتوں اور شرافتوں میں فرق نہیں ہوا کیا بیت الخلا کے اندر کا بلاک دعوائے ہمسری کر سکتا ہے مسجد کے اندر لگے ہوئے بلاک سے؟

پس جوانی اگر اِس کی طوفانی خواہشات کے نظر کر دی گئی تو مرنے سڑنے گلنے والی لاشوں پر جوانی کا بلاک لگ کر جوانی بے قیمت ہوگئی۔ خاک سے بنا عاشق خاک سے بنے معشوق پر فدا ہو کر تباہ ہو گیا خاک جب خاک پر فدا ہوگی تو گویا خاک نے اپنے کو خاک میں ملا دیا۔ جیسا کہ قبرستان میں عاشق اور معشوق دونوں کی قبروں میں چھ ماہ بعد اُن کا حشر دیکھ سکتے ہو کہ دونوں خاک ہو کر رہ گئے برعکس اِس کے اگر جوانی کو حق تعالیٰ کی عبادت میں مصرف کیا اور اُن کی رضا کے تابع کر دیا تو گویا جوانی کے بلاک کو رضائے الٰہی کے محل میں لگا دیا پھر یہ جوانی کس قدر قیمتی ہوگی حق تعالیٰ اِس توفیق پر وہ جوانی جس قدر بھی شکر کرے حق ادا نہیں ہوسکتا اور قیامت کے دن اِس جوان کو عرش کا سایہ عطا ہوگا اور کیسے کیسے انعامات سے نوازا جائے گا۔ پس خونِ ارماں کا غم نہ کرے بلکہ شکر کرے اور بزبانِ حال کہے ؎

سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

خلاصۂ رسالہ یہ ہے کہ بدنگاہی اور عشق مجازی عذابِ الٰہی ہے دُنیا اور آخرت دونوں کی جسے تباہی منظور ہو وہی اِس بیماری کے علاج سے غفلت کرتا ہے ایسے مریضوں کو چاہئے کہ فوراً کسی روحانی معالج یعنی اللہ والے شیخ کامل سے اپنا حال بتا کر علاج شروع کر دے اور ہرگز یہ خیال نہ کرے کہ اللہ والے ایسے بُرے حالات سُن کر حقیر سمجھیں

گے یا نفرت کریں گے بلکہ یہ حضرات ایسے بیماروں پر نہایت درجہ شفقت و مہربانی کرتے ہیں اور اِس خدمت کو اپنی خوش قسمتی اور حصولِ رضائے الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اوران حالات کو امانت سمجھ کر کسی مخلوق پر ظاہر بھی نہیں کرتے۔ ماں باپ سے بھی زیادہ رحمت وشفقت اور مہربانی اگر دیکھنا ہو تو اللہ والوں کی صحبت میں مشاہدہ کریں۔

ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ والوں کے پاس آنے جانے کے اہتمام کو اور اُن کے مشورہ پر عمل کو اِس شدید بیماری اور ناسورکہنہ سے شفائے کاملہ کے لئے اکسیر اور مجرب پائیں گے۔

الحمد للہ کہ یہ باب عشق مجازی و بدنگاہی مع علاج آج تمام ہوا۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے حُسنِ قبول اور نافع فرمائیں، آمین۔

کتبہ: محمد اختر عفا اللہ عنہٗ

۲۹ ربیع الاوّل ۱۳۹۶ھ

تتمہ مضمون بدنظری و عشق مجازی مع مجموعہ چند اصلاحی اشعار

حسن عارضی پر احقر کا یہ شعر ملاحظہ ہو دنیا کے شاعر لفظ عارض رخسار محبوب کو کہتے ہیں ؎

ان کے عارض کو لغت میں دیکھو
کہیں مطلب نہ عارضی نکلے

ڈاڑھی مونچھ نکل آنے پر لڑکوں کے اِس عارضی حُسن کے زوال پر احقر کے دو شعر ملاحظہ ہوں ؎

کبھی جو سبزہ آغازِ جواں تھا
تو وہ سالارِ گروہ دلبراں تھا
بڑھاپے میں اُسے دیکھا گیا جب
کسی کا جیسے وہ نانا میاں تھا

زوالِ حُسن کا منظر اب آپ احقر کے اِس شعر میں ملاحظہ فرمائیے ؎

یہ چمن صحرا بھی ہوگا یہ خبر بلبل کو دو
تا کہ اپنی زندگی کو سوچ کر قرباں کرے

حفاظت نظر کے سلسلے میں احقر کا سبق آموز شعر ملاحظہ فرمائیے ؎

جب سامنے وہ آ گئے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

یعنی اپنی بینائی جو حق تعالیٰ کی امانت ہے نامحرم یا امرد کے سامنے استعمال نہ کیا مختار ہوتے ہوئے اپنے عارضی اختیار کو مختارِ حقیقی کے حکم پر قربان کر دیا اور جب سامنے سے نامحرم یا امرد ہٹ گئے تو بینا بن گئے۔ محل حلال میں بینا اور محل حرام میں نابینا بن گئے۔

بدنظری سے احتیاط پر انعام کے سلسلے میں احقر عرض کرتا ہے کہ سلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے تو سلطنت بلخ خدا کی راہ میں دی تھی لیکن ایک فقیر اور مفلس بندہ اگر سلطنت بلخ کی متبادل کسی حسین صورت سے اپنی نظر کو بچالیتا ہے تو گویا اُس نے بھی سلطنت بلخ لٹادی اور اگر بار بار نظر کی حفاظت کرتا ہے تو ہر بار سلطنت بلخ فدا کرنے کا ثواب پائے گا۔ اور اگر ہفت اقلیم دے کر اُس حسین کو خریدنے کا داعیہ ہو اور پھر بھی اپنی نظر کی حفاظت ایسے حسین سے کرلی تو ہفت اقلیم خدا کی راہ میں فدا کرنے کا اجر اُس کو ملے گا۔ اِس مضمون کے پیش نظر اب احقر کے اشعار سبق آموز ملاحظہ ہوں ؎

نگہ جس نے نامحرموں سے بچالی — حلاوت بھی ایماں کی اُس نے پالی
دیا مُلک و اقبال جاہِ بلخ کا — ہے شہرہ زبانوں پہ شاہِ بلخ کا
مگر پی گیا جو لہو آرزو کا — نہ دیکھا کبھی منہ کسی خوبرو کا
اگر شاہِ ادھم سے برتر نہیں ہے — ولے شاہِ ادھم سے کمتر نہیں ہے
جو دل رُوکش غیر حق ہورہا ہے — فقیری میں شاہِ بلخ ہورہا ہے

مہ و شمس سے دست بردار ہو کر
میں پہنچا خدا تک سر دار ہو کر
ہوئی تیغ حق سے شہادت کسی کی
نہیں جس پہ لیکن شہادت کسی کی
مگر دل کے اندر لہو آرزو کا
خدا نے تو دیکھا یہ منظر لہو کا
قیامت کے دن باطنی یہ شہادت
کرے گی شہیدوں کے صف میں اقامت
جس عاشق کا سر ہو تری تیغ سے خم
عجب کیا کہ ہو رشک سلطانِ ادھم

نوٹ: یہ اشعار بھی حالیہ سفر ہند (حیدرآباد دکن) میں ہوئے ہیں۔ایک شعر بعد نماز فجر یہ موزوں ہوا جو سالک کے مجاہدات کے ثمرات پر بشارت دیتا ہے۔

ہائے جس دل نے پیا خونِ تمنا برسوں
اُس کی خوشبو سے یہ کافر بھی مسلماں ہوں گے

انعامِ خونِ تمنا

جو سالک اپنی آنکھوں کی حفاظت میں اپنے دل کی خواہشات کا خون کرتا ہے تو اس مجاہدہ کی برکت سے حق تعالیٰ شانہ اُس کے سینے میں اپنی محبت کا درد بھرا دل عطا فرما دیتے ہیں اور اس کے کلام اور وعظ میں اثر عطا فرما دیتے ہیں جس سے دوسروں کے قلوب بھی حق تعالیٰ کی محبت کے لئے تڑپ جاتے ہیں بالخصوص جو سالک جوانی ہی سے حق تعالیٰ کا فرماں بردار ہو جائے اور اپنی جوانی فدا کر دے اُس ذاتِ پاک پر۔

جوانی کر فدا اُس پر کہ جس نے دی جوانی کو
کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
سنبھل کر رکھ قدم اے دل بہارِ حُسنِ فانی میں
ہزاروں کشتیوں کا خون ہے بحرِ جوانی میں

پس اپنی کوئی مرضی جب شریعت کے خلاف ہو تو اُس آرزو کا خون کرنا اور نفس کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا یہ ایک ایسا جہادِ اکبر ہے جو تمام عمر سالک کو جھیلنا پڑتا ہے۔لیکن اِس

مجاہدہ کے صلہ میں جو دردبھرا دل عطا ہوتا ہے اُس کی خوشبو خود اُس سالک کو بھی مست کرتی ہے اور اُس کے پاس بیٹھنے والے بھی ایسے سوختہ جان کی صحبت سے حق تعالیٰ کی محبت کا وہ دردِ لذیذ پا جاتے ہیں جس دولت کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمایا ہے کہ میں سینے میں ایک دردبھرا دل رکھتا ہوں جس میں حق تعالیٰ کی محبت کے موتی بھرے ہیں اس دولت لازوال کے ہوتے ہوئے کون ہے روئے زمین پر اِس آسمان کے نیچے جو مجھ سے زیادہ رئیس ہو ؎

دلے دارم جواہر پارۂ عشق است تحویلش
کہ دارد زیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

اور حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ملک دُنیا تن پرستاں را حلال
ما غلام عشق ملک لازوال

ترجمہ: دُنیا کا مُلک تن پرستوں کو مبارک ہو اور ہم تو حق تعالیٰ کی محبت کی لازوال سلطنت کے غلام ہیں ایسے ہی عاشقین حق کے کلام میں بھی درد ہوتا ہے۔ اب تمام مضمون مذکورہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے احقر کا شعر ملاحظہ فرمائیے اور یہ شعر حیدر آباد دکن میں بعد نمازِ فجر موزوں ہوا ؎

ہائے جس دل نے پیا خونِ تمنا برسوں
اُس کی خوشبو سے یہ کافر بھی مسلماں ہوں گے
(اختر)

میں نے لیا ہے داغِ دل کھو کے بہارِ زندگی
اِک گل تر کے واسطے میں نے چمن لٹا دیا
(اصغر)

اِسی مضمون کے مناسب حق تعالیٰ کے عاشقین کے کلام میں اثر ہوتا ہے اور دردبھرے دل سے الفاظ نکلتے ہیں۔ اِس پر چند اشعار جو الہ آباد میں موزوں ہوئے پیش ہیں ؎

درِ رازِ شریعت کھولتی ہے | زبانِ عشق جب بولتی ہے
خرد ہے محو حیرت اِس زباں سے | بیاں کرتی ہے جو آہ و فغاں سے
جو لفظوں سے ہوئے ظاہر معانی | وہ پاسکتے نہیں دردِ نہانی
لغت تعبیر کرتی ہے معانی | محبت دل کی کہتی ہے کہانی
کہاں پاؤ گے صد را بازغہ میں | نہاں جو غم ہے دل کے حاشیہ میں

بوڑھے آدمی کو چاہئے اپنے نفس کو نہ بوڑھا سمجھے ہر وقت نفس کی طرف سے ہشیار رہے۔ خواہشاتِ نفسانیہ پر بڑھاپا نہیں آتا اس مضمون پر احقر کا شعر ملاحظہ ہو۔

مت دیکھنا سفیدیٔ ریش دراز کو
ہے نفس نہاں ریش مسود لئے ہوئے

اہل اللہ کی صحبت میں جو دن گزر جائیں تو اُن کو غنیمت سمجھنا چاہئے اور احقر عرض کرتا ہے کہ جس شخص کو یہ تمنا ہو کہ وہ جنت کا مزہ دُنیا میں چکھ لے تو اُس کو چاہئے کہ کسی اللہ والے کی صحبت میں بیٹھے عاشقانِ حق کی صحبت میں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ سکون ملے گا جو سلاطین کو خواب میں بھی میسر نہیں ہے۔ اِسی مضمون پر احقر کا شعر ملاحظہ ہو۔

میسر چوں مرا صحبت بہ جانِ عاشقاں آید
ہمیں بینم کہ جنت بر زمیں از آسماں آید

ترجمہ: جب عاشقانِ حق کی صحبت مجھے میسر ہو جاتی ہے تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جنت زمین پر آسمان سے اُتر آئی ہے۔

اہل اللہ کی صحبت کے لطف کو احقر نے چند اشعار میں اِس طرح عرض کیا ہے۔

اُف مری جنت کے وہ لیل و نہار | ہائے تیرا در وہی تیرا دیار
یہ خزاں ہو جائے میری پُر بہار | گر میسر ہو مجھے دربارِ یار
ہاں بنامِ جام مے و میکدا | اپنے رندوں کو نہ بھول اے ساقیا
اے تو صد مینا و صد جام و سبو | اے تو تنہا میکدہ از فیض ہو

آہ جب سنتا ہوں میں کوئل کی کو
تیز ہو جاتی ہے میری ہائے ہو

اے تو خنداں درمیاں گلہائے ہو
من پریشاں درِ غم صحرائے ہو

بہر رازِ سرمدی و رازِ ہو
من ترا جویم جیبا کو بہ کو

عاشقان حق کی صحبت کی مٹھاس
پاؤ گے جب چھوڑ دو دُنیا کی گھاس

مر کے تو چھوڑو گے آخر دوستو
زندگی ہی میں اِسے تم چھوڑ دو

دل ہے جس کا گھر اُسے آنے تو دو
گھر نہیں جن کا اُنہیں جانے تو دو

خالق عالم ہو دل میں آشکار
دیکھنا پھر دل کے عالم کی بہار

اہل دل کے دردِ دل کا گلستاں
درس گاہِ غم برائے عاشقاں

شرح غم بھی مجھ سے سُن لو دوستو
ہاں مگر پہلے کلیجہ تھام لو

ہاں مگر جس کو خدائے پاک دے
دردِ دل بہر دلِ غمناک دے

دوستو یہ غم غمِ دنیا نہیں
یہ وہ غم ہے جو نہیں ملتا کہیں

مست کرتا ہے جو جانِ انبیاء
ہے وہی غم تو ہمارا مُدعا

سینہ جو اِس درد سے اپنا بھرے
کیوں نہ پھر حق پر جئے حق پر

زندگی بے دوست کیا ہے زندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

بدنظری اور عشق مجازی سے نجات حاصل کرنے کا اور اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کا طریقہ چار اجزاء سے مرکب ہے۔

(۱)...... تقویٰ حاصل کرنا۔

(۲)...... کسی متقی بندے کی صحبت میں بار بار حاضری دینا بلکہ کچھ دن کے لئے رہ پڑنا جس کی کم از کم مدت چالیس دن ہے اور زیادہ سے زیادہ چار ماہ ہے اور اگر اتنی فرصت نہ ہو تو جتنا وقت مل سکے غنیمت سمجھے اور متقی بندے سے مراد وہ مرشد کامل ہے جو کسی شیخ کامل کا اجازت یافتہ ہو۔

(۳)...... اُس بندے کی صحبت کا نفع موقوف ہے اِس بات پر کہ اپنا سب حال اُس

سے کہا جاوے پھر جو مشورہ اُس کی جانب سے ملے اُس کی اتباع کی جاوے۔

چار شرطیں لازمی ہیں استفادہ کے لئے

اطلاع - اتباع - اعتماد - انعقاد

(٤)...... شیخ کامل کے مشوروں پر عمل کرنے میں جو مجاہدات پیش آئیں اُن کو برداشت کرنا بس چند دن یہ مجاہدات ہیں پھر ہنسنا ہی ہنسنا ہے۔

چند روزے جہد کن باقی بخند

حکایت

ہمارے مرشدنا حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے ایک مرید کو جو بدنظری کی سخت بیماری میں مبتلا تھے، کپڑے کی دُکان کرتے تھے۔ ہر بدنظری پر پانچ روپیہ جرمانہ مقرر فرمایا اور تحریر فرمایا کہ یہ جرمانہ خود نہ ادا کرنا بلکہ ہردوئی مجلس دعوۃ الحق میں بھیج دینا خود خرچ کرنے میں نفع نہ ہوگا۔ بس یہ علاج ایسا مفید ہوا کہ دس دن کے بعد اُن کا خط آیا کہ دس دن کے اندر ایک بھی بدنگاہی نہ ہوئی۔ اللہ والوں کے مشوروں میں برکت ہے خود سے آدمی یہی جرمانہ مقرر کرلے تو نفع نہ ہوگا۔ عادۃ اللہ یہی ہے کہ جب کوئی صاحبِ نسبت شیخ کامل سے علاج کرایا جاتا ہے تو نفع ہوتا ہے حق تعالیٰ جو تدبیر بھی اُس کے قلم سے یا زبان سے بیان کرادیں وہ الہام سے ہوتا ہے اُس کے اندر برکت ہوتی ہے بلکہ بعض وقت کرامت کے طور پر وہ نسخہ تیر بہدف ہوتا ہے اور اولیاء سے کرامت کا صدور ثابت بالنصوص ہے۔

حکایت

ایک شخص نہایت بدکار، بدنظر تھا شہوت کے گناہوں میں دن رات غرق تھا پھر کسی اللہ والے سے اصلاحِ نفس کی توفیق ہوئی۔ پہلے اُن سب کو بُرا بُرا کہتے تھے ذلیل پھرتے تھے اور اصلاح وحصولِ تقویٰ کے بعد وہی مخلوق اُن کی عزت کرنے لگی۔ اُن سے دُعا کرانے لگی کیونکہ جس نہر میں پانی آجاتا ہے اُس کی شان ہی اور ہوتی

ہے۔ دُور سے اُس کے قریب کی ٹھنڈک بتا دیتی ہے کہ یہ پانی سے لبریز نہر ہے برعکس جونہر خالی اور خشک ہو وہاں خاک اُڑتی ہے۔ اِسی طرح جو دل حق تعالیٰ کی محبت کے درد سے خالی اور محروم ہوتا ہے وہ اُجڑا ہوا ویرانہ ہوتا ہے صحرائے خشک ہوتا ہے اور جس دل میں حق تعالیٰ کا خاص نور آ جاتا ہے وہ تعلق مع اللہ کی برکتوں سے ہرا بھرا اور گلستاں ہوتا ہے اُس کے اندر وہ سکون ہوتا ہے جو سلاطین کو بھی خواب میں میسر نہیں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے ؎

باز آمد آبِ من در جوئے من

باز آمد شاہِ من در کوئے من

ترجمہ: میری نہر میں پھر میرا پانی آ گیا اور میری گلی میں پھر میرا شاہ آ گیا۔

بہرحال تقویٰ کی برکت سے اُن صاحب کی وہی مخلوق عزت کرنے لگی جو اُن کے فسق و فجور سے اُن کو ذلیل سمجھتی تھی اور اُن پر تبصرہ کیا کرتی تھی اور یہ چونکہ ولی ہونے والے تھے اِس لئے کہا کرتے تھے ؎

میرے حال پر تبصرہ کرنے والو

تمہیں بھی اگر عشق یہ دن دکھائے

ایک دن وہ بھی آیا کہ اُن کو اُن کے شیخ کامل نے اجازت بیعت بھی عطا کردی اور اُن سے دوسروں کو فیض ہونے لگا اُس وقت اُنہوں نے اپنے شیخ کا شکریہ اِس طرح ادا کیا جس کو احقر نے منظوم کردیا ہے ؎

مری رسوائیوں پر آسماں رویا زمیں روئی

مری ذِلت کا لیکن آپ نے نقشہ بدل ڈالا

بہت مشکل تھا میرے نفس امارہ کا چت ہونا

تری تدبیر الہامی نے اِس کا سر کچل ڈالا

اِسی مضمون کو احقر نے چند اشعار میں یوں عرض کیا ہے جو ایک دوست سید صاحب کے

بارے میں ہے ۔

خوبرویوں سے ملا کرتے تھے میر
اب ملا کرتے ہیں اہل اللہ سے
مت کرے تحقیر کوئی میر کی
رابطہ رکھتے ہیں اب اللہ سے

چند اقوالِ مبارکہ بابت عشق مع الامارد

(۱)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی امرد پر نظر مت جماؤ۔ (حدیث)

(۲)...... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہزادوں سے بچو کہ یہ دوشیزہ لڑکیوں سے اشد فتنہ ہے۔

(۳)...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کسی عالم پر کسی درندہ سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا امرد سے ڈرتا ہوں۔

(٤)...... حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورت کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے اور امرد کے ساتھ دو شیطان ہوتے ہیں۔

(۵)...... امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ نے فرمایا کہ کسی عابد پر شیر کا رُخ کرنا اتنا خوفناک نہیں سمجھتا جتنا غلام امرد کا خوف کرتا ہوں۔

(٦)...... ایک بزگ فرماتے ہیں کہ ہر بدنظری سے ایک تیر شیطان کا لگتا ہے اب اگر دوسری مرتبہ اُس خیال سے دیکھے گا کہ دوسری بار اچھی طرح دیکھ کر دل کو خوب تسلی دے دیں تاکہ خلش ختم ہو جاوے تو یہ حماقت ہے خلش ختم ہونے کے بجائے اور اضافہ ہوگا کیونکہ ایک تیر کے بعد دوسرا تیر کھانا زخم کو گہرا کرتا ہے زخم کو بھرتا نہیں۔ خوب سمجھ لیجئے۔ خلاصہ یہ کہ ۔

گر گریزی بر اُمید راحتے
زاں طرف ہم پیشت آید آفتے
ہیچ کنجے بے درو بے دام نیست
جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جہاں بھی راحت کی اُمید پر جاؤ گے وہاں آفت ہی آفت پاؤ گے کوئی گوشہ بے پریشانی وفتنہ نہیں سوائے اِس کے کہ آرام صرف خلوۃ میں حق تعالیٰ شانہ کی یاد میں ہے۔

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تخت سلیماں تھا
پھرتا ہوں دل میں یار کو مہماں کئے ہوئے
روئے زمیں کو کوچۂ جاناں کئے ہوئے

باب دوم

جہالت کی بیماری

حدیث نمبرا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دُنیا ملعون ہے اور جو کچھ دُنیا میں ہے سب ملعون ہے (اللہ کی رحمت سے دُور ہے) مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اُس کے قریب ہو اور عالم اور طالب علم۔ (ترمذی وابن ماجہ)

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے ذکر میں جو چیزیں معین ہوں مثلاً کھنا پینا لباس اور زندگی کے تمام اسبابِ ضرور یہ سب ذکر کے قریب ہیں اور اِسی طرح اللہ تعالیٰ کے قرب سے تمام عبادتیں اِس میں شامل ہیں اور دونوں صورتوں میں علم ان میں خود داخل ہے اِس

وجہ سے کہ علم ہی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے قریب لے جاتا ہے بغیر علم کے خدا کو پہچاننا ممکن نہیں لیکن علم کی اتنی ضرورت اور اہمیت کے باوجود عالم اور طالب علم کو علیحدہ اہتمام کی وجہ سے بیان فرمایا کہ امت کو معلوم ہو کہ علم دین بہت بڑی دولت ہے۔ (اصل علم علمِ دین ہے اور اِس کے علاوہ تمام علوم فنون ہیں) ایک حدیث میں ہے کہ علم صرف اللہ کے لئے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے اور علم کی تلاش میں کہیں جانا عبادت ہے اور علم کو یاد کرنا تسبیح ہے۔ تحقیقاتِ علمیہ کے لئے بحث کرنا جہاد ہے اور پڑھنا صدقہ ہے اور اِس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قربت ہے اِس لئے کہ علم جائز و ناجائز کے پہچاننے کی علامت ہے اور جنت کے راستوں کا نشان ہے، وحشت میں جی بہلانے کا سامان ہے اور سفر کا ساتھی ہے۔ (سفر میں کتاب کا مطالعہ) تنہائی کا ایک ہم کلام دوست ہے۔ خوشی اور رنج میں دلیل ہے، دشمنوں پر ہتھیار ہے۔ دوستوں کے لئے حق تعالیٰ شانہ اِس کی وجہ سے ایک جماعت علماء کو بلند مرتبہ کرتا ہے کہ وہ خیر کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں اور ایسے امام ہوتے ہیں کہ ان کے نشانِ قدم پر چلا جائے اور اُن کے افعال کی اتباع کی جائے۔ اُن کی رائے کی طرف رجوع کیا جائے فرشتے اُن سے دوستی کرنے کی رغبت کرتے ہیں۔ فرشتے اپنے پروں کو (برکت حاصل کرنے کے لئے یا محبت کے طور پر) اُن پر ملتے ہیں اور ہر تر وخشک چیز دُنیا کی اُن کے لئے مغفرت کی دُعا کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے درندے اور چوپائے اور زہریلے جانور (سانپ وغیرہ تک) بھی دُعائے مغفرت کرتے ہیں اور یہ سب اِس لئے کہ علم دلوں کی روشنی ہے آنکھوں کا نور ہے علم کی وجہ سے بندہ اُمت کے بہترین افراد تک پہنچ جاتا ہے دُنیا اور آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کر لیتا ہے اس کا مطالعہ روزوں کے برابر ہے اُس کا یاد کرنا تہجد کے برابر ہے اسی سے رشتے جوڑے جاتے ہیں اور اِسی سے حلال وحرام کی پہچان ہوتی ہے۔ علم کا امام ہے اور عمل کا امام ہے اور عمل اُس کا تابع ہے۔ سعید لوگوں کا اس کا الہام کیا جاتا ہے اور بدبخت اس سے

محروم رہتے ہیں۔ (از فضائل ذکر شیخ الحدیث)

حدیث نمبر ۲

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عالم کی فضیلت عابد (غیر عالم) پر ایسی ہے جیسے کہ ہماری فضیلت تمہارے اوپر۔ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے ملائکہ اور تمام آسمانوں اور زمین پر بسنے والے حتیٰ کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں سمندروں میں دُعائے رحمت کرتے ہیں اُن لوگوں پر جو لوگوں کو علم دین سکھاتے ہیں۔ (جمع الفوائد کتاب العلم)

حدیث نمبر ۳

ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابد سے سخت ہوتا ہے۔ (ترمذی)

حدیث نمبر ۴

تین قسم کے لوگ ہیں کہ جس کے ساتھ اہانت وحقارت کا معاملہ کوئی نہیں کرتا سوائے منافق کے۔ ایک بوڑھا مسلمان، دوسرا عالم، تیسرا امامِ عادل۔ (جمع الفوائد)

فَائِدَۃ: یعنی اِن لوگوں کا اِکرام ایمان کی علامت ہے اور اہانت نفاق کی علامت ہے۔

حدیث نمبر ۵

جس نے کسی کو علم سکھایا اُس کے عمل کا ثواب بھی سیکھانے والے کو ملے گا اور اُس عمل کرنے والے کے ثواب سے کوئی کمی بھی نہ کی جائے گی۔ (جمع الفوائد)

حدیث نمبر ۶

علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (جمع الفوائد)

حدیث نمبر ۷

جب جنت کی کیاریوں سے گذرو تو خوب کھاپی لیا کرو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی کیاریاں کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا علما کی مجالس۔

حدیث نمبر ۸

عالم کو اپنے علم پر خاموشی جائز نہیں اور جاہل کو اپنے جہل پر خاموشی جائز نہیں (یعنی جاہل کو عالم سے سوالات کر کے علم سیکھنا چاہئے) جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے سوال کرتے رہو (اور اہل ذکر سے مراد اہل علم ہیں)

(جمع الفوائد)

حدیث نمبر ۹

جو شخص علم کو رضائے حق کے لئے نہ حاصل کرے (بلکہ دنیوی اغراض کے لئے علم دین سیکھنے یعنی صرف دُنیا کمانا مقصود ہو اور لوگوں سے جاہ وعزت حاصل کرنا مقصود ہو) تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

فَائِدَۃ: علم دین سیکھنے والوں کے لئے اس حدیث سے اخلاصِ نیت کا سبق ملتا ہے۔

تیسرا باب

غصہ کے بیان میں

﴿وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

(سورۃ الِ عمران، آیت: ۱۳۴، رکوع: ۵، پارہ: ۴)

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں جو غصہ کو پی جانے والے، لوگوں کی خطاؤں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

حکایت

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی باندی سے آپ کے اُوپر گرم پانی گر گیا آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا باندی نے تلاوت کی وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ آپ کے چہرہ سے اِس آیت کو سُنتے ہی غصہ کا رنگ ختم ہوگیا پھر اُس نے پڑھا وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ آپ نے فرمایا کہ معاف کردیا پھر اُس نے پڑھا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

آپ نے فرمایا جا تجھے آزاد بھی کر دیا۔ غصہ میں عقل ٹھکانے نہیں رہتی۔ انجام اور نتیجہ سوچنے کا ہوش نہیں رہتا۔ اِس لئے ہاتھ اور زبان سے ایسی نامناسب حرکتیں انسان سے صادر ہو جاتی ہیں جس سے قتل، خون، بے عزتی اور بسا اوقات گھر کے گھر اُجڑ جاتے ہیں۔ اور نہ جانے کتنی قیمتی جانیں اور مال و اسباب تباہ ہو جاتے ہیں اور کتنی مقدمہ بازیوں نے دل کا سکون اور رات کی نیند حرام کر رکھی ہے۔ جس سے دُنیا کی ترقی اور آخرت کی تیاری کے لئے وقت اور فراغ اور اطمینانِ قلب بھی میسر نہیں ہوتا۔ غصہ کی تباہ کاریوں سے کتنے بچے یتیم اور بیویاں بیوہ اور گھروں کے چراغ بجھ گئے۔ اِس خطرناک بیماری کی فکر نہایت ضروری ہے غصے سے مغلوب ہونا اور مخلوقِ خدا کو ستانا نہایت درجہ بدبختی اور شقاوت اور سنگدلی ہے۔ بزرگوں کا طریقہ تو یہ رہا ہے کہ جس نے ستایا اُس کو معاف کر دیا اور اُس کے لئے دُعا کا بھی معمول رکھا۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتابگڈھی کا عجیب نافع شعر ہے ؎

جور وستم سے جس نے کیا دل کو پاش پاش
احمدؔ نے اس کو بھی تہہ دل سے دُعا دیا

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دو آدمی لڑ رہے تھے ایک نے کہا اگر ایک کہے گا تو مجھ سے دس سُنے گا۔ مولانا نے فرمایا ہم کو ایک ہزار کہہ لو اور ہم سے ایک بھی نہ سُنو گے بس دونوں پاؤں میں گر گئے اور توبہ کی اور صلح کر لی۔

علاج

سب سے پہلے یہ کرے کہ جس پر غصہ آیا ہے اُس کو اپنے سامنے سے ہٹا دے اگر وہ نہ ہٹے تو خود ہٹ جائے پھر سوچے کہ جس قدر یہ شخص میرا قصوروار اِس سے زیادہ میں خدائے تعالیٰ کا قصوروار ہوں۔ جس طرح میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا قصور معاف کر دیں مجھ کو بھی چاہئے کہ میں اِس کا قصور معاف کر دوں اور زبان سے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بار بار پڑھتا رہے اور پانی پی لے اور وضو

کر لے۔ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے بیٹھا ہو تو لیٹ جائے پھر جب عقل ٹھکانے ہو جائے اُس وقت بھی اگر قصور پر سزا دینی مناسب معلوم ہو مثلاً سزا دینے میں قصوروار کی بھلائی ہو جیسے اپنی اولاد ہے کہ اس کی اصلاح ضروری ہے یا کسی مظلوم کی مَدد کرنا ہے اور اُس کی طرف سے بدلہ لینا ہے تو اوّل خوب سمجھ لے کہ اتنی خطا کی کتنی سزا ہونی چاہئے۔ جب اچھی طرح شریعت کے مطابق تسلی ہو جائے تو اُسی قدر سزا دے دے۔ چند روز اِسی طرح کرنے سے غصہ قابو میں آ جائے گا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کو جب اپنے بھانجہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہٗ پر غصہ آیا اور آپ نے غصہ میں قسم کھالی کہ اُس کو جو مالی امداد کیا کرتا تھا اب نہ کروں گا تو قرآن میں حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی اصلاح کے لئے یہ حکم نازل ہوا:

﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

(سورة النور، آیت: ۲۲، پارہ: ۱۸)

یعنی تم میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی بزرگی اور دُنیا کی وُسعت دی اُنہیں لائق نہیں کہ ایسی قسم کھائیں اُن کا ظرف بہت بڑا اور اُن کے اخلاق بہت بلند ہونے چاہئے۔ بڑی جوانمردی تو یہ ہے کہ بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے محتاج رشتہ داروں اور خدا کے لئے وطن چھوڑنے والوں کی اعانت سے دستکش ہو جانا بزرگوں اور بہادروں کا کام نہیں اگر قسم کھالی ہے تو ایسی قسم کو پورا مت کرو اُس کا کفارہ ادا کرو تمہاری شان یہ ہونی چاہئے کہ خطاکاروں سے اغماض اور درگذر کرو ایسا کرو گے تو حق تعالیٰ تمہاری کوتاہیوں سے درگذر فرمائیں گے۔ کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ حق تعالیٰ تمہاری خطائیں معاف فرمادیں اور اگر تم یہ خواہش رکھتے ہو تو تمہیں حق تعالیٰ کے بندوں کی خطائیں معاف کرنا چاہئیں تا کہ اِس کے صلہ میں ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں۔ حدیث شریف میں

روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اِس آیت کو سُنا:

﴿اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾

''کیا تم نہیں چاہتے اللہ تعالیٰ تم کو معاف کردیں''

تو فوراً کہا بَلٰی یَا رَبَّنَا اِنَّا نُحِبُّ بے شک اے پروردگار ہم ضرور چاہتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ کہا وَاللّٰهِ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لِیْ خدا کی قسم میں محبوب رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمادیں یہ کہہ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی امداد کو بدستور صرف جاری ہی نہیں فرمایا بلکہ بعض روایت کے مطابق پہلے سے دُگنی کردی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء (متقین) کی شان میں یہ فرمایا ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾

(سورۃ اٰلِ عمران، آیت:۱۳۴، رکوع:۵، پارہ:۴)

متقین بندے وہ ہیں جو خوشی اور عیش میں بھی اور تکلیف وتنگی میں بھی خرچ کرتے ہیں (یعنی کسی حالت میں بھی خدا کو نہیں بھولتے) اور غصہ کو پی جاتے ہیں اور مزید یہ کہ لوگوں کی خطاؤں کو معاف بھی کردیتے ہیں اور نہ صرف معاف کردیتے ہیں بلکہ اُن کے ساتھ احسان اور نیکی سے پیش آتے ہیں۔ اب تبلیغ دین مصنفہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے تین احادیث نقل کی جاتی ہیں جن کا بار بار مطالعہ کرنا چاہئے۔

(۱)...... حدیث پاک میں ہے کہ پہلوان وہ نہیں جو اپنے دشمن کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وبہادر وہ ہے جو اپنے غصہ پر غالب آجائے اور غصے کو پچھاڑ دے۔

(۲)...... دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے بہتر گھونٹ جو مسلمان پیتا ہے غصہ کا گھونٹ ہے۔

(۳)...... تیسری حدیث میں ہے کہ جس مسلمان کو اپنی بی بی بچوں یا ایسے لوگوں پر غصہ

آئے جن پر اپنا غصہ اُتار سکتا ہے اور پھر وہ ضبط کرلے اور تحمل سے کام لے تو حق تعالیٰ اُس کا قلب امن اور ایمان سے بھر دے گا۔ غصہ کے مریض کے لئے اِن آیاتِ کریمہ کو لکھ کر گلے میں ڈالنا اور اِن کو زعفران سے لکھ کر تشتری پر عرق گلاب یا پانی سے دھو کر چالیس دن تک پلانا مجرب ہے آیاتِ کریمہ یہ ہیں:

﴿وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

(سورۃ الِ عمران، آیت:۱۳۴، رکوع:۵، پارہ:۴)

بے جا غیظ وغضب کا علاج

قرآن وحدیث کی روشنی میں

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

(سورۃ الِ عمران، آیت:۱۳۴، رکوع:۵، پارہ:۴)

حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ جنت ان متقین بندوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں فراغت میں بھی اور تنگی میں بھی اور غصّہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں کی خطاؤں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوں کو محبوب رکھتا ہے۔

تفسیر السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ

﴿حَالَةُ يُسْرٍ وَحَالَةُ عُسْرٍ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَاَصْلُ السَّرِّ حَالَةُ الَّتِیْ تَسُرُّ وَالضَّرِّ الْحَالَةُ تَضُرُّ﴾

(رُوح المعانی، ج:۴، ص:۵۸)

پس سرّاء ہر وہ حالت ہے جو خوش رکھے اور ضرّاء ہر وہ حالت ہے جو بوجہ ضرر غمگین رکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قلیل وکثیر جو بھی میسرّ ہوتا تھا انفاق کی سعادت حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا

ایک انگور کا دانہ صدقہ کرنا بھی مروی ہے، اور بعض سلف نے ایک پیاز صدقہ کی ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جہنم سے بچو اگر چہ کھجور کا ٹکڑا ہی ہو یعنی اس کو صدقہ کرنے سے عار نہ سمجھو اور صدقہ کرو اگر چہ ظلف محرق (جلا ہوا کُھر) ہو۔

غضب اور غیظ کے ضبط کرنے اور ان رذائل کی اصلاح سے قبل حق تعالیٰ شانہٗ نے انفاق کی شان بیان فرمائی۔ یہ تمام جملے اگر چہ خبریہ ہیں لیکن قرآن ارشاد اور اصلاح کے لئے نازل ہوا ہے اس لئے ہر خبریہ میں انشائیہ مضمر ہوتا ہے یعنی یہ شان ہر مسلمان اپنے اندر پیدا کرے۔

گیارھویں پارہ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا:

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾

(سورةُ التوبة، آیت: ۱۰۳)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ رُوح المعانی میں فرماتے ہیں اس آیت سے صدقہ وخیرات کا طہارت انفاس وقلوب میں خاص ربط کا پایا جانا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّمَا هِيَ كَفَّارَةٌ لِذُنُوْبِهِمْ وَتُرْفَعُ مَنَازِلُهُمْ مِنْ مَّنَازِلِ الْمُنَافِقِيْنَ اِلٰى مَنَازِلِ الْاَبْرَارِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾

پس کظمِ غیظ سے قبل انفاق فی السرّاء والضرّاء کی آیت سے ربط معلوم ہو گیا۔

کَظْمِ غَیْظ کی لغوی تشریح

اب اصل موضوع پر عرض کیا جاتا ہے کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کظم کی لغوی تشریح فرماتے ہیں:

﴿اَصْلُ الْكَظْمِ شَدُّ رَأْسِ الْقِرْبَةِ عِنْدَ امْتِلَاءِ هَا﴾

(تفسیر روح المعانی)

یعنی مَشک جب پانی سے بھر جاتی ہے تو اس کا منہ بند کرنے کے لئے رسی

سے باندھتے ہیں، اسی طرح جب غصّہ سے تمام بدن کی رگوں کو خون گرم ہوگیا اور غصّہ خوب بھر گیا تو اندیشہ ہے منہ سے چھلک جائے اس لئے اس کو ضبط کرنے کا نام کظم رکھا گیا۔ غیظ کے معنی ناگوار بات پر طبعی ہیجان کے ہیں۔

غیظ اور غضب کا فرق

رُوح المعانی میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غیظ وغضب کا فرق یہ ہے کہ غضب کے ساتھ یقینی انتقام کا ارادہ ہوتا ہے اور غیظ کے لئے ایسا نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ غیظ وغضب دونوں لازم وملزوم ہیں۔ مگر غضب کی نسبت حق تعالیٰ کے ساتھ درست ہے اور غیظ کی نسبت نہیں۔

وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ کی تفسیر

﴿اَلْمُتَجَرِّعِیْنَ لِلْغَیْظِ الْمُمْسِکِیْنَ عَلَیْهِ عِنْدَ امْتِلاَءِ نُفُوْسِهِمْ مِنْهُ فَلاَ یَنْقِمُوْنَ مِمَّنْ یُّدْخِلُ الضَّرَرَ عَلَیْهِمْ وَلاَ یَبْدُوْنَ لَهُ مَا یَکْرَهُ بَلْ یَصْبِرُوْنَ عَلٰی ذٰلِکَ مَعَ قُدْرَتِهِمْ عَلَی الْاِنْفَاذِ وَالْاِنْتِقَامِ وَهٰذَا هُوَ الْمَمْدُوْحُ﴾

تَرجَمہ: غصّہ اور غیظ کا تلخ گھونٹ پی جاتے ہیں اور اس کو پوری طرح ضبط کرتے ہیں جس وقت کہ ان کے نفوس غیظ سے بالکل بھر جاتے ہیں پس نہیں بدلہ لیتے اس شخص سے جو ان کو نقصان پہنچاتا ہے اور نہ ظاہر کرتے ہیں اپنی تکلیف کو بلکہ وہ انتقام لینے کی قدرت رکھتے ہوئے بھی صبر کرتے ہیں اور یہی مقام قابل مدح ہے۔

غصہ اور غضب اور غیظ کو ضبط کرنے پر انعامات اور بشارتیں احادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس مقام پر چند حدیثوں کی

روایات نقل فرمائی ہیں:

حدیث نمبر ۱

﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ مَرْفُوْعًا مَنْ کَظَمَ غَیْظًا وَهُوَ یَقْدِرُ عَلٰی اِنْفَاذِهٖ مَلَأَ اللّٰهُ تَعَالٰی قَلْبَهٗ اَمْنًا وَّاِیْمَانًا﴾

(کنزُ العمّال)

تَرْجَمَہ: جو شخص غصّہ کو پی جائے اور وہ غصہ کو نافذ کرنے کی یعنی بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے قلب کو امن اور ایمان سے بھر دیں گے۔

حدیث نمبر ۲

﴿عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ کَظَمَ غَیْظًا وَّهُوَ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یَنْفُذَهٗ دَعَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰی یُخَیِّرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْ اَیِّ الْحُوْرِ شَاءَ﴾

(سنن الترمذی، کتاب صفة القیامة والرقاق)

تَرْجَمَہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے غصّہ کو ضبط کرلیا باوجود بدلہ لینے کی طاقت کے، اللہ تعالیٰ میدان محشر میں تمام مخلوق کے سامنے اعلان فرمائیں گے کہ تم جس حور کو چاہو پسند کرلو۔

حدیث نمبر ۳

﴿اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لِیَقُمْ مَنْ کَانَ لَهٗ عَلَی اللّٰهِ اَجْرٌ فَلَا یَقُوْمُ اِلَّا اِنْسَانٌ عَفَا﴾

(کنزُ العمّال)

تَرْجَمَہ: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اعلان فرمائیں گے وہ شخص کھڑا ہوجائے جس کا اللہ تعالیٰ کے ذمہ کوئی اجر ہو پس نہیں کھڑا ہوگا مگر وہ شخص جس نے کسی کو معاف کیا ہوگا۔

حدیث نمبر ۴

﴿وَاَخْرَجَ الطِّبْرَانِیُّ عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّشْرَفَ لَہُ الْبُنْیَانُ وَتُرْفَعُ لَہُ الدَّرَجَاتُ فَلْیَعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَہٗ وَیُعْطِ مَنْ حَرَمَہٗ وَیَصِلُ مَنْ قَطَعَہٗ﴾

(روح المعانی، ج:۴، ص:۵۸)

تَرْجَمَہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات خوش کرے کہ اس کے لئے بلند مکان ہو جنّت میں اور اس کے درجات بلند ہوں پس اُس کو چاہئے کہ معاف کرے اُس کو جو اس پر ظلم کرے اور عطا کرے اس کو جو اس کو محروم کرے اور صلہ رحمی کرے اس سے جو اُس سے قطع رحمی کرے۔ (روح المعانی، ج:۴، ص:۵۸)

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کمالِ حسن موقع عفو سیّد الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ علیہ کی شہادت کا واقعہ ہے حتّٰی قَالَ حِیْنَ رَاٰہُ قَدْ مُثِّلَ بِہٖ لَاُمَثِّلَنَّ بِسَبْعِیْنَ مَکَانَکَ آپ صلی اللہ علیہ نے اپنے چچا شہید کو دیکھ کر فرمایا کہ آپ کے بدلہ میں ستر ۷۰ کافروں کے ساتھ یہی معاملہ کروں گا۔ لیکن جب آیت نازل ہوئی کہ آپ بدلہ اتنا ہی لے سکتے ہیں جتنا کہ ظلم ہوا ہے فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَاعُوْقِبْتُمْ بِہٖ ط وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَھُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی خیر کو اختیار فرمایا اور قسم کا کفارہ ادا فرمایا۔

حکایت

﴿مَا اَخْرَجَہُ الْبَیْھَقِیُّ اِنَّ جَارِیَۃً لِعَلِیِّ بْنِ حُسَیْنٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جَعَلَتْ تَسْکُبُ عَلَیْہِ الْمَآءَ لِیَتَھَیَّاً لِلصَّلٰوۃِ فَسَقَطَ الْاِبْرِیْقُ مِنْ یَدِھَا فَشَجَّہٗ فَرَفَعَ رَاْسَہٗ اِلَیْھَا فَقَالَتْ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ فَقَالَ لَھَا قَدْ کَظَمْتُ غَیْظِیْ قَالَتْ وَالْعَافِیْنَ

عَنِ النَّاسِ قَالَ قَدْ عَفَا اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْکِ قَالَتْ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ قَالَ اِذْهَبِیْ فَاَنْتِ حُرَّةٌ لِوَجْهِ اللّٰهِ﴾

(روح المعانی، پ: ۴، ص: ۵۹)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں احسان سے مراد بِاَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاکَ حدیث شریف میں احسان کی تعریف یہی ہے کہ اس طرح عبادت کرو گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو کیونکہ اگر تم نہیں دیکھتے ہو تو حق تعالیٰ تو تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ پس گویا کہ تم بھی دیکھ رہے ہو۔ یہ ترجمہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد فرمودہ ہے جیسا کہ احقر نے اپنے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا ہے یعنی فاء کو تعلیلیہ فرمایا ہے۔

روایت مذکورہ کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت علی بن حسین کو ان کی جاریہ وضو کرا رہی تھی کہ لوٹا ان کے اوپر گر گیا اور وہ زخمی ہو گئے اور غصہ سے حضرت نے سر اٹھایا تو اس جاریہ نے پڑھا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اور وہ لوگ غصہ کو پی جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ پھر پڑھا اور وہ لوگ لوگوں کی خطاؤں کو معاف کر دیتے ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرماویں۔ پھر پڑھا اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں۔ فرمایا جا تجھے آزاد کر دیا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے۔

حکایت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے بھانجے یا خالہ زاد بھائی حضرت مسطح رضی اللہ عنہ سے جو جنگ بدر لڑنے کی سبب بدری صحابی کہلاتے تھے ناراض ہو گئے تھے جس کی وجہ واقعہ افک سے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حلف اٹھایا کہ میں ان پر اب کچھ خرچ نہ کروں گا یعنی تعاونِ مالیہ سے احتراز پر قسم کھالی جیسا کہ روح المعانی میں حضرت آلوسی رحمہ اللہ ج: ۱۸، ص: ۱۲۵ پر تحریر فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ اَبَابَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ حَلَفَ، لَمَّا رَأٰی بَرَاءَةَ ابْنَتِهٖ اَنْ

لَاَیُنۡفِقَ عَلٰی مِسۡطَحٍ شَیۡئًا اَبَدًا وَّکَانَ مِنۡ فُقَرَآءِ الۡمُهَاجِرِیۡنَ الۡاَوَّلِیۡنَ الَّذِیۡنَ شَهِدُوۡا بَدۡرًا وَّکَانَ بۡنُ خَالَتِهٖ وَقِیۡلَ ابۡنُ اُخۡتِهٖ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهُ فَنَزَلَتۡ وَلَا یَاۡتَلِ اُولُوا الۡفَضۡلِ مِنۡکُمۡ وَالسَّعَةِ اَنۡ یُّؤۡتُوۡۤا اُولِی الۡقُرۡبٰی وَالۡمَسٰکِیۡنَ وَالۡمُهٰجِرِیۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَلۡیَعۡفُوۡا وَلۡیَصۡفَحُوۡا ؕ اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَکُمۡ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ﴾

صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کو حق تعالیٰ شانہٗ نے تنبیہ فرمائی کہ اے صدیق آپ ان کو معاف کردیں۔ کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ تم ہمارے بندے کو معاف کردو اور اس کے عوض میں ہم تمہاری خطاؤں کو روزِ محشر معاف کردیں:

﴿اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَکُمۡ اَیۡ بِمُقَابَلَةِ عَفۡوِکُمۡ وَصَفۡحِکُمۡ وَاِحۡسَانِکُمۡ اِلٰی مَنۡ اَسَآءَ اِلَیۡکُمۡ﴾

(روح المعانی)

یعنی جس نے تمہارے ساتھ معاملہ ایذاء رسانی اور حقوق تلفی کی تم اس کے ساتھ عفو و درگذر اور احسان کرو تو اس کے مقابلہ میں ہم تم کو یہ انعام دیں گے کہ ہم تمہاری خطاؤں کو معاف کردیں گے۔

﴿وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ اَیۡ مُبَالِغٌ فِی الۡمَغۡفِرَةِ وَالرَّحۡمَةِ مَعَ کَمَالِ قُدۡرَتِهٖ سُبۡحَانَهٗ عَلَی الۡمُؤَاخَذَةِ وَکَثۡرَةِ ذُنُوۡبِ الۡعِبَادِ الدَّاعِیَةِ اِلَیۡهَا﴾

یعنی اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت نہایت وسیع ہے باوجودیکہ ان کو مواخذہ پر کمال قدرت ہے اور باوجود کثرت معاصی عباد کے جو سبب ہیں مواخذہ اور عذاب و عقوبت کے۔

﴿وَفِیۡهِ تَرۡغِیۡبٌ عَظِیۡمٌ فِی الۡعَفۡوِ وَ وَعۡدٍ کَرِیۡمٍ بِمُقَابَلَتِهٖ کَاَنَّهٗ قِیۡلَ اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَکُمۡ فَهٰذَا مِنۡ مُّوۡجِبَاتِهٖ﴾

اس میں ترغیب عظیم ہے کہ انسان دوسروں کی خطاؤں کو معاف کر کے حشر

کے دن اپنی معافی کا سامان کرلے۔ چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ نے حلف اٹھایا اور فرمایا خدا کی قسم ہم محبوب رکھتے ہیں کہ ہماری مغفرت حق تعالیٰ فرمادیں اور آپ نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہٗ پر احسان اور انفاق پھر جاری فرمادیا بلکہ پہلے سے دونا احسان شروع کردیا۔

﴿وَفِی الرُّوْحِ اَنَّ اَبَابَکْرٍ لَمَّا سَمِعَ الْاٰیَۃَ قَالَ بَلٰی وَاللّٰہِ یَا رَبَّنَا اِنَّا لَنُحِبُّ اَنْ تَغْفِرَلَنَا وَاَعَادَ لَہٗ نَفَقَتَہٗ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَنَّہٗ صَارَ یُعْطِیْہِ ضِعْفَیْ مَاکَانَ یُعْطِیْہِ اَوَّلاً﴾

حضرت آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اولی الفضل میں یقیناً داخل فرمایا:

﴿لِاَنَّہٗ دَاخِلٌ فِیْ اُولِی الْفَضْلِ قَطْعًا وَحْدَہٗ اَوْمَعَ جَمَاعَۃِ سَبَبِ النُّزُوْلِ وَلَا یَضُرُّ فِیْ ذٰلِکَ عَمُوْمِ الْحُکْمِ لِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ کَمَا ھُوَ الظَّاھِرُ﴾

اور اس آیت سے یہ حکم تمام مومنین کے لئے ہے جو بھی اپنے عزیز واقارب کی خطاؤں کو معاف کرکے ان پر احسانات کو جاری رکھے گا اس کی خطاؤں کو حق تعالیٰ شانہٗ روزِ محشر اس عمل کے صلہ میں معاف فرمادیں گے۔

حکایت

ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم اپنے ایک ملازم کو ڈانٹ رہے تھے اور وہ معذرت کررہا تھا۔ شیخ نے فرمایا تم بار بار مجھے ستاتے ہو اور اسی قسم کی خطاؤں کو بار بار کرتے ہو آخر میں تمہارا کتنا بھگتوں شیخ کے پاس اس وقت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ کے حقیقی چچا تھے بیٹھے تھے، کان میں چپکے سے فرمایا مولانا اتنا اس کا بھگت لو جتنا اپنا کل بھگتوانا ہے۔

یعنی حق تعالیٰ سے جس قدر معافی چاہتے ہو اسی قدر یہاں خوب ان کی مخلوق کی خطاؤں کو عفو کر کے ان پر احسان کرلو۔

حکایت

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وعظ میں فرمایا کہ ایک شخص تھا۔ اس کی بیوی نے اس کے کھانے میں نمک بہت تیز کر دیا۔ اس کو بہت غصہ آیا لیکن سوچا کہ اگر ہماری لڑکی سے ایسی خطا ہو جاتی تو ہم اپنے داماد سے کیا معاملہ پسند کرتے؟ یہی کہ وہ معاف کر دے اور اگر جوتا بازی کرتا تو ہم کو رنج ہوتا۔ پس یہ بھی کسی کی بیٹی ہے اور میں بھی کسی کا داماد ہوں اور حق تعالیٰ کی بندی ہے بس معاف کر دیا۔ جب انتقال ہو گیا تو ایک بزرگ نے اس کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ کیا معاملہ تیرے ساتھ ہوا؟ کہا حق تعالیٰ نے باوجود ہماری نالائقیوں کے فرمایا کہ تو نے ہماری فلاں بندی پر غصہ ضبط کر کے اس کو سزا نہ دی اور معاف کر دیا اس کے بدلہ میں ہم تجھے سزا دیئے بغیر معاف کرتے ہیں۔

حکایت

ایک صاحب رات بارہ بجے روتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ میں نے غصہ میں بیوی کو تین طلاق دے دی اور اب میں بھی رو رہا ہوں، بیوی بھی رو رہی ہے اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی رو رہے ہیں۔ پورا گھر جہنم بن گیا ہے اب بتائیے میں کیا کروں؟ میں نے کہا آپ جائیے کسی مفتی صاحب سے رجوع کیجئے۔ غصہ میں پاگل ہونے کا یہی انجام ہوتا ہے۔

حکایت

حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ علیہ اپنے مریدین کے ساتھ سفر کر رہے تھے اوپر سے کسی نے کوڑا پھینک دیا۔ آپ نے فرمایا الحمدللہ۔ لوگوں نے کہا یہ کیا موقع ہے الحمدللہ کا۔ فرمایا جو سر، کہ معاصی کے سبب آگ برسانے کے قابل تھا اس پر اگر راکھ

برسائی گئی تو کیا یہ شکر کا موقع نہیں ہے؟

خدا رحمت کنداین عاشقان پاک طینت را

غصّہ کے علاج میں چند احادیث مبارکہ

(از مشکوٰۃ شریف)

حدیث اوّل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے ارشاد فرمایا جس نے عرض کیا تھا کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ مت کیا کرو اس شخص نے کئی مرتبہ اس سوال کو دہرایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرتبہ یہی فرمایا کہ غصہ مت ہوا کر۔ (صحیح البخاری، مشکوٰۃ، ج:۲،ص:۴۳۴)

تشریح: ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج:۹،ص:۳۰۵ پر فرماتے ہیں کہ غصہ شیطان کے اثرات کا نتیجہ ہوتا ہے جس کے سبب انسان عقل کا توازن کھو بیٹھتا ہے اور صورۃً اور سیرۃً وہ حدِ اعتدال سے نکل جاتا ہے اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والتّسلیم نے اس کو اہمیت سے منع فرمایا۔

حدیث دوم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی شخص کو غصّہ آوے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جاوے پس اس کا غصہ چلا جائے تو خیر ورنہ لیٹ جاوے۔ (مسند احمد، سنن الترمذی، مشکوٰۃ، ج:۲،ص:۴۳۴)

تشریح: بیٹھنے کے بعد بھی اگر غصہ نہ جائے تو لیٹنے کا حکم کیا حکمت رکھتا ہے؟ احقر عرض کرتا ہے کہ غصہ ایک حال اور عرض ہے جو غصّہ کرنے والے کے تمام خون میں جوش مارتا ہے اور انتقام لینے کے لئے آگے بڑھانے پر مار پیٹ کے لئے جوش دلاتا ہے۔

پس بیٹھ جانے سے غصّہ بھی بیٹھ جاتا ہے اور لیٹ جانے سے غصّہ بھی لیٹ جاتا ہے کیونکہ حال اور محل اور عرض اور جوہر کا ایسا ہی تعلق ہوتا ہے پس کھڑے ہونے پر وہ غصہ والا جس قدر انتقام مار پیٹ سے قریب تھا کہ صرف قدم بڑھانا تھا اب بیٹھ جانے سے وہ ایک منزل دور ہوگیا یعنی منزل قعود میں آکر منزل قیام سے دور ہوگیا۔ پھر اگر غصّہ نہ گیا تو لیٹ جانے سے غصہ کا انتقام دو منزل دور ہوگیا۔ منزل رقود سے منزل قعود پھر منزل قیام اس طرح دو منزل دور ہوگیا اب اگر مار پیٹ کے لئے وہ ارادہ کرے تو اُس لیٹے ہوئے کو بیٹھنا پڑے گا پھر کھڑا ہونا پڑے گا۔

اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غصّہ والے کی ہیئت کو بدلتے ہوئے انتقامی اور انفاذِ غضب کی ہیئت سے کافی دور فرمایا۔

سبحان اللہ! کیا شان رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی ہے بزرگوں کی دعاؤں اور برکتوں سے یہ بات احقر کی سمجھ میں آئی ہے۔ **وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ** اور نہ جانے کیا کیا اسرار ہوں گے؟

نوٹ: احقر نے اس تحریر کے بعد ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی مرقاۃ میں بھی یہی حکمت درج پائی **فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی ذٰلِکَ التَّوَافُقِ بِاَکَابِرِ** مگر یہ کہ دو حکمتیں اور لکھی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ بیٹھنے اور لیٹنے سے بتدریج زمین سے قریب ہوگا اور زمین میں حلم اور تواضع ہے۔ اس کے اثر سے ترفع اور غضب کے شعلۂ نار سے جس کا مرکز بلندی پر ہے بُعد اور دُوری ہوگی۔ دوسرے یہ کہ بیٹھنے اور لیٹ جانے سے تواضع کی شان پیدا ہونے میں اعانت ہوگی۔ (مرقاۃ، ج:۹، ص:۳۱۳)

حدیث سوم

فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلوان اور بہادر وہ نہیں ہے جو اپنے دشمن کو شکست دے دے۔ اصل میں پہلوان وہ ہے جو اپنے غصّہ پر قابو پالے۔ (اور بے جا طور پر اس کو استعمال نہ کرے۔) (بخاری و مسلم)

تشریح: لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَةِ الخ صُرَعَةٌ مثل هُمَزَةٌ

حدیث چہارم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بندے کے لئے کوئی گھونٹ اللہ کے نزدیک اس غصہ کے گھونٹ سے افضل نہیں جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔

(مسند احمد)

حدیث پنجم

اور ارشاد فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک غصّہ ایمان کو اس قدر بگاڑ دیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو۔ (بیہقی)

حدیث ششم

ارشاد فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غضب شیطان کے اثر سے یعنی اس کے وسوسہ سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے پس جس پر غصہ کا اثر ہو جاوے وضو کر لے۔ (ابوداؤد)

حدیث ہفتم

ارشاد فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی زبان کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو چھپالیں گے اور جو اپنا غصّہ ضبط کرے گا (اور مخلوق پر نافذ نہ کرے گا) اللہ تعالیٰ اپنے عذاب کو قیامت کے دن اس سے ہٹا لے گا اور جو معذرت کرنے والے کا عذر قبول کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول فرمائیں گے۔

چوتھا باب

حسد

کسی کے عیش و آرام کو دیکھ کر دل کو صدمہ، رنج اور جلن ہونا اور اُس کے آرام وعیش کی نعمت کے ختم ہو جانے کو پسند کرنا حسد کہلاتا ہے جو حرام ہے۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ حسد نیکیوں کو اِس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

البتہ ایسے شخص پر حسد جائز ہے جو خدائے تعالیٰ کی نعمتوں کو نافرمانی میں خرچ کررہا ہو اُس کے مال کے زوال کی تمنا کرنا گناہ نہیں کیونکہ یہاں دراصل اِس معصیت کے بند ہونے کی تمنا ہے۔ حسد دراصل فیصلۂ الٰہی سے ناگواری کا نام ہے کہ ہائے اُس کو خدائے تعالیٰ کیوں یہ نعمتیں دے رہے ہیں اور اُس کی نعمتوں کی تباہی سے دل خوش ہو اور اگر کسی کی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ ہم کو بھی حق تعالیٰ اپنی رحمت سے عطا فرمادیں تو اِس میں حرج نہیں اِس کو غبطہ کہتے ہیں۔ حسد سے دینی نقصان یہ ہے کہ سب نیکیاں ضائع ہو جائیں گی اور دُنیا کا نقصان یہ ہے کہ حاسد کا دل ہر وقت رنج وغم میں جلتا رہتا ہے۔

علاج

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے حسد بیماری کا علاج دریافت کیا آپ نے تحریر فرمایا کہ تین ہفتہ یہ عمل کر کے پھر اطلاع کرو۔

نوٹ: یہ مضمون احقر نے حضرت مرشدنا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم سے سُنا ہے۔

(۱)......جس پر حسد ہو اُس کے لئے ہر روز دُعا کا معمول بنالینا۔

(۲)......اپنی مجالس میں اُس کی تعریف کرنا۔

(۳)...... گاہ گاہ ہدیہ اور تحفہ بھیجنا۔

(٤)...... ناشتہ یا کھانے کی گاہ بگاہ دعوت کرنا۔

(۵)...... جب سفر کرنا ہو تو اُن سے ملاقات کر کے جانا اور واپسی پر کوئی تحفہ اُن کے لئے بھی لانا۔

تین ہفتہ کے بعد لکھا کہ حضرت میری بیماری حسد کی آدھی ختم ہوگئی۔ تحریر فرمایا کہ تین ہفتہ پھر یہی نسخہ استعمال کریں۔ تین ہفتہ کے بعد لکھا کہ حضرت اب تو بجائے نفرت اور جلن کے اُن کی محبت معلوم ہونے لگی ہے۔ یہ دوا تلخ تو ہوتی ہے لیکن حلق سے اُتارنے کے بعد کیسا دل کو چین عطا ہوا، ورنہ تمام زندگی حسد کی آگ سے تباہ رہتی اور سکون وچین، سب چھن جاتا اور آخرت الگ تباہ ہوتی۔

حسد کی اصلاح کے بارے میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی کے دو شعر ملاحظہ ہوں ؎

حسد کی آگ میں کیوں جل رہے ہو
کف افسوس تم کیوں مل رہے ہو
خدا کے فیصلے سے کیوں ہو ناراض
جہنم کی طرف کیوں چل رہے ہو

(از صدائے غیب)

(مؤلفہ احقر اختر عفی عنہ)

پانچواں باب

تکبر

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ تکبر کرنے والے کا ٹھکانہ بہت بُرا ہے۔ کبریائی خاص میری چادر ہے پس جو شخص اس میں شریک ہونا چاہے گا اُسے قتل کر دوں گا۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کے قلب میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا۔

تکبر کس کو کہتے ہیں؟ حدیث پاک میں تکبر غمط الناس اور بطر الحق کا نام ہے یعنی لوگوں کو حقیر سمجھنا اور حق بات کو قبول کرنے سے اعراض اور انکار کرنا۔

تکبر کرنے والا تواضع سے محروم رہتا ہے اور حسد وغصہ سے نجات نہیں پاتا ریا کاری کا ترک اور نرمی کا برتاؤ اُس کو دشوار ہوتا ہے اپنی عظمت اور بڑائی کا نشہ میں مست رہتا ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ جب بندہ رضائے حق کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے (جیسا کہ من تواضع للہ کے اندر حرف لام سے ظاہر ہے) تو یہ شخص اپنے دل میں خود کو کمتر اور حقیر سمجھتا ہے اور مخلوق کی نظر میں اِس کو اللہ تعالیٰ بلندی اور عزت عطا فرماتے ہیں۔ اِسی طرح جو اپنے کو بڑا سمجھتا ہے تو وہ اپنی نظر میں تو بڑا ہوتا ہے لیکن لوگوں کی نظر میں ذلیل کر دیا جاتا ہے۔ حتی کہ سور اور کتے سے بھی زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔

علاج

اپنے گناہوں کو سوچا کرے اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور محاسبہ کا دھیان رکھے۔ جب اپنی فکر میں پڑے گا اور دوسروں کی تحقیر تنقید اور تبصرہ سے بچے گا۔ جیسے کوڑھی کسی

زکام کے مریض کوحقیر نہیں سمجھتا اِسی طرح اپنی روحانی اور قلبی بیماری کو شدید سمجھے گا اور اپنے خاتمہ کے خوف سے لرزاں اور ترساں رہے ۔ میرے مرشد رحمۃ اللہ علیہ اِس بیماری کی اصلاح کے لئے ایک حکایت بیان فرمایا کرتے تھے ۔

حکایت

ایک لڑکی کوشادی کے موقع پراُس کوخوب اچھے لباس اورزیور سے سجایا گیا۔ محلّہ کی سہیلیوں نے تعریف شروع کی کہ بہن تم تو بڑی اچھی معلوم ہوتی ہو۔اُس نے روکر کہا کہ ابھی تم لوگ بے کار تعریف کرتی ہو۔ جب میرا شوہر مجھے دیکھ کر پسند کرلے اور اپنی خوشی کا اظہار کردے تب وہ خوشی اصلی خوشی ہوگی۔ معلوم نہیں اُس کی نگاہ میں میری صورت کیسی معلوم ہوگی۔ تمہاری نگاہوں کے فیصلے ہمارے لئے بے کار ہیں۔

پھر حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اِس طرح بندہ کومخلوق کی تعریف سے یا اپنی رائے سے خودکو اچھا اور بڑا نہ سمجھنا چاہئے۔ کیوں کہ میدانِ محشر میں حق تعالیٰ کی نظر سے ہمارے کیا فیصلے ہوں گے اُس کی خبر ہم کو ابھی کچھ نہیں پھر کس منہ سے اپنے کوموت سے قبل اور حُسنِ خاتمہ سے قبل اپنے کو اچھا سمجھنے کا حق ہوگا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

ایماں چوں سلامت بہ لب گور بریم
احسنت بریں چستی و چالاکی ما

جب اسلام کو ہم قبر میں سلامتی سے لے جائیں گے پھر اپنی چستی اور ہشیاری پر خوشی منائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اولیائے کرام مرنے سے قبل کبھی ناز کی بات نہیں کرتے اور حُسنِ خاتمہ کی دُعا کرتے رہتے ہیں اور دوسروں سے بھی درخواست دُعا کرتے رہتے ہیں۔ یہ بیوقوف لوگوں کا کام ہے جو اپنے مالک کے فیصلے کا انتظار کئے بغیر اپنے ہی فیصلہ سے یا مخلوق کی تعریف سے اپنے لئے بڑائی اور اچھائی کا فیصلہ کر بیٹھتے ہیں۔

یہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ ہے جس کو احقر نے اس شعر میں عرض کیا ہے ؎

نامناسب ہے اے دلِ ناداں
اِک جذامی ہنسے زکامی پر

عجب اور کبر کا فرق

اپنے کو اچھا سمجھنا اور کسی کو حقیر سمجھنا عجب کہلاتا ہے اور اپنے کو اچھا سمجھنے کے ساتھ دوسروں کو کم تر سمجھنا تکبر کہلاتا ہے اور دونوں حرام ہیں۔ جب بندہ اپنی نظر میں حقیر ہوتا ہے تو حق تعالیٰ کی نظر میں عزت والا ہوتا ہے اور جب اپنی نظر میں اچھا اور بڑا ہوتا ہے ہے تو حق تعالیٰ کی نظر میں حقیر اور ذلیل ہوتا ہے۔ معاصی سے نفرت واجب ہے لیکن عاصی سے نفرت حرام ہے۔ اِسی طرح کسی کافر کو بھی نگاہ حقارت سے نہ دیکھے کیوں کہ ممکن ہے کہ اُس کا خاتمہ ایمان پر مقدر ہو چکا ہو۔ البتہ اُس کے کفر سے نفرت واجب ہے ؎

ہیچ کافر را نجواری منگرید
کہ مسلماں بود نش باشد اُمید

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اپنے تمام مسلمانوں سے فی الحال اور کافروں اور جانوروں سے کمتر فی المآل سمجھتا ہوں یعنی موجودہ حالت میں ہر مسلمان مجھ سے اچھا ہے اور خاتمہ کے اعتبار سے کہ نہ معلوم کیا ہو اپنے کو کفار سے بھی کمتر سمجھتا ہوں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مومنِ کامل نہ ہوگا جب تک کہ اپنے کو بہائم اور کفار سے بھی کم تر نہ جانے گا۔

جب حق تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ چاہے تو بڑے سے بڑے گناہ کو بدونِ سزا معاف فرما دے اور چاہے تو چھوٹے گناہ پر گرفت کر کے عذاب میں پکڑے تو پھر کس منہ سے آدمی اپنے کو بڑا سمجھے اور کیسے کسی مسلمان کو خواہ وہ کتنا ہی گنہگار ہو حقیر سمجھے۔

حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ازیں بر ملائک شرف داشتند
کہ خو را بہ از سگِ نہ پنداشتند

اللہ والے اِس سبب سے فرشتوں پر شرف وعزت میں بازی لے جاتے ہیں کہ خود کو کتے سے بھی بہتر نہیں سمجھتے۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ ولایت وقرب کو حق تعالیٰ نے بندوں میں مخفی رکھا ہے لہٰذا کسی بندہ کو خواہ کیسا ہی گنہگار ہو حقیر نہ جانو کیا خبر کہ شاید یہی بندہ علم الٰہی میں ولی ہو اور اس کی ولایت کسی وقت بھی توبہء صادقہ اور اتباعِ سُنت کی صورت میں ظاہر ہو جاوے۔ جیسا کہ تاریخ شاہد ہے کہ بعض بندے زندگی بھر رند بادہ نوش مست و خراب بادہ اور فسق وفجور میں مبتلا رہتے ہیں اور اچانک اُن میں تبدیلی آ جاتی ہے اور توبہ کر کے پاک وصاف ہو جاتے ہیں جیسے کوئی شاہزادہ حسین جس کے منہ پر کالک لگی ہو اور اچانک صابن سے نہا دھو کر چاند کی طرح روشن چہرہ والا ہو جاوے ؎

جوش میں آئے جو دریا رحم کا
گبرِ صد سالہ ہو فخرِ اولیاء

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انسان اپنے وجود میں دو مرتبہ کس قدر گندے راستے سے گذرتا ہے، ایک مرتبہ باپ کی پیشاب کی نالی سے نطفہ کی شکل میں ماں کے شکم میں گیا اور دوسری مرتبہ ماں کے رحم سے ناپاک راہ سے وجود میں آیا پھر تکبر کیسے زیبا ہوگا۔

بڑے بڑے متکبر بادشاہوں کا موت، قبر میں کیا حال کرتی ہے اور کس طرح لاکھوں کیڑوں کی غذا بناتی ہے۔

جس طرح امتحان کا نتیجہ سُننے سے قبل اپنے کو بڑا اور کامیاب سمجھنے والا طالب علم بیوقوف ہے اسی طرح میدانِ محشر میں اپنا فیصلہ سُننے سے قبل دُنیا میں اپنے کو

کسی سے افضل سمجھنا اور بڑا سمجھنا حماقت ہے۔ حضرت علامہ سید سلیمان صاحب کا خوب شعر ہے۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

ایک شخص کا گھوڑا شریر اور عیب دار تھا کسی دلال سے کہا کہ فروخت کردے۔ اُس نے بازار میں خوب تعریف کی۔ اُس بیوقوف نے اس تعریف کو صحیح سمجھ کر کہا اب نہ فروخت کروں گا۔ میرا گھوڑا مجھے دے دو۔ اُس نے کہا زندگی بھر کا اپنا تجربہ میری جھوٹی تعریف سے جو محض بیچنے کے لئے ہے بھول گئے۔ یہی حال ہمارا ہے کہ ہر وقت اپنے نفس کی شرارت اور خباثت، اور گناہوں کے تقاضوں کو جانتے ہوئے جہاں کسی نے ذرا تعریف کردی کہ حضرت آپ ایسے ہیں بس حضرتی کا نشہ چڑھ گیا اور اپنے نفس کو بھول گئے۔ اللہ والے ایسے وقت اور شرمندہ ہوجاتے ہیں اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اُس کی ستاری کا شکر ادا کرتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکی کا ارشاد ہے کہ جو لوگ مجھ سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں یہ سب حق تعالیٰ کی ستاری ہے ورنہ اگر وہ ہمارے اُترے پترے کھول دیں تو سب معتقدین راہ فرار اختیار کریں پس مخلوق کا حُسنِ ظن بھی حق تعالیٰ کا انعام ہے اور اپنے کو کم تر اور حقیر سمجھنا درجہ یقین میں ایک بین حقیقت کو تسلیم کرنا ہے اور عبدیت کاملہ کے لوازم سے ہے۔

چھٹا باب

رِیا (دکھاوا)

ریا کہتے ہیں کسی عبادت اور نیکی کو کسی شخص کو دکھانے کے لئے کیا جاوے اور اس سے کوئی دُنیوی غرض اور اس سے مال یا جاہ حاصل کرنے کی نیت ہو۔ لیکن اگر

اپنے استاد یا مرشد یا کسی بزرگ کو اس نیت سے اچھی آواز بنا کر قرآن پاک سنائے کہ اُن کا دل خوش ہوگا تو یہ ریا نہیں جیسا کہ روایت حدیث کی موجود ہے کہ ایک صحابی کا قرآن رات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا اور دن میں اُس کو مطلع فرما کر اظہارِ مسرت فرمایا تو اُن صحابی نے عرض کیا کہ اگر ہم کو علم ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سُن رہے ہیں تو میں اور عمدہ تلاوت کرتا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر سکوت فرمانا اور نکیر نہ فرمانا مدلول مذکور کے لئے دلیل ہے۔

مسلم شریف میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص اعمال خیر (رضائے حق کے لئے) کرتا ہے اور لوگ اُس کی تعریف کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ لوگ اُس سے محبت کرتے ہیں (تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا رائے ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿تِلْکَ عَاجِلُ بُشْرَی الْمُؤْمِنِ﴾

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب اذا اثنی علی الصالح فهی بشری، ج: ۲، ص: ۳۳۲)

یہ مومن کی جلد ملنے والی بشارت ہے۔ یعنی یہ دُنیا کا انعام ہے آخرت کا انعام اس سے الگ ہے اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ لوگوں کے دیکھ لینے کے خوف سے اپنا نیک عمل ہی چھوڑ دیتے ہیں یہ صحیح نہیں بلکہ محققین مشائخ نے فرمایا کہ نیک عمل جس طرح مخلوق کے لئے کرنا ریا ہے اسی طرح مخلوق کے خوف سے یعنی ریا کے خوف سے کسی عملِ خیر کا ترک کرنا بھی ریا ہے۔ پس جس معمول کا جو وقت ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت سے اُسی وقت کرلے کسی کے دیکھنے نہ دیکھنے کی ہرگز پروانہ کرے۔ ریا ایسی بلا نہیں جو بدون نیت اور ارادہ خود بخود کسی کو چمٹ جائے جب تک دکھاوے کی نیت نہ ہو اور نیت بھی غرضِ دُنیا کی ہو تب ریا ہوتی ہے اور اگر نیت تو رضائے حق کی ہے مگر پھر دل میں وسوسہ آتا ہے کہ شاید اس عبادت سے ریاکاری کررہا ہوں تو یہ وسوسۂ ریا

ہے جس کی ہرگز پروانہ کرے اور نہ پریشان ہو ورنہ شیطان وسوسہ ڈال کر اِس عمل خیر سے محروم کردے گا یعنی خوفِ ریا پیدا کر کے آپ کو اِس عمل ہی سے روک دے گا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی عجیب مثال دی ہے کہ آئینہ کے اُوپر مکھی بیٹھتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مکھی آئینہ کے اندر بھی موجود ہے حالانکہ وہ باہر بیٹھی ہوتی ہے۔ اسی طرح سالک کے قلب کے باہر شیطان ریا کا وسوسہ ڈالتا ہے اور سالک سمجھتا ہے ہائے یہ میرے قلب کے اندر ہے۔ پس اس کو ریا نہ سمجھے بلکہ وسوسۂ ریا سمجھے اور بے فکری سے کام میں لگا رہے۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے گھر میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اچانک میرے پاس آدمی آ گیا اور مجھے یہ حالت پسند آئی کہ اُس نے مجھے اِس حالت میں دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ سلم نے ارشاد فرمایا اے ابو ہریرہ! اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے تیرے لئے دو اجر ہیں ایک اجر پوشیدہ کا ایک اجر اعلانیہ کا۔ اِس حدیث سے کس قدر عابدین کے لئے بشارت ہے۔ کبھی اپنی عبادت کا اظہار جاہ کے لئے ہوتا ہے یہ بھی بدترین ریا ہے مثلاً احباب کے حلقے میں یہ کہنا کہ آج تہجد میں بہت لطف آیا اور خوب رونا آیا۔ اور بہت سویرے آنکھ کھل گئی یہ باتیں سوائے اپنے مرشد کے کسی کے روبرو نہ کہنا چاہئے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کی ایک صاحب نے دو حج کئے تھے اور ایک جملہ سے دونوں حج کا ثواب ضائع کر دیا اور وہ اس طرح کہ ایک مہمان کے لئے کہا کہ اے ملازم تو اُس صراحی سے اِس کو پانی پلا جو میں نے دوسری بار حج میں مکہ سے خریدی تھی۔

علاج

ریا کا علاج حصولِ اخلاص ہے اور حدیث پاک میں اخلاص کی حقیقت یوں ارشاد ہے کہ عبادت اِس دھیان سے کرے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں کیوں کہ اگر

ہم اُن کو نہیں دیکھتے تو وہ تو ہمیں دیکھ ہی رہے ہیں۔ جب حق تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا دھیان ہوگا مخلوق کا خیال نہ آئے گا۔ اور یہ مراقبہ یعنی دھیان مشق کرنے سے دل میں قائم ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر خلوت میں بیٹھ کر یہ تصور جمایا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہے ہیں۔ کچھ مدت تک اِس طرح مشق سے استحضارِ حق آسان ہو جاتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اخلاص کا حصول اور ریا سے طہارت اہل اللہ کی صحبت اور اُن سے اصلاحی تعلق قائم کئے بغیر عادۃً ناممکن ہے۔ اِس لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اصلاحِ نفس کے لئے مشائخ کاملین میں سے جس سے مناسبت ہو تعلق قائم کرنا فرضِ عین ہے کیوں کہ مقدمہ فرض کا فرض ہوتا ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جس نیک کام میں لگا ہے ریا کے خوف سے ترک نہ کرے اور اپنی نیت درست کرے اور زبان سے بھی کہہ لیا کرے یا اللہ یہ نیک عمل آپ کی خوشنودی کے لئے کرتا ہوں پھر اگر خدانخواستہ نفس کی شرارت سے یہ ریا بھی ہوگی تو چند دن میں یہ عادت بن جائے گی۔ اِس مضمون کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اِس شعر میں بیان فرمایا ہے ؎

وہ ریا جس پر تھے زاہد طعنہ زن
پہلے عادت پھر عبادت بن گئی

ساتواں باب

دُنیا کی محبت کی برائی میں

یوں تو دُنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دُنیا کی حقیقت کھل گئی
(اختر)

دُنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔ آخرت سے غفلت کا سبب یہی دھوکہ کا گھر

ہے جو قبرستان میں سلا کر ایک دن بے گھر کر دیتا ہے اور موت کا گہری فکر سے مراقبہ کرنے سے دُنیا کی محبت دل سے نکل جاتی ہے۔ قبرستان بھی گاہ گاہ جا کر خوب غور سے سوچے کہ یہاں بوڑھے، جوان، بچے، عورت، مرد، امیر، غریب حتیٰ کے وزرا اور سلاطین بھی آج کیڑوں کی خوراک بن کر بے نام ونشان ہو گئے ؎

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا
معطر کفن تھا مشین بدن تھا
جو قبر کہن اُن کی اُکھڑی تو دیکھا
نہ عضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

(نذیر اکبر آبادیؔ)

آ کر قضا باہوش کو بے ہوش کر گئی
ہنگامۂ حیات کو خاموش کر گئی

(اخترؔ)

دُنیا اور آخرت کا امتزاج اور ارتباط کا فلسفہ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ متکلم اُمت نے یوں حل فرمایا ہے ؎

آب اندر زیر کشتی پشتی است
آب در کشتی ہلاک کشتی است

دُنیا کی مثال پانی سے اور آخرت کی مثال کشتی سے دی ہے کہ جس طرح پانی کے بغیر کشتی چل نہیں سکتی مگر شرط یہ ہے کہ یہ پانی نیچے رہے کشتی میں داخل نہ ہو اگر پانی اندر داخل ہوا تو یہی کشتی کی ہلاکت کا بھی سبب ہوگا جو نیچے روانی کا سبب تھا۔ ٹھیک اِسی طرح دُنیا اگر دل کے باہر ہو اور دل میں حق تعالیٰ کی محبت غالب ہو یعنی نعمت کی محبت سے نعمت دینے والی کی محبت غالب ہو تو آخرت کی کشتی ٹھیک چلتی ہے اور اِسی دُنیا سے دین کی خوب تیاری ہوتی ہے اور اگر دُنیا کی محبت کا پانی دل کے اندر گھس گیا یعنی

آخرت کی کشتی میں دُنیا کا پانی داخل ہوگیا تو پھر دونوں جہاں کی تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ دُنیا کا نفع اور سکون بھی چھن جاوے گا جس طرح کشتی کے غرق ہوتے وقت پھر وہ پانی کشتی کے لئے باعث سکون ہونے کے بجائے باعث ہراس وتباہی ہوجاتا ہے، پس نافرمان انسان کے پاس یہ دُنیا سبب نافرمانی بن جاتی ہے اور اللہ والوں کے پاس یہ دُنیا فرماں برداری میں صرف ہوتی ہے اور باعثِ سکون وچین ہوتی ہے۔

تعجب ہے کہ دُنیا کا پیدا کرنے والا تو دُنیا کو قرآن میں دارُ الغرور (دھوکہ کا گھر) فرمائے اور ہم مخلوق ہوکر اِس دھوکہ کے گھر سے دل لگائے بیٹھے ہیں۔ حق تعالیٰ نے دُنیا کی محبت اور حیات دُنیا سے اطمینان اور خوشی کا سبب آخرت پر عدم یقین ارشاد فرمایا ہے ورنہ آخرت کی فکر کے ساتھ تو ذکر الٰہی کے سوا کوئی چیز باعث اطمینان نہیں ہوسکتی۔ چوبِ بوسیدہ پر سہارا لگا کر کھڑا ہونا جس طرح حماقت ہے اُسی طرح موت کو یقینی آنے کے باوجود دُنیا کی لذتوں کو سہارۂ اطمینان بنانا بھی حماقت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی پیاری دُعا مانگی کہ اے اللہ جب اہل دُنیا کی آنکھیں تو اُن کی (فانی) دُنیا سے ٹھنڈی کرتو ہماری آنکھیں اپنی عبادت سے ٹھنڈی فرما۔ (جس کی لذت غیر فانی ہے)

رنگ تقویٰ رنگ طاعت رنگ دیں
تا اَبد باقی بود بر عابدیں
(رومیؔ)

تقویٰ اور عبادت کا رنگ عابدین کی ارواح پر ہمیشہ قائم رہتا ہے کیوں کہ وہ معبود بھی تو حی وقیوم ہے۔

حبِ دُنیا کا علاج

(۱)...... موت کو بار بار سوچنا اور قبر کی تنہائی اور دُنیا سے جدائی کا مراقبہ کرنا۔

(۲)...... ''دُنیا کی حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں'' احقر کی اِس کتاب کا

مطالعہ ہر روز چند منٹ کرلیا جاوے جس میں اُن احادیث نبویہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کر دیا گیا ہے جن کو پڑھ کر دل نرم ہوجاتا ہے اور آخرت کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ یہ کتاب ۱۸۵ حدیثوں کا مجموعہ ہے۔

(۳)...... اللہ والوں کی مجالس میں بار بار حاضری۔ بلکہ کسی اللہ والے سے جس کسی سے مناسبت ہو باضابطہ اصلاحی تعلق قائم کر لینا شفائے روح کے لئے اکسیر ہے۔

(۴)...... دُنیا کے عاشقوں سے دور رہنا کہ اس کے جراثیم بھی متعدی ہوتے ہیں۔

(۵)...... گاہ گاہ قبرستان میں یادِ آخرت کی نیت سے حاضری دینا۔

(۶)...... ذکر کا اہتمام والتزام کسی دینی مربی کے مشورہ سے کرنا۔

(۷)...... آسمان اور زمین، چاند و سورج اور ستاروں میں اور رات دن کے آنے جانے میں غور کرنا اور اپنے خالق اور مالک کو پہچاننا اور اُن کو حساب دینے کی فکر کرنا۔

آٹھواں باب

حُبِّ جاہ اور خود پسندی

حب جاہ اُس بیماری کا نام ہے جس میں آدمی اپنی شہرت کا طالب اور خواہش مند ہوتا ہے مخلوق میں بڑا بننے کا شوق بھی نہایت خطرناک مرض ہے اور اِسی بیماری کے سبب حق بات قبول کرنے سے محروم رہتا ہے۔ حق تعالی فرماتے ہیں کہ آخرت کی بھلائیاں اُنھیں کے لئے مخصوص ہیں جو زمین پر رہ کر بڑائی اور فتنہ فساد نہیں چاہتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دو بھیڑیئے اگر بکریوں کے گلّے میں آپڑیں تو وہ اتنا نقصان نہ کریں گے جتنا مال اور جاہ کی محبت دیندار مسلمان کے دین کو نقصان کرتی ہے۔ شہرت کی آرزو یا خواہش حرام ہے ہاں اگر بدون چاہے کسی کو حق تعالی ہی مشہور فرمادیں جیسا کہ اولیائے کرام اور بزرگانِ دین کی شہرت ہے تو حق تعالی ہی اُن کی حفاظت فرماتے ہیں۔ کیونکہ اُنہوں نے جاہ اور شہرت چاہی نہ تھی

صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے طاعت کی تھی اور جس حالت میں خدائے تعالیٰ نے رکھا راضی رہے اِس سبب سے نہ وہ حب جاہ میں مبتلا ہوئے نہ حب مال میں۔ پس ولی کبھی مشہور ہوتا ہے لیکن مفتون نہیں ہوتا۔ (رسالہ قشیریہ)

حُبِّ جاہ کا مریض ہر وقت یہ چاہتا ہے کہ لوگ میری تعریف کیا کریں اور اپنی تعریف سُن کر اُس کا نفس خوب موٹا ہوجاتا ہے ۔

جانور فربہ شود از راہ نوش
آدمی فربہ شود از راہ گوش

جانور تو بھوسہ گھاس سے موٹا ہوتا ہے اور آدمی کان کی راہ سے اپنی تعرف سُن کر موٹا ہوتا ہے۔

علاج

اِس کا علاج بھی موت کی یاد ہے کہ اگر ساری دُنیا میرے قدموں میں لگ جائے تو قبر میں کیا ہوگا۔ وہاں کون سلام کرنے آئے گا اور کس کی تعریف کام آئے گی۔ ایسی فانی خوشی چند دن کی کس کام کی۔ ایسی خوشی حاصل کرے جو کبھی فنا نہ ہو اور وہ حق تعالیٰ سے تعلق اور اُن کو راضی کرنا ہے۔ جب کوئی تعریف کرے تو یہ سوچے کہ یہ حق تعالیٰ کی ستاری ہے ظاہری اور باطنی اور معنوی تمام نجاستوں کو چھپا رکھا ہے۔ حسی نجاست یہ ہے کہ پیٹ میں پیشاب اور پائخانا بھرا ہے اگر کوئی سوراخ پیٹ میں ہوتا اور اُس سے بھپکا بدبودار نکلا کرتا تو معلوم ہوتا کہ کتنے لوگ آپ کے پاس بیٹھ کر آپ کی تعریف کرتے پس حق تعالیٰ کا شکر بجالائیں کہ اُس نے کس طرح ستاری کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ اِس طرح معنوی نجاست یعنی گناہوں کا معاملہ ہے کہ حق تعالیٰ ہمارے عیوب کو چھپائے ہیں اور دل میں جو گندے گندے شہوت کے خیالات آتے ہیں اگر ان خیالات سے مخلوق کو آگاہی ہوجاوے تو معلوم ہوگا کہ پھر حضرت اور شیخ صاحب کے القاب کون استعمال کرتا ہے۔ پس حق تعالیٰ کی ستاری ہے کہ وہ ہمارے

گندے وساوس اور گندے اعمال پر مخلوق کو مطلع نہیں فرماتے لیکن حق تعالیٰ کی ستاری کا شکریہ کیا یہی ہے کہ ہم اپنے کو بڑا سمجھیں یا مخلوق سے تعریف چاہنے لگیں۔ بلکہ اور ہم کو اپنے کو مٹا دینا چاہئے اور ہر وقت ندامت اور شرمندگی طاری رہنی چاہئے کہ یا اللہ آپ کا احسان ہے ورنہ اگر یہ ستاری نہ ہوتی تو مخلوق ہم کو پتھر مارتی۔

فقیری اصل یہی ہے کہ اپنے کو مٹا دے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں یہ شعر کہا تھا ؎

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے در پر لایا ہوں
مٹا دیجئے مٹا دیجئے میں مٹنے کو ہی کو آیا ہوں

جب اپنے اعمال کی قبولیت کا پتہ نہیں اور یقینی فیصلہ کا علم قیامت میں ہوگا تو پھر مخلوق سے تعریف چاہنا اور اُس پر خوش ہونا نادانی ہے۔ جو مخلوق ضعیف اور عاجز اور کوئی نفع نقصان اُس کے ہاتھ میں نہیں اُس سے تعریف چاہنا بھی بے کار ہے سب تعریف اور ہر کمال حق تعالیٰ ہی کے لئے زیبا ہے۔

﴿مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللهِ وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِکَ﴾

(سورۃ النسآء، آیت: ۷۹)

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو تم کو نیکیاں اور بھلائیاں پہنچتی ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہیں اور جو بُرائیاں ہیں وہ تمہارے نفس کی طرف سے یہ بیماری بھی کسی شیخ کامل کی صحبت اور خدمت ہی سے جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشیں، آمین۔

اے تو افلاطون و جالینوس ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما

حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنے نفس کو پاک وصاف اور اچھا نہ سمجھا کرو یہ کافروں کی شان ہے کہ اپنے اعمال اور اپنے آپ کو اچھا سمجھیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ خود پسندی تباہ کردیتی ہے کیونکہ آدمی جب اپنے آپ کو نیکوکار سمجھنے لگتا ہے تو

مطمئن ہو جاتا ہے اور سعادت اُخروی سے محروم ہو جاتا ہے۔ شیطان نے چار ہزار برس عبادت کی مگر انجام کیا ہوا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اتنے نیک اعمال کے باوجود ہر وقت ڈرتے رہتے تھے۔ مَخَافَةَ اَنْ لَّا یُقْبَلَ مِنْهُمْ اس خوف سے کہ نہ معلوم قبول بھی ہے یا نہیں اللہ تعالیٰ کے جمال وکمال کے سامنے اپنے جمال وکمال کو دیکھنا ایسا ہے جیسے کوئی عاشق اپنے محبوب کے حُسن و جمال کو دیکھنے کے بجائے ایک آئینہ جیب سے نکالے اور اپنا چہرہ اور سنگار دیکھتا رہے تو وہ محبوب ایک طمانچہ لگا کر اُسے بھگا دے گا کہ جب اپنے ہی کو دیکھنا ہے تو یہاں کیوں آیا ہے؟ پس اپنے ہر وصف اور خوبی کو حق تعالیٰ کی عطا سمجھے اور اللہ تعالیٰ کا شکر و ثنا سے زبان کو تر رکھے اور اُنہیں کے کمالات و جمال کے سوچنے میں غرق رہے۔

نواں باب

غیبت و بدگمانی

یہ بیماری بھی نہایت عام ہو رہی ہے اور اکثر صلحاء میں بھی غیبت کا یہ سلسلہ چل پڑا ہے ہر ایک دوسرے پر تنقید اور اپنی فوقیت کا سکہ اپنے مصاحبین پر بٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔ اِس طرح بدگمانی کی بیماری بھی عام ہو رہی ہے اور تمام جھگڑوں کی بنیاد اور قلب کی تشویش و پریشانی کا سبب عموماً غیبت اور بدگمانی ہے۔

ہر بدگمانی پر قیامت کے دن دلیل شرعی کا مواخذہ ہوگا اور حُسنِ ظن پر بدون دلیل اجر عطا فرمایا جاوے گا۔ پس نہایت نادانی ہے کہ بدون دلیل مفت ثواب نہ حاصل کرے اور بدگمانی پر دلیل کے مواخذہ میں خود کو گرفتار کرادے۔

حق تعالیٰ نے دونوں بیماریوں کو قرآن پاک میں بیان فرمایا اور بندوں کو اس سے بچنے کا حکم فرمایا۔ اور حدیث پاک میں بھی غیبت کو زِنا سے سخت تر گناہ فرمایا ہے اور بدگمانی کو سب سے زیادہ جھوٹی بات فرمایا ہے۔

حضرت مرشدنا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اب میں بیعت کرتے وقت غیبت، بدگمانی اور بدنگاہی نہ کرنے اور قرآن پاک کے حروف کی صحت کے ساتھ ادائیگی کی مشق کرنے کا عہد لیتا ہوں اور ہردوئی سے مطبوعہ پرچہ بھی اس سلسلے میں شائع فرمایا جس کی نقل یہاں بھی تحریر کرتا ہوں۔

اصلاح الغیبۃ
یعنی غیبت کے نقصانات اور اُس کا علاج

مرتبہ: مرشدی ومولائی حضرت مولانا الحاج شاہ ابرارالحق صاحب مدظلہ العالی
ناظمِ مجلس دعوۃ الحق ہردوئی

آج کل غیبت کا بہت زور ہے حالانکہ یہ ایسی بُری عادت ہے جس سے دُنیا ودین دونوں کی رسوائی وخرابی کا قوی اندیشہ ہے اس لئے بعض احباب کی خواہش پر مختصر طور پر اِس کے کچھ نقصانات اور اِس کا علاج بزرگوں کی کتب وارشادات سے مرتب کرکے شائع کیا جارہا ہے۔ اِن باتوں کو بار بار سوچنے سے اور اِن پر عمل کرنے سے انشاءاللہ تعالیٰ اِس مرض کا ازالہ ہوجائے گا اور اِس سے حفاظت رہے گی۔

(۱)...... غیبت کا ضرر ونقصان یہ ہے کہ اِس سے افتراق پیدا ہوتا ہے اور افتراق سے مقدمہ بازی لڑائی جھگڑے سب کچھ ہوتے ہیں اور اتفاق کے اندر جو مصالح ومنافع ہوتے ہیں افتراق کی صورت میں اُن سے محرومی ہوجاتی ہے۔

(۲)...... غیبت کرنے کے ساتھ ہی قلب میں ایسی ظلمت پیدا ہوتی ہے جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے جیسے کسی نے گلا گھونٹ دیا ہو جس کے دل میں ذرا بھی حس ہو اُس کو یہ بات محسوس ہوتی ہے۔

(۳)...... غیبت کرنے سے دین ودُنیا دونوں کا نقصان ہوتا ہے۔ دُنیا کا نقصان یہ ہے جس کی غیبت کی ہے وہ اگر سُن پاوے تو غیبت کرنے والے کی فضیحت کرڈالے گا اگر بس چلے تو بُری طرح سے خبر لے گا۔ دین کا نقصان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے

ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی گویا سامانِ دوزخ ہے۔

(٤)...... حدیث شریف میں ہے کہ غیبت زِنا سے بھی زیادہ ضرر کا باعث ہے۔

(٥)...... غیبت کرنے والے کی اللہ تعالیٰ بخشش نہ فرمائیں گے جب تک بندہ معاف نہ کرے کیوں کہ یہ حقوق العباد میں سے ہے۔

(٦)...... غیبت کرنا گویا اپنے مُردار بھائی کا گوشت کھانا ہے بھلا کون ایسا ہوگا جو اپنے مُردار بھائی کا گوشت کھائے گا جیسا اُس کو بُرا و ناگوار خیال کیا جاتا ہے اِسی طرح غیبت کے ساتھ معاملہ چاہئے۔

(٧)...... غیبت کرنے والا بزدل ڈرپوک ہوتا ہے۔ جبھی تو پیٹھ پیچھے (غیر موجودگی میں) بُرائی کرتا ہے۔

(٨)...... غیبت کرنے سے چہرہ کا نور پھیکا پڑ جاتا ہے اور ایسے شخص کو ہر شخص ذِلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

(٩)...... غیبت کا بڑا ضرر یہ ہے کہ قیامت کے دن غیبت کرنے والے کی نیکیاں جس کی غیبت کی ہے اُس کو دے دی جائیں گی۔ اگر اُس سے کمی پوری نہ ہوئی تو جس کی غیبت کی ہے اُس کی بدیاں اُس کی گردن پر لاد دی جائیں گی جس کے نتیجے میں جہنم کا داخلہ ہوگا۔ ایسے شخص کو حدیث شریف میں دین کا مفلس فرمایا گیا ہے۔ لہٰذا دُنیا ہی میں اُس کی معافی کرالینی چاہئے۔

(١٠)...... غیبت کا عملی علاج بھی کرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ جب کوئی غیبت کرے اور منع کرنے پر قدرت ہو تو منع کر دے ورنہ وہاں سے خود اُٹھ جانا ضروری ہے اور اُس کی دل شکنی کا خیال نہ کرے کیوں کہ دوسرے کی دل شکنی سے اپنی دین شکنی (دین کو نقصان پہنچانا) زیادہ قابل احتراز ہے یوں اگر نہ اُٹھ سکے تو کسی بہانے سے اُٹھ جاوے یا قصداً کوئی مباح تذکرہ شروع کر دیا جائے۔

(١١)...... غیبت کا عجیب وغریب ایک عملی علاج یہ ہے کہ جس کی غیبت کرے اُس کو

اپنی اِس حرکت کی اطلاع کر دیا کرے تھوڑے دن اِس پر مداوت سے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مرض بالکل دُور ہو جائے گا۔

تنبیہ نمبر۱: غیبت کے معنی یہ ہے کہ کسی مسلمان کے پیٹھ پیچھے اُس کے متعلق کوئی ایسی بات ذکر کرنا کہ اگر وہ سُنے تو اُس کو نا گوار گذرے مثلاً کسی کو بیوقوف یا کم عقل کہنا یا کسی کے حسب ونسب میں نقص نکالنا یا کسی شخص کی کسی حرکت یا مکان یا مویشی یا لباس غرض جس شے سے بھی اُس کا تعلق ہو اُس کا کوئی عیب ایسا بیان کرنا جس کا سننا اُسے نا گوار گذرے خواہ زبان سے ظاہر کی جائے یا رمز و کنایہ سے یا ہاتھ اور آنکھ کے اشارہ سے یا نقل اُتاری جائے یہ سب غیبت میں داخل ہے۔

(۱۲)...... نفع کامل کے لئے اِن باتوں کے ساتھ ساتھ کسی کامل مصلح سے اصلاحی تعلق بھی ضروری ہے تا کہ اگر اِن تدابیر کا اثر ظاہر نہ ہو تو اُن سے رجوع کیا جا سکے، واللہ اعلم۔

تنبیہ نمبر۲: بعض صورتوں میں غیبت جائز ہے۔ مثلاً جہاں کسی شخص کی حالت چھپانے سے دین کا یا دوسرے مسلمانوں کا ضرر ہونے کا گمان غالب ہو تو وہاں اُس کی حالت ظاہر کر دینا چاہئے یہ منع نہیں ہے یہ خیر خواہی و نصیحت میں داخل ہے البتہ یہ ضروری ہے کہ جس کی غیبت کرنا چاہیں پہلے اُس کے حالات لکھ کر عالم باعمل سے پوچھ لیں اُس کے فتوے کے بعد اُس پر عمل کریں اگر دینی ضرورت نہیں ہے بلکہ محض نفسانیت ہی نفسانیت ہے تو ایسی صورت میں حالت واقعی بیان کرنا غیبت حرام میں داخل ہے اور بلا تحقیق کسی کا عیب بیان کرنا تو بہتان ہے۔

تنبیہ نمبر۳: اگر شیخ کی مجلس میں بھی غیبت ہونے لگے تو فوراً اُٹھ جانا چاہئے۔ جیسے بارش عمدہ چیز ہے اِس میں نہانا مفید ہے مگر اولے پڑنے لگیں تو بھاگنا ہی چاہئے۔

احقر ابرار الحق عفا اللہ عنہ

خادم اشرف المدارس ہردوئی

ارشاد حضرت مرشدنا مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

جو حضرات باضابطہ اصلاح نفس کا تعلق کسی بزرگ سے نہیں رکھتے ہیں لیکن اہل اللہ سے مانوس ہیں اور محبت رکھتے ہیں اور ان کی مجالس میں آنا جانا رکھتے ہیں تو ایسے حضرات کو حسب ذیل معمولات شروع کرادینا چاہئے۔

(**۱**)...... ایک تسبیح: لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللهُ۔

(**۲**)...... ایک تسبیح: اَللهُ اَللهُ۔ (یعنی ذکرِ اسمِ ذات)

(**۳**)...... ایک تسبیح: درود شریف۔

ان معمولات کی برکات وانوار سے ان کے قلوب کو حق تعالیٰ کی طرف توجہ اور تعلق میں اضافہ اور ترقی محسوس ہوگی اور ان شاء اللہ تعالیٰ پھر وہ باضابطہ اصلاح کی فکر محسوس کرنے لگیں گے۔ یہ اکسیر نسخہ ہے اور حق تعالیٰ نے ہمارے قلب میں یہ بات ڈالی۔

ابرار الحق عفا اللہ عنہٗ

الحمد للہ کہ یہ کتاب مکمل ہوگئی اور اختتام پر حضرت مرشدنا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کا اصلاح امت کے لئے عجیب التاثیر اور آسان نسخہ بھی افادیتِ عامہ کی نیت سے منسلک کردیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول و نافع فرمائیں، آمین۔

ناظرین کرام سے عموماً اور حضرت مرشدنا دامت برکاتہم سے خصوصاً عاجزانہ درخواست ہے کہ اس نااہل عبد کے لئے حق تعالیٰ کی رضائے دائمی، حسن خاتمہ اور مغفرۃ کاملہ کی دُعا فرما کر ممنون فرمائیں۔

محمد اختر عفا اللہ عنہٗ

۶/ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِصۡلَاحُ الاَخۡلَاق

مقدمۃُ الکتاب

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتا ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس نے اپنے نفس کی اصلاح کر لی وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے غفلت اور سستی کے باعث نفس کو برائیوں سے پاک نہ کیا وہ نامراد رہا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تزکیہ نفس کو فرضِ عین فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ تزکیہ فعل متعدی ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ ایسا فعل نہیں جو صرف اپنے فاعل پر تمام ہو جیسا کہ فعل لازم کا خاصّہ ہے بلکہ ایک مُزَکّی اور مُرَبّی کی ضرورت ہے جو تزکیہ اور تربیت کرے۔ پس اپنی اصلاح کوئی انسان خود نہیں کرسکتا۔ کسی مصلح کی اشد ضرورت ہے اور چونکہ فرض کا مقدمہ فرض ہوتا ہے، اس لیے مصلح تلاش کرنا اور اس کی صحبت حاصل کرنا بھی فرض ہوا، لیکن انسان کو جب تک اپنے نفس کے اخلاقِ حمیدہ اور اخلاقِ رذیلہ کا علم نہیں ہوتا اس کو اچھائی بُرائی کی پہچان بھی نہیں ہوتی بلکہ بُرائی کو اچھائی اور اچھائی کو بُرائی سمجھتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ بزرگوں کے پاس بھی جاتے ہیں مگر بُرے اخلاق اور دل کی بیماریوں کا علم نہ ہونے سے برسوں گذر جاتے ہیں انہیں اپنی اصلاح کی فکر اور تدبیر سے غفلت رہتی ہے۔ اس لئے ہمارے ایک مخلص دوست مولانا محمد زبیر صاحب نے احقر سے فرمائش کی کہ ایک ایسا مختصر سا رسالہ ''اچھے اخلاق اور بُرے اخلاق'' پر مشتمل مرتب کر دیا جائے جس کو احباب میں تقسیم کرنا بھی آسان ہو۔ مولانا موصوف کے اخلاص کی برکت سے حق تعالیٰ نے احقر کو توفیق بخشی اور یہ رسالہ مسمّٰی بہ ''اصلاحِ اخلاق'' مرتب ہو گیا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول و نافع فرمائیں، آمین۔

۱۹ھ

العارض محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ماخذ مضامین:

۱۔تعلیم الدین: حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

۲۔فروع الایمان: حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

۳۔بہشتی زیور: حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

۴۔کمالاتِ اشرفیہ: حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

نوٹ: ان کتب کے علاوہ اپنے اکابر ومشائخ کی تعلیمات وارشادات نیز اپنے ذاتی تجربات بھی شامل ہیں۔

ارشاد حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا کہ سلوک کا حاصل یہ ہے کہ اخلاقِ رذیلہ جاتے رہیں اخلاقِ حمیدہ پیدا ہوجائیں، غفلت من اللہ جاتی رہے توجہ الی اللہ پیدا ہوجائے۔

(کمالاتِ اشرفیہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

اصلاحِ اخلاق

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خوش خلقی (اچھے اخلاق) گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتی ہے جس طرح نمک کے پتھر کو پانی پگھلا دیتا ہے اور بدخلقی (بُرے اخلاق) عبادت کو اس طرح خراب کرتی ہے جس طرح سرکہ شہد کو خراب کرتا ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ تم سب میں میرا پیارا اور آخرت میں سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ ہوگا جس کے اخلاق اچھے ہوں اور تم سب میں سب سے زیادہ مجھے بُرا لگنے والا اور آخرت میں سب میں سے مجھ سے زیادہ دور رہنے والا وہ شخص ہے جس کے اخلاق بُرے ہیں۔ اور فرمایا کہ جو نرمی سے محروم رہا وہ ساری بھلائیوں سے محروم ہوگیا۔

اچھے اخلاق

توبہ، صبر، شکر خوف، امید، دنیا سے بے رغبتی، حیا، خدا پر بھروسہ، اللہ تعالیٰ کی محبت، اللہ سے ملاقات کی تڑپ، عبادت میں صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی نیت یعنی اخلاص، عبادت کو سنت کے مطابق ادا کرنا جس کو صدق کہتے ہیں، یہ دھیان ہر وقت رکھنا کہ حق تعالیٰ ہم کو دیکھ رہے ہیں جس کو مراقبہ کہتے ہیں، ہر روز اپنے اعمال کا حساب خود کرنا کہ کیا کیا ہم سے نیک اعمال ہوئے اور کیا کیا بُرے اعمال ہوئے، تفکر یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں غور کرنا اور معرفت وعظمت خدائے تعالیٰ کی حاصل کرنا۔

(از تعلیم الدین)

وفائے عہد، تواضع، رحمت و شفقت، حق تعالیٰ کے فیصلوں پر یعنی قضاء الٰہی

پر راضی رہنا، توکل، حلم، تفویض، تسلیم، یقین۔ (از فروع الایمان)

صبر و شکر و قناعت و حلم و یقین
تفویض و توکل و رضا و تسلیم

اس شعر کے اندر سب اخلاق حمیدہ جمع ہیں۔

ارشاد حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا کہ اخلاق کی حقیقت یہ ہے کہ ہم سے کسی کو کسی قسم کی ایذا اور تکلیف ظاہری یا باطنی سامنے یا پیٹھ پیچھے نہ پہنچے۔ (کمالاتِ اشرفیہ، ص:۹۳، ملفوظ نمبر ۴۴۰) اور فرمایا کہ اگر تقویٰ کے کسی درجہ پر عمل سے کسی کی دل شکنی ہوتی ہو تو فتویٰ پر عمل کرنا چاہئے۔ ایسے موقع پر تقویٰ کی حفاظت جائز نہیں مثلاً اگر ہدیہ قبول کرنے میں اپنی ذلت ہو اور بھائی کی عزت ہو تو بھائی کی عزت کو اپنی عزت پر ترجیح دو۔

(ایضاً، ملفوظ:۴۴۲)

بُرے اخلاق

عجب، تکبر، چغل خوری، کینہ، حسد، غصہ، بدخواہی، بدگمانی، حب دنیا، فضول اور خلاف شرع کلام کی ہوس، غیبت، جھوٹ، بخل، ریا (از تعلیم الدین وفروع الایمان) شہوت، بدنگاہی، عشق مجازی۔ (از راقم) اور ارشاد فرمایا کہ عدمِ قصد ایذا کافی نہیں بلکہ قصدِ عدمِ ایذا ضروری ہے۔ اس شعر کے اندر سب بُرے اخلاق جمع ہیں۔

حرص و امل و غضب و دروغ و غیبت
بخل و حسد و ریا و کبر و کینہ

حصہ اوّل

اچھے اخلاق کی تعریف اور ان کے حصول کا طریقہ

توبہ اور اس کا طریقہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے **الندم توبة** گناہ سے دل کا نادم اور شرمندہ ہو کر بے چین ہو جانا یہی توبہ ہے۔ مختصر یہ سمجھ لیجئے کہ جب کسی بڑے آدمی کا کچھ قصور ہو جاتا ہے تو کس طرح اس سے معذرت کرتے ہیں، ہاتھ جوڑتے ہیں، پاؤں پکڑتے ہیں، پاؤں پر ٹوپی ڈالتے ہیں، خوشامد کے الفاظ کہتے ہیں، رونے کا سا منہ بناتے ہیں، بھلا اللہ تعالیٰ کے سامنے جب توبہ کریں تو کم از کم ایسی حالت تو ضرور ہونی چاہئے۔ ایسی توبہ حسب وعدہ خدواندی ضرور قبول ہوتی ہے۔ توبہ کی توفیق کے لئے قرآن اور حدیث میں جو عذاب کے ذکر ہیں ان کو سوچا کرے، اس سے دل گناہ سے بے زار ہوگا۔ زبان سے توبہ کے ساتھ جو نماز روزہ قضا ہوں اس کی قضا علماء سے دریافت کر کے شروع کر دے، بندوں کا حق یا وارثوں کو ترکہ نہ دیا تو ان کو ادا کرے۔ اگر مجبور ہو یعنی ادائیگی کی استعداد نہ ہو تو معاف کرائے۔

خوف اور اس کا طریقہ

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایمان والے کا دل بے خوف نہیں ہوتا اور اس کے خوف کو کسی طرح سکون نہیں ہوتا۔

طریقہ خوف پیدا کرنے کا یہ ہے کہ ہر وقت خیال رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام اعمال اور اقوال اور ظاہر اور باطن کے تمام بھیدوں کو جانتے ہیں اور مجھ سے قیامت کے دن حساب لیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے امیدوارِ رحمت رہنا اور اس کا طریقہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید وہ لوگ ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ رحمت کا امیدوار رہنا ایمان کا جزء ہے۔ طریقہ اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوب فرماں برداری اور عبادت کرے اور نافرمانیوں سے خوب ہمت کر کے بچے اور یہ طبعی بات ہے کہ آدمی جس کی اطاعت کرتا ہے اس سے امیدیں رکھتا ہے اور جس کی نافرمانی کرتا ہے اس سے دل کو وحشت اور ناامیدی سی ہو جاتی ہے اور توبہ کرتے وقت امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی غیر محدود وسعت پر نظر رکھے اور یقین رکھے کہ میری توبہ ضرور قبول ہو جائے گی۔ جب تھوڑی سی بارود سے پہاڑ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں تو حق تعالیٰ کی رحمت میں کتنی طاقت ہوگی جس سے کہ گناہوں کے پہاڑ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ مگر رحمت کے سہارے پر بے خوف ہو کر گناہوں کا عادی بن جانا سخت دھوکہ اور خطرناک ہے۔ کیا مرہم کی ڈبیہ جو جلنے میں سو فیصد مفید ہو اس کے سہارے پر کوئی آگ میں ہاتھ ڈالتا ہے۔

حیا اور اس کا طریقہ

شرم بہت اچھی صفت ہے۔ اگر مخلوق سے ہو تو ایسی حرکت نہ کرے گا جس کو مخلوق ناپسند کرتی ہو اور اگر خالق سے حیا پیدا ہو جائے تو ان کاموں سے بچے گا جو خالق کے نزدیک ناپسندیدہ ہوں گے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی وقت تنہائی کا مقرر کر کے بیٹھ جائے اور اپنی نافرمانیوں کو اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرے۔ چند روز میں حیا قلب میں آنے لگے گی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے شرم محسوس ہوگی۔

تصدق اپنے خدا کے جاؤں یہ پیار آتا ہے مجھ کو انشاء
اِدھر سے ایسے گناہ پیہم اُدھر سے وہ دم بدم عنایت

جب یہ شرم غالب ہوگی ہرگز نافرمانی نہیں ہوسکتی۔

شکر اور اس کا طریقہ

* شکر کی دو قسمیں ہیں۔(۱) خالق کا شکر کرنا،(۲) جس مخلوق کے واسطے سے نعمت عطا ہو اس کا شکر ادا کرنا۔ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جس نے آدمیوں کی ناشکری کی اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ماں باپ، استاد، شیخ اور تمام احسان کرنے والوں کا شکر گذار ہونا اور ان کا ادب کرنا حق تعالیٰ کی شکر گذاری کا جزء ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص سے کوئی چیز ملی تو اگر ہدیہ کے بدلہ میں ہدیہ دینے کی وسعت ہو تو عوض دے اور اگر میسر نہ ہو تو دینے والے کی تعریف کرے، اس طرح اس کا شکر ادا ہو جائے گا اور اگر اس کو پوشیدہ رکھا تو اس نے ناشکری کی۔ شکر کی حقیقت نعمت کی قدر کرنا ہے اور جب نعمت کی قدر کرے گا تو نعمت دینے والے کی بھی قدر کرے گا۔ اسی طرح خالق اور مخلوق دونوں کا شکر ادا کرے گا اور شکر زبانی سے زیادہ اہم عملی شکر ہے یعنی اپنے اوپر احسان کرنے والے مالکِ حقیقی کی نافرمانی نہ کرے گا اور فرماں برداری کی پوری کوشش کرے گا۔ اسی طرح ماں باپ اور استاد اور پیر کے حقوق بجالائے گا۔ شکر نعمت سے نعمت میں ترقی کا وعدہ قرآن پاک میں ہے۔ مگر شکر کی تکمیل اعمالِ صالحہ اور گناہوں سے حفاظت پر منحصر ہے اور توبہ و استغفار سے تلافی بھی اس میں شامل ہے۔

حق تعالیٰ کی نعمتوں سے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہونا اور اس محبت سے یہ شوق پیدا ہونا کہ جب وہ ہم کو ایسی ایسی نعمتیں دیتے ہیں تو ان کی خوب عبادت کرو ایسی نعمت دینے والے کی نافرمانی بڑے شرم کی بات ہے، یہ شکر کا خلاصہ ہے۔ طریقہ اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو خوب سوچا کرے اور یاد کیا کرے، ہر روز اس کے لئے چند منٹ مقرر کر لے تا کہ ناغہ نہ ہو، اس کا نام مراقبۂ انعاماتِ الٰہیہ ہے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں ہیں اگر کوئی مصیبت آجائے تو اس کو بھی اپنے لئے مفید سمجھے اور نعمت سمجھے۔

وفا یعنی عہد کو پورا کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! عہد کو پورا کرو بے شک عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا یعنی قیامت کے دن سوال ہوگا کہ پورا کیا تھا یا نہیں؟ عہد کا پورا نہ کرنا علامت نفاق کی ہے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔ البتہ خلافِ شریعت اگر وعدہ کیا ہے تو اس کو پورا کرنا درست نہیں ہے۔

صبر

حدیث شریف میں وارد ہے کہ صبر نصف ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔

انسان کے اندر دو قوتیں ہیں۔ ایک دین پر ابھارتی ہے، دوسری خواہشِ نفسانی کو ابھارتی ہے۔ پہلی قوت کو دوسری قوت پر غالب کر دینے کا نام صبر ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ خواہشاتِ نفسانیہ کے تقاضوں پر عمل نہ کرے اور ذکر اللہ، صحبت اہل اللہ، موت وقبر ودوزخ کے مراقبہ سے صبر کی طاقت پیدا ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نفس کو دین کی بات پر پابند رکھنا اور دین کے خلاف اس سے کام نہ ہونے دینا اس کو صبر کہتے ہیں۔ اگر مالدار ہے تو ایسے دولت والوں کے لئے صبر یہ ہے کہ دماغ خراب نہ ہو، خدائے تعالیٰ کو نہ بھول جائے، موت اور قبر کی بے کسی کا دھیان رکھے، غریبوں کو حقیر نہ سمجھے، ان کے ساتھ نرمی اور احسان کرے۔

دوسرا موقع صبر کا یہ ہے کہ عبادت کے وقت سستی نہ آنے دے خواہ نماز ہو یا زکوٰۃ دینا ہو۔ ایسے موقع پر صبر تین طرح کا ضروری ہے۔ عبادت سے پہلے نیت درست کرے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کرتا ہوں۔ نفس کی کوئی غرض شامل نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ عبادت کے وقت کم ہمتی نہ کرے، خوب ہمت سے دل لگا کر سنت کے مطابق عبادت کرے اور دل کو بھی حاضر رکھنے کا اہتمام کرے۔ تیسرے یہ کہ عبادت کے بعد کسی کے سامنے اپنی عبادت کو کہتا نہ پھرے۔

تیسرا موقع صبر کا گناہ کے تقاضے کے وقت کا ہے، اس وقت صبر یہ ہے کہ نفس کو گناہ سے روکے۔

چوتھا موقع صبر کا یہ ہے کہ جب کوئی مخلوق تکلیف دے، بُرا بھلا کہے تو اس وقت کا صبر یہ ہے کہ بدلہ نہ لے، خاموش رہے اور یہ خیال کرے کہ ہم آج اس کی خطا معاف کردیں گے تو کل حق تعالیٰ ہماری خطا معاف کردیں گے۔

پانچواں موقع صبر کا یہ ہے کہ مصیبت اور بیماری اور مال کے نقصان یا کسی عزیز قریب کے مرجانے کے وقت صبر کرے۔ اس وقت کا صبر یہ ہے کہ زبان سے خلافِ شرع کلمہ نہ کہے۔ اللہ تعالیٰ پر اعتراض نہ کرے کہ ایسا مجھ پر ظلم کیوں کیا یا اتنی جلدی ہمارے عزیز کو کیوں موت دے دی اور نہ بیان کرکے روئے۔ البتہ طبعی غم سے رونا اور آنسو بہانا اور اس صدمہ کا اپنے خاص احباب سے اس نیت سے اظہار کرنا کہ اس سے دل کا غم ہلکا ہوجاتا ہے جائز ہے کیونکہ بعض وقت بالکل صبر اور خاموشی سے دل کو بیماری لگ جاتی ہے۔ ایسے موقع پر ان کے ثواب کو یاد کرے اور یہ سوچے کہ یہ سب ہمارے فائدے کے لئے ہے اور یہ سوچے کہ بے صبری سے تقدیر تو ٹلتی نہیں ناحق ثواب بھی کیوں کھویا جائے۔

جب پریشانی پہ مل جاتا ہے اجر
پھر پریشانی، پریشانی کہاں
کام ہوتا نہیں ہے کوئی مشیت کے بغیر
اور مشیت نہیں ہوتی کوئی حکمت کے بغیر
حسرت سے میری آنکھیں، آنسو بہا رہی ہیں
دل ہے کہ ان کی خاطر، تسلیمِ سر کیے ہے

اخلاص یعنی سچی نیت کرنا

دین کا جو کام کرے اس میں رضائے الٰہی کی نیت کرے، دنیا کا کوئی

مطلب نہ ہو، نہ دکھلاوا ہو کہ لوگ بزرگ سمجھیں وغیرہ۔ اسی طرح مثلاً پیٹ میں درد ہو اور بھوک نہ ہو تو روزہ رکھ لیا کہ معدہ صحیح اور ہلکا ہو جائے گا۔ اسی طرح گرمی لگ رہی ہے اس نیت سے تازہ وضو کیا کہ ٹھنڈک حاصل ہو یا کسی سائل کو اس نیت سے دیا کہ یہ بلا ٹل جائے یہ سب باتیں سچی نیت کے خلاف ہیں۔ جب کوئی عبادت کرے تو دل کو ہر اس غرض سے خوب صاف کر لے جو رضائے حق کے علاوہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لوگوں کو دکھلانے کے لئے عمل کرتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے عیب دکھلائیں گے اور ارشاد فرمایا کہ تھوڑا سا دکھلاوا (ریا) بھی ایک طرح کا شرک ہے۔ ریا کے خوف سے اچھے عمل کو ترک کرنا بھی ریا ہے۔

شیطان اکثر ریا کے خوف سے اچھے اچھے اعمال کرنے سے روکتا ہے اور وسوسہ ڈالتا ہے کہ یہ نیک کام کرو گے تو دکھاوا ہو جائے گا تو معلوم ہونا چاہئے کہ ریا کے خوف سے نیک عمل کا ترک کرنا خود ریا ہے یعنی جس طرح مخلوق کے لئے کوئی کام کرنا ریا ہے اسی طرح مخلوق کے جان لینے یا دیکھ لینے کے خوف سے نیک عمل کو ترک کرنا بھی ریا ہے۔ پس شیطان کو یہ جواب دے کہ جب ہمارا ارادہ مخلوق کو دکھانے کا نہیں ہے تو پھر ریا یعنی دکھاوا کیسے ہوگا، ہم تو ریا کو بُرا سمجھتے ہیں اور فوراً اعمالِ صالحہ میں لگ جائے خواہ کوئی دوست یا رشتہ دار سامنے ہو، وسوسہ کا کچھ خیال نہ کرے، ریا کے خیال اور وسوسے سے ریا نہیں ہوتا جب تک دکھانے کا ارادہ نہ کرے، اس طرح جب آپ وسوسوں اور خیالات کی پروانہ کرتے ہوئے اچھے عمل کریں گے تو شیطان عاجز ہو کر خود دفع ہو جائے گا۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ریا ہمیشہ ریا نہیں رہتی، کوئی اوّل ریا سے کام کرتا ہے پھر ریا سے عادت ہو جاتی ہے پھر عادت عبادت اور اخلاص سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ حضرت خواجہ صاحب مجذوب رحمۃ

اللہ علیہ نے اس مضمون کو شعر بنا دیا ہے ۔

وہ ریا جس پر تھے زاہد طعنہ زن
پہلے عادت پھر عبادت ہوگئی

خلاصہ یہ کہ جو ریا بلا ارادہ ہو اس کی پروانہ کرے اور اس کی وجہ سے عمل کو ترک نہ کرے۔

مراقبہ یعنی دل سے اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھنا

دل سے ہر وقت دھیان رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے سب حالات کی خبر ہے خواہ ظاہری حالت ہو یا دل کے خیالات اور ارادے ہوں اگر بُرا کام کرے گا یا دل میں بُرا خیال لائے گا تو شاید اللہ تعالیٰ دنیا میں یا آخرت میں سزا دیں اور عبادت کے وقت یہ خیال جمائے کہ اللہ تعالیٰ میری عبادت کو دیکھ رہے ہیں اس لئے اچھی طرح عبادت کرنی چاہئے۔ طریقہ اس مراقبہ کا یہی ہے کہ ہر روز وقت مقرر کر کے تھوڑی دیر یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہمارے دل کو دیکھ رہے ہیں پھر ایک عرصے کے بعد چلتے پھرتے بھی یہی دھیان اور خیال جم جائے گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ اس مراقبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ ہوگا۔

قرآن پاک میں دل لگانے کا طریقہ

جب تلاوت کا ارادہ کرے تو یہ سوچ لیا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے فرمائش کی ہے کہ ہمارا کلام سناؤ دیکھیں کیسا پڑھتے ہو اور خیال کرے کہ کسی بڑے آدمی کے کہنے سے جب قرآن پاک سناتے ہیں تو کتنا عمدہ پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر جب اللہ تعالیٰ یقیناً سن رہے ہیں تو کس قدر عمدہ تلاوت کرنی چاہئے۔ تلاوت کرتے کرتے دل میں اگر غفلت آجائے تو پھر اسی خیال کو تازہ کرلیا جائے۔ ایک مدت مشق کرنے سے دل آسانی سے لگنے لگے گا۔

نماز میں دل لگانے کا طریقہ

جب نماز شروع کرے تو یہ خیال کرلے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں اور حق تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہے ہیں۔ قیامت کا میدان ہے، حساب کتاب ہو رہا ہے، جنت و دوزخ سامنے ہے، بس اس خیال سے خوب دل لگے گا اور ایک طریقہ اس کا یہ بھی ہے کہ ہر لفظ کو ارادہ کرکے پڑھے جو لفظ منہ سے نکالے پہلے سوچ لے کہ اب یہ لفظ نکال رہا ہوں۔ تیسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ جو کچھ نماز میں پڑھا کرتے ہیں اس کا ترجمہ یاد کرلیں اور ہر لفظ کو پڑھتے وقت اس کے مفہوم اور معنی کی طرف دھیان اور خیال جمائیں اس طرح بندہ کو یہ معلوم کرکے کہ میں اپنے مالک اور رب سے کیا عرض کر رہا ہوں، خوب لطف آتا ہے اور جب سجدہ کرے تو یہ تصور کرے کہ ہمارا سر حق تعالیٰ کے قدموں پر ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب مومن سجدہ کرتا ہے تو اس کا سر رحمٰن کے قدموں پر ہوتا ہے، سبحان اللہ کیا ہی مبارک وہ سر ہے جو اپنے مالکِ حقیقی کے قدموں میں پڑا ہوا ہے۔ اس کا لطف عاشقوں سے پوچھنا چاہئے۔ حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا کہ میاں اشرف علی جب سجدہ میں سر رکھتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا پیار کرلیا۔ سجدہ میں خاص قربِ اللہ والوں کو عطا ہوتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

پردے اٹھے ہوئے بھی ہیں ان کی ادھر نظر بھی ہے
بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے سنگِ در بھی ہے

اور ایک طریقہ نماز میں دل لگانے کا یہ ہے کہ ہر رکن میں یہ سوچے کہ اب مجھے اسی رکن میں رہنا ہے مثلاً قیام میں سوچے کہ اب مجھے قیام ہی میں رہنا ہے، رکوع میں سوچے کہ اب رکوع ہی میں رہنا ہے، سجدے میں سوچے کہ اب مجھے سجدے ہی میں رہنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ

(۱)...... اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا بہت ہی آسان طریقہ یہ ہے کہ جب ایک آدمی کسی آدمی کے پاس ہر روز تھوڑی دیر کے لئے حاضری دیتا ہے تو کچھ دن بعد دونوں میں محبت پیدا ہوتی ہے اور ایک مدت تک ہر روز کی ملاقات کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اگر کبھی ناغہ ہو جائے تو دونوں ایک دوسرے کے لئے بے چین ہو جاتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کا انتظار کرتے ہیں۔ اس مشاہدہ پر دلائل کی بھی ضرورت نہیں۔ اسی طرح ہر روز اللہ تعالیٰ سے تھوڑی دیر کی ملاقات کرنا شروع کر دے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا طریقہ یہ ہے کہ تسبیح لے کر تھوڑی دیر باوضو قبلہ رو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کر لیا کرے، ذکر میں کلمہ شریف، درود شریف، تلاوت قرآن پاک، اللہ اللہ سب شامل ہے۔ یہی ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کی ملاقات ہے۔ وارد ہے:

﴿اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ﴾

(شعبُ الایمان)

یہ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ذاکر بندے کا ہم نشین ہوتا ہوں۔ یعنی اس کے پاس ہوتا ہوں پس ملاقات کی کیسی آسان صورت بندوں کے پاس ہے کہ جب چاہیں اپنے رب سے ملاقات کرلیں، ذکر شروع کیا اور ملاقات ہوئی، چلتے پھرتے اگر یہ نعرہ لگاتے رہیں یا آہستہ پڑھتے رہیں یَا حَلِیْمُ یَا کَرِیْمُ یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَۃِ تو اللہ تعالیٰ کے ان تینوں ناموں کی برکتوں اور ان کی خوبیوں کا ظہور اس بندے پر ہوگا جب یَا حَلِیْمُ کہا تو گویا صفت حلم کو طلب کیا۔ اور حلم قدرت رکھنے کے باوجود انتقام نہ لینے کو کہتے ہیں۔ تو وہ قادر مطلق بھی قدرت رکھتے ہوئے اس گنہگار بندے سے انتقام نہ فرمائیں گے۔ پھر جب یَا کَرِیْمُ کہا تو گویا صفت کرم کو پکارا، پس اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے انتقام نہ لینے کے ساتھ انعام بھی عطا فرمائیں گے پھر جب یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَۃِ کہا تو اپنی غیر محدود اور وسیع قدرت

مغفرت سے اس گنہگار بندے کے محدود گناہوں کو معاف بھی فرمادیں گے، اگر چلتے پھرتے اور لیٹے بیٹھے ان کلمات کے ورد کی عادت ڈال لے تو بہت ہی انعاماتِ قرب سے مالا مال ہونے کی توقع ہے اور اس کی برکت سے یہ شخص بھی حلیم اور کریم اور دوسروں کی خطائیں معاف کرنے والا بن جائے گا۔ لہٰذا غصہ سے مغلوب ہوجانے اور انتقام کے جذبات سے بے قابو ہونے نیز بخیل اور لوگوں کی خطاؤں کو نہ معاف کرنے والے روحانی مریضوں کے لئے ان کلمات کا کثرِ ورد کیمیا اور اکسیر ہے۔ ایک بدخلق انسان ان کلمات کو اخلاص اور اصلاح کی نیت سے پڑھنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ خوش خلق بن جائے گا۔

(۲)...... دوسرا طریقہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچا کرے کہ یہ آسمان، یہ زمین، دریا اور پہاڑ اور درختوں، جانوروں، پرندوں یعنی تمام کائنات کو حق تعالیٰ نے ہماری پرورش کے لئے پیدا فرمایا اور ہم کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے اور ہر ہر نعمت کو یاد کر کے شکر ادا کرے۔ یہ عقلی بات ہے کہ محسن سے طبعی محبت پیدا ہوجاتی ہے۔

(۳)...... تیسرا طریقہ جو دونوں طریقوں کی روح ہے اور نہایت ہی اکسیر ہے وہ یہ ہے کہ کبھی کبھی حق تعالیٰ کے عاشقوں کے پاس حاضری دیا کرے اور عقیدت و محبت سے ان کی باتیں سنا کرے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ والوں کے دل تقویٰ کی کانیں ہیں۔ پس جس طرح سونا سونے کی کان سے، چاندی چاندی کی کان سے، نمک کو نمک کی کان سے حاصل کرتے ہیں تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے خزانے کو اللہ والوں کی صحبتوں سے حاصل کرنا چاہئے اور جس طرح نمک کی کان میں ایک گدھا گر کر مر گیا تو وہ بھی نمک بن گیا تھا اسی طرح ان کی صحبت میں اگر اپنی رائے فنا کر کے اپنے جاہ و مرتبہ کو مٹا کر کچھ دن رہ لیجئے تو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ بھی اللہ والے بن جائیں گے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر تم پتھر ہو تو ناامید نہ ہو، اہلِ دل

کے پاس جانے سے موتی بن جاؤ گے۔ یہ تینوں باتیں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کی حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ارشاد فرمائی ہوئی ہیں جن کو احقر نے تشریح کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ احقر کو بھی اور ناظرین کرام کو بھی اپنی محبت کی دولت سے نوازش فرمائیں، آمین۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کس بندے کے ساتھ ہے؟

سید الاولیاء حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت فرماتے ہیں:

(۱)......اس کے عیوب اس کو دکھا دیتے ہیں جو خود اس کے اندر ہوتے ہیں۔

(۲)......اور اس کے دل میں تمام مخلوق کی محبت اور شفقت پیدا کر دیتے ہیں۔

(۳)......اس کے ہاتھ کو سخاوت کا عادی کر دیتے ہیں۔

(٤)......اور اسے مہمان نوازی کا خاص شوق عطا فرماتے ہیں اور یہ وہ عبادت ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل نبوت بھی کیا کرتے تھے۔

(۵)......اور اس کے نفس میں بلند ہمتی اور چشم پوشی پیدا کر دیتے ہیں اور اپنے عیوب پر نظر کرنے کی توفیق اس قدر دیتے ہیں کہ اپنے کو سب سے کم دیکھنے لگتا ہے اور کسی قابل اپنے کو نہیں سمجھتا۔

(٦)......اور اس ذلت و مسکنت اور عاجزی کی راہ سے وہ اللہ تعالیٰ کا مقرب ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے خزانے میں بڑائی کی کمی نہیں ہے لیکن عاجزی اس کے خزانے میں نہیں ہے کیونکہ یہ صفت بندہ کی ہے خدا اس سے پاک ہے۔ پس بندہ کی اس صفت کو حق تعالیٰ محبوب سمجھتے ہیں۔

(۷)...... مخلوق میں بڑا بننے اور افضل سمجھنے کی خواہش اس کے قلب سے نکال دیتے ہیں۔

(۸)......اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب سے پیش آتا ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ یہ

مخلوقِ الٰہی کا ادب کرتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی مخلوق دربارِ خداوندی کی دہلیزیں ہیں اور دروازے ہیں اگر تم کو مخلوقِ الٰہی کے ادب کی حقیقت معلوم ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہوجانے کے دروازے بھی تمہارے واسطے کھلے رکھے ہیں اور اگر تم مخلوق کے ساتھ جھگڑتے رہو گے تو مخلوق میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کے قرب سے محروم رہو گے۔ مخلوق کا ادب یہ ہے کہ لوگوں کا دل ہاتھ میں لو، ان کی دلداری کرو۔ اس لئے جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص قرب اور معرفت کا سچا ذوق عطا فرمایا وہ دلوں کے جوڑنے ہی میں لگے رہے۔ انہوں نے لوگوں کے پیروں تلے راستوں میں اپنے رخسار بچھا دیئے اور اس تواضع اور خاکساری کی بدولت ان کی روحیں مقبولیت کے درباروں میں باطنی بازوؤں سے اڑنے لگیں، پس انہوں نے مخلوق کے ذریعہ حق تعالیٰ کو پہچان لیا۔ حدیث قدسی میں ہے کہ میں ان کے پاس ہوں جن کے دل میری عظمت و کبریائی اور جلال سے ٹوٹے ہوئے ہیں اور میری وجہ سے انکساری و خاکساری اختیار کرتے ہیں۔ یہ حدیث صاف بتارہی ہے کہ مخلوق کے سامنے تواضع اور خاکساری اختیار کرو مگر اس کا منشاء دنیا کی کوئی غرض نہ ہو بلکہ صرف اللہ کے لئے ہو۔

مگر اس درجہ اپنے نفس کا مٹانا آسان نہیں ورنہ آج ہر شخص دنیا میں ولی اللہ ہوجاتا۔ یہ نعمت تو کسی بزرگ اللہ کے عاشق کی صحبت سے ملتی ہے مگر مفت نہیں، مجاہدات جھیلنے پڑتے ہیں ؎

مے یہ ملی نہیں ہے یوں قلب و جگر ہوئے ہیں خوں
کیوں میں کسی کو مفت دوں مے مری مفت کی نہیں

اور اگر یہ نعمت مفت مل جاتی تو قدر بھی نہ ہوتی۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ سفر جس قدر دشوار ہوتا ہے منزل پر پہنچ کر اسی قدر راحت اور لذت محسوس ہوتی ہے ؎

لیک شیرینی و لذاتِ مقر
ہست بر اندازۂ رنجِ سفر

بڑوں کا ادب

ماں باپ، استاد اور اپنے بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت اور علماءِ کرام کا ادب بھی سعادت مندی کی علامت ہے۔ سعادت کی تعریف کیا ہے؟ سعادت توفیقِ خیر کا نام ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ بزرگوں کا مقولہ ہے باادب با نصیب، بے ادب بے نصیب۔ جو اپنے بڑوں کے ساتھ بدتمیزی اور بے ادبی کرتا ہے تو یہ درحقیقت اپنے چھوٹوں کو اپنے ساتھ بدتمیزی اور بے ادبی کے عذاب کو دعوت دے رہا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگوں کی عورتوں سے عفیف رہو، تمہاری عورتیں عفیف رہیں گی اور تم اپنے باپ دادا کا ادب کرو، تمہاری اولاد تمہارا ادب کرے گی اور اگر تم سے کوئی اپنی خطا کی معافی مانگے تو معاف کردو اور جو معاف نہ کرے گا وہ ہمارے حوضِ کوثر سے میدانِ محشر میں محروم رہے گا بالخصوص ماں باپ کو تو اُف کہنا بھی حرام ہے، اگر کسی نافرمان کے ماں باپ مرگئے ہوں تو ان کو کثرت سے ثواب بخشے، امید ہے کہ یہ شخص فرماں برداروں میں لکھ دیا جائے گا۔

چھوٹوں پر شفقت

اپنے کمزوروں اور بیوی بچوں پر شفقت اور رحم کرنا دل کی نرمی کی اور سعادت کی علامت ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے سب سے اچھے اخلاق والا وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ اچھا اخلاق رکھتا ہو۔ جو شخص دوست احباب کو تو خوش رکھتا ہو مگر گھر میں آ کر سب کو تنگ کرتا ہو اور ذرا ذرا سی بات پر غیظ وغضب میں آ کر بیوی بچوں کو رُلاتا ہو اس کے اخلاق کو کیسے اچھا کہا جا سکتا ہے۔ حق تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ اچھے اخلاق اور بھلائی سے رہنے کا حکم قرآن پاک میں نازل فرمایا ہے۔ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ دو واقعے لکھتا ہوں جو نصیحت کے لیے کافی ہیں۔

حکایت

ایک صاحب اپنی بیوی کو بات بات میں ڈانٹتے تھے اور دن رات دوستوں میں دل بہلاتے تھے۔ بیوی تنہائی میں دن بھر ان کا انتظار کرتی تھی۔ بعض شوہر کس قدر ظالم ہوتے ہیں کہ جو بیوی اپنے ماں باپ اور تمام خاندان کو چھوڑ کر شوہر کے پاس آئی ہو شوہر اسے چھوڑ کر غیروں سے دل بہلاتا پھرے اور رات میں کھانا کھا کر سو جائے، آخر یہ عورت کس سے دل بہلائے جو شریعت کے حکم سے اپنے شوہر کے گھر میں قید ہے۔ بہر حال ایک وقت شوہر پر ایسا آیا کہ ان کو ہیضہ ہوگیا، بار بار قے و دست آتے، یہاں تک کہ چار پائی سے لگ گئے حتیٰ کہ چار پائی ہی پر پیشاب پاخانہ ہونے لگا۔ اس وقت وہی بیوی پاخانہ کرا کے استنجا کراتی تھی، اس وقت دنیا کا کوئی رشتہ کام نہ آیا، کوئی دوست کام نہ آیا اور شرعاً شوہر کے پاخانہ و پیشاب کے مقام کو سوائے بیوی کے کوئی طہارت نہیں کراسکتا۔ یہ خدمت صرف بیوی ہی انجام دے سکتی ہے۔ ماں بچپن میں تو یہ کام کرتی ہے لیکن بڑے ہونے کے بعد اس کو بھی یہ خدمت کرنا جائز نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ دنیا میں بیوی ہی ایسی نعمت ہے جو اس مصیبت کے وقت کام آتی ہے۔ جب شوہر کو صحت ہوگئی تو بیوی کو بلایا، رونے لگا اور کہا ہم کو معاف کردو ہم نے تمہاری بہت بے قدری کی۔ اس بیماری سے میری آنکھیں حق تعالیٰ نے کھول دیں، میں اندھا تھا اب آنکھیں ملیں۔ آج سے تمہاری خوب قدر کروں گا۔

حکایت

ایک صاحب اپنی بیوی کے ساتھ بہت لا پروائی کا مظاہرہ کیا کرتے تھے اور صرف ضابطہ کا تعلق رکھتے تھے، محبت اور رابطہ کے تعلق کو جانتے بھی نہ تھے، ذرا سی غلطی پر مار پیٹ اور سخت کلامی کرتے تھے۔ مزاج سوداوی تھا۔ خشک مزاجی سے اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائیں۔ اہلِ محبت ہونا بڑی سعادت اور نعمت ہے۔ بہر حال جب شوہر صاحب کی بیٹی کی شادی ہوگئی اور داماد نے بیٹی کی پٹائی لگائی تو تعویذ لینے دوڑے اور

لگے رونے کہ ہائے میرے جگر کے ٹکڑے پر ایسا ظلم ہو رہا ہے، اس کے دکھ درد سے بے پرواہ ہے، میری بیٹی پر کیا گذرتی ہوگی۔ مولوی صاحب نے جو اُن کے پرانے دوست بھی تھے کہا کہ جب آپ اپنی بیوی کی پٹائی لگاتے تھے اور تنہا رات کو چھوڑ کر بھاگتے تھے اور اس کے دکھ درد، دوا دلجوئی اور اس سے بات چیت کر کے دل بہلانے کی بجائے دوستوں میں پڑے رہتے تھے تو اگر آپ ناراض نہ ہوں تو صاف ہی کہہ دوں کہ وہ غریب یعنی آپ کی بیوی بھی کسی کے جگر کا ٹکڑا، کسی کی بیٹی تھی۔ کاش! اس وقت آپ کو یہ بات سمجھ میں آ جاتی لیکن اب آسانی سے سمجھ میں آ جائے گی۔ یہ سننا تھا کہ وہ صاحب رونے لگے اور کہنے لگے واقعی! مجھ سے بیوی کے ساتھ بے حد ظلم ہوا۔ اس کے بعد سیدھے گھر گئے اور اپنی بیوی سے معذرت کی اور پھر تمام زندگی نہایت ہمدردی، محبت اور رابطہ کے حقوق سے رہنے لگے اور بیوی کے ہر غم کو اپنا غم سمجھنے لگے اور میاں بیوی کے حقوق اور حسنِ معاشرت کے آداب کی رعایت کی توفیق ہوگئی۔

تسلیم و رضا اور تفویض و دعا

جو بات دنیا میں اپنی مرضی کے ناموافق پیش ہو تو اس پر بعض وقت حد سے زیادہ غم اور گھٹن سے صحت کو نقصان پہنچ جاتا ہے اور پھر دین کے کاموں میں بھی خلل اور کوتاہی ہونے لگتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہم کو تقدیر پر راضی رہنے کا حکم دیا ہے۔ یہ سوچے کہ یہ بات ہماری مرضی کے تو خلاف ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر تو پتہ بھی نہیں ہلتا، چنانچہ یہ معاملہ خدا کی مرضی سے ہے اور مولیٰ کی مرضی ہماری مرضی سے بہتر ہے اور اس میں یقیناً ہمارا نفع ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے اپنی رحمتِ خاص کو ماں، باپ کی رحمت سے ننانوے گنا زیادہ کیا ہوا ہے۔ حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گذرے ہیں ان سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کا مزاج کیسا ہے؟ فرمایا اس کے مزاج کا کیا پوچھنا جس کی مرضی سے سارے جہاں میں کام ہو رہا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ کیسے؟ فرمایا کہ دنیا میں ہر کام حق تعالیٰ کی مرضی سے ہوتا

ہے اور میں نے اپنی مرضی کو حق تعالیٰ کی مرضی میں فنا کردیا ہے بس جو ہمارے مولیٰ کی مرضی ہے وہی ہماری بھی مرضی ہے۔ اس لیے ہر کام ہماری مرضی سے ہورہا ہے اور اس وجہ سے میں ہر حال میں خوش رہتا ہوں۔ حق تعالیٰ کی اس تعلیم سے بندہ ہر حال میں خوش رہتا ہے یعنی تھوڑا بہت رنج وغم تو ہوجائے گا مگر بہت زیادہ تکلیف ناقابلِ برداشت نہ ہوگی اور وہ تھوڑا غم اس بندہ کو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا لطف بڑھادے گا اور قربِ خاص کا ذریعہ ہوگا اور آخرت سے غفلت نہ ہوگی اور دنیا کی محبت سے حفاظت رہے گی۔ یہی وہ تعلیم ہے جس سے اللہ والوں کے دن ورات بڑے چین سے گذرتے ہیں۔ دنیادار تو معمولی پریشانی میں بھی بدحواس اور گھٹنے لگتا ہے اور اللہ والے غم کے پہاڑوں کو بھی مچھر کے پر کی طرح تسلیم و رضا کی منجنیق میں رکھ کر اُڑا دیتے ہیں۔ رضا بالقضا کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے خیر مانگتے رہنا اور راضی رہنا اس کے حکم پر جو جاری کردیا گیا ہے۔ آدمی کی بدبختی یہ ہے کہ خیر مانگنا بند کردے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ناخوش ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ سے راضی رہنے کا یہ مطلب نہیں کہ ناموافق حالات میں طبیعت اور دل کو رنج وغم بھی نہ ہو۔ پھوڑے والا مریض جب آپریشن کراتا ہے تو تکلیف کے باوجود ڈاکٹر سے خوش رہتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کے غم میں روتے روتے کیا حال ہوا تھا لیکن دل سے اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی تھے اور اپنا غم اللہ تعالیٰ ہی سے عرض کرتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب اسی لذتِ تسلیم کو بیان فرماتے ہیں ؎

سوگ میں یہ کس کی شرکت ہوگئی
بزمِ ماتم بزمِ عشرت ہوگئی

مگر یہ نعمت یعنی حق تعالیٰ کی مرضی پر راضی رہنا جب ہی نصیب ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہو اور آخرت پر یقین ہو اور یہ یقین ومحبت اللہ تعالیٰ کے ذکر وعبادت اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی صحبت ہی سے ہاتھ لگتی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کے صاحبزادے کا جب انتقال ہوا تو فرمایا اے بیٹے ابراہیم! بے شک آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل غمگین ہے مگر زبان سے ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا مالک راضی ہو اور بے شک ہم تمہاری جدائی سے غمگین ہیں۔ ایک صحابی نے جب تعجب سے عرض کیا کہ آپ بھی روتے ہیں تو فرمایا اے ابنِ عوف یہ تو رحمت ہے (یعنی یہ رونا رحمت کے سبب سے ہے۔) حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو حضرت گنگوہی کو بڑا غم ہوا فرمایا کہ اگر ایک دولت نہ ہوتی تو اس غم سے چارپائی سے لگ جاتا۔ لوگوں نے دریافت کیا وہ کیا ہے؟ فرمایا وہ تعلق مع اللہ کی دولت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عطا فرمائیں، آمین۔

تفویض اور دعا کا اجتماع

بعض بزرگوں نے غلبۂ حال کے سبب دعا مانگنا بھی ترک کر دیا اور دعا مانگنا تسلیم اور تفویض کے خلاف سمجھا مگر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مغلوب الحال معذور ہوتا ہے، قابلِ تقلید نہیں ہوتا، قابلِ تقلید محقق اور غالب الحال ہوتا ہے چنانچہ فرمایا کہ تسلیم اور تفویض کے ساتھ دعا مانگنا عین سنت ہے اور ان کو اس طرح جمع کیا جائے کہ دعا تو عافیت کی مانگتا رہے مگر دل سے یہ ارادہ ہو کہ اگر دعا قبول نہ ہوئی تو بھی میں راضی رہوں گا۔

ہمارے مرشد حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ مومن ہر حال میں کامیاب رہتا ہے، چت بھی اپنی پٹ بھی اپنی۔ یعنی موافق حالت میں شکر سے اور ناموافق حالت پر صبر سے وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا رہتا ہے۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی کے کیا خوب اشعار ہیں ؎

بے کیفی میں بھی ہم نے تو ایک کیفِ مسلسل دیکھا ہے
جس حال میں بھی وہ رکھتے ہیں، اس حال کو اکمل دیکھا ہے

جس راہ کو ہم تجویز کریں، اُس راہ کو اثقل دیکھا ہے
جس راہ سے وہ لے جاتے ہیں، اُس راہ کو اسہل دیکھا ہے

توکل یعنی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایمان والوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار افراد بدونِ حساب کتاب بہشت میں داخل ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور بدشگونی نہیں لیتے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ اور دوا بھی نہیں کرتے۔ پس دوا کرنا بھی سنت ہے اور دوا نہ کرنا بھی سنت ہے۔ ہر شخص کے لیے (ضعیف اور قوی کے لیے) سہولت کی راہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو جھاڑ پھونک ناجائز ہے وہ نہیں کرتے اور بعض نے کہا ہے کہ افضل یہی ہے کہ جھاڑ پھونک بالکل نہ کرے اور بدشگونی یہ ہے کہ مثلاً کسی کے چھینکنے یا کسی جانور کے سامنے نکلنے کو منحوس جانے اور وسوسوں میں مبتلا ہو جائے، البتہ نیک فال لینا جائز ہے۔

توکل کے بارے میں غلط فہمی

آج کل توکل کے معنی لوگوں نے یہ مشہور کر رکھے ہیں کہ سب تدابیر اور اسباب چھوڑ کر بیٹھ جاؤ۔ یہ مفہوم بالکل غلط ہے۔ شریعت نے جس توکل کی تعلیم دی ہے وہ یہ ہے کہ تدابیر اور اسباب جائز طرح پر اختیار کرے پھر بھروسہ اللہ تعالیٰ پر کرے۔ تدابیر اور اسباب بھیک کے پیالے ہیں، دیتا تو خدا ہی ہے۔ یعنی اسباب میں کامیابی حق تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ جو لوگ توکل کے معنی ترکِ تدبیر سمجھتے ہیں کیا وہ کھانے کے لیے منہ نہیں کھولتے اور پھر کیا کھانا چبا کر نگلتے نہیں ہیں، یہ بھی تو

غذا معدہ تک پہنچنے کی تدابیر ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ توکل کا مفہوم ہی نہیں ہے۔ اسی طرح روزی میں تاخیر سے طبعی تشویش بھی توکل کے لیے مضر نہیں۔ حق تعالیٰ کے وعدۂ رزق پر اعتماد کے باوجود چونکہ وقت اور مقدار متعین نہیں اس لیے کب اور کتنی روزی ملے گی اس میں اگر طبعی پریشانی ہو تو یہ طبعی بات ہے، بلکہ اس سے یہ نفع ہوتا ہے کہ دعا کی خوب توفیق ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ پر عقلاً اعتماد اور بھروسہ بھی ہوتا ہے۔

حصہ دوم

برے اخلاق اور ان کا علاج

اپنے کو بڑا سمجھنے کی بیماری کا علاج

یہ بیماری بہت ہی خطرناک ہے۔ شیطان کو اسی بیماری نے مردود کیا تھا۔ اس لیے اپنے اوپر تجربہ کیا ہوا نسخہ وہ انسانوں پر بہت اطمینان سے استعمال کرتا ہے اور گمراہ کرنے میں سو فیصد مفید پاتا ہے۔ یہ بیماری بیٹے کو باپ سے، شاگرد کو استاد سے، مرید کو پیر سے اور بندہ کو اللہ تعالیٰ سے لڑنے پر ابھارتی ہے۔ دنیا میں سب سے پہلا مردود بارگاہ یعنی شیطان اسی بیماری سے تباہ ہوا۔ اس لیے بزرگانِ دین اپنے احباب اور خدام کو اس بیماری سے بچانے کی بہت زیادہ احتیاط کی تدبیریں کرتے ہیں۔ اس بیماری کے سبب آدمی اپنے کو علم یا عبادت یا دینداری یا دولت یا عزت یا عقل یا کسی اور بات میں دوسروں سے افضل اور بڑا سمجھتا ہے اور دوسروں کو کمتر اور حقیر سمجھتا ہے۔ ایسے آدمی سے لوگ دنیا میں بھی نفرت کرتے ہیں خواہ منہ کے سامنے خوف یا لالچ سے تعریف ہی کرتے ہوں۔ ایسا شخص کسی کی نصیحت کو نہیں مانتا بلکہ نصیحت کرنے والوں سے لڑ جاتا ہے۔ حق بات کو کسی کے کہنے سے قبول نہیں کرتا۔ تکبر کی حقیقت حدیث شریف میں یہی وارد ہے کہ (۱) لوگوں کو حقیر سمجھے (۲) حق بات کو نہ قبول کرے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں (۱) غَمْطُ النَّاسِ (۲) وَبَطَرُ الْحَقِّ۔ یہ دو علامات جس

کے اندر ہوں اس کو اپنی بیماری کا علاج فوراً کرنا چاہیے ورنہ تمام نیکیاں خاک میں مل جانے کا خطرہ ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا اس کو جنت کی خوشبو تک نہ ملے گی، جنت میں داخلہ تو بہت دور کی بات ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اور خاکساری اور عاجزی سے رہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں میں بلندی اور عزت بخشتا ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو اپنے دل میں کمتر سمجھتا ہے اور جو تکبر اور بڑائی سے رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دیتا ہے یہاں تک کہ متکبر شخص لوگوں میں کتے اور سور سے بھی زیادہ ذلیل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اپنے دل میں یہ اپنے کو بہت بڑا سمجھتا ہے۔ اس روایت کو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''خطبات الاحکام'' میں نقل فرمایا ہے۔ اور اگر کسی کو حقیر نہ سمجھے صرف اپنے کو اچھا سمجھتا ہے، اپنے کمالات اور اچھے حالات کو عطائے خداوندی سمجھنے کی بجائے اپنا ذاتی کمال سمجھتا ہے اور اپنی ہر نعمت علم وتقویٰ، استقامت، ریاضت وعبادت، حسن و جمال، دولت وعزت و اخلاقِ حسنہ کے سلب ہونے اور زوال اور تغیر کا خوف نہیں رکھتا تو اس کا نام عجب ہے۔ شریعت میں تکبر اور عجب دونوں حرام ہیں۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا کمالات اشرفیہ میں ایک ملفوظ درج ہے کہ جب بندہ اپنی نظر میں بُرا اور حقیر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں اچھا ہوتا ہے اور جب اپنی نظر میں اچھا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں بُرا ہوتا ہے۔

تکبر اور عُجب کا علاج

تکبر کا علاج یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو یاد کرے اور اپنے خاتمہ کو سوچے کہ نہ جانے کس طرح خاتمہ لکھا ہوا ہے اور ممکن ہے کہ ہمارا کوئی کام اللہ تعالیٰ کو ایسا ناپسند ہو گیا ہو کہ سب نیکیوں پر پانی پھر جاوے اور جس کو ہم حقیر سمجھتے ہیں ممکن ہے کہ اس کا کوئی عمل زندگی بھر میں ایسا اللہ تعالیٰ کو پسند آیا ہو کہ اس کی برکت سے اس کی تمام

خطائیں معاف ہوجاویں اور بزرگوں نے ایک حکایت بیان کی ہے کہ اس سے اس بیماری کے علاج میں بڑی مدد ملتی ہے۔ وہ قصہ یہ ہے کہ ایک لڑکی کو محلّہ کی لڑکیوں نے خوب سجایا، وہ جب زیور اور عمدہ کپڑوں سے خوب اچھی لگنے لگی تو سہیلیوں نے بہت تعریف کی کہ بہن تم بہت اچھی لگتی ہو، اب اس حالت میں تم شوہر کے پاس جب جاؤ گی تو خوب قدر ہوگی تو وہ لڑکی رونے لگی اور کہا اے میری سہیلیو اور بہنو! تمہاری ان تعریفوں سے ہم کو کچھ خوشی نہیں، جب ہمارا شوہر ہم کو دیکھ کر پسند کرلے گا اور تعریف کرے گا تو ہم کو واقعی خوشی ہوگی۔ اس واقعہ کو سن کر بعض بزرگ روتے روتے بے ہوش ہوگئے کہ دنیا میں تو لوگ ہماری تعریف کرتے ہیں مگر قیامت کے دن ہم کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کیا فیصلہ فرمائیں گے اس کا یقینی علم ہم کو نہیں پس دنیا میں اپنے کو اچھا اور بزرگ سمجھنا حماقت ہے۔ اس لڑکی کی عقل سے سبق لینا چاہئے۔ حضرت بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ہمارا خاتمہ ایمان پر ہوجاوے گا اس وقت ہم بے شک اپنی زندگی کے تمام کارناموں پر خوشیاں منائیں گے، اس سے قبل خوشی منانا اور لوگوں کی تعریف سے اپنے کو بڑا سمجھنا نادانی ہے اور عُجب کا علاج یہ ہے کہ ہر کمال اور نعمت کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھے اور ڈرتا رہے کہ نہ معلوم کب اور کس وقت ہماری کسی شامت اعمال سے چھن جاوے۔ اللہ تعالیٰ کے استغناء اور شانِ بے نیازی سے ہر وقت ڈرتا رہے۔ بزرگوں نے فرمایا کہ نیکیاں کرتا رہے اور ڈرتا رہے۔ یہی سبق حدیث شریف سے ملتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب اس آیت کا مطلب دریافت کیا کہ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں اے صدیق کی بیٹی! بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں اور اس کے باوجود خدا سے ڈرتے ہیں کہ ان کے ان اعمال کو شاید قبول نہ کیا جائے، یہی وہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال کر کے دماغ خراب نہ ہونا چاہیے بلکہ ڈرتا بھی رہے اور دعا بھی کرتا رہے کہ ہمارا یہ عمل قبول ہو جاوے اور قبول نہ ہونے کا خوف بھی رہے اور اُمید قبولیت بھی رہے۔ ایسا خوف بھی نہ ہو کہ عدم قبولیت کے خوف سے عمل ہی چھوڑ بیٹھے۔ اس لئے حق تعالیٰ شانہ نے آخر میں یہی فرما دیا کہ یہی وہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں۔ عام لوگ تو صرف گناہوں سے مغفرت مانگتے ہیں مگر خاص بندے اپنی نیکیوں کے بعد بھی استغفار کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی کبریائی اور شانِ عظمت کا حق ہم سے کہاں ادا ہوسکتا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد تین بار استغفار فرمایا کرتے تھے۔ جس کی حکمت بزرگوں نے یہی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق کسی سے ادا نہیں ہوسکتا، اس لئے عارفین اپنے نیک اعمال کے بعد بھی استغفار کرتے ہیں۔

تنبیہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا کہ آدمی کا جی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، اس کا جوتا اچھا ہو (یعنی کیا یہ سب تکبر ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہیں اور جمال کو پسند فرماتے ہیں، تکبر تو یہ ہے کہ حق کو قبول نہ کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض اللہ والے جو اچھا لباس پہنتے ہیں ان کے متعلق دل برا نہ کرے کہ یہ تکبر والے ہیں۔ بزرگی پہاڑ کے دامن میں رہنے، جھونپڑی بنانے، سوکھی روٹی کھانے اور موٹا کپڑا پہننے کا نام نہیں۔ اگر ایسے شخص کے دل میں دنیا ہے تو یہ بھی دنیا دار ہے اور اگر دل میں دنیا نہ ہو تو بادشاہت کے ساتھ بھی حق تعالیٰ کے بندے ولی ہوئے ہیں۔

اگر مال و جاہ ست و زرع و تجارت
چو دل باخدا ایست خلوت نشینی

یہ شعر شرح مشکوٰۃ شریف مظاہر حق میں درج ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر مال و عزت اور کھیتی اور تجارت کے ساتھ بھی دل اللہ کے ساتھ ہر وقت لگا ہو تو یہ شخص

خلوت نشین اور اللہ والا ہے اور اگر پہاڑ کے دامن اور جنگل میں بیٹھ کر انتظار کر رہا ہے کہ کوئی شکار آوے اور نذرانہ اور حلوا مجھے پیش کرے تو یہ مکار اور پکا دنیا دار ہے۔ خلاصہ یہ کہ فقیری اور اللہ تعالیٰ کی دوستی اچھا کھانے اور اچھے لباس میں اور اچھے مکان میں بھی کسی بزرگ کی صحبت سے نصیب ہوسکتی ہے بشرطیکہ اتباعِ سنت اور تقویٰ کامل کا اہتمام ہو۔

عُجب پر اِشکال اور جواب

اس مقام پر ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی کمال عطا فرمائیں پھر اس کمال کو کمال نہ سمجھنا ناشکری تو نہ ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ اس کو صفت کمال تو سمجھے لیکن اپنا ذاتی کمال نہ سمجھے، عطیہ خداوندی سمجھ کر شکر گذار ہو اور بجائے فخر کے ڈرتا رہے کہ ہماری شامتِ اعمال سے یہ چھن نہ جاوے۔

سالکین کی تباہی

سالکین کو شیطان اس طرح جلد تباہ کر دیتا ہے کہ شیخ اور مربی پر اعتراض دل میں ڈال دیتا ہے۔

تکبر کا حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد فرمودہ علاج

(۱)...... یہ سوچے کہ جو کمالات ہمارے اندر ہیں یہ میرے پیدا کیے ہوئے نہیں ہیں بلکہ محض حق تعالیٰ کی عطا ہے۔

(۲)...... اور یہ عطا بھی کسی استحقاق اور ہماری قابلیت سے نہیں بلکہ محض اللہ کی مہربانی و کرم سے عطا ہوئی ہے۔

(۳)...... پھر اس نعمت کا باقی رہنا بھی ہمارے اختیار میں نہیں حق تعالیٰ جب چاہیں چھین لیں۔

(٤)...... اور جس کو ہم حقیر سمجھ رہے ہیں گو اس میں یہ کمال اس وقت نہیں مگر اللہ تعالیٰ قدرت رکھتے ہیں کہ اس کمال کو مجھ سے چھین کر اس کو دے دیں یا بغیر مجھ سے چھینے ہوئے اس کو مجھ سے اس کمال میں زیادہ بلند کر دیں اور اتنا زیادہ بلند مرتبہ اس کو کر دیں کہ میں اس کا محتاج ہو جاؤں۔

(۵)...... اگر آئندہ اس کو کمال نہ بھی حاصل ہو تو ممکن ہے کہ اس وقت ہی کوئی اس کے اندر ایسا کمال ہو جو مجھ سے مخفی ہو اور سب ہی سے مخفی ہو اور حق تعالیٰ کو معلوم ہو جس کی وجہ سے یہ حق تعالیٰ کے نزدیک مجھ سے زیادہ محبوب اور مقبول ہو۔

(٦)...... اگر کسی کمال کا احتمال بھی ذہن میں نہ آوے تو یہی سوچے کہ ممکن ہے یہ مجھ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا مقبول ہو اور علم الٰہی میں میری مقبولیت اس سے کمتر یا بالکل ہی نہ ہو۔ قیامت کے دن یہاں کے کتنے پیدل وہاں کے سوار اور یہاں کے کتنے سوار وہاں کے پیدل ہوں گے تو مجھ کو کیا حق ہے کہ اپنا انجام معلوم ہوئے بغیر میں اس کو حقیر سمجھوں۔

(۷)...... اور جس کی حقارت ذہن میں آوے اس پر احسان و مہربانی خوب کرے اور اس کے لئے خوب دعا کیا کرے اس طرح اس سے محبت ہو جاوے گی اور جب محبت ہو جاوے گی تو محبت کا طبعی خاصہ ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے اس کی تحقیر دل میں نہیں ہوتی۔ اس مقصد کے لئے کبھی کبھی ایسے آدمی کا مزاج بھی پوچھا کرے اور بات چیت کر لیا کرے اس طرح دونوں جانب سے تعلق ہوگا اور تحقیر کا مادّہ معدوم ہو جاوے گا۔ (کمالات اشرفیہ، ص:۹۴)

فرق درمیان ریا وعُجب وتکبر

ریا ہمیشہ عبادات اور دینی امور میں ہوتی ہے اور عُجب اور تکبر دنیا اور دین

کے دونوں امور میں ہوتے ہیں پھر تکبر میں آدمی دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے اور عُجب میں وہ اپنے کو اچھا سمجھتا ہے گو دوسرے کو حقیر نہ سمجھے۔ پس! تکبر کے ساتھ عجب لازم ہے اور عجب کے ساتھ تکبر لازم نہیں۔

تنبیہ: البتہ اگر کوئی ایسا شخص ہو جس سے شرعاً بغض رکھنا واجب ہو تو اس سے ملنا جلنا اور محبت تو نہ کرے لیکن اپنے انجام کے خوف سے اس کو حقیر بھی نہ سمجھے کہ ممکن ہے آئندہ یہ مرنے سے پہلے توبہ کر کے آخرت بھی لے جاوے۔ حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہیچ کافر را بخواری منگرید
کہ مسلماں بودنش باشد اُمید

یعنی کسی کافر کو بھی ذلت وحقارت سے مت دیکھو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ مرنے سے پہلے مسلمان ہو کر دنیا سے جاوے۔ البتہ اس سے قلب میں بغض رکھیں گے۔ نفرت اور بغض کے ساتھ دل میں حقارت کا نہ ہونا دونوں باتیں جمع ہوسکتی ہیں جیسے کوئی حسین شاہزادہ چہرہ پر سیاہی لگا کر چہرہ کالا کر لے تو اس کے چہرے کی سیاہی سے تو نفرت ہوگی مگر شاہزادے کو حقیر نہ سمجھیں گے کیونکہ ممکن ہے کہ یہ اپنا چہرہ صابن سے دھو کر پھر صاف ستھرا چاند جیسا کر لے۔ سبحان اللہ! حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیسے کیسے مشکل مسائل کو مثالوں سے حل فرما دیا اور خلاصہ اس کا یہ فرمایا کہ بھائی معاصی سے نفرت ہو مگر عاصی سے نفرت نہ ہو جیسے مرض سے ہر آدمی گھبراتا ہے مگر مریض پر شفقت اور رحمت بھی ضروری سمجھتا ہے۔

خجلت اور تکبر کا فرق

خجلت ایک طبعی انقباض ہے جو خلافِ عادت کام کرنے سے یا حالت پیش آنے سے نفس پر وارد ہوتا ہے اور سالک کو بعض اوقات غایت احتیاط کے سبب اس پر شبہ تکبر کا ہوتا ہے مگر درحقیقت تکبر نہیں ہوتا ہے اور معیار اس کا یہ ہے کہ جس طرح یہ

شخص ایک خسیس اور ذلیل کام سے شرماتا ہے اگر کوئی شخص اس کی بہت زیادہ اکرام اور تعظیم کرے تو بھی اس کو اسی طرح کا انقباض ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو خجلت ورنہ تکبر ہے۔ پس نفس کی تاویل سے ہوشیار رہے کہ یہ تکبر کو بھی خجلت میں نہ شامل کر لے۔ تفصیلی علاج اپنے شیخ اور مربی سے دریافت کرے۔

تواضع میں تکبر

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ کبھی تکبر بصورت تواضع ہوتا ہے یعنی تواضع اس لئے کرتا ہے کہ لوگ ہم کو بڑا سمجھیں۔ اس کی علامت یہ ہے کہ تواضع کے بعد اگر لوگ اس کی عزت اور تعظیم نہ کریں تو برا مانتا ہے اور اصلی اللہ والے اپنے کو تعظیم کا مستحق نہیں سمجھتے۔

حسد کی بیماری اور اس کا علاج

کسی شخص کی اچھی حالت یا کوئی نعمت ناگوار معلوم ہونا اور دل میں یہ آرزو کرنا کہ یہ نعمت اس سے زائل ہو جاوے یہ بھی بیماری خطرناک ہے۔ اس بیماری سے آدمی کا سکون چھن جاتا ہے اور دل جلتا رہتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ حسد حاسد کی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے حسد پر دو شعر کیا خوب بیان فرمائے ہیں۔

حسد کی آگ میں کیوں جل رہے ہو
کفِ افسوس تم کیوں مل رہے ہو
خدا کے فیصلے سے کیوں ہو ناراض
جہنم کی طرف کیوں چل رہے ہو

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی دوست یا دشمن کے زوالِ نعمت سے اگر اندر سے دل خوش ہو تو اگر چہ بظاہر اس سے اظہارِ افسوس بھی کیا

جاوے اور چونکہ اندر کی خوشی غیر اختیاری ہونے سے گناہ بھی نہیں لیکن یہ حالت نقص کی علامت ہے۔ اس کا علاج بہ تکلف کرے، اس طرح کہ اس شخص کے لیے خوب دعا کیا کرے۔ بکثرت ایسا کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ نقص زائل ہوجاوے گا۔

(کمالاتِ اشرفیہ، ملفوظ: ۴۵۰)

حسد کا علاج یہ ہے کہ جس شخص پر حسد ہو(۱) اس سے سلام میں سبقت کرے۔ (۲) سفر پر جاوے تو اس سے ملاقات کر کے جاوے۔ (۳) سفر سے آوے تو اس کے لیے کوئی ہدیہ لاوے خواہ مختصر رقم کا ہو۔ (۴) کبھی کبھی ناشتہ کی دعوت کر دے۔ (۵) اپنی مجلس میں اس کی تعریف کرے۔ (۶) اس کے لیے خوب دعا کیا کرے۔ (۷) اس کی کوئی برائی کرے تو سختی سے منع کر دے اور غیبت سنانے اور سننے دونوں کے حرام ہونے کا مسئلہ اس کو بتادے۔ ان شاء اللہ چند دن اس طریق پر عمل کرنے سے یہ بیماری شفا پا جاتی ہے اور پھر اس سے جلنے کے بجائے اس کی محبت معلوم ہوگی اور دل گلاب کے پھول کی طرح ہلکا پھلکا ہو جاوے گا اور حق تعالیٰ کی عبادت وذکر کے لیے فارغ اور پرسکون ہوگا۔

کینہ اور اس کا علاج

جس مسلمان سے کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے اور اس سے بدلہ لینے کی ہمت نہیں ہوتی تو اس کی طرف سے دل میں ہلکا سا غصہ رہتا ہے اور غصہ ضبط کرنے سے دل پر ایک بوجھ رہتا ہے اور قصداً اس کی بدخواہی چاہتا ہے تو اس کو حقد یعنی کینہ (بغض) کہتے ہیں۔ علاج یہ ہے کہ اس کو معاف کر دے اور بہ تکلف اس سے میل جول شروع کر دے۔ باقی اصلاً اس کا علاج بھی وہی ہے جو اوپر حسد کا بیان ہوا۔

حرص اور دنیا کی محبت کا علاج

اس کا سب سے عمدہ علاج یہ ہے کہ بزرگوں کی مجالس میں حاضری دیا

کرے اور ان سے تعلق مع اللہ کا طریقہ معلوم کرے۔ جب دل میں اللہ تعالیٰ کا تعلق راسخ ہو جاوے گا دنیا کی طرف سے قلب خود ہی بے رغبت ہو جاوے گا۔ صرف ذکر اللہ اور صحبت اہل اللہ اس بیماری کو دور کر سکتی ہے اور دنیا کی بے ثباتی اور موت کو کثرت سے سوچنا بھی اکسیر ہے اور ان اشعار کو کثرت سے پڑھنا بھی دل کو دنیا کی محبت سے پاک کرتا ہے۔

دبا کے قبر میں سب چل دیئے دعا نہ سلام
ذرا سی دیر میں کیا ہو گیا زمانے کو

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا
معطر کفن تھا مُشیَّن بدن تھا

جو قبر کہن ان کی اکھڑی تو دیکھا
نہ عضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

یہ چمن صحرا بھی ہوگا یہ خبر بلبل کو دو
تا کہ اپنی زندگی کو سوچ کے قرباں کرے

آکر قضا باہوش کو بے ہوش کر گئی
ہنگامۂ حیات کو خاموش کر گئی

قضا کے سامنے بے کار ہوتے ہیں حواس اکبرؔ
کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

قضا کے بعد ہوئی سرد نفس کی دنیا
نہ حسن و عشق کے جھگڑے نہ مال و دولت کے

کبھی کبھی قبرستان جا کر دنیا داروں کے حشر وانجام کو آنکھوں سے مشاہدہ کرے کہ اب ان کے بنگلے اور کار اور دولت اور ملازمین کہاں ہیں۔ اب صرف ان کے اچھے اعمال ہی کام آسکتے ہیں۔

شکریہ اے قبر تک پہنچانے والوں شکریہ
اب اکیلے ہی چلے جائیں گے اس منزل سے ہم

جس طرح ایک قیدی دوسرے قیدی کو نہیں چھڑا سکتا۔ چھڑانے والا باہر سے آتا ہے اسی طرح دنیا دار کو دنیا دار دنیا کی محبت اور قید سے آزادی نہیں دلا سکتا۔ اس کے لیے اللہ والوں کی صحبت ضروری ہے جو بظاہر دنیا میں ہیں مگر اپنی روح کے مقام میں وہ دنیا سے باہر ہیں۔ میرا شعر ہے ؎

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

بے جا غصہ اور اس کا علاج

غصے میں عقل درست نہیں رہتی اور انجام سوچنے کا ہوش نہیں رہتا، اس لیے زبان سے نامناسب بات اور ہاتھ سے زیادتی اور ظلم ہو جاتا ہے اور کبھی غصے میں تین طلاق دے کر زندگی بھر رونا پڑتا ہے اور کبھی غصے میں بے اندازہ مار پیٹ سے قتل و ہلاکت تک کا جرم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے کتنے گھروں کے اور خاندان کے خاندان کے چراغ ہمیشہ کے لیے بجھ جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ غصہ شیطان کی جانب سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور آگ کا علاج پانی ہے پس جب غصہ آوے وضو کر لیا کرے۔

علاج اس کا یہ ہے کہ جس پر غصہ آوے اس کو اپنے سامنے سے ہٹا دے، اگر وہ نہ ہٹے تو خود ہٹ جاوے، پھر سوچے کہ جس قدر اس شخص نے ہمارا قصور کیا اور ہمارا حق مارا اور ہماری نافرمانی کی اس سے زیادہ ہم رات دن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق میں قصوروار ہیں، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی اور انعامات ہم سے نہیں چھینتے اور جس طرح ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا قصور

معاف فرمادیں اسی طرح ہم کو چاہیے کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے بندوں کی خطاؤں کو معا
ف کردیں۔ جس قدر قیامت کے دن اپنی خطائیں معاف کرانی ہوں اتنا ہی دنیا میں
اللہ تعالیٰ کے بندوں کی خطائیں معاف کرتا رہے اور ان پر احسان بھی کرتا رہے۔ ان
شاء اللہ تعالیٰ اس طرح سوچنے سے دل ہلکا ہونا شروع ہوجائے گا اور زبان سے
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کئی بار پڑھے اور وضو کرلے اور ٹھنڈا پانی پی
لے۔ کھڑا ہو تو بیٹھ جاوے، بیٹھا ہو تو لیٹ جاوے اور اللہ تعالیٰ کے غضب کو یاد کرے
۔ جب غصہ ہلکا ہوجاوے اور عقل درست ہوجاوے تو جو مناسب سزا ہو تجویز کرے،
جیسے اپنے بچوں کی اصلاح کے لیے غصہ کرنا ہے تو جب غصہ جاتا رہے تو خوب سوچ
سمجھ کر شریعت سے جتنی اجازت ہو اتنی سزا دیں۔ اس طرح بار بار کرنے سے غصے کی
اصلاح ہوجاوے گی۔

غصہ نہ روکنے کا ایک عبرتناک واقعہ

غصہ کا روکنا تو نفس پر بوجھ معلوم ہوگا مگر اس کا انجام ہمیشہ اچھا ہوتا ہے اور
دشمن بھی دوست بن جاتا ہے اور غصہ کرنے سے دوست بھی دشمن بن جاتے ہیں
اور انسان آہستہ آہستہ اس بد اخلاقی سے بے یار و مددگار ہوجاتا ہے حتیٰ کہ ایک
صاحب جو بہت بدمزاج اور غصہ سے پڑوسیوں کو تنگ کیا کرتے تھے جب ان کی بیوی
کا انتقال ہوا تو جنازہ اٹھانے کے لیے مزدوروں کو اجرت پر لانا پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں جو کشتی میں گرادے۔ بلکہ بڑا پہلوان وہ ہے جو غصہ
کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔

اللہ تعالیٰ نے غصہ پینے والوں اور لوگوں کی خطاؤں کو معاف کرنے والوں
اور ان پر احسان کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے اور اپنے نقصانِ مالی کے بارے
میں یوں سوچے کہ جو ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے اور صبر پر اجر ملتا ہے۔ اِنَّا
لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے سے ایسے مواقع پر اس سے بہتر نعمت عطا ہوجانے کا

وعدہ ہے اور یہ سوچے کہ انتقام لینے سے اجر وثواب بھی ہاتھ سے جاوے گا اور ہم کو کیا نفع ملے گا اور اگر غصہ میں انتقام لیتے وقت اس پر ظلم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور سزا کا عذاب الگ بھگتنا پڑے گا۔

حکایت

ایک بزرگ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جارہے تھے کہ کسی دشمن نے اُن کے سر پر راکھ کا ٹوکرا پھینکا۔ حضرت نے فرمایا الحمدللہ۔ مریدوں نے کہا حضرت یہ الحمدللہ کا کیا موقع ہے؟ فرمایا جو سر سرکشی کے سبب آگ برسنے کے قابل تھا اس پر راکھ برسی تو شکر کیوں نہ ادا کروں۔

حکایت

حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دو آدمی لڑ رہے تھے۔ ایک نے کہا ایک گالی دے گا تو میں دس گالی دوں گا۔ آپ نے فرمایا مجھے ایک ہزار گالیاں دے لو، مجھ سے ایک گالی بھی نہ سنو گے۔ دونوں نے آپ کے قدم کو بوسہ دیا اور صلح کر لی۔

حکایت

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا دامت برکاتہم نے ایک خادم کو ڈانٹا۔ اس نے معافی مانگ لی۔ فرمایا تو ہمیشہ اسی طرح ستاتا رہتا ہے، آخر کب تیرا یہ معاملہ بھگتا کروں؟ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ قریب بیٹھے تھے، کان میں فرمایا کہ مولانا جتنا اپنا اللہ تعالیٰ سے بھگتوانا ہے اتنا یہاں ان کے بندوں کی بھگت لو یعنی وہاں اپنی خطائیں جس قدر معاف کرانی ہیں یہاں اتنی لوگوں کی خطائیں معاف کرتے رہو۔

غصہ کے علاج کا بہترین مؤثر مراقبہ

جب غصہ بہت تیز غالب ہو فوراً سوچے اگر ہم اس وقت اس پر غصہ روک لیں گے اور معاف کر دیں گے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بھی ہمارے اوپر سے

اپنا عذاب روک لیں گے۔ یہ بشارت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی روایتِ حدیث سے ثابت ہے۔

بدنگاہی، سینے کی خیانت اور حسن پرستی

برے اخلاق میں یہ بیماری بھی نہایت خطرناک ہے، اس کا خطرہ شروع میں محسوس نہیں ہوتا، شروع میں تو آدمی سمجھتا ہے کہ حسینوں سے دل بہلا رہا ہوں، نہ اس سے کچھ لے رہا ہوں، نہ اپنا کچھ دے رہا ہوں، لیکن یہ خیال محض دھوکہ ہے کیونکہ بدنگاہی اور دل کے گندے خیالات سے صرف دل ہی نہیں بہلتا منی بھی پگھل جاتی ہے، صحت خراب ہونے لگتی ہے اور عبادت کی حلاوت سلب ہو جاتی ہے، اُسے ذکر اور عبادت میں لطف نہیں آتا اور بعض واقعات تو ایسے خطرناک ہیں کہ خدا ہی بچائے۔ نگاہ کی خرابی سے کسی حسین کی محبت دل میں اس طرح اتر گئی کہ جب توبہ کے لیے کہا گیا تو اس نے کہا کہ میں سب گناہ سے توبہ کرتا ہوں مگر اپنے محبوب کے عشق سے توبہ نہیں کروں گا اور جب کلمہ پڑھایا گیا تو کہا کہ مجھے اُس محبوب کی خوشی خدا کی رضا سے زیادہ محبوب اور عزیز تر ہے (معاذ اللہ) اور اس طرح کفر پر خاتمہ ہو گیا۔

سالکین کو شیطان انہیں دو بیماریوں میں مبتلا کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے، ایک عورت کے جال میں، دوسرے خوبصورت لڑکے کے عشق میں۔

تنبیہ: بعض وقت شیطان نگاہوں پر ایسا مسمریزم کرتا ہے کہ معمولی صورت بھی بہت زیادہ حسین معلوم ہوتی ہے اور اس کی ہر نظر میں سینکڑوں تیر اور صدہا کمان پوشیدہ معلوم ہوتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حالت کا نام تمویہ رکھا ہے۔ یہ بہت ہی خطرناک حالت ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام کی تشریح کرتے وقت تحریر فرمایا کہ اے اللہ! اس حالت سے اشرف علی کی حفاظت فرما اور تحریر فرمایا کہ جب اس حالت سے نجات حق تعالیٰ اپنی رحمت سے عطا فرما دیتے ہیں تو اس حالت کا نام تنبیہ ہے۔ حیرت ہے کہ بعض نادان لوگ ان باتوں کو گناہ نہیں

سمجھتے، ہاتھ میں تسبیح بھی ہے اور عورتوں اور لڑکوں کو بری نظر سے گھورتے بھی رہتے ہیں، حالانکہ شریعت میں یہ دونوں افعال حرام اور گناہِ کبیرہ ہیں اور ان پر اصرار اور دوام سے عمل کرنے والا فاسق و فاجر ہے۔ ایسے شخص کو قربِ خداوندی کی ہوا بھی نہیں لگ سکتی، حسن پرستی اور بدنگاہی صحتِ جسمانی اور صحتِ روحانی دونوں کو تباہ کر دیتی ہے اور دنیا و آخرت میں ذلیل کر دیتی ہے۔ اگر کسی کو زمانۂ تعلیم میں یہ بیماری لگ جائے تو دل و دماغ اور قوتِ حافظہ کو کمزور کر کے علم سے دل کو اچاٹ کر دیتی ہے اور علمِ دین کے طالب علم کو تقویٰ اور علم کی برکتوں سے محروم کر کے ہمیشہ کے لیے کمالات اور ترقیاتِ علمیہ اور عملیہ سے محروم کر دیتی ہے۔ پس اس بیماری کا علاج بہت فکر، اہتمام اور ہمت سے کرنا چاہیے، اس زہر کو شہد نہ سمجھے اور ہلاکت کے اس سبب کو فرحت اور دل بہلانے کا ذریعہ ہرگز نہ سمجھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو غضِ بصر (نگاہ کی حفاظت) کا حکم دیا ہے تو اس فعل میں کوئی نفع اور بھلائی کیسے ہوسکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بندوں کا خیر خواہ کون ہوسکتا ہے؟ خلاصہ یہ ہے کہ بدنگاہی اور حسن پرستی نہایت خطرناک بیماری ہے جو دنیا اور دین دونوں کو تباہ کر ڈالتی ہے۔

بدنگاہی اور حسن پرستی کا علاج

یہ بیماری ہر شخص میں اس کے مزاجِ طبعی کے لحاظ سے کسی میں شدید اور کسی میں اشد ہوتی ہے۔ بعض تو ہوش سنبھالتے ہی اس بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

بچوں کی اصلاح

لہٰذا والدین کو بچپن ہی سے اپنی اولاد کو اس بیماری سے بچانے کا اہتمام کرنا چاہیے ورنہ بچپن خراب ہونے سے پھر علمی دولت سے محرومی لازمی ہو جاتی ہے۔ کم عمری میں پوری نگرانی ہو اور سینما ٹی وی نیز غلط قسم کے لوگوں سے دور رکھتے ہوئے خدا کا خوف، دوزخ کا عذاب بتایا جائے اور کبھی کبھی بزرگوں کی مجالس میں بھی لے

جائے اور اپنے کم عمر بچوں کو جہاں تک ممکن ہو اپنی نگرانی سے دور نہ کریں اور کم عمری میں ان کو چھوڑ کر بدونِ سخت ضرورت بیرونِ ممالک کے سفر سے بھی احتیاط کریں ورنہ باپ کی دوری سے بچے بہت جلد آزاد ہو جاتے ہیں اور ماں کی تربیت سے بے قابو ہو کر آوارہ ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بھی اولاد کے نیک ہونے کی خوب الحاح سے دعا کرتے رہیں اور یہ دعا ہر فرض نماز کے بعد پڑھ لیا کریں:

﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾

(سورۃ الفرقان، آیت: ۷۴)

اور بچوں کو مختلف جائز اور مباح کاموں میں مصروف رکھا جائے، مصروف زندگی شیطانی چکروں سے اکثر محفوظ رہتی ہے۔

بالغین کی اصلاح

(۱)...... کچھ ذکر اللہ کا معمول بنالیا جائے، کوئی بزرگ بستی میں ہوں ان سے مشورہ کرلیں ورنہ درود شریف تین سو مرتبہ، لا الٰہ الا اللہ سو مرتبہ اور سو مرتبہ اللہ اللہ کرلیا کریں۔ تلاوتِ قرآنِ پاک اور اشراق واوّابین اور تہجد کا معمول بھی کرلیں۔ اگر آخر شب آنکھ نہ کھلے تو بعد نمازِ عشاء وتر سے قبل دو یا چار رکعات نفل بہ نیت تہجد پڑھ لیا کریں۔ ذکر وتلاوت اور نوافل کے اہتمام سے قلب میں نور پیدا ہوگا۔ نورِ حق نارِ شہوت کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواہشاتِ نفس کی آگ اللہ تعالیٰ کا نور ہی ٹھنڈا کرتا ہے۔

تنبیہ: ایک ضروری تنبیہ یہ ہے کہ بعض لوگ گناہ کے تقاضے پر عمل کرکے اس تقاضے کو کمزور کرنا چاہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ گناہ کرلینے سے یہ تقاضا اور خواہش کم ہو جائے گی، یہ سخت دھوکہ ہے، ہر گناہ سے گناہ کی خواہش اور تیز ہو جاتی ہے، صرف تھوڑی دیر کو کمی ہوتی ہے، پھر پہلے سے بھی زیادہ آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ گناہ کو گناہ سے کم کرنے کا خیال ایسا ہے جیسا پائخانہ کو پیشاب سے دھو کر آدمی سمجھے کہ پائخانہ کی

گندگی کم ہو جائے گی۔ ایسے لوگ ہمیشہ پریشان رہتے ہیں اور کبھی پاک نہیں ہو سکتے۔ اس لیے ہمت کر کے گناہ کے تقاضے پر عمل نہ کریں۔ اگر کبھی مغلوبیت ہو اور نگاہ خراب ہو جائے تو کم از کم ۴ رکعات نفل اور کچھ صدقہ و خیرات کریں اور خوب الحاح سے توبہ کریں۔

(**۲**)......جب طبیعت میں گناہوں کا تقاضا ہو فوراً ہمت سے کام لیں اور خوب دعا کریں ۲/۲ رکعت نمازِ حاجت پڑھ کر حق تعالیٰ سے خوب پناہ مانگیں اور اچھے کاموں میں یا مباح اور جائز کاموں میں مصروف ہو جائیں یا کسی اچھے دوست سے ملاقات کر کے دل کو بہلا لیں یا بیوی بچوں کے لیے سودا اور ضروری کاموں میں لگ جائیں، اس طرح نفس کا دھیان اور خیال کی تیزی اور میلان کمزور ہو کر مغلوب ہوتے ہوتے کالعدم ہو جائے گا۔ یہ نسخہ بڑا ہی کام کا ہے۔ اس کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نظم بھی کر دیا ہے اور سب حضرت حکیم الامت کے ارشادات ہیں ۔

طبیعت کی رو زور پر ہے تو رک
نہیں تو یہ سر سے گذر جائے گی

ذرا دیر کو تو ہٹا لے خیال
چڑھی ہے یہ ندی اُتر جائے گی

(**۳**)......اس مجاہدے سے گھبرانا نہ چاہیے، اپنی طرف سے تمام عمر یہ غم برداشت کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے، عاشقی اسی کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تلوار کے نیچے اپنی ہر خواہشِ نفسانی کی گردن رکھ دے اور نفس کو گناہ نہ کرنے سے اور آنکھوں کی حفاظت سے جو بھی تکلیف ہو خوشی خوشی برداشت کرے۔ یہ جہادِ اکبر کا شہید ہے، اگرچہ زندہ ہے مگر باطن میں اس کی شہادت کا بازار گرم ہے ۔

ترے حکم کی تیغ سے میں ہوں بسمل
شہادت نہیں میری ممنونِ خنجر

ایک مرتبہ کافر کی تلوار سے شہید ہونا آسان ہے مگر اس جہادِ اکبر سے نفس کو تمام عمر اپنی بری خواہشات پر حکمِ الٰہی کی تلوار کھانی پڑتی ہے ؎

کمالِ عشق تو مر مر کے جینا ہے نہ مرجانا
ابھی اس راز سے واقف نہیں ہیں ہائے پروانے

(٤)......اس بیماری کا مکمل علاج کسی اللہ والے کی نگرانی میں کرانا چاہیے۔ مرشدِ کامل جو متبعِ سنت، متقی اور کسی کامل کی طرف سے مجازِ بیعت بھی ہو، ایسے مریضوں کو ان کی صحبت میں کچھ دن رہ پڑنا چاہیے، یہاں تک کہ دل کو حق تعالیٰ کا خاص تعلق عطا ہوجائے جس کو نسبتِ باطنی کہتے ہیں۔ تعلق مع اللہ نصیب ہوجانے سے سالک کو حفاظتِ نفس میں بڑی آسانی ہوجاتی ہے۔

(٥)......جملہ معاصی سے احتیاط کے لیے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دو جملوں کا ایک نسخہ بیان فرمایا ہے۔ (۱) معصیت ہونے سے پہلے تو پوری ہمت سے نفس کو روکے۔ (۲) اور اگر شامتِ نفس سے خطا ہوجائے تو سچے دل سے توبہ کرے۔

(٦)......الحاح وزاری کے ساتھ دعا سے بارگاہِ حق میں اپنی حفاظت کی درخواست کرتا رہے اور سجدہ کی جگہ کو اپنے آنسوؤں سے تر کرتا رہے۔ اگر آنسو نہ نکلیں تو رونے والوں کی شکل ہی بنالیا کریں۔ دعا بڑی نعمت ہے اور حق تعالیٰ کے فضل اور رحمت کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل ہی سے بندہ گناہ سے محفوظ ہوسکتا ہے اور احکامات کو بجالاسکتا ہے۔ حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے خدا! اگر گناہوں کے ہزاروں جال یعنی اسباب ہمارے قدموں کے سامنے ہوں لیکن اگر آپ کا فضل ہماری مدد کے لیے ہمارے ساتھ ہے تو ہم کو کچھ غم نہیں اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم کے ساتھ نہ ہونے سے ہرن کا شکار کرنے والے خود جنگلی سور کے منہ میں شکار ہوگئے۔ اس لیے کبھی اپنے تقویٰ اور پرہیزگاری پر ناز نہ کرے، ہر وقت ڈرتا رہے اور حق تعالیٰ سے

حفاظت کے لیے فریاد و نالہ اور آہ وزاری کرتا رہے، اپنے زور پر کچھ نظر نہ رکھے، اپنی کامیابی کو زاری پر موقوف سمجھے، اگر حق تعالیٰ اپنا لطف و کرم اور اپنی مدد ہٹالے تو ہاتھی اور شیر جیسا مضبوط دین دار پھسل کر تباہ ہوجائے اور اگر حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم کو ہمارے ساتھ ہمارا نگہبان اور غم خوار بنادیں تو پھر مچھر جیسا کمزور سالک و دیندار بھی منزلِ قرب کے اعلیٰ مقام پر فائز اور گامزن ہوجائے اور بڑے بڑے نفس و شیطان کے مکر و تدبیر کے جانور اس کی ہمت کے شیر کے سامنے ایسے بھاگتے نظر آئیں گے جیسا کہ آپ نے کسی جنگل میں شیر کے سامنے ہرن اور چیتوں اور بارہ سنگھوں جیسے تمام بڑے بڑے سینگوں والے جانوروں کو بے تحاشہ بھاگتے ہوئے دیکھا ہوگا۔

(۷)......اس بیماری میں شیطان مایوسی کا حملہ بہت کرتا ہے یعنی جب سالک ایک زمانہ ذکر و فکر اور صحبتِ اہل اللہ کے باوجود بھی نفس کے اندر برے برے تقاضوں کو محسوس کرتا ہے تو سوچنے لگتا ہے کہ اس راہ میں ہمارا گذر نہیں، حالانکہ اس راہ میں ایسوں ہی کا گذر ہے، یہ ہیجڑوں کا راستہ نہیں ہے، یہ مردوں ہی کا راستہ ہے، نافرمانی کے تقاضوں کو روکنے ہی کا نام تقویٰ ہے، اگر یہ تقاضے نہ ہوں گے تو تقویٰ کا وجود کیسے ہوگا؟ لہٰذا تمام عمر مجاہدہ سے نہ گھبرانا چاہیے لیکن یہ مجاہدہ آہستہ آہستہ آسان ہوتا جائے گا لیکن اگر بدپرہیزی یعنی بدنگاہی سے یہ تقاضے شدید ہوکر پریشانی کا باعث ہوں تو یہ آپ ہی کا قصور ہے، راستہ تو مشکل نہیں تھا، آپ نے مشکل بنالیا۔ بہرحال کسی حال میں بھی ہمت نہ ہارے۔ خواجہ صاحب نے خوب فرمایا ہے ؎

نہ چت کرسکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے

ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبالے کبھی تو دبالے

کبھی شیطان اس طرح بھی ناامید کرتا ہے کہ تجھ جیسے بار بار توبہ توڑنے

والے کو کیا انعام وقربِ الٰہی ملے گا؟ تجھ جیسے نالائقوں کو اس دربارِ عالی سے محرومی ہی رہے گی، یہ تو پاک بازوں کا راستہ ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ بے شک توبہ توڑنا بہت بڑا گناہ ہے لیکن ہمارے لیے کوئی اور بارگاہ، کوئی اور خدا بھی تو نہیں ہے جہاں ہم چلے جائیں، سوائے حق تعالیٰ کے ہمارا کوئی اور ٹھکانہ بھی تو نہیں ہے۔ اگر وہ صرف پاک بازوں کا رب ہے تو ہم گنہگاروں کا کیا کوئی دوسرا رب ہے جس کو ہم پکاریں، ہم بھی انہی کے ہیں، معافی اور گریہ وزاری کر کے ہم ان کو راضی کریں گے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ توبہ کرنے والے اگر کاملین میں نہ اٹھائے جائیں گے تو تائبین میں ان شاءاللہ ضرور اٹھائے جائیں گے۔ حدیث شریف میں ہے اے اللہ! آپ کی عطا کو کوئی چیز روک نہیں سکتی، پھر مایوسی کی کیا بات ہے؟ پس حق تعالیٰ کی رحمت سے فریاد کرتا رہے، جو کچھ ملتا ہے خدا کے فضل ہی سے ملتا ہے، یہ تقریر صرف ناامیدی سے بچانے کے لیے ہے نہ کہ معاصی پر دلیری اور بے باکی کے لیے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے تو ایسے ڈرنا چاہیے جیسے سانپ اور بچھو سے ڈرتے ہیں۔ اپنی اصلاح کے لیے خود بھی الحاح سے دعا کرتا رہے اور اپنے احباب اور اکابر سے بھی دعا کراتا رہے بالخصوص اپنے دینی مربی اور شیخ سے بار بار دعا کے لیے درخواست کرتا رہے۔

بس ہے اپنا ایک نالہ بھی اگر پہنچے وہاں
گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم

مراد یہ ہے کہ ایک نالہ یا ایک فریاد بھی جس دن قبول ہوگئی کام بن جائے گا ورنہ ہر دعا اور نالہ وہاں تک پہنچتا ہے، یہاں پہنچنے سے مراد قبول ہونے کے ہیں۔

(۸)...... اور سب سے مؤثر اور کامیاب علاج یہ ہے کہ کسی مصلح سے تعلق قائم کرے اور اپنی اصلاح سے متعلق تمام حالات کی انہیں اطلاع کرے اور جو مشورہ وہ تجویز کریں دل وجان سے اس پر عمل کرے۔

بدگمانی کی بیماری اوراس کا علاج

اس بیماری سے مسلمانوں میں عداوت، نفرت، دوسروں کو حقیر سمجھنا، حقارت، حسد اور غیبت کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ جب کسی کی طرف سے برا گمان آئے فوراً یہ خیال کرے کہ بدگمانی پر قیامت کے دن دلیل اور گواہی پیش کرنی ہوگی اور ہمارے پاس یقینی دلیل اور گواہی موجود نہیں تو کیوں جھگڑے میں پڑیں؟ کیوں نہ ہم نیک گمان رکھیں تاکہ بلا دلیل اور بلا گواہی ہم کو ثواب ملتا رہے۔ جو لوگ اِدھر کی بات اُدھر لگاتے رہتے ہیں اور مسلمانوں میں نفرت وعداوت پیدا کرتے ہیں ان کو چغل خور کہتے ہیں۔ چغل خور کا علاج یہ ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس شخص کے پاس لے جائے اور اس سے دریافت کرے کہ یہ آپ کے بارے میں یہ بات مجھ سے نقل کرتا ہے اگر جھوٹا نکلا تو پھر کبھی چغلی نہ کرے گا اور اگر سچا نکلا تو وہ شخص شرمندہ ہو کر معذرت کرے گا اور اس طرح پھر کبھی چغلی کھانے کی ہمت نہ ہوگی۔

زبان کی بیس آفتوں کا بیان

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے زبان کی بیس بیماریاں تحریر فرمائی ہیں:
(۱) بے فائدہ کلام کرنا۔ (۲) ضرورت سے زائد کلام کرنا۔ (۳) نافرمان لوگوں کے اور ظالموں کے بے ہودہ قصوں کو بیان کرنا۔ (۴) بحث مباحثہ کرنا۔ (۵) لڑائی جھگڑا کرنا۔ (۶) کلام میں بناوٹ کرنا جس کو تصنع کہتے ہیں۔ (۷) گالیاں بکنا۔ (۸) بدزبانی کرنا اور بڑوں کے ساتھ بدتمیزی کے کلمات نکالنا۔ (۹) لعنت کرنا، یہ عادت عورتوں میں بہت ہے۔ (۱۰) گانا اور خلافِ شرع اشعار پڑھنا۔ (۱۱) حد سے زیادہ ہنسی مذاق کرنا۔ (۱۲) کسی کے بارے میں ایسی بات کرنا جس سے اس کی تحقیر ہو۔ (۱۳) کسی کا راز ظاہر کرنا۔ (۱۴) جھوٹا وعدہ کرنا۔ (۱۵) جھوٹ بولنا۔ البتہ دو مسلمانوں میں صلح کروانے یا مظلوم کو اپنا حق لینے کے لیے جائز ہے۔ (۱۶) غیبت کرنا، یعنی کسی کی پیٹھ

پیچھے اس کی بات اس طرح کرنا کہ اگر وہ موجود ہوتو برا مانے خواہ بات سچی بھی ہو۔ یہ فعل حرام ہے اور اس کی نیکیاں قیامت کے دن چھین کر اس کو دے دی جائیں گی۔ (۱۷) چغل خوری کرنا۔ (۱۸) کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنا یا خوشامد کرنا البتہ اگر اس تعریف سے اس کے اندر بڑائی آجانے کا خوف نہ ہو بلکہ اس کا نیک کام کے لیے حوصلہ بڑھ جاوے تو مضائقہ نہیں۔ (۱۹) بول چال میں باریک غلطیوں کا خیال نہ رکھنا مثلاً اکثر لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ حضرت آپ کے منہ سے جو دعا نکل جاوے گی وہ ضرور قبول ہو جاوے گی یا اوپر خدا اور نیچے آپ ہمارا سہارا ہیں یہ سب باتیں شرک کی ہیں۔ (۲۰) عوام کا علماء سے ایسے سوالات کرنا جو ان کی اپنی ضرورت سے تعلق نہ رکھتا ہو یعنی فضول، بے ضرورت سوالات سے ان کا وقت ضائع کرنا۔

علاج

زبان کی سب بیماریوں کا علاج یہ ہے کہ جب بولے یہ سوچ کر بولے کہ جو بات کرنا چاہتا ہوں ہمارا رب اور ہمارا مالک اس بات سے خوش ہوگا یا ناخوش ہوگا۔ اگر خوش ہونے کا دل میں جواب آئے تو بات کرے اور اگر ناخوش ہونے کا اندیشہ آئے خاموش رہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بدون سوچے بات مت کرو اگر چہ دیر تک خاموش رہنا پڑے تو اس میں کیا غم ہے کہ دیر تک خاموشی کے بعد مفید بات کرو۔

حکایت

سخت زمانہ قحط تھا کہ اچانک خوب بارش ہوگئی۔ ایک بزرگ نے کہا کہ واہ! آج تو اللہ میاں نے بڑے موقع سے بارش فرمائی، الہام ہوا او بے ادب! کیا ہم نے کبھی بے موقع بھی بارش کی ہے؟ پس ان پر گریہ طاری ہو گیا اور ندامت سے توبہ کی۔ زبان کی احتیاط بہت رکھنی چاہیے۔

ریا یعنی دِکھاوا اور اس کا علاج

نیک کام لوگوں کو دکھانے کی غرض سے کرنا اور لوگوں میں واہ واہ اور جاہ و

تعریف چاہنا دِکھاوا ہے۔اس کو ریا بھی کہتے ہیں۔قیامت کے دن ایسے نیک اعمال پر جو ریا کے لیے کیے گئے ہیں بجائے ثواب کے الٹا عذاب دوزخ کا ہے۔البتہ اگر مرنے سے پہلے توبہ کرلے تو مغفرت کی امید ہے۔

یہ دکھاوا کئی طرح کا ہوتا ہے۔کبھی زبان سے کہ آج ہم نے اتنا قرآن پڑھا اور آج ہم نے اتنی خیرات کی ہے اور ہم رات کو اٹھے تھے اور اتنی رکعات تہجد پڑھی ہیں۔اس لیے آج دماغ پر تھکن ہے یا کبھی یوں کہے کہ دوسرے حج میں جو وہاں سے ہم تسبیح لائے تھے وہ آپ کو ہدیہ دے رہے ہیں۔اس طرح صرف ایک جملہ میں دو حج کا ثواب ضائع کردیا اور کبھی زبان سے کچھ نہیں کہتا مگر آدمیوں کے سامنے آنکھ بند کرکے سر جھکا کر بیٹھ گئے تاکہ سب کو معلوم ہو کہ یہ بڑے اللہ والے ہیں اور عرش پر رہتے ہیں دنیا سے برائے نام تعلق ہے، حالانکہ سراپا فرش پر دھرے ہیں یا آنکھوں کو اس طرح دکھانا کہ معلوم ہو کہ رات بھر کے جاگے ہیں، نیند کا غلبہ ہے یا رکوع سجدے نوافل میں جس طرح ہمیشہ کیا کرتا ہے کسی کی موجودگی میں اس کی بنسبت رکوع سجدہ کو لمبا کردینا کہ دیکھنے والا سمجھے کہ بڑے صوفی ہیں، یہ سب بیماری حب جاہ سے پیدا ہوتی ہے۔مخلوق کی نظر میں عزت چاہنے کی حرص سے ریا کا مرض ہوتا ہے۔

علاج اس کا یہ ہے کہ یہ سوچے کہ جس مخلوق کو اپنی نیکی دکھا کر عزت اور نام چاہتے ہو، نہ یہ مخلوق ہوگی نہ ہم ہوں گے، سب قبروں میں خاک ہوں گے، اللہ تعالیٰ ہی کی رضا اور خوشنودی کام آئے گی۔مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ جب زبیدہ خاتون اہلیہ ہارون الرشید خلیفہ بغداد کا انتقال ہوگیا تو کسی بزرگ نے خواب میں دیکھا دریافت کیا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ کہا کہ ہم بخش دیئے گئے۔فرمایا کہ کیا رفاہی کاموں کی بدولت؟ کہا نہیں وہ سب تو اپنے اپنے رب کے پاس پہنچ گئے۔ ذَھَبَ ذَالِکَ کُلُّهٗ اِلٰی اَرْبَابِہٖ اور کہا ہماری مغفرت اچھی اچھی نیتوں کی برکت سے ہوئی۔مطلب یہ کہ رفاہی کاموں میں عزت،

شہرت اور ناموری کی نیت شامل ہونے سے وہ سب اعمال ان جھوٹے خداؤں کے پاس چلے گئے، وہاں کچھ کام نہ آئے۔ اس سبب سے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اچھے اعمال کرتے رہنے کے باوجود قبولیت کے لیے ڈرتے رہتے ہیں۔ ہمارے حضرت مرشد پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بس کرتا رہے اور ڈرتا رہے۔

دعا برائے حفاظت ریا و شرک

احقر عرض کرتا ہے کہ یہی دعا کرلیا کرے کہ یا اللہ! ہماری نیکیوں میں نفس کی طرف سے جو شرارت ریا وغیرہ کی ملاوٹ ہوگئی ہو آپ اپنی رحمت سے معاف فرمادیں۔ حدیث پاک میں ریا سے حفاظت کی ایک دعا بھی بتائی گئی ہے اس کو کثرت سے پڑھتا رہے، امید ہے کہ حق تعالیٰ اس بیماری سے اس دعا کی برکت سے حفاظت فرماویں گے۔ وہ دعا یہ ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ اَنۡ اُشۡرِکَ بِکَ شَیۡئًا وَّ اَنَا اَعۡلَمُ وَ اَسۡتَغۡفِرُکَ لِمَا لَا اَعۡلَمُ﴾

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ جانتے ہوئے میں آپ کی عبادت میں آپ کی رضا اور خوشنودی کے ساتھ کسی اور غرض کو شامل کردوں اور میں بخشش مانگتا ہوں ان ریا کاریوں کی بھی جن کو میں نے لاعلمی میں کردیا ہو۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص عطا فرمائیں۔)

ایک تجربہ کی بات عرض کرتا ہوں جس کو تمام مشائخ نے بھی لکھا ہے وہ یہ کہ اخلاص کی دولت صرف اللہ والوں کی صحبت اور ان کی خدمت اور ان کی جوتیاں اٹھانے سے ملتی ہے۔ اللہ والوں کی صحبت بہت ہی اہم اور ضروری عبادت ہے جس سے تمام عبادتوں میں اخلاص کی جان آجاتی ہے۔

غیبت کرنا

کسی مسلمان کی غیر موجودگی میں اس کی برائی کرنا یا اس کے تعلق والے مثل

اولاد یا سواری یا مکان کی برائی کرنا، زبان سے یا ہاتھ کے اشارے سے مثلاً اس کے قد کا چھوٹے ہونے پر اشارہ کرنا یا آنکھ سے اس کے کانا یا نابینا ہونے کی طرف اشارہ کرنا یا کمر جھکا کر اس کے کبڑے پن کو ظاہر کرنا یا لنگڑا کر چل کر اس کے لنگڑے ہونے پر اشارہ کرنا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرنا کہ اگر وہ موجود ہوتو اس کو برا اور نا گوار معلوم ہو، بس جب کسی کے بارے میں کوئی بات کرے تو یہ سوچ لے کہ وہ بھی اگر یہاں موجود ہوتو اس کو میری یہ بات اچھی لگے گی یا بری لگے گی۔ اگر دل کہے کہ بری لگے گی تو غیبت ہے اگر چہ یہ بات سچ ہی ہو اور اگر سچ نہ ہوتو اس کا نام بہتان لگانا ہے اور یہ بھی حرام ہے۔

بعض لوگ کسی کے مکان کا یا اس کی سواری کا یا اس کے بیوی بچوں کا ذکر اس طرح کرتے ہیں جس کا تعلق خاص ہونے سے اگر وہ ہوتو اس کو برا معلوم ہو یہ بھی غیبت ہے۔

البتہ اصلاحِ حال کی نیت سے اولاد کی بات ماں باپ کو یا شاگرد کی بات استاد کو یا مرید کی بات پیر کو بتانا غیبت نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی سے کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ معلوم ہوتو اس نیت سے بتا دینا کہ وہ نقصان سے محفوظ ہو جاوے ضروری ہے اور مسلمان بھائی کی خیر خواہی میں داخل ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ غیبت زنا سے بھی اشد ہے جس کی وجہ علماء کرام نے یہ لکھی ہے کہ زنا کی معافی حقوقِ الٰہیہ سے ہے، اگر اللہ تعالیٰ سے توبہ اور معافی مانگ لے تو امید معافی کی ہے، لیکن غیبت بندوں کا حق ہے جب تک وہ بندہ نہ معاف کرے گا معاف نہ ہوگا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ غیبت عداوت کا باپ بھی ہے اور بیٹا بھی ہے، یعنی کبھی غیبت کرنے سے عداوت ونفرت پیدا ہوتی ہے اور کبھی عداوت پہلے ہوتی ہے پھر غیبت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے پس جس کا نسب اس

قدر بے ہودہ ہو کہ خود ہی باپ ہو خود ہی بیٹا ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ گناہ کس قدر بد ترین ہے۔ غیبت سے آج کل شاید ہی کوئی مجلس خالی ہو، عوام تو عوام افسوس کہ علماء اور خواص بھی مبتلا ہیں، اس لیے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس گناہ کو ترک کرنے کا بہت اہتمام سے بیان فرمایا ہے، اگر توفیق ہو جاوے تو جس کی غیبت کی ہے اس سے معاف کرالے، لیکن اگر اس کو ابھی غیبت کی اطلاع نہیں ہے اور معافی مانگنے سے اس اطلاع ہونے کے سبب اس کو رنج و غم پہنچنے کا اندیشہ ہو اور دل میں کدورت اور نفرت کا اندیشہ ہو تو سچی نیت سے عہد کرے کہ اب کبھی غیبت نہ کروں گا اور اس کی تعریف کیا کرے خصوصاً جن لوگوں کے درمیان غیبت کی ہے ان سے اس کی تعریف کرے اور اس کی غیبت کرنے کی اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور اس کے لیے دعا کیا کرے اور کچھ تلاوت کر کے یا کم از کم تین بار سورہ اخلاص پڑھ کر کافی دنوں تک ہر روز ان لوگوں کو ثواب بخش دیا کریں جن کی غیبت کی ہے، امید ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ ان لوگوں سے اس کی یہ خطا معاف کرادیں گے اور خود بھی وہ لوگ جب اپنے نامۂ اعمال میں اس کا بخشا ہوا ثواب دیکھیں گے تو رحم آوے گا اور معاف کردیں گے، لیکن ایصالِ ثواب کو غیبت کا بہانہ نہ بناوے، اللہ تعالیٰ دلوں کی نیت کو خوب جانتے ہیں، بعض وقت مقبول بندوں کی غیبت سے خاتمہ بھی خراب ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ کون وہاں مقبول ہے بعض وقت دیکھنے میں آدمی عام معمولی سا مسلمان معلوم ہوتا ہے مگر اس کے تنہائی کے بعض اعمال عند اللہ اس کے درجے کو بہت بلند کر دیتے ہیں، اسی طرح اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے، بہت سے پیدل قیامت کے دن سوار اور یہاں کے بعض سوار وہاں کے پیدل نظر آئیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکرام مسلم کی اور غیبت سے احتیاط کی توفیق بخشیں، آمین۔

غیبت کی بیماری عموماً بدگمانی اور تکبر سے پیدا ہوتی ہے ورنہ جس کو اپنی فکر زیادہ ہوتی ہے وہ دوسروں کے عیوب پر نظر نہیں کرتا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی

رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کو اپنی بدحالی اہم معلوم ہوتی ہے وہ تو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے اپنے بارے میں اتنا ڈرتا ہے کہ وہ اپنے کو مسلمانوں سے کیا کافروں سے بلکہ جانوروں سے بھی بدتر سمجھتا ہے حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ازیں بر ملائک شرف داشتند
کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

اللہ والے اپنے کو خوفِ انجامِ محشر سے اس قدر برا سمجھتے ہیں کہ کتے سے بھی اپنے کو بہتر نہیں سمجھتے کیونکہ جس کا خاتمہ خراب ہوگا تو واقعی اس سے تو کتے اور سور بھی اچھے ہیں کہ ان کو جہنم کی سزا تو نہیں ہے اور اسی عبدیت اور فنائیت کے سبب وہ فرشتوں سے عزت میں بڑھ جاتے ہیں، کیونکہ حق تعالیٰ کو اپنے بندوں سے ذلت اور عبدیت اور فنائیت مطلوب ہے، وہاں زور کا کام نہیں زاری سے کام بنتا ہے اور یہی سلوک اور تصوف بلکہ انسانیت کا حاصل ہے، جس کو ایسی تواضع حاصل ہوگئی وہ ہر مخلوق پر شفقت کرتا ہے اور کسی کو اذیت نہیں پہنچاتا اور نہ انتقام لیتا ہے۔ علامہ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جو جذبۂ انتقام سے مغلوب ہوکر انتقام لیتا ہے وہ ولی اللہ نہیں ہوسکتا۔ ولی اللہ وہ ہوتا ہے جو حلیم ہوتا ہے اور ایذا دینے والوں کے حق میں دعا گو رہتا ہے۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتابگڈھی کا عجیب شعر ہے ؎

جور وستم سے جس نے کیا دل کو پاش پاش
احمدؔ نے اس کو بھی تہہ دل سے دعا دیا

بعض لوگ اشراق اور اوّابین اور ذکر و مراقبہ اور تسبیحات میں بہت آگے ہوتے ہیں مگر کسی سے ان کو اگر اذیت پہنچ جائے یا خلافِ طبع بات کسی سے پیش آجائے تو تسبیح جیب میں رکھ کر بدزبانی، بدکلامی میں مبتلا ہوجاتے ہیں، پھر وہ نہیں دیکھتے کہ ہم کس سے مخاطب ہیں، یہ ہمارے بڑے ہیں یا چھوٹے، ماں باپ ہوں یا استاد یا شیخ سب بھول جاتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہ مقولہ مشہور ہے کہ گھڑی میں

اولیاء گھڑی میں بھوت۔ اللہ تعالیٰ کا غضب اور غصہ کا ہر وقت جس کو دھیان رہتا ہے وہ اپنا غصہ بھول جاتا ہے اور غصہ کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا نفس کے مٹانے کے بعد ہی نصیب ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غصہ ایمان لانے سے پہلے اسلام کے خلاف تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور فیضانِ صحبت سے پھر کفار و مشرکین کے لیے ہو گیا پس آج بھی جن کے غصہ کی اصلاح ہو جاتی ہے وہ اپنے کو نافرمانی سے بچانے کے لیے اپنے نفس پر غصہ کرتے ہیں اور اپنی معافی خدا تعالیٰ سے لینے کے لیے مخلوقِ الٰہیہ کی خطاؤں کو معاف کر دیتے ہیں اور مخلوقِ خدا پر شفقت و رحمت کرتے ہیں اور بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت اور علماء کے اکرام کی حدیث پر اہتمام سے عمل کے لیے اپنے نفس کو مجبور کرتے ہیں، یہاں تک کہ کچھ دن مشقت کے ساتھ عمل کرنے کی برکت سے پھر طبیعت اور عادت بن جاتی ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پھانسی کے ملزم کو معمولی مقدمہ والوں کی غیبت کرتے نہ دیکھا ہوگا اور کوڑھ کے مرض والے کو زکام والے پر ہنستے نہ دیکھا ہوگا پس قیامت کی ہولناک پیشی اور انجام پر نظر رکھنے والے دوسروں پر ہنسا نہیں کرتے نہ غیبت کی انہیں فرصت نہ ہمت۔ احقر کا شعر ہے۔

نامناسب ہے اے دلِ ناداں
اک جذامی ہنسے زکامی پر

کذب یعنی جھوٹ بولنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سچ بولنے کے پابند رہو، سچ بولنا نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور سچ اور نیکی دونوں جنت میں لے جاتے ہیں اور جھوٹ بولنے سے بچا کرو کیونکہ جھوٹ برائی کی راہ دکھاتا ہے اور جھوٹ اور برائی دونوں دوزخ میں لے جاتے ہیں۔

نوٹ: بعض لوگ کسی کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتے ہیں، ایسے لوگ دوسروں کو ہنسانے کے لیے اپنے لیے رونے کا انتظام کر رہے ہیں۔

گالی بکنا

بعض خاصے پڑھے لکھے حضرات اور ذکر وفکر اور عبادت کرنے والے حضرات بھی جب غصہ میں آتے ہیں تو زبان سے گالی بک جاتے ہیں۔ گالی بکنا تو شرافتِ طبعی اور حیاء وشرم کے بھی خلاف ہے۔ سوچنا چاہیے کہ جس منہ سے ہم تلاوت کرتے ہیں، جس منہ سے درود شریف پڑھتے ہیں، جس منہ سے ہم اللہ تعالیٰ کا پاک نام لیتے ہیں اسی منہ سے ناپاک کلمات نکالتے ہیں۔ کسی نیک اور صالح اور شریف انسان کو یہ عادت زیب نہیں دیتی۔ یہ بیماری عموماً غصہ سے مغلوب ہونے کے وقت پیدا ہوتی ہے، لہٰذا غصہ کا جو علاج ہے وہی اس بیماری کا علاج ہے۔ ہمت سے کام لے اور اپنی ذلت سے بچاؤ اور حفاظت کو سوچے اور اللہ تعالیٰ کے سننے کا خیال جمائے کہ میری یہ بے ہودہ باتیں اللہ تعالیٰ بھی سن رہے ہیں۔ جس پر بے جا غصہ کرے یا بدکلامی اور گالی نکلے اس کے پاؤں پکڑ کر معافی مانگے خواہ نفس کو کتنی ہی ذلت ہو اور سوچے کہ یہاں کی یہ تکلیف دوزخ کی تکلیف سے کم ہے اور اس قسم کی ہر غلطی پر کچھ مال بھی خیرات کرے تاکہ نفس کو صدمہ پہنچے اور کچھ نفل نماز کا جرمانہ بھی اپنے نفس پر لازم کرے اور اچھے اور شریف انسانوں میں رہے جو گالی نہیں بکا کرتے اور گڑ گڑا کر اصلاح کی دعا بھی کرتا رہے ان شاء اللہ تعالیٰ ہمت اور دعا کی برکت سے یہ بیماری چلی جاوے گی۔

خشک مزاجی اور روکھا پن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نرمی کو پسند کرتے ہیں اور نرمی پر ایسی نعمتیں دیتے ہیں کہ سخت مزاجی پر نہیں دیتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ جو شخص نرمی سے محروم رہا وہ ساری بھلائیوں سے محروم رہا۔

لوگوں کی خطاؤں کو معاف نہ کرنا

یہ بھی خشک مزاجی اور دل کی سختی کی علامت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کے سامنے عذر کرے اور وہ اس کے عذر کو قبول نہ کرے تو ایسا شخص میرے پاس حوضِ کوثر پر نہ آوے گا، یعنی اگر تمہارا قصور کرے اور پھر وہ معاف کراوے تو معاف کر دینا چاہیے۔

بولنا چھوڑنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان بھائی کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بولنا چھوڑ دے جو تین دن سے زیادہ بولنا چھوڑ دے اور اسی حالت میں مر جائے وہ دوزخ میں جائے گا۔ مطلب یہ کہ جب کسی دنیاوی وجہ سے بولنا چھوڑ دے۔

وعدہ اور امانت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس کو عہد کا خیال نہیں اس میں دین نہیں۔

یہ اہم اہم اخلاقِ رذیلہ بیان کیے گئے ہیں۔ ان باتوں سے احتیاط کی توفیق سے ان شاء اللہ سارے ہی رذائل اور برائیوں کی اصلاح ہو جائے گی۔

شیخ سے متعلق حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اہم ارشاد

اگر ایک شیخ کی خدمت میں خوش اعتقادی سے کافی مدت تک رہا، مگر اس کی

صحبت سے کچھ اثر نہ محسوس کیا تو دوسری جگہ اپنا مقصد تلاش کرے کیونکہ مقصودِ اصلی حق تعالیٰ کی ذات ہے نہ کہ پیر لیکن شیخ اوّل سے بد اعتقاد نہ ہو، ممکن ہے کہ وہ کامل اور مکمل ہو مگر اس کا حصہ یہاں مقدر نہ تھا۔ اسی طرح اگر شیخ کا انتقال قبل حصولِ مقصود ہو گیا یا شیخ مریدوں کو وقت نہیں دیتا تب بھی دوسری جگہ تلاش کرے، یہ خیال نہ کرے کہ دوسرے شیخ کی کیا ضرورت ہے شیخ کی قبر سے فیض حاصل ہو جاوے گا، کیونکہ قبر سے تعلیم اور اصلاح کا فیض نہیں ہوتا صرف صاحبِ نسبت کو احوال کی ترقی ہوتی ہے۔

ضروری تنبیہ: لیکن محض ہوس اور طمع کے سبب یا بدگمانی کے سبب یا شیخ کی سختی اور ڈانٹ کے سبب شیخ کو چھوڑنا سخت محرومی ہے اور اس سے قطع نسبت کا خطرہ ہوتا ہے اور ایسا آدمی ہرجائی مشہور ہو جاتا ہے اور طریق کی برکت سے محروم ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فہمِ سلیم اور تواضع وعبدیت عطا فرمائیں، آمین۔

شیخ چونکہ خلیفۂ کامل اور نائبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے لہٰذا اس کی محبت اور ادب کا بہت اہتمام سے لحاظ رکھے اور یہ گمان رکھے کہ میرے حق میں میرے مرشد سے بہتر کوئی اور نفع پہنچانے والا نہیں ہے۔ یہ ارشاد شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کا ہے۔

آخر میں حاصلِ طریق عرض کرتا ہوں کہ جس نے اپنے نفس کو نہ مٹایا اس نے کچھ نہ حاصل کیا، اپنے کو مٹا کر خاکساری اور تواضع سے رہے اسی سے دونوں جہان میں عزت ملتی ہے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جاہ اور عزت والے تھے پھر بھی اپنے شیخ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کرتے ہیں ؎

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے در پر میں لایا ہوں
مٹا دیجیے مٹا دیجیے میں مٹنے ہی کو آیا ہوں

اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو اپنے فضل سے قبول و نافع فرمائیں، آمین۔ قارئین کرام سے دعا کی درخواست ہے کہ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم کو بھی اور سب قارئین

کو بھی توفیقِ عمل بخشیں، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ بِحَقِّ رَحْمَتِکَ وَ رَحْمَةِ لِّلْعٰلَمِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

راقم الحروف احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ
۶/ ذوالحجہ ۱۳۹۹ھ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مقالۂ مُفیدہ

ضرورتِ تصوف..........ضرورتِ مرشد..........محبتِ مرشد

تصوف کے مسائل کو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل السلوک اور التشرف اور التکشف میں ڈیڑھ ہزار آیاتِ قرآنی اور دو ہزار احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے استنباط فرمایا ہے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم نے مولانا منظور نعمانی دامت برکاتہم کو اپنے ایک مکتوب میں مسائلِ تصوف کے دلائل کے سلسلے میں کتب مذکورہ کی طرف مراجعت کا مشورہ دیا ہے۔ اس مقالہ میں چند صفحات پر مشتمل جو ضروری باتیں تحریر کی جارہی ہیں ان میں اپنے اکابر کی جن کتب سے احقر نے استفادہ کیا ہے اُن کے نام یہ ہیں ''تصوف اور نسبتِ صوفیہ'' مصنفہ مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ''تذکرہ شاہ فضل رحمٰن'' مصنفہ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں، ''کمالاتِ اشرفیہ'' ملفوظات حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔

ملائے خشک و ناہموار نباشی

حضرت مولانا شاہ وصی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تصوف ونسبتِ صوفیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد نے ان کو ہدایت کی تھی کہ مُلّائے خشک و ناہموار نہ باشی۔ چنانچہ عمر بھر اُن کے ایک ہاتھ میں جامِ شریعت اور دوسرے ہاتھ میں سندانِ عشق رہا۔ شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اُن میں عشقِ حقیقی کے وہ جذبات پھونک دیئے تھے جو آخر عمر تک اُن کے قلب و جگر کو گرماتے رہے۔ (حیاتِ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص:۸۸)

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شریعت اور طریقت فرق کرنا گمراہی ہے اور جو شریعت پر عامل نہیں وہ صوفیا کہلانے کے مستحق نہیں۔

شریعت اور طریقت پر علامہ شامی کی تحقیق

اس مضمون کو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں کہ شریعت وطریقت اور حقیقت میں باہم تلازم ہے۔ چنانچہ مشائخ فرماتے ہیں:

﴿اَلطَّرِيْقَةُ سُلُوْكُ طَرِيْقِ الشَّرِيْعَةِ وَالشَّرِيْعَةُ اَعْمَالٌ شَرْعِيَّةٌ مَحْدُوْدَةٌ وَهُمَا وَالْحَقِيْقَةُ ثَلٰثَةٌ مُتَلَازِمَةٌ﴾

(فتاویٰ شامية، ج:۱، ص: ۴۲)

اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ عِلْمَ الْاِخْلَاصِ وَالْعُجْبِ وَالْحَسَدِ وَالرِّيَآءِ فَرْضُ عَيْنٍ وَ مِثْلُهَا غَيْرُهَا مِنْ اٰفَاتِ النُّفُوْسِ كَالْكِبْرِ وَالشُّحِّ وَالْحِقْدِ وَالْغِشِّ وَالْغَضَبِ وَالْعَدَاوَةِ وَالْبَغْضَآءِ وَالطَّمْعِ وَالْبُخْلِ وَالْبَطَرِ وَالْخُيَلَاءِ وَالْخِيَانَةِ وَالْمُدَاهَنَةِ وَالْاِسْتِكْبَارِ عَنِ الْحَقِّ وَالْمَكْرِ وَالْمُخَادَعَةِ وَالْقَسْوَةِ وَطُوْلِ الْاَمَلِ وَنَحْوِهَا مِمَّا هُوَ بُيِّنَ فِيْ رُبْعِ الْمُهْلَكَاتِ مِنَ الْاِحْيَآءِ الخ﴾

علامہ شامی جو فقہاء متاخرین میں سے ہیں اور اُنہیں کے کتاب سے عام طور پر فتویٰ دیا جاتا ہے اور ہم سب لوگ اس کو تسلیم کرتے ہیں وہ فرما رہے ہیں کہ علم اخلاق تصوف کی تحصیل فرضِ عین ہے۔ اس لئے کہ ہر آدمی الا ماشاء اللہ کبر و بخل، کینہ، خیانت، غصہ عداوت، بغض، طمع، بخل، بطر، (حق بات سے اعراض کرنا اور قبول نہ کرنا) خیلاء، مداہنت، استکبار من الحق، مکر، خداع، (دھوکہ) قسوت (دل سخت ہوجانا) طول امل۔ ان امراضِ مذکورہ میں سے ایک یا کل میں ضرور ہی مبتلا رہتا ہے جن کا ازالہ فرض ہے۔

ارشاد حضرت حکیم الامت تھانوی

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چونکہ ظاہرِ دین پر عمل آسان ہوتا ہے اس وجہ سے اُس کو اختیار کر لیتے ہیں اور باطنی اعمال اور اخلاق کی اصلاح کرنا چونکہ نفس پر مشکل ہوتا ہے، نفس کو مارنا پڑتا ہے اس لئے اصلاحِ باطن سے گھبراتے ہیں نیز یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس کام کے لئے آدمی کو عالی ہمت اور بلند حوصلہ ہونے کی ضرورت ہے کیونکہ اس راہ میں تعلقات غیر اللہ پر تعلق مع اللہ کو غالب کرنا پڑتا ہے مگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر تو صبر کر لیتے ہیں اور غیر اللہ سے تعلقات پر صبر نہیں ہوتا۔

احقر اختر عفی عنہٗ ایک بزرگ کا عربی شعر نقل کرتا ہے ؎

لِكُلِّ شَيْءٍ اِذَا فَارَقْتَهٗ عِوَضٌ

وَلَيْسَ لِلّٰهِ اِنْ فَارَقْتَ مِنْ عِوَضٍ

تَرْجَمَہ: ہر شے جس سے تم جدا ہو گے اس کا بدل مل سکتا ہے مگر اگر اللہ تعالیٰ سے تم کو جدائی ہو گئی تو حق سبحانہ تعالیٰ کا کوئی ہمسر اور بدل نہیں۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے علم الاخلاق کو فرض فرمایا جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے لیکن فقط علم سے کام نہیں چلتا، دانستن اور داشتن میں فرق ہے۔ مرغ کی آواز کی مشق کر لینے سے یہ ضروری نہیں کہ یہ نقال اسرار و رموز ضمیر مرغ سے بھی واقف ہے پس اہل اللہ کی اصطلاحات یاد کر لینے سے اہل اللہ نہیں ہو جاتا جیسا کہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر بیا موزی صفیر بلبلے

تو چہ دانی کوچہ گوید با گلے

لحن مرغاں را اگر واقف شوی

بر ضمیر مرغ کے عارف شوی

ترجمہ: تو نے اگر بلبل کی آواز کی مشق کر لی تو کیا خبر ہے تجھے کہ بلبل گل سے کیا کہہ رہا ہے۔ چڑیوں کی آواز کی نقل کر لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تو اُن کے ضمیر اور قلبی حالات سے بھی باخبر ہو گیا۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں چونکہ بدون رہبر کامل کے اصلاحِ اخلاق ناممکن ہے اور اصلاحِ نفس فرض ہے پس حصولِ فرض کا مقدمہ یعنی ذریعہ بھی فرض ہوتا ہے اور یُزَکِّیۡھِمۡ میں فعل تزکیہ اس کی تائید کرتا ہے کہ مُزَکِّی کی ضرورت ہے۔ تزکیہ فعل متعدی ہے جو صرف اپنے فاعل پر تمام نہیں ہو جاتا یعنی مُزَکِّی بھی ہو مُزَکّیٰ بھی ہو اور تزکیہ بھی ہو جیسے مُربہ بدون مُربی کے نہیں بنتا۔ اب اگر آملہ کا مربہ چاندی کے ورق کے ساتھ کوئی تقویتِ قلب کے لئے کھائے تو وہ آملہ جو غیر مربہ ہے اگر وہ بھی ہمسری کا دعویٰ کرتے ہوئے مطالبہ کرے کہ ہمارے اوپر بھی چاندی کا ورق لگاؤ اور ہمارے ساتھ بھی وہی اعزازی برتاؤ کرو تو آپ کیا جواب دیں گے۔ پس وہ علماء جو بزرگوں کے صحبت یافتہ اور تربیت یافتہ ہوتے ہیں اُن کی شانِ نسبت اور شانِ مقبولیت کو اسی طرح قیاس کر لیا جاوے۔ حضرت شاہ فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی محبت میں یہ دو شعر پڑھا کرتے تھے ؎

اے شہہ آفاق شریں داستاں
باز گو از من نشان بے نشاں
صرف نحو و منطقم را سوختی
در دلم عشق خدا افروختی

ترجمہ: اے شاہ محمد آفاق رحمۃ اللہ علیہ شیریں داستاں مجھ سے حق تعالیٰ شانہٗ کے قرب کی باتیں کیجئے آپ نے ہمارے صرف ونحو اور منطق کے پندار کو جلا کر ہمارے قلب میں حق تعالیٰ کا عشق روشن کر دیا۔

حکایت حضرت شیخ الہند

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی صدر مفتی دیو بند نہ فرمایا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ہر جمعہ کو دیو بند سے اپنے شیخ و مرشد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے ایک دن ایک بے تکلف دوست نے کہا مولانا کیوں جاتے ہو، گنگوہ میں کیا ملتا ہے؟ فرمایا۔

لطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

آثارِ فنائیت لوازمِ نسبت سے ہے

احقر عرض کرتا ہے کہ یہ پندار اور خود بینی اور انانیت بدون صحبت مرشد کامل اور بدون عطاء نسبت فنا نہیں ہوتی۔ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس مضمون کی تائید میں ایک عجیب اور لطیف استدلال پیش فرمایا ہے جو احقر کو ڈاکٹر صلاح الدین صاحب سے معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً﴾

(سورۃ النمل، آیت: ۳۴)

ترجمہ وتفسیر: سلاطین جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہہ وبالا کر دیتے ہیں اور اس بستی کے معززین کو ذلیل کر دیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یعنی جب کسی شہر میں لڑائی کے ساتھ داخل ہوتے ہیں تو شہر والوں کو خراب کر دیتے ہیں اور سرداروں کو بے عزت کر دیتے ہیں یعنی امیروں اور وزیروں کو سخت ذلیل کرتے ہیں یا قتل کر دیتے ہیں یا گرفتار کر لیتے ہیں اور حضرت بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اذلۃ تک بلقیس کا قول ہے

وَ کَذٰلِکَ یَفۡعَلُوۡنَ حق تعالیٰ کا قول ہے۔ (ابن کثیر)

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ اس آیت سے یہ بات قلب میں وارد ہوئی کہ یہی حال تجلیات ربانی کا ہے جب سالکین کو ذکر اور صحبت اہل اللہ کی برکت سے نسبت خاصہ عطا ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کا نور قرب اس کے دل میں داخل ہوتا ہے کما ھو فی الحدیث:

﴿اِنَّ النُّوۡرَ اِذَا قُذِفَ فِی الۡقَلۡبِ الخ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرقاق، ص: ۴۴۶)

تو یہ تجلیات ربانی اس سالک کے عجب و پندار اور تکبر اور خود بینی و خود پرستی اور اس کی انانیت کو تہہ و بالا کر دیتی ہیں پھر اس کا انا فنا سے تبدیل ہو جاتا ہے۔

حسنِ اخلاق اور نسبتِ باطنی

احقر عرض کرتا ہے کہ حق تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ شفقت اور رحمت کی شان اگر سالک پر ظاہر نہ ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ شخص ابھی باوجود ذکر و نوافل کے راہ میں ہے منزل سے دور ہے۔ چنانچہ علامہ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ قشیریہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ولی پر صدق ادا حقوق حق سبحانہ تعالیٰ اور رفق وشفقت علی الخلوق فی جمیع احوالہٖ غالب ہوتا ہے ثُمَّ اِنۡبِسَاطُ رَحۡمَتِهٖ لِكَافَةِ الۡخَلۡقِ ثُمَّ دَوَامُ تَحَمُّلِهٖ عَنۡهُمۡ بِجَمِيۡعِ الۡخَلۡقِ وَابۡتِدَائِهٖ لِطَلَبِ الۡاِحۡسَانِ مِنَ اللّٰهِ اِلَيۡهِمۡ مِنۡ غَيۡرِ الۡتِمَاسٍ مِنۡهُمۡ وَتَرۡكِ الۡاِنۡتِقَامِ مِنۡهُمۡ وَتَرۡكِ الطَّمۡعِ لِكُلِّ وَجۡهٍ فِيۡهِمۡ وَلَا يَكُوۡنُ خَصَمًا لِاَحَدٍ فِي الدُّنۡيَا وَلَا فِي الۡاٰخِرَةِ۔

خلاصۂ ترجمہ: علامہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہوتا ہے جو صدق کے ساتھ حق تعالیٰ کے حقوق ادا کرتا ہے اور مخلوق خدا پر نرمی اور شفقت جملہ احوال میں کرتا ہے اور حق تعالیٰ سے مخلوق کے لئے دُعا گو رہتا ہے بدون اس انتظار کے کہ مخلوق خدا

اس سے دُعاء کی درخواست کرے اور ترک انتقام کا خوگر ہوتا ہے اور مخلوق سے بے طمع ہوتا ہے اور دنیا و آخرت میں کسی کی مخاصمت وعداوت اپنے نفس کی خاطر نہیں کرتا۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ اہل ظاہر اہل باطن سے اسی وقت تک منحرف اور گریزاں اور نفور رہتے ہیں جب تک ان کا باطن ان کے باطن سے بے خبر ہوتا ہے لیکن بعد معرفت وہ اپنے باطن کو ان کے باطن کے سامنے قلاش و تہی مایہ سمجھتے ہوئے ان کے سرمایۂ باطنی سے خوشہ چینی کے لئے سراپا عجز و نیاز و محبت اور غلام ہوجاتے ہیں۔

لطف صحبت اہل اللہ

اہل اللہ کی صحبت کے لطف پر میرا شعر ہے ؎

حاصل جسے کہ آپ کی صحبت مدام ہے
دنیا میں رہ کے پھر بھی وہ جنت مقام ہے

دوسرا شعر فارسی میں ہے ؎

میسر چوں مرا صحبت بجان عاشقاں آید
ہمیں بینم کہ جنت برزمیں از آسماں آید

یہ شعر الٰہ آباد میں ہوا۔ احقر نے حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی کی خدمت میں ایک مضمون عرض کیا تھا جس پر حضرت کو وجد آگیا اور پھر اس مضمون کو بعد عصر کی مجلس میں دوبارہ بیان کرنے کا حکم فرمایا۔ اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ کو وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ پر مقدم فرمایا ہمارے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس تقدیم سے حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے مقبول بندوں کی معیت اور رفاقت کو جنت کی نعمت پر افضل قرار دیا ہے۔ پھر احقر مؤلف نے عرض کیا کہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ مکین افضل ہوتے ہیں مکان سے اور اہل جنت مکین ہیں اور جنّت مکان ہے نیز جنت کے یہ مکین

دنیا ہی سے جاتے ہیں اور ہر زمانے میں یہاں موجود ہوتے ہیں۔ پس جس نے یہاں ان کی صحبت اور رفاقت کو اخلاص اور صدقِ دل سے اختیار کیا تو اس نے افضل نعمت تو یہیں پالی پھر مفضول نعمت بھی ضرور پالے گا پس فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ پر عمل جس نے دنیا میں کرلیا یعنی صحبت اولیاء اللہ اختیار کرلی اور صحبت کامل اتباع کے ساتھ مشروط ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ﴾

(سورۃ لقمان، آیت: ۱۵)

تو آخرت میں بقاعدہ جَزَآءً وِّفَاقًا الآیۃ کے مطابق (یعنی جزاء موافق عمل) جنت میں بھی ان کی رفاقت پا جائے گا۔ لہٰذا حق تعالیٰ کے عاشقین کی صحبت میں بیٹھنا گویا کہ جنّت میں بیٹھنا ہے اور قلب سلیم ہو تو ان کے پاس بیٹھنے سے واقعی جنّت کا لطف ملتا ہے اس مضمون کو اس شعر میں احقر نے بیان کیا ہے کہ ؎

میسر چوں مرا صحبت بجان عاشقان آید
ہمیں بینم کہ جنت برزمیں از آسمان آید

حضرت پرتاب گڈھی نہایت محظوظ ہوئے۔

جوانی کی عبادت کا نفع بڑھاپے میں

اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ جو اولیاء اللہ جوانی میں بہت عبادت و ذکر کرتے ہیں تو بڑھاپے اور بیماری میں بدون ذکر ونوافل بھی ان کے قلوب کو انوار سے حق تعالیٰ معمور رکھتے ہیں جیسا کہ حدیث ہے:

﴿اِذَا مَرِضَ اَوْسَافَرَ کُتِبَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ کَمَا کَانَ یَعْمَلُ مُقِیْمًا صَحِیْحًا﴾

(مسند احمد)

جب بندہ مریض اور مسافر ہو جاتا ہے تو جو معمولات اس کے حالت صحت اور وطن کے ہوتے ہیں ان کا ثواب بدون ان معمولاتِ کے اس کو عطا فرمایا جاتا ہے احقر نے ایک

مثال سے اس مضمون کو سمجھایا تھا جس کو حضرت پرتا بگڈھی نے بہت پسند فرمایا تھا وہ یہ کہ سرکاری ملازمین کو ضعیف اور بوڑھے ہونے کے بعد پنشن ملا کرتی ہے تو حق تعالیٰ کی سرکار سے ان کے سرکاری بندوں کو بھی جب وہ کمزور اور بیمار ہو جاتے ہیں تو بدون معمولات ان کے قلوب کو انوار قرب سے بھر دیا جاتا ہے پس بظاہر ان کے اعمالِ نافلہ کم نظر آتے ہیں مگر ان کی روحانی برکات بہت بڑھ جاتی ہے خواہ وہ بوجہ ضعف وکمزوری بالکل خاموش بیٹھے ہوں یا لیٹے ہوں ہمارے مرشدنا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم فرمایا کرتے ہیں کہ رات کی رانی خاموش ہے مگر اس کے پاس جو بیٹھنے والے یا سونے والے ہیں رات بھر اُن کا دماغ معطر ہوتا رہتا ہے پس جب رات کی رانی میں یہ قوتِ فیضان ہے تو اہل اللہ کی روحانیت میں کس قدر فیضان کی صلاحیت ہوگی۔

مذاق قلندری کی حقیقت

بعض اولیاء اللہ کا مذاق قلندری ہوتا ہے اور وہ نسبت قلندریہ سے مشرف ہوتے ہیں ہمارے مرشدنا حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تھا کہ حضرت نسبت قلندریہ کیا ہے ارشاد فرمایا کہ وہ رنگ نسبت ہے کہ جس کے حاملین کثرت نوافل اور کثرت تسبیحات کے اہتمام کی بہ نسبت حق تعالیٰ کے ساتھ ہر وقت اپنے قلب کا رابطۂ خاص قائم رکھنے کا اہتمام رکھتے ہیں کہ کسی وقت بھی ذہول نہ ہو اور استحضار دائمی اور حضور دائمی کی نعمت ان کو حاصل رہتی ہے اور اس کا پتہ ان کی مجالس اور گفتگو سے اہل دل حضرات کو محسوس ہو جاتا ہے اور ذاکرین وشاغلین تو بوقت ذکر حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتے ہیں یا مسجد میں اشراق و نوافل وتلاوت کے وقت تک باخدا رہتے ہیں اور جب گھر آئے اور بال بچوں میں پھنسے یا تجارت میں لگے تو ان کے قلوب غافل ہوجاتے ہیں مگر یہ صاحب نسبت بندے (اولیائے کرام) مسجد اور گھر اور بازار ہر جگہ باخدا رہتے ہیں احقر کو اپنا ایک

شعر اسی مقام کے حسب حال یاد آیا ؎

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جُدا رہے

اپنا ایک اور شعر یاد آیا ؎

خدا کے درد محبت نے عمر بھر کے لئے
کسی سے دل نہ لگانے دیا گلستاں میں

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتا بگڈھی اس دائمی حضوری کو اس طرح بیان فرماتے ہیں ؎

خدا کی یاد میں بھی ہوں مشغول زباں خاموش دل غافل نہیں ہے
مجھے احباب کی خاطر ہے منظور یہ کیا طاعات میں شامل نہیں ہے
جسے منزل سمجھتا ہے تو ناداں نشان راہ ہے منزل نہیں ہے

اہل اللہ کی محبت نعمت عظمیٰ ہے

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لئے اہل اللہ کی محبت سے بڑھ کر کوئی عمل موثر نہیں سب سے قوی ذریعہ کائنات میں اللہ تعالیٰ تک رسائی کا اللہ والوں کی محبت ہے ؎

اُن سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

علامہ موصوف نے اس دعویٰ کی تائید میں یہ حدیث پیش کی ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ﴾

(سنن ترمذی، کتابُ الدعوات، باب ما جآء فی عقدۃ التسبیح بالید، ج:۲، ص:۱۸۷)

اس حدیث پاک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کی محبت کو مانگنے کے

بعد حق تعالیٰ کے عاشقین ومحبین کی محبت کا سوال فرمایا اور اس کے بعد ان اعمال کا سوال فرمایا جو حق تعالیٰ کو محبوب ہیں پس اس تقدیم سے معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی محبت کو اعمال پر بھی اوّلیت اور اہمیت حاصل ہے۔

تقویٰ کی دولت اہل اللہ سے ملتی ہے

صدر مفتی دیو بند حضرت مولانا محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ناکارہ سے فرمایا کہ جمع الفوائد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مروی ہے:

﴿لِكُلِّ شَیْءٍ مَعْدِنٌ وَمَعْدِنُ التَّقْوٰی قُلُوْبُ الْعَارِفِیْنَ﴾

(الجامع الصغیر لسیوطی، ج:۲، ص:۱۲۵)

ترجمہ: ہر شے اپنے کان سے ملتی ہے اور تقویٰ کی کان عارفین (اللہ والوں) کے قلوب ہیں۔

حضرت پرتا بگڑھی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سادہ سا شعر اس حقیقت کو خوب بیان کرتا ہے ؎

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ مرے ساتھ آیئے

ارشادات دربیان عاشقان حق از حضرت عارف مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ؎

بنگر ایشاں را کہ مجنون گشتہ اند ہمچو پروانہ بوصلش کشتہ اند
خواب را بگذار امشب اے پدر یک شبے درکوئے بیخواباں گذر
مدح تو حیف ست بازندانیاں گویم اندر مجمع روحانیاں
قدر تو بگذشت از درک عقول عقل در شرح شما باشد فضول
قصد کر دستند ایں گل پارہا کہ بپوشانند خورشید ترا
بوئے مے را گر کسے مکنوں کند چشم مست خویشتن را چوں کند

ہر کہ باشد قوت اور نور جلال	چوں نزائد از بش سحر حلال
در فراخ عرصۂ آں پاک جاں	تنگ آید عرصۂ ہفت آسماں
شمۂ از گلستاں باما بگو	جرعۂ برریز برما زیں سبو
خونداریم اے جمال مہتری	کہ لب ماخشک وتو تنہا خوری
اولیاء اور درونہا نغمہ ہاست	طالباں رازاں حیات بے بہاست
مہر پاکاں درمیان جاں نشاں	دل مدہ الا بمہر دلخوشاں

ترجمہ: ۱...... حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا کے ان عاشقین سوختہ جانوں کو دیکھو کہ مثل پروانہ تجلیات الٰہیہ سے کشتہ ہورہے ہیں۔

۲...... اے ابا جان! بہت سولئے ایک رات سونا ترک کر کے ان اللہ والوں کے پاس رہ کے دیکھئے کہ ان بےخوابوں کی گلیوں میں کیا ہورہا ہے۔

۳...... آپ کی تعریف یہ اہلِ ھویٰ اور اہلِ نفس یعنی دنیا پرست لوگ کیا سمجھیں گے ہاں اللہ والے حضرات آپ کی قدر سمجھ سکتے ہیں اس لئے انہیں کے مجمع میں آپ کا ذکر کروں گا یہاں مخاطب مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حضرت حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور احقر کے سامنے ہمارے اکابر ہیں۔

۴...... آپ کی قدر ومنزلت عقول عامہ سے مافوق اور بالاتر ہے عقل عام آپ کے بلند مقام کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

۵...... بعض نادان لوگ جو نور باطن سے بے خبر ہیں آپ کے آفتاب باطنی کو چھپانا چاہتے ہیں لیکن ؎

داغ دل چمکے گا بن کر آفتاب
لاکھ اس پر خاک ڈالی جائے گی

۶...... جس طرح کوئی رند اگر بوئے مے کو چھپا بھی لے تو اپنی مست آنکھوں کو کیسے چھپا سکے گا اسی طرح آپ حق تعالیٰ کی محبت کے انوار کو اپنے چہرہ اور آنکھوں سے کیسے

چھپا سکتے ہیں جبکہ نور ذکر آپ کی غذا ہے۔

۷...... جس کی روحانی غذا حق تعالیٰ کا نور ہوتا ہے اس کے لبوں سے کلام موثر کیوں نہ پیدا ہوگا۔ (حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سحر حلال کا ترجمہ کلام موثر فرمایا ہے۔)

۸...... اللہ والوں کی روح میں نسبت مع اللہ کی برکت سے اس قدر وسعت پیدا ہوجاتی ہے کہ ہفت آسمان اس وسعت کے آگے تنگ معلوم ہوتے ہیں، جیسا کہ حدیث پاک سے تائید ہوتی ہے:

﴿اِنَّ النُّوْرَ اِذَا قُذِفَ فِی الْقَلْبِ اِنْشَرَحَ لَهُ الصَّدْرُ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرقاق، ص: ۴۴۶)

ترجمہ: جب حق تعالیٰ کا نور ہدایت کسی دل میں داخل ہوتا ہے تو اس کا سینہ کشادہ ہوجاتا ہے۔

۹...... ہاں اپنے گلستاں قرب سے مجھے بھی تو کچھ دیجئے اور اپنے معرفت کے سبو سے مجھے بھی تو کچھ پلائیے ؎

کچھ راز بتا مجھ کو بھی اے چاک گریباں
اے دامنِ تراشک رواں زلف پریشاں

(اختر)

۱۰...... اے سراپا جمال! (روحانی) ہم اس امر کے خوگر نہیں ہیں کہ ہمارے لب تو خشک رہیں اور آپ معرفت کا دریا پیتے رہیں۔

۱۱...... اولیائے کرام کے باطن میں بہت سے نغمات عشق حقیقی پوشیدہ ہیں جن سے طالبین کو آب حیات محبت ملتی ہے اور وہ مردہ دل حق تعالیٰ کی محبت سے زندہ ہوجاتے ہیں۔ حضرت علامہ سیّد سلیمان ندوی فرماتے ہیں ؎

یہی زندگی جاودانی بنے   جو آب حیات محبت ملے
ترے غم کی جو مجھ کو دولت ملے   غم دوجہاں سے فراغت ملے

محبت تو اے دل بڑی چیز ہے　　یہ کیا کم ہے جو اس کی حسرت ملے

اور فرمایا کہ ؎

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا　　ذکر میں تاثیر دورِ جام ہے
وعدہ آنے کا شب آخر میں ہے　　صبح سے ہی انتظار شام ہے

۱۲...... اللہ تعالیٰ کے پاک بندوں کی یعنی عاشقان حق کی محبت کو درمیان جاں رکھ لو اور دل کسی کو مت دینا مگر جن کے دل حق تعالیٰ کے انوار سے اچھے اور منور ہو چکے ہیں یعنی اللہ والوں کی صحبت ہی سے حق تعالیٰ کا درد محبت ملتا ہے جس کا لطف ہفتِ اقلیم کی سلطنت کو نگاہوں میں ہیچ کر دیتا ہے ؎

چو سلطان عزت علم برکشد　　جہاں سر بجیب عدم درکشد
اگر آفتاب است یک ذرہ نیست　　اگر ہفت دریاست یک قطرہ نیست

ترجمہ: جب وہ سطان حقیقی اپنی محبت وقرب کا جھنڈا کسی اقلیم دل میں بُلند کر دیتا ہے تو اس دل میں یہ تمام کائنات بے قدر ہو جاتی ے جس طرح آفتاب کے سامنے کے ایک ذرہ اور ہفت دریا کے سامنے ایک قطرہ ؎

بوے گل سے یہ نسیم سحری کہتی ہے
حجرۂ غنچہ میں کیا کرتی ہے آ سیر کو چل

پس جس طرح کلیوں کی خوشبو کی مہر کو نسیم سحری توڑتی ہے اور حجرۂ غنچہ سے وہ خوشبو چمن اور اہل چمن کو معطر کر دیتی ہے اسی طرح اللہ والوں کی صحبت کا فیضان طالبین مخلصین کے قلوب کی سیل توڑ دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے درد محبت کی وہ خوشبو جو اس قسام ازل نے اس کے اندر سربمہر کیا تھا وہ پھوٹ نکلتی ہے حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

بادِ نسیم آج یہ کیوں مُشکبار ہے
شاید ہوا کے رُخ پہ کُھلی زُلفِ یار ہے

جانے کس واسطے اے درد میخانے کے بیچ
اور ہی مستی ہے اپنے دل کے پیمانے کے بیچ

علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی حاضریِ تھانہ بھون کے بعد کیا حالت ہوئی تھی اس کا نقشہ علامہ موصوف نے خود بیان فرمایا ہے کہ حاضریِ تھانہ بھون کے بعد چند ہی مجالس میں یہ محسوس ہوا کہ ہم جس علم کو علم سمجھتے تھے وہ جہل تھا علم حقیقی تو ان اللہ والوں کے پاس ہے پھر اپنے تاثرات قلبی کو اس طرح ظاہر فرمایا۔

جانے کس انداز سے تقریر کی
پھر نہ پیدا شبہٗ باطل ہوا
آج ہی پایا مزہ قرآں میں
جیسے قرآں آج ہی نازل ہوا
چھوڑ کر تدریس و درس ومدرسہ
شیخ بھی رندوں میں اب شامل ہوا

اور فرمایا کہ۔

جی بھر کے دیکھ لو یہ جمال جہاں فروز
پھر یہ جمال نور دکھایا نہ جائے گا
چاہا خدا نے تو تری محفل کا ہر چراغ
جلتا رہے گا یونہی بجھایا نہ جائے گا

علامہ ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تبدیلی میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ مکتوب بھی اہمیت کا حامل ہے جس میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار نقل کئے گئے تھے۔

قال را بگذار مرد حال شو — پیش مرد کامل پامال شو
بینی اندر خود علوم انبیاء — بے کتاب و بے معید و اوستا

تَرجَمہ: قال کو چھوڑ و صاحب حال بنو اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ کسی شیخ کامل کے سامنے اپنے نفس کو مٹادو پھر اپنے قلب میں مشکوۃ نبوت سے علوم کا فیضان محسوس کرو گے بدون مطالعہ اور اُستاد کے۔

احسانِ مرشد

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ یاد آیا فرمایا کہ بعض نادان لوگ سمجھتے ہیں کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ چند مشاہیر اہل علم کے تعلق سے چمک گئے یہ بالکل غلط خیال ہے واللہ خود انہیں علمائے مشاہیر سے معلوم کرلیا جاوے کہ وہ خود حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برکت وتوجہ اور دُعاء سے چمک گئے چنانچہ وہ خود اپنے باطن کو ٹٹول لیں کہ کیا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق سے قبل بھی ان علماء کے باطن کا یہی حال تھا جواب ہے۔

ہر بزرگ کا رنگ الگ الگ ہوتا ہے

ایک ملفوظ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اور یاد آیا، ارشاد فرمایا کہ ؎

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست

بزرگوں کی شانیں مختلف ہوتی ہیں کیونکہ طبائع خلقۃً ہی متفاوت ہوتے ہیں جب وہ بزرگ ہوجاتے ہیں تو وہ امورِ طبعیہ جو پیدائشی ہیں جیسے تیزی، نزاکت، تحمل، عدمِ تحمل، صفائی، انتظام، بے انتظامی باقی رہتے ہیں اور ان سے بزرگوں کی شانیں مختلف ہوجاتی ہیں۔ چنانچہ حسب ذیل حکایتیں مختلف شان کے بزرگوں کی بیان فرمائیں۔

(۱)...... مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جب حج کو چلے تو بمبئی میں مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ صاحب تو لوگوں

سے ملتے پھرتے تھے اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ انتظام میں مشغول رہتے تھے جب مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ واپس آتے تو مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کچھ فکر بھی ہے کہ کیا انتظام کرنا چاہیے آپ ملتے جلتے ہی پھرتے ہیں مولانا فرماتے کہ مجھے فکر کی کیا ضرورت ہے جب آپ بڑے سر پر موجود ہیں۔

(۲)...... مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے پاس کوئی بیٹھا ہوتا تو اشراق اور چاشت سب قضا کر دیتے تھے اور مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان اور تھی کوئی بیٹھا ہو جب وقت اشراق کا یا چاشت کا آیا وضو کر کے وہیں نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے یہ بھی نہیں کہ کچھ کہہ کر اٹھیں کہ میں نماز پڑھ لوں یا اُٹھنے کی اجازت لیں۔ جہاں کھانے کا وقت آیا لکڑی لی اور چل دیئے چاہے کوئی نواب ہی کا بچہ بیٹھا ہو، وہاں یہ شان تھی، جیسے بادشاہوں کی شان، ایک تو بات ہی کم کرتے تھے اور اگر کچھ مختصر سی بات کہہ دی تو جلدی سے ختم کر کے تسبیح لے کر ذکر میں مشغول ہو گئے کسی نے کوئی بات پوچھی تو جواب دے دیا گیا اور اگر نہ پوچھی تو کوئی گھنٹوں بیٹھا رہے انہیں مطلب نہیں۔ مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب تک کوئی بیٹھا رہتا بولتے رہتے۔

(۳)...... ارشاد فرمایا کہ ایک بار مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمانے لگے کہ ایک بات پر بڑا رشک آتا ہے کہ آپ کی نظر فقہ پر بہت اچھی ہے ہماری نظر ایسی نہیں بولے جی ہاں ہمیں کچھ جزئیات یاد ہو گئیں تو آپ کو رشک آنے لگا اور آپ مجتہد بنے بیٹھے ہیں ہم نے کبھی آپ پر رشک نہیں کیا۔ ایسی ایسی باتیں ہوا کرتی تھیں وہ انھیں اپنے سے بڑا سمجھتے تھے اور وہ اُنھیں۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص:۲۲۶)

حکایت حضرت شاہ فضل الرحمٰن صاحب

مولوی تجمل حسین صاحب نے حضرت شاہ فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سے دریافت کیا کہ حضرت کا سب عمل سُنت پر ہے مگر مخلوق سے اس قدر بگڑنا یہ کیسی سُنّت ہے؟ آپ نے مُسکرا کر فرمایا کہ میاں ادھر آؤ اور کان میں فرمایا کہ اوپر کے جی سے میں کڑ کا کرتا ہوں اور ہم نے اپنے خالق سے دُعا کرلی ہے کہ جس کے لئے بددُعا کروں وہ دُعا سمجھی جائے، ورنہ ہجوم خلق سے نماز پڑھنا مشکل ہو۔ دہقانی لوگ بہت تنگ کریں۔ (تذکرہ شاہ مولانا فضل رحمٰن رحمۃ اللہ علیہ، ص: ۳۸)

تصوّف کی تعریف

﴿هُوَ عِلْمٌ تُعْرَفُ بِهِ اَحْوَالُ تَزْكِيَّةِ النَّفْسِ وَتَصْفِيَةِ الْقَلْبِ وَتَعْمِيْرِ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ لِنَيْلِ السَّعَادَةِ الْاَبْدِيَّةِ﴾

تَرْجَمَہ: مشائخ تصوف فرماتے ہیں کہ تصوف اس علم کا نام ہے جس سے تزکیہ نفس اور صفائی قلب اور تعمیر ظاہر وباطن کے تدابیر معلوم ہوتے ہیں تاکہ اس پر عمل کر کے سعادت ابدی حاصل ہو اور قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا کے وعدے کے مطابق فلاح حاصل ہو۔

تصوّف اور صوفی کی وجہ تسمیہ

علامہ ابوالقاسم قشیری رسالہ قشیریہ، صفحہ:۸ میں فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو صحابی کا اور حضرات تابعین کو تابعی کا اور بعد میں تبع تابعین کا لقب کافی تھا اس کے بعد جو لوگ بہت عابد زاہد اور متبع سنت ہوتے تھے انہوں نے اپنے مسلک اور طریق کا نام تصوف تجویز کیا اور اسی جماعت کا لقب صوفی کہا جاتا تھا اور یہ جماعت دوسو ہجری سے قبل ہی وجود میں آچکی تھی۔ (تصوف اور نسبت صوفیہ، ص:۱۹)

لیکن اسم تصوف کا وجود اگرچہ ۲ سو ہجری کے بعد ظہور میں آیا مگر اس کا مُسمّٰی یعنی احسان اور اخلاص حدیث میں موجود تھا اور اس حدیث سے ایمان اور اسلام کی صحت کا احسان اور اخلاص پر موقوف ہونا اہل علم پر بالکل واضح ہے۔

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکاتیب رشیدیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ فی الواقع شریعت فرض اور مقصد اصل ہے اور طریقت بھی شریعت باطنی ہے اور حقیقت ومعرفت متمم شریعت ہیں اتباع شریعت بکمال بدون معرفت نہیں ہوسکتا۔

(مکاتیب رشیدیہ، ص:۲۴)

علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ضرورت مرشد پر

امام ابو القاسم قشیری اپنی مشہور کتاب رسالہ قشیریہ، صفحہ:۱۹۹ میں ضرورت مرشد پر کلام فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿ثُمَّ يَجِبُ عَلَى الْمُرِيْدِ اَنْ يَّتَأَدَّبَ بِشَيْخٍ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ اُسْتَاذٌ لاَ يُفْلِحُ اَبَدًا وَّهٰذَا اَبُوْ يَزِيْدٍ يَقُوْلُ مَنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ اُسْتَاذٌ فَاِمَامُهُ الشَّيْطَانُ وَسَمِعْتُ الْاُسْتَاذَ اَبَا عَلِيِّ دَقَّاقٍ يَقُوْلُ الشَّجَرَةُ اِذَا نَبَتَتْ بِنَفْسِهَا مِنْ غَيْرِ غَارِسٍ فَاِنَّهَا تُوَرِّقُ لٰكِنْ لاَ تُثْمِرُ كَذَالِكَ الْمُرِيْدُ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَّهُ اُسْتَاذٌ يَأْخُذُ مِنْهُ طَرِيْقَتَهُ نَفَسًا فَنَفَسًا فَهُوَ عَابِدُ هَوَاهُ لاَ يَجِدُ نِفَاذًا﴾

ترجمہ: پھر مرید پر واجب ہے کہ کسی شیخ سے ادب وتعلیم وتربیت حاصل کرے اگر اس کا کوئی شیخ نہیں تو کبھی فلاح نہ پائے گا۔ اس کا رہبر شیطان ہوگا یعنی اس کے کہے پر چلے گا میں نے اپنے استاذ ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ جو درخت کہ خودرو ہوتا ہے وہ پتے تو لاتا ہے مگر پھل نہیں لاتا ہے اسی طرح مرید کا بھی یہی حال ہے یعنی جب اس کا کوئی شیخ نہ ہوگا جس سے وہ طریق شیئاً فشیئاً حاصل کرے تو پھر وہ اپنی خواہش نفسانی کا غلام بن جائے گا اور اس کو اس غلامی سے کبھی خلاصی نہیں ہوسکتی۔

بیعت کا مقصد

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت شاہ ولی اللہ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں اپنے رسالہ بیعت میں تحریر فرماتے ہیں کہ اے سالکین طریق سُن لو بیعت کا مقصد یہ ہے کہ انسان غفلت اور معصیت سے نکل کر تقویٰ اور طاعت کی زندگی بسر کرنے لگےاور بیعت کے لئے ایسے عالم باعمل متقی کو منتخب کرے جو شیخ کامل کا تربیت یافتہ ہواور اپنے مشائخ کا اتباع کرتا ہوخودرائی میں مبتلا نہ ہوورنہ بدعت کا راستہ کھل جائے گااور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے باب میں مداہن اور متساہل نہ ہو نیز طالب کے حال کے لئے جو چیزیں افضل اور اسہل ہوں اس سے واقف ہواور مرید کو چاہیے کہ شیخ کے ہاتھ میں اس طرح رہے جس طرح مردہ زندہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے یعنی اس کی رائے میں اپنی رائے کا دخل نہ دے (اور یہ اتباع کامل اس کے معالجۂ روحانی اور اصلاح رذائل کے باب میں بتائے ہوئے تدابیر کے اندر ہے جس طرح جسمانی علاج میں ڈاکٹر وحکیم کی رائے مریض کو اتباع کامل کا مشورہ دیا جاتا ہے مگر یہ اتباع صرف علاج تک محدود رہتا ہے پس بعض اہل ظاہر کو اتباع شیخ کے لفظ سے جو وحشت ہوتی ہے وہ اس تحقیق حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے رفع ہوجانی چاہیے) حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور حضرت مولانا مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں اپنی کتاب مالابدمنہ میں فرماتے ہیں:

''بداں کہ اسعدک اللہ تعالیٰ ایں ہمہ کہ گفتہ شد صورت ایمان واسلام وشریعت است مغز وحقیقت درخدمت درویشاں باید جست وخیال نباید کرد کہ حقیقت خلاف شریعت ست کہ ایں سخن جہل وکفرست''

ترجمہ: جان لو کہ اللہ تعالیٰ تم کو نیک بخت بنائے یہ جو بیان گذرا تو ایمان واسلام اور شریعت کی ظاہری صورت تھی باقی اس کا مغز اور حقیقت درویشوں کی خدمت میں تلاش کرنا چاہیے اور یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کہ حقیقت شریعت کے خلاف ہے یعنی

مقابل کوئی چیز ہے کیونکہ ایسی بات زبان سے نکالنا جہالت بلکہ کفر ہے پھر ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں کہ:

''نور باطن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم را از سینۂ درد یشاں باید جست بداں نور سینۂ خود را روشن باید کرد تا ہر خیر و شر بفراست صحیحہ دریافت شود'' (مالا بدمنہٗ)

ترجمہ: پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نور باطن کو بزرگوں کے سینے سے حاصل کرنا چاہیے اور اس نور سے اپنے سینے کو روشن اور منور کرنا چاہیے۔ تا کہ ہر خیر و شر فراست صحیحہ کے ذریعہ معلوم ہو سکے۔

تصوّف اور سلوک کیا ہے

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب (ج سوم) میں تحریر فرماتے ہیں سنت احمدی علیہ السلام پر مستقیم رہے اور (غیر ضروری) دنیوی تعلقات سے دور اور علائق ماسوی اللہ سے نفور رہے اور اپنے قرب ومعرفت کے سراپردہ کے ساتھ انس ومحبت رکھے، یہ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قرب خاص جس کا نام نسبت ہے یہ چیز اس عالم اسباب میں حضرات صوفیہ ہی کے طریق پر چلنے سے حاصل ہوسکتی ہے۔ چنانچہ ان بزرگوں نے حضرت حق تعالیٰ کی محبت میں نہ اپنے کو دیکھا اور نہ غیر کو بلکہ سب سے یک لخت خالی ہوگئے۔ (اور جس سے محبت کرتے ہیں اللہ کی رضا کے لئے کرتے ہیں اور جس سے بغض رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے۔)

قبض باطنی اور قلب کا بے کیف ہونا

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قبض کا منشا نسبت باطنی کا ضعف ہوتا ہے کیونکہ نسبت جب قوی نہیں ہوتی تو کبھی اس کا ظہور ہوتا ہے کبھی مستور ہوجاتی ہے بالخصوص جب کہ مرشد سے صوری اور ظاہری دوری بھی ہو چنانچہ جب تک نسبت (تعلق مع اللہ) کا رسوخ (استحکام وپختگی) قلب

میں نہ پیدا ہوجائے اس سے پہلے شیخ سے جدائی اس قسم کے ضعف کا سبب بن جاتی ہے یعنی جب شیخ کی صحبت میں رہے گا تو قوت محسوس ہوگی (تعلق مع اللہ میں) اور جب دوری ہوگی تو اس تعلق مع اللہ میں کمی محسوس ہوگی۔ اس کا علاج رہبر کامل یعنی شیخ کی صحبت میں اتنے زمانے تک رہے کہ تعلق مع اللہ کی یہ نسبت راسخ ہوجاوے پھر نسبت قوی ہوجانے اور ملکۂ راسخہ حاصل ہوجانے کے بعد سالک فنا کی حدتک پہنچ جائے۔ اورنسبت مع اللہ میں کمزوری کبھی معصیت کے سبب پیدا ہوتی ہے اور لغزش وگناہ کے سبب نسبت میں تاریکی پیدا ہوجاتی ہے اس وقت بھی شیخ کامل کی توجہ اور صحبت نافع ہوتی ہے اس لئے کہ شیخ کامل کی توجہ ایسی چیز ہے کہ اگر ظلمات وکدورات کے پہاڑ ہر طرف سے نمودار ہوجائیں تو اُن کو بھی مُرید صادق سے دفع کرکے اس کے باطن کی تطہیر کرسکتی ہے اسی طرح سے شیخ کی یہ توجہ سالک کے لئے حالت قبض میں بھی مُفید ہے چنانچہ بہت جلد اس میں بسط پیدا کرکے ترقی کا راستہ اس پر کھول سکتی ہے۔ مگر شیخ کی صحبت اور توجہ کا اثر جب ہوتا ہے جب محبت اور عقیدت اور سپردگی کے ساتھ جمع ہوجائے یہ محبت ہی کا کرشمہ ہے کہ وہ تنہا شیخ کی توجہ باطنی کو جذب کرلیتی ہے اوراس کے مخصوص کمالات کو اپنی جانب کھینچ لیتی ہے اور فنا فی الشیخ بلکہ فنا فی اللہ کا مقام حاصل کرادیتی ہے ص ۱۶۵ اچنانچہ جو طالبِ صادق کسی کامل کی صحبت میں پہنچ جائے اور وہ تمام اشرائط بجالائے جنہیں اکابر طریق نے مقرر کیا ہے تو اُمید ہے کہ ضرور بالضرور واصل ہوجائے گا مکتوبات معصومیہ، صفحہ:۱۶۶ اور طریق کا مقصود نیستی وگمنامی کی تحصیل اور نفس کی سرکشی اور خودرائی کو دور کرنا ہے اس لئے کہ معرفت کا حصول اسی کے ساتھ وابستہ ہے۔ (مکتوباتِ معصومیہ، صفحہ:۱۶۸)

روح کی بیماریاں
اور
ان کا علاج

حصّہ دوم

مؤلفہ

شیخ العرب والعجم، عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ
حکیم محمد اختر صاحب مدّ ظلہ العالی

ناشر

کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معمولات برائے سالکین

(**۱**)......باوضو، صاف کپڑے، عطر لگا کر، قبلہ رو بیٹھ کر مراقبہ کریں کہ میری قبر سامنے ہے۔ میں اپنی قبر کے سامنے سب سے پہلے اپنی نفی کر رہا ہوں پھر تمام ماسوا اللہ کی اور اس طرح پانچ سو مرتبہ **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه** کی تعداد پوری کریں۔ **لَا اِلٰهَ** سے دنیا کے تمام فانی محبوب اور ان باطل معبودوں کی نفی کریں جو خواہشات نفسانیہ کی صورت میں ہمارے دل کے اندر خدا بنے ہوئے ہیں۔ اور **اِلَّا اللّٰه** سے یہ تصور کریں کہ ہمارے قلب میں اللہ تعالیٰ کے نور کا ستون عرشِ الٰہی سے داخل ہو رہا ہے۔

(**۲**)......(الف) ذکر اسمِ ذات پانچ سو مرتبہ اس طرح سے کہ زبان کے ساتھ دل سے بھی اللہ نکل رہا ہے۔

(ب) تین سو مرتبہ درود شریف **صَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ**۔

(**۳**)......ذکر اسمِ ذات سو مرتبہ ذرا کھینچ کر کہ اللہ کہتے وقت اپنی آہ بھی محسوس ہو اور یہ تصور کریں کہ میرے دل میں چاندی کے پانی سے لفظ اللہ لکھا ہوا ہے اور خوب چاند سا چمک رہا ہے پھر یہ تصور کریں کہ میرے بال بال سے لفظ اللہ نکل رہا ہے۔ پھر یہ تصور کریں کہ آسمان و زمین، شجر و حجر کائنات کا ہر ذرہ ہمارے ساتھ ساتھ اللہ کہتا ہے۔

چوں بگریم خلقہا گریاں شود
چو بنالم چرخہا نالا شود

(رومی)

ترجمہ: جب میں حق تعالیٰ کی یاد میں روتا ہوں تو میرے ساتھ ایک کثیر مخلوق روتی

ہے اور جب نالہ کرتا ہوں تو ہر آسمان بھی ہمارے ساتھ نالہ کرتا ہے۔

(٤)...... تلاوت قرآن پاک اور سورۂ یٰسین اور یہ دعا کرے کہ اے ہمارے رب ہم نے آپ کے کلام پاک کی تلاوت کی اور آپ کے کلام کے دل کی تلاوت کی حدیث شریف میں سورۂ یٰسین کو قرآن کا دل فرمایا گیا ہے پس اپنے کلام کے دل کی برکت سے ہمارے دل کو اللہ والا بنا دیجئے اور اصلاح کی تکمیل فرما کر ہمارے دل کو قلب سلیم بنا دیجئے۔

(٥)...... مناجاتِ مقبول کی ایک منزل دُعا خواہ عربی یا فارسی یا اردو، مگر افضل عربی والی منزل ہے۔

(٦)...... مراقبۂ موت، مراقبۂ قبر وحشر اور احتساب محشر اور مراقبۂ دوزخ۔

نوٹ: کمزور دل والے مراقبۂ موت نہ کریں۔

(٧)...... اپنے مرشد کی صحبت کا اہتمام اور اس سے دوری میں اس کی بتائی ہوئی کتابوں کا مطالعہ بالخصوص قصد السبیل، بہشتی زیور کا حصہ نمبر ۷ اور مطالعہ مواعظ وملفوظات حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(٨)...... گاہ گاہ قبرستان کی حاضری اور مرنے والوں سے عبرت اور دنیا کی فنائیت کا سبق لینا۔

(٩)...... بستی کے صالحین اور عاشقین حق کے پاس حاضری۔

(١٠)...... حسین نوجوان مَردوں اور اجنبیہ نامحرم عورتوں سے اپنی نگاہ، دل، اور جسم کو بہت دور رکھنا۔ شیطان سالکین کو انہیں مردہ اور سڑنے اور گلنے والی لاشوں کے عارضی اور فانی حُسن میں پھنسا کر بے وقوف بنا کر قرب حق تعالیٰ اور نعمت تقویٰ اور قلب وروح کے حقیقی چین اور بہار دائمی سرمدی سے محروم کر دیتا ہے۔ اور زندگی کو ان کے چکر میں پھنسا کر تلخ اور تباہ کر دیتا ہے۔

(١١)...... ہر روز دو رکعت صلوٰۃ توبہ پڑھ کر تمام معاصی سے تضرع اور الحاح سے

معافی مانگے اگر آنسو بھی نکل آئیں تو بہت بہتر ورنہ رونے والوں کی شکل بنانا بھی کافی ہے اور یوں دعا کرے کہ:

اے اللہ! ہمارے جملہ معاصی کو معاف فرما دیجئے اور اُن کے نقصانات لازمہ اور متعدیہ کی بھی اپنی شان کے شایان تلافی فرما دیجئے۔ اور گناہ سے جو حیاء میں نقصان آیا ہے اُس کی ایسی تلافی فرما دیجئے کہ ہم کو حقیقت حیاء کا احسان اور مشاہدہ والا مقام نصیب ہو:

﴿فَاِنَّ حَقِیْقَةَ الْحَیَآءِ اَنَّ مَوْلاَکَ لاَ یَرَاکَ حَیْثُ نَهَاکَ وَهٰذَا مَقَامُ الْاِحْسَانِ یُسَمّٰی بِالْمُشَاهَدَةِ﴾

(مرقاة المفاتیح، ج: ا، ص: ۷۰)

ترجمہ: حقیقت حیاء یہ ہے کہ تمہارا مولیٰ تم کو ایسی حالت میں نہ دیکھے جس حالت کو دیکھ کر ناراض ہو یعنی اپنی نافرمانی کی حالت میں تم کو نہ دیکھے۔

(**۱۲**)...... دو رکعت صلوٰۃ حاجت پڑھ کر اپنی اصلاح کی اور ترک معاصی کی توفیق کو الحاح کے ساتھ طلب کرے اور ہو سکے تو یہ دُعاء پڑھ کر دعا کرے تو جلد قبولیت کی امید ہے:

﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْحَکِیْمُ الْکَرِیْمُ ط سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَةَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلاَمَةَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لاَ تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلاَ هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلاَ حَاجَةً هِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَهَا یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ط﴾

(سنن الترمذی)

اس دعاء کے بعد دنیا اور آخرت کی جو بھی حاجت ہو خوب دیر تک حق تعالیٰ سے مانگے۔

(**۱۳**)...... تین گناہوں سے بہت اہتمام سے بچے (۱) بدنگاہی۔اس سے دل تباہ ہوجاتا ہے فوراً استغفار سے تلافی کرے اور کچھ نوافل پڑھے اور کچھ خیرات کرے۔(۲) بدگمانی۔اپنے مرشد سے یا صالحین یا کسی مسلمان سے بدگمانی نہ کرے اور سب سے اپنے کو حقیر سمجھے اور اگر ذکر و طاعت کی توفیق ہوجاوے تو حق تعالیٰ کے انعام کا شُکر ادا کرے۔اگر دل حاضر نہ ہو تو بھی شُکر ادا کرے اور اپنے کو یوں سمجھائے کہ بہت سے لوگ تو زبان کے ذکر سے بھی محروم ہیں شُکر ہے خدا کا کہ زبان سے تو اللہ پاک کا نام نکلا۔اس شُکر کی برکت سے بقاعدہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ان شاءاللہ تعالیٰ دل بھی حاضر ہونے کی توقع ہے۔لیکن اپنے ہر نیک عمل پر عدم قبولیت کا بھی خوف رکھے تاکہ نفس میں بڑائی نہ آوے۔مسجد میں جاوے تو سب نمازیوں سے اپنے کو کمتر سمجھے اور یوں ارادہ کرے کہ اگر یہ اعلان ہو کہ اس مسجد میں جو سب سے بُرا بندہ ہو باہر آجائے اس سے کوئی کام ہے تو فوراً خود نکلنے کا جذبہ ہو۔یہ فقیری کا اصل راز ہے اسی پر حق تعالیٰ شانہٗ کا فضل بندہ پر ہوتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے واقعہ منقول ہے کہ اعلان ہوا جو سب سے بُرا ہو مسجد سے باہر نکلے تو خود سب سے پہلے نکلے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ اُن کے مُرشد نے جب ان کا یہ حال سُنا تو فرمایا کہ آہ اسی تواضع نے جُنید کو جُنید بنایا ہے۔

(۳) تیسری بدعملی غیبت ہے۔یہ بیماری اکثر کبر اور عُجب سے ہی ہوتی ہے ورنہ جو اپنے کو کوڑھی باطناً سمجھتا ہے کسی کے زکام پر نہیں ہنستا۔

نوٹ: ان تین گناہوں کے ترک سے تمام گناہوں کا ترک آسان ہوجاتا ہے۔

(**۱۴**)...... ذکر میں ناغہ نہ کرے اور وقت مقرر پر ادا کرے لیکن اگر ناغہ ہوجاوے یا وقت مقرر پر موقع نہ ہوسکا تو دوسرے وقت یا دوسرے دن شروع کردے ناغہ ہونے سے مایوس ہوکر بالکل نہ ترک کرے۔ناغہ کے ساتھ ذکر بھی ایک قسم کا دوام ہے۔

(۱۵)......اسی طرح اگر ذکر میں لذت نہ آوے تو بھی حق تعالیٰ کا نام لینا ہی انعام عظیم سمجھے۔ ذکر بے لذت بھی وصول اِلَی اللہ اور انکشاف معیت خاصہ کے لئے کافی ہے۔

اسی طرح اگر کوئی گناہ کی ایسی عادت پڑ گئی کہ چھوٹتی ہی نہیں تو اس کو پوری طرح اپنے مرشد کو تحریرًا بنا کر اس کا علاج دریافت کر کے عمل کرے اور بار بار اپنے حالات سے اطلاع کرتا رہے اور ہمت سے پرہیز کرے لیکن اگر کوئی برائی نہیں چھوٹتی تو بھلائی نہ چھوڑے اگر غیر اللہ نہیں چھوٹتے تو اللہ تعالیٰ کو بھی نہ چھوڑو۔ یہ کیسی حماقت ہوگی کہ غیر تو نہ چھوٹے اور اپنے مالک اور کریم مولیٰ کو بھول جاوے۔

بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے　　جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی!
کبھی وہ دبالے، کبھی تو دبالے　　ارے اس سے کُشتی تو ہے عمر بھر کی

ان شاء اللہ تعالیٰ اگر لگے رہے، گو تو بہ بھی ٹوٹتی رہی لیکن استغفار اور گریہ وزاری سے راہ پر پڑے رہے، تو ان شاء اللہ تعالیٰ انجام آپ کے ہاتھ میں ہوگا اور وقت خاتمہ ان شاء اللہ تعالیٰ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے کرم سے اچھا کریں گے اور آپ کو نفس اور شیطان پر غالب کر دیں گے۔

دوست دارد دوست ایں آشفتگی
کوشش از بے ہودہ بہ از خفتگی

ترجمہ: حق تعالیٰ اپنے بندوں سے یہ ٹوٹی پھوٹی کوشش بھی محبوب رکھتے ہیں اور یہ بے ہودہ کوشش بھی بالکل سو جانے سے بہتر ہے۔

(۱۶)......سب سے اہم اور نہایت ضروری نصیحت یہ ہے کہ ہر کام میں ہر فعل میں حضور صلی اللہ علیہ سلم کی سنت کو معلوم کریں اور اسی پر عمل کریں بالخصوص سُنَنِ عادیہ کھانے پینے سونے جاگنے استنجا کرنے لباس پہننے وغیرہ کو سنتوں کو اور حضور صلی اللہ

علیہ سلم کی دعاؤں کو یاد کرکے عمل کریں کہ اس دور میں ایک سنّت کو زندہ کرنے کا ثواب سو شہید کے برابر ہے۔

یہ ۱۶/اُصول بیان کئے گئے ہیں حق تعالیٰ شانہٗ ان چند اصولوں کو سالکین کے لئے ذریعۂ کامیابی بنائیں، امین۔

راقمُ الحروف
محمد اختر عفا اللہ عنہٗ
۷/صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شان رحمۃ الغفار
فی قبول
التّوبۃ و الاستغفار

استغفار

مغفرت طلب کرنا۔ غفر کے معنی سَتر ہے۔ غَفَرَ یَغفِرُ بہ معنی سَتَرَ یَسْتُرُ۔

اللہ تعالیٰ جس کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں اس کے گناہ کو دُنیا اور آخرت میں چُھپا دیتے یعنی غفاریت کے ساتھ ساتھ ستاریت کا بھی ظہور ہوتا ہے۔ مُلاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ باب الاستغفار میں رقم طراز ہیں:

﴿وَالْمَغْفِرَۃُ مِنْہُ تَعَالٰی لِعَبْدِہٖ سَتْرُہٗ لِذَنْبِہٖ فِی الدُّنْیَا بِاَنْ لَّایَطَّلِعَ عَلَیْہِ اَحَداً وَفِی الْاٰخِرَۃِ بِاَنْ لَّا یُعَاقِبَہٗ عَلَیْہِ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، ج:۵، ص:۱۲۲)

ترجمہ: مغفرت کا مفہوم حق تعالیٰ کی طرف سے بندہ پر یہ ہے کہ اس کے گناہ کو دنیا میں چھپالیں اس طرح سے کہ کسی کو بھی مطلع نہ کریں اور آخرت میں اس پر سزا نہ دیں۔

تعریفِ توبہ

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توبہ شریعت کی اصطلاح میں گناہ کو اس کے بُرا ہونے کے سبب ترک کرنا، اور اپنی اس کوتاہی اور خطا پر شرمندہ ہونا اور آئندہ

کے لئے عزم کرنا کہ اب یہ گناہ نہ کریں گے اوراس خطا کی تلافی کرنا۔

شارحِ مسلم علاّمہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ اگر وہ گناہ بندوں کے حقوق سے متعلق ہےتو اس ظلم کو معاف کرائے اورحق ادا کرے اور اگر اللہ تعالیٰ کے حقوق سے متعلق ہےتو نماز روزہ وغیرہ قضاء ادا کرے۔

(مرقاۃ المفاتیح، ج:۵،ص:۱۲۲)

توبہ کی لُغوی تحقیق

محیط المحیط قاموس مطول للغة العربية:

﴿اَلتَّوْبَةُ مَصْدَرُ تَابَ اَیْ رَجَعَ عَنِ الْمَعْصِیَةِ اَوْ نَدِمَ عَلَی الذَّنْبِ مُسْتَقِرًّا بِاَنْ لَّا عُذْرَ لَهٗ فِیْ اِتْیَانِهٖ- تَابَ اِلَیْهِ اَیْ اَنَابَ اِلَیْهِ- تَوَّابٌ یُسْتَعْمَلُ فِی اللهِ لِکَثْرَةِ قَبُوْلِ التَّوْبَةِ مِنَ الْعِبَادِ وَ فِی الشَّرْعِ النَّدَمُ عَلٰی مَعْصِیَةٍ مِنْ حَیْثُ هِیَ مَعْصِیَةٌ مَعَ عَزْمٍ اَنْ لَّا یَعُوْدَ اِلَیْهَا اِذَا قَدَرَ عَلَیْهَا﴾

تَرْجَمَہ: توبہ لغت میں معصیت سے رجوع کرنے کا نام ہےاور شریعت میں گناہ سے ندامت کا نام ہےاس شرط کے ساتھ کے وہ گناہ کو گناہ سمجھ کرنادم ہواوراس ارادہ کے ساتھ کہ دوبارہ یہ گناہ نہ کرے گا جب کہ اس کو اس گناہ پر قدرت بھی حاصل ہوجاوے۔

توبہ اور تائبین کے اقسام

(ازرُوح المعانی، پ:۱،ص:۳۸۶)

﴿تُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ﴾

اَیْ وَفِّقْنَا لِلتَّوْبَةِ ہمارے اُوپر توجہ فرمایئے، یعنی توفیق توبہ عنایت فرمایئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو بندہ موردِ عنایت حق اور منظور بنظر الحق ہوتا ہے اس

کو توفیق توبہ عطا کی جاتی ہے لہٰذا تائبین کو بہ نظرِ حقارت کبھی نہ دیکھنا چاہئے کہ یہ بھی محبوبین حق تعالیٰ کے ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ ط﴾

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں توبہ کثرت سے کرنے والوں کو۔

عوام کی توبہ

﴿وَالتَّوْبَۃُ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ التَّائِبِیْنَ فَتَوْبَۃُ سَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ النَّدْمُ وَالْعَزْمُ عَلٰی عَدْمِ الْعَوْدِ وَرَدِّ الْمَظَالِمِ اِذَا اَمْکَنَ وَنِیَّۃُ الرَّدِّ اِذَا لَمْ یُمْکِنْ﴾

ترجمہ: توبہ کے مختلف درجات ہیں تائبین کے اختلاف مراتب سے۔ پس عوام کی توبہ گناہ پر ندامت اور آئندہ کے لئے گناہ نہ کرنے کا ارادہ ہے اور حقوق العباد میں ان کا حق ادا کرنا ہے ممکن صورت میں اور عدمِ امکان کی صورت میں نیّتِ ادائیگی ہے۔

خواص کی توبہ

﴿وَتَوْبَۃُ الْخَوَاصِ الرُّجُوْعُ عَنِ الْمَکْرُوْھَاتِ مِنْ خَوَاطِرِ السُّوْءِ وَالْفُتُوْرِ فِی الْاَعْمَالِ وَالْاِتْیَانِ بِالْعِبَادَۃِ عَلٰی غَیْرِ وَجْہِ الْکَمَالِ﴾

ترجمہ: اور خواص کی توبہ: باطنی مکروہ اعمال اور عبادات کی کوتاہیوں (کہ کماحقہٗ نہ کرنے) اور کمال حضور اور کمال خشوع سے نہ ادا کرنے سے توبہ کرنا ہے۔

خواص الخواص کی توبہ

﴿وَتَوْبَۃُ خَوَاصِ الْخَوَاصِ لِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ وَ التَّرَقِّیْ فِی الْمُقَامَاتِ﴾

ترجمہ: اور خواص الخواص کی توبہ درجات کی بلندی کے لیے ہے اور مقاماتِ قرب میں ترقی کے لئے ہے۔

اور یہ مقام صرف انبیاء علیہم السلام کا ہے اور اس آیت میں یہی مراد ہے کہ یہ تُبْ عَلَیْنَا حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی دعا ہے۔

استغفار اور توبہ کا فرق

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ﴾

(سورۂ ھود، آیت:۳، پ:۱۱)

اس آیت کے ذیل میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں استغفار سے مراد ماضی کے گناہوں سے معافی مانگنا ہے اور توبہ سے مراد ندامت قلب کے ساتھ تلافی اور آئندہ کے لئے عہد کرنا ہے کہ اس خطاء کو دوبارہ نہ کریں گے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات ملاحظہ ہو:

﴿۱......لَا نُسَلِّمُ اَنَّ الْاِسْتِغْفَارَ هُوَ التَّوْبَةُ بَلْ هُوَ تَرْكُ الْمَعْصِيَةِ وَالتَّوْبَةُ هِيَ الرُّجُوْعُ اِلَى الطَّاعَةِ﴾

﴿۲......اَلْاِسْتِغْفَارُ طَلَبُ سِتْرِ الذَّنْبِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْعَفْوِ مِنْهُ وَالتَّوْبَةُ تَطْلُقُ عَلَى النَّدَمِ عَلَيْهِ مَعَ الْعَزْمِ عَلٰى عَدَمِ الْعَوْدِ اِلَيْهِ فَلَا اِتِّحَادَ بَيْنَهُمَا﴾

(روح المعانی، ج:۱۱، ص:۲۰۷)

اگر استغفار اور توبہ ایک ہی حقیقت رکھتے تو حق تعالیٰ شانہٗ الگ الگ نہ بیان فرماتے۔

توبہ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو اس کا مفہوم حق تعالیٰ کی عنایات اور توفیقات ہوتی ہیں۔

مقبول توبہ کی علامت

خطاء کے صدور سے قلب کا انتہائی غم اور انتہائی کرب اور ندامت منصوص ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿حَتّٰۤی اِذَا ضَاقَتۡ عَلَیۡہِمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ وَضَاقَتۡ عَلَیۡہِمۡ اَنۡفُسُہُمۡ﴾

(سورۃ التوبۃ، آیت:۱۱۸، ع:۲، پ:۱۱)

یہ آیت اس اضطراب پر دلالت کرتی ہے کہ جس قدر ایمان ہوتا ہے اسی قدر گناہ سے غم ہوتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان تین اصحاب پر زمین باوجود وسعت کے تنگ ہوگئی اور وہ اپنی جانوں سے بےزار ہوگئے۔

حدیث میں وارد ہے کہ مومن کے قلب پر گناہ مثل پہاڑ معلوم ہوتا ہے اور منافق کے قلب پر گناہ مثل مکھی معلوم ہوتا ہے۔ اور نیکی سے خوش ہونا اور گناہ سے غمگین ہونا علامت ایمان قرار دیا گیا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ گناہ کے غم کو یوں بیان کرتے ہیں ؎

در جگر افتادہ ہستم صد شرر
در مناجاتم ببیں خون جگر

ترجمہ: اے خدا! ہمارے جگر میں غم کی صدہا آگ اٹھی اور اس کے اثر سے ہماری مناجات اور استغفار میں ہمارے جگر کے خون کو آپ ملاحظہ فرمائیں یعنی ندامت کے ان آنسوؤں کو کہ وہ جگر کا خون ہیں اور غم سے آنسو بن گئے ہیں آپ ہماری دُعا میں دیکھ لیں۔

پس توبہ کی حقیقت انتہائی ندامت اور غم سے استغفار کرنا ہے۔ اسی لئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ توبہ کی نماز ۲ دو رکعت پڑھ کر سر سے ٹوپی اُتار کر اپنے سر و چہرہ پر خاک ڈال کر خوب دیر تک تضرّع اور گریہ سے معافی مانگے اور اپنے کو خوب بُرا کہے۔ مصلّی ہٹا دے اور مٹی پر سجدہ کرے اور سجدہ میں دیر تک روئے اور معافی مانگے اور یہ سمجھے کہ حق تعالیٰ کی رحمت کے علاوہ کہیں کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔

﴿وَظَنُّوۡۤا اَنۡ لَّا مَلۡجَاَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّاۤ اِلَیۡہِ ؕ﴾

(سورۃ التوبۃ، آیت:۱۱۸)

ترجمہ: اور انہوں نے یقین کرلیا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی پناہ اور نہیں ہے۔

توبہ کی حقیقت دو اجزاء سے مرکب ہے (۱) ندامت (۲) عزم علی التقوی۔ یعنی ندامت ہو اور آئندہ نہ کرنے کا عزم اور پختہ ارادہ ہو۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ طریقہ صرف جلب رحمت حق کے لئے لکھا ہے ضروری نہیں کہ سر پر خاک نہ ڈالے تو توبہ نہ ہوگی۔

توبہ کی توفیق بندے کی مقبولیت کی علامت ہے

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ثُمَّ تَابَ عَلَیۡهِمۡ اَیۡ وَفَّقَهُمۡ لِلتَّوۡبَةِ.

پس حق تعالیٰ کی یہاں عنایت کا ظہور بصورت توفیق توبہ ہے۔ جس بندے سے محبت فرماتے ہیں اس کو گناہ کی نجاست میں ناپاک اور آلودہ نہیں رہنے دیتے توفیق توبہ عنایت فرما کر پاک کر دیتے ہیں۔

لِیَتُوۡبُوۡا تاکہ توفیقِ توبہ سے توبہ کرلیں۔ اور احقر توفیق کی تعریف آگے ذکر کر رہا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ﴾

التواب: هُوَ الۡمُبَالِغُ فِیۡ قَبُوۡلِ التَّوۡبَةِ لِمَنۡ تَابَ وَلَوۡ عَادَ فِی الۡیَوۡمِ مِأَةَ مَرَّةٍ حق تعالیٰ توبہ قبول فرمانے والے ہیں جو توبہ کرے اگرچہ دن میں سو مرتبہ اس کی توبہ ٹوٹ جاوے۔ (بشرط ندامت اور عزم علی التقویٰ)

الرحیم: اَلۡمُتَفَضِّلُ عَلَیۡهِمۡ بِفُنُوۡنِ الۡاٰلَاۤءِ مَعَ اسۡتِحۡقَاقِهِمۡ لِاَفَانِیۡنِ الۡعِقَابِ. بندوں پر مختلف اقسام کی عنایات سے مہربانی فرمانے والے باوجودیکہ وہ مختلف انواع کی سزاؤں کے مستحق تھے۔ (روح المعانی، ج:۱۱، ص:۴۳)

صفتِ رحمٰن اور صفتِ رحیم کا فرق

رحمۃ الرحمن: قَدۡ تَمۡزُجُ بِالۡاَلَمِ کَشُرۡبِ الدَّوَآءِ الۡکَرِهِ الطَّعۡمِ وَالرَّائِحَةِ فَاِنَّهٗ اِنۡ کَانَ رَحۡمَةً بِالۡمَرِیۡضِ لٰکِنۡ فِیۡهِ مَالَا یُلَائِمُ طَبۡعَهٗ.

ترجمہ: رحمٰن کی رحمت کبھی کچھ تکلیف کے ساتھ مل جاتی ہے جیسے بدمزہ اور نا گوار دوا کا پینا پس یہ دوا مریض کے لئے اگرچہ رحمت ہے لیکن طبیعت کو کلفت بھی ہے۔

رحمة الرحيم: لَا يُمَازِجُهَا شَوْبٌ فَهِيَ مَحْضُ النِّعْمَةِ وَلَا تُوْجَدُ اِلَّاعِنْدَ اَهْلِ السَّعَادَاتِ الْكَامِلَةِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا سُعَدَآءِ الدَّارَيْنِ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الثَّقَلَيْنِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: صفت رحیم کی رحمت تکلیف سے بالکل نہیں ملتی اور وہ نعمتِ محض ہے نہیں عطا کی جاتی مگر اہل سعادت کاملہ کو۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم کو دارین کے سُعداء میں کردے حضور صلی اللہ علیہ سلم کے طفیل سے۔ (روح، پ ا، ص:۸۲)

شیطان کا تصرف اور اثر،

گناہ کرنے کے بعد اس کی تاریکی اور ظلمت میں

﴿اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا (اَىْ مِنَ الذُّنُوْبِ)﴾

(سورہ ال عمران، آیت:۱۵۵، پ:۴)

ترجمہ: شیطان نے ان کو پھسلا دیا بعض ان اعمال کے سبب جس کا انہوں نے اکتساب کیا۔

اس آیت کے ذیل میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:

﴿لِأَنَّهَا تُوْرِثُ الظُّلْمَةَ وَالشَّيْطٰنُ لَا مَجَالَ لَهٗ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ بِالتَّزْيِيْنِ وَالْوَسْوَسَةِ اِلَّا اِذَا وَجَدَ الظُّلْمَةَ فِى الْقَلْبِ﴾

(روح المعانی، ج:۴، ص:۱۰۴)

کیونکہ گناہ سے دل میں اندھیرا پیدا ہوتا ہے اور شیطان کی طاقت آدم علیہ السلام کی اولاد پر بُرے اعمال کو مُزیّن کرنے اور گناہ کے وساوس ڈالنے کی نہیں ہوتی

جب تک کہ اس کو ان کے دل میں اندھیرا گناہ کا نہ ملے (جیسے چمگادڑ۔ (خفاش) ہمیشہ اپنی سکونت اور قیام کے لئے اندھیرا چاہتا ہے)

﴿وَلَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنْھُمْ﴾

اور تحقیق کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کو معاف فرمادیا۔

عفو کیا ہے؟ مَحْوُ الْجَرِیْمَۃِ بِالتَّوْبَۃِ خطا کو توبہ سے مٹادینا۔ چنانچہ جب قلب توبہ کی ندامت اور عزم علی التقویٰ کے نور سے روشن ہوجاتا ہے تو شیطان کے اثرات ایسے دل سے ختم ہوجاتے ہیں:

﴿حِیْنَ اسْتَنَارَتْ قُلُوْبُھُمْ بِنُوْرِ النَّدْمِ وَالتَّوْبَۃِ﴾

(روح المعانی، ج:۴، ص:۱۰۴)

اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ: وَبِمُقْتَضٰی ذٰلِکَ ظَھَرَتِ الْمُخَالِفَاتُ وَارْدَفَتْ بِالتَّوْبَۃِ لِیَکُوْنَ ذٰلِکَ مَرْاٰۃً لِظُھُوْرِ صِفَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَمِنْ ھُنَاجَآءَ (لَوْلَمْ تُذْنِبُوْا لَاَتَی اللّٰہُ تَعَالٰی بِقَوْمٍ یُّذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ فَیَغْفِرَلَھُمْ)

حکایت

حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ ایک رات طواف کررہے تھے اور کثرت سے یہ دُعا کررہے تھے:

﴿"اَللّٰھُمَّ اعْصِمْنِیْ مِنَ الذُّنُوْبِ" فَسَمِعَ ھَاتِفًا مِّنْ قَلْبِہٖ یَقُوْلُ یَا اِبْرَاھِیْمُ اَنْتَ تَسْئَلُہُ الْعِصْمَۃَ وَکُلُّ عِبَادِہٖ یَسْئَلُوْنَہُ الْعِصْمَۃَ فَاِذَا عَصَمَکُمْ عَلٰی مَنْ یَّتَفَضَّلُ وَعَلٰی مَنْ یَّتَکَرَّمُ﴾

ترجمہ: اے اللہ! مجھے معاصی سے عصمت وحفاظت مقدر فرما کہ غیبی آواز اپنے قلب سے سُنی کہ اے ابراہیم تو جو سوال عصمت کا کرتا ہے یہی سوال تمام بندے کرتے ہیں اگر سب کو معصوم بنادوں تو میری عنایت مغفرت اور رحمت کس پر ہوگی۔

حکایت

اسی نوع کی حکایت مُلاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاد علاّمہ ابواسحاق اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے علماء کبار سے اور راسخین فی العلم سے تھے انہوں نے کہا کہ میں نے حق تعالیٰ شانہ سے تیس ۳۰ سال تک دعا مانگی کہ ہم کو توبۂ نصوح عطا فرمادیجئے، پس میری دعا تیس ۳۰ سال گزرنے تک جب قبول نہ ہوئی تو مجھے دل میں تعجب ہوا کہ وہ ارحم الراحمین دُعا کیوں نہیں قبول فرماتے ہیں۔ پس میں نے خواب میں ایک آوازِ غیبی سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ تجھے تعجب ہے کہ اب تک دعا کیوں نہیں قبول ہوئی؟ آخر تیرے اس سوال کا حاصل تو یہی ہے تا کہ تو اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوجاوے اور تو نے نہیں سُنا کہ حق تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ ط﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ خوب توبہ کرنے والوں اور خوب طہارت کا اہتمام کرنے والوں کو محبوب بنالیتے ہیں۔

توفیق کی تعریف

توفیق کیا چیز ہے؟ توفیق کی تعریف مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ استاذ فقہ وادب دارالعلوم دیوبند نے تین طرح سے بیان فرمائی ہے:

﴿۱...... تَوْجِیْهُ الْاَسْبَابِ نَحْوَ الْمَطْلُوْبِ الْخَیْرِ﴾

ترجمہ: اسباب کا متوجہ کردینا مطلوب خیر کی طرف۔

﴿۲......تَسْهِیْلُ طَرِیْقِ الْخَیْرِ وَتَسْدِیْدُ طَرِیْقِ الشَّرِّ﴾

ترجمہ: خیر کے راستہ کا آسان فرمادینا اور شر کے راستہ کو بند کردینا۔

﴿۳......خَلْقُ الْقُدْرَةِ عَلَى الطَّاعَةِ﴾

تَرْجَمَہ: طاعت کی ہمت اور طاقت پیدا کردینا۔

(از شرح مقامات، مطبوعہ دیوبند، ص:۴۲)

طہارت

طہارت، وضو اور غسل تو سب کو معلوم ہے لیکن علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا کہ علم کی طہارت جہل کی ظلمت سے حفاظت ہے اور طاعت کی طہارت معصیت کی آلودگی سے حفاظت ہے اور طہارت ذکر کی غفلت اور نسیان سے حفاظت ہے اور طہارت کاملہ طَهَارَةُ الْاَسْرَارِ مِنْ دَنَسِ الْاَغْيَارِ ہے یعنی باطن کو غیر اللہ سے پاک رکھنا یہی طہارت کاملہ ہے۔ (روح المعانی، ج:۱۱، ص:۲۶)

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے دوامان دنیا میں عطا کئے گئے!

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ارضِ کائنات میں دوامان دیئے گئے:

﴿كَانَ فِي الْاَرْضِ اَمَانَانِ مِنْ عَذَابِ اللهِ فَرُفِعَ اَحَدُهُمَا فَدُوْنَكُمُ الْاٰخَرَ فَتَمَسَّكُوْا بِهٖ اَمَّا الْمَرْفُوْعُ فَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَّا الْبَاقِيْ مِنْهُمَا الْاِسْتِغْفَارُ﴾

(مرقاة المفاتيح، ج:۵، ص:۱۲۳)

تَرْجَمَہ: زمین کے دوامان میں سے ایک تو اٹھالیا گیا اور وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے اور دوسرا باقی رہ گیا اور وہ استغفار ہے اس کو مضبوط پکڑلو۔

حق تعالیٰ شانہٗ کے اس ارشاد سے یہ بات ثابت ہوتی ہے:

﴿وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾

(سورة الانفال، آیت:۳۳)

تَرْجَمَہ: اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے گا در آں حال کہ آپ کا وجود مبارک ان

کے اندر موجود ہے، اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے گا درآں حال کہ یہ استغفار کرنے والے ہوں۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿اَقُوْلُ اِذَا کَانَ الْاِسْتِغْفَارُ یَنْفَعُ الْکُفَّارَ فَکَیْفَ لَا یُفِیْدُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْاَبْرَارَ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، ج:۵، ص:۱۲۳)

تائبین کو متقین کا درجہ

﴿قَالَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللہُ لَہٗ مِنْ کُلِّ ضِیْقٍ مَخْرَجًا وَّمِنْ کُلِّ ھَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ﴾

(مسند احمد و سنن ابی داؤد ومشکوۃ المصابیح، باب الاستغفار)

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ان آیات قرآنیہ سے مقتبس ہے:

﴿وَمَنْ یَّتَّقِ اللہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ﴾

تَرْجَمَہ: جو شخص تقویٰ اختیار کرے گا حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تقویٰ کی برکت سے ہم اس کو ہر غم سے خلاصی کا راستہ نکال دیں گے اور ایسی جگہ سے رزق عطا کریں گے جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔

اس حدیث کے اندر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی ارشاد ہے کہ جو شخص استغفار کو لازم پکڑ لے گا اللہ تعالیٰ ہر تنگی سے نجات کا راستہ پیدا فرمائیں گے اور ہر ھم وغم سے نجات دے دیں گے اور رزق ایسی جگہ سے دیں گے کہ گمان بھی اس راہ سے رزق ملنے کا نہ ہوگا۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شارحِ مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ ان آیات اور اس حدیث کے مضامین میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ استغفار کرنے والوں کو وہی

انعامات دیئے جاتے ہیں جو تقویٰ والے حضرات کو دیئے جانے کا وعدہ قرآن میں فرمایا گیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مستغفرین کو درجہ میں متقین کے حق تعالیٰ کی شانِ رحمت نے فائز کردیا ہے:

﴿فَاِنَّ فِیْهَا کُنُوْزًا مِّنَ الْاَنْوَارِ وَرُمُوْزًا مِّنَ الْاَسْرَارِ وَالْحَدِیْثُ اَمَّا تَسْلِیَةٌ لِّلْمُذْنِبِیْنَ نُزِّلُوْا مَنْزِلَةَ الْمُتَّقِیْنَ اَوْبِالْمُسْتَغْفِرِیْنَ التَّائِبِیْنَ فَهُمْ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ اَوْ لِاَنَّ الْمُلَازِمِیْنَ لِلْاِسْتِغْفَارِ لَمَّا حَصَلَ مَغْفِرَةَ الْغَفَّارِ فَکَاَنَّهُمْ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، ج:۵، ص:۱۳۵)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دوامِ استغفار اور حقِ استغفار کی ادائیگی سے بندہ متقی ہوجاتا ہے۔

حکایت

روایت ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے شکایت کی قحط سالی کی یعنی بارش نہ ہونے کی۔ فرمایا استغفار کرو۔ دوسرے نے شکایت کی تنگدستی کی۔ فرمایا استغفار کرو۔ تیسرے آدمی نے شکایت کی اولاد نہ ہونے کی۔ فرمایا استغفار کرو۔ چوتھے نے شکایت کی کہ پیداوار زمین میں کم ہے۔ فرمایا استغفار کرو۔ پس کہا گیا کہ آپ نے ہر شکایت کا ایک ہی علاج تجویز فرمایا تو یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّهٗ کَانَ غَفَّارًا ○ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا ○ وَیُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْهٰرًا ○﴾

(سورۃ النوح، آیت: ۱۲-۱۱-۱۰)

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا قصہ

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں یہ قصہ حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس قاصد

بھیجا کہ ان کو اسلام کی دعوت دے، پس یہ پیغام حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے کہلا بھیجا کہ مجھے آپ کس طرح دعوت اسلام دے رہے ہیں آپ کے رب نے فرمایا:

﴿اِنَّ مَنْ قَتَلَ اَوْ زَنٰی اَوْ اَشْرَکَ یَلْقَ اَثَامًا یُّضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ وَاَنَا قَدْفَعَلْتُ هٰذَا کُلَّهٗ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب الاستغفار)

ترجمہ: جو قتل اور زنا اور شرک کرے گا ایسے لوگوں کو دوگنا عذاب ہوگا اور ہم نے تو یہ سب کیا ہے۔

پس حق تعالیٰ شانہٗ نے نازل فرمایا:

﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا﴾

(سورۃ مریم، آیت: ۶۰)

ترجمہ: مگر جو توبہ کرلے اور ایمان لائے اور اچھے اعمال کرے وہ مستثنیٰ ہے۔

تو حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے یہ سُن کر کہا کہ یہ شرط سخت ہے شاید کہ میں اس پر عمل نہ کرسکوں، پس کیا اور بھی کوئی صورت ہے۔ پس حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت پر قربان جایئے، دوسری آیت نازل فرمائی۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُمَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ﴾

(سورۃ النسآء، آیت: ۴۸)

ترجمہ: اللہ شرک کرنے والے کو نہ بخشے گا اور اس کے علاوہ ہر گناہ کی مغفرت فرمادے گا جس کے لئے اس کی مغفرت کا فیصلہ کرے۔

یہ سُن کر حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے اپنی مغفرت میں ابھی شبہ ہے کیونکہ اس میں مشیت کی قید ہے نہ معلوم ہماری مغفرت کے لئے مشیتِ خداوندی ہو یا نہ ہو۔ قربان جایئے حق تعالیٰ کی شانِ رحمتِ بیکراں پر، تیسری آیت نازل فرمائی:

﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ

اللہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿

(سورۃ الزمر، آیت: ۵۳)

ترجمہ: اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ جن لوگوں نے ظلم کیا اپنی جانوں پر، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔ بے شک وہ بہت غفور اور بہت رحیم ہیں۔

یہ آیت سن کر حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے کہا نِعْمَ ھٰذَا یہ تو خوب عمدہ آیت ہے میری مغفرت کی۔ پھر آئے اور اسلام لائے فَجَآءَ وَاَسْلَمَ۔

مسلمانوں نے عرض کیا کہ کیا یہ ان کے لئے خاص ہے یا سب کے لئے عام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب مسلمانوں کے لیے عام ہے۔

مومن کامل کی شان اور گنہگار بندوں کے لیے بشارت

حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللہُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿

(سورۃ ال عمران، آیت: ۱۳۵، پ: ۴)

ترجمہ و تفسیر از بیان القرآن: اور ایسے لوگ جب ایسا کام کر گذرتے ہیں جس میں زیادتی ہو دوسروں پر یا کوئی گناہ کر کے خاص اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں تو معًا اللہ تعالیٰ کی عظمت اور عذاب یاد کر لیتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں یعنی اس طریقے سے جو معافی کے لئے مقرر ہیں کہ دوسروں پر زیادتی کرنے میں ان اہلِ حقوق سے بھی معاف کرائے اور خاص اپنی ذات سے متعلق گناہ میں اس کی حاجت نہیں اور اللہ تعالیٰ سے معاف کرانا دونوں حالتوں میں مشترک ہے۔ واقعی اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو بخشتا ہو۔ رہا اہلِ حقوق کا معاف کرنا

سو وہ لوگ اس کا اختیار تو نہیں رکھتے کہ عذاب سے بچالیں اور حقیقی بخشش اسی کا نام ہے۔ اور وہ لوگ اپنے فعلِ بد پر اصرار نہیں کرتے اور وہ ان باتوں کو جانتے بھی ہیں کہ فلاں کام ہم نے گناہ کا کیا اور یہ کہ توبہ ضروری ہے اور یہ کہ خدا تعالیٰ غفار ہے، مطلب یہ کہ اعمال بھی درست کر لیتے ہیں اور عقائد بھی درست رکھتے ہیں۔

علّامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر رُوح المعانی میں ان آیات کے ذیل میں فرماتے ہیں:

(۱)......ذَكَرُوا اللهَ (اللہ کو یاد کرتے ہیں) اَیْ تَذَكَّرُوْا حَقَّهُ الْعَظِيْمَ وَوَعِيْدَهٗ اَوْ ذَكَرُوْا الْعَرْضَ عَلَيْهِ اَوْ سُؤَالَهٗ مِنَ الذَّنْبِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَوْنَهْيَهٗ اَوْغُفْرَانَهٗ وَقِيْلَ ذَكَرُوْا جَمَالَهٗ فَاسْتَحْيُوْا وَجَلاَلَهٗ فَهَابُوْا.

تَرْجَمَہ: یاد کرتے ہیں حق تعالیٰ کی عظمت اور اس کی وعید اور سزا کو اور اپنی پیشی اور اعمال کے سوال و جواب کو اور نہی اور مغفرت کو۔ اور کہا گیا ہے کہ یاد کرتے ہیں اس کے جمال کو پس شرم محسوس کرتے ہیں یا اس کے جلال کو پس خوف اور ہیبت محسوس کرتے ہیں۔

(۲)......فَاِنَّ الذُّنُوْبَ وَاِنْ كَبُرَتْ فَعَفْوُ اللهِ تَعَالٰى اَكْبَرُ.

تَرْجَمَہ: پس تحقیق کہ گناہ خواہ کتنے ہی بڑے ہوں لیکن حق تعالیٰ کا عفو و کرم اس سے بھی بڑا ہے۔

(۳)......وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَافَعَلُوْا اَیْ لَمْ يُقِيْمُوْا اَوْ غَيْرُمُقِيْمِيْنَ عَلَى الَّذِیْ فَعَلُوْهُ مِنَ الذُّنُوْبِ فَاحِشَةً كَانَتْ اَوْظُلْمًا.

تَرْجَمَہ: گناہ فاحشہ ہو یا ظلم ہو اس پر قائم نہیں رہتے۔

اَلْاِصْرَارُ کی لغوی اور شرعی تحقیق

اَلْاِصْرَارُ اَشَدُّ مِنَ الصِّرِّ وَقِيْلَ الثَّبَاتُ عَلَى الشَّیْءِ وَيُسْتَعْمَلُ

شَرْعًا بِمَعْنَى الْإِقَامَةِ عَلَى الْقَبِيحِ مِنْ غَيْرِ اسْتِغْفَارٍ وَرُجُوعٍ بِالتَّوْبَةِ.

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

﴿كُلُّ ذَنْبٍ اَصَرَّ عَلَيْهِ الْعَبْدُ كَبِيرٌ وَلَيْسَ بِكَبِيرٍ مَا تَابَ مِنْهُ الْعَبْدُ﴾

(شعب الایمان للبیهقی)

تَرْجَمَہ: ہر وہ گناہ جس پر اصرار اور دوام رکھا جائے کبیرہ ہے اور جس کبیرہ سے بندہ توبہ کرلے وہ کبیرہ نہیں۔

(**٤**)......وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ: اَىْ يَعْلَمُوْنَ قُبْحَ فِعْلِهِمْ وَيَكُوْنُ الْمَعْنٰى تَرَكُوا الْاِصْرَارَ عَلَى الذَّنْبِ لِعِلْمِهِمْ بِأَنَّ الذَّنْبَ قَبِيحٌ فَاِنَّ الْحَالَ قَدْ يَجِيْءُ فِىْ مَعْرَضِ التَّعْلِيْلِ۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

﴿مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَاِنْ عَادَ فِى الْيَوْمِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً﴾

(سنن الترمذی وسنن ابی داؤد ومشکوۃ المصابیح، ص: ۲۰۴)

تَرْجَمَہ: وہ شخص اصرار کرنے والوں میں نہیں جو استغفار کرلے اگرچہ وہی گناہ اس سے ایک دن میں ستر مرتبہ ہو۔ (بشرطیکہ ندامت کاملہ اور عزم علی التقوی ہو)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

﴿اَلْمُصِرُّ هُوَ الَّذِىْ لَمْ يَسْتَغْفِرْ وَلَمْ يَنْدَمْ عَلَى الذَّنْبِ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، ج:۵، ص:۱۳۵)

تَرْجَمَہ: اصرار کرنے والا گنہگار وہ ہے جو استغفار نہ کرے اور گناہ پر نادم بھی نہ ہو۔
اور اصرار کا مفہوم اکثار ہے اَلْاِصْرَارُ عَلَى الذَّنْبِ اَىْ اِكْثَارُهٗ۔

خطا کار بندے توبہ کی برکت سے خیر الخطّائین کے لقب سے نوازے گئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

﴿كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ﴾

(سنن الترمذی و مشکوۃ المصابیح)

ترجمہ: ہر بنی آدم بہت خطا کار ہے اور بہترین خطا کار بہت توبہ کرنے والے ہیں۔

اس حدیث کے حسبِ ذیل فوائد ہیں جو مرقاۃ، جلد: ۵، ص: ۱۳۵ سے لئے جارہے ہیں:

(**۱**)...... ہر بندہ کثیر الخطأ ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(**۲**)...... خطّاء بمعنی کثیر الخطاء اور توّابون بمعنی رجّاعون ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع ہونے والے، اور اس رجوع کے تین انواع ہیں:

﴿بِالتَّوْبَةِ مِنَ الْمَعْصِيَةِ اِلَى الطَّاعَةِ﴾

یہ عوام کی توبہ ہے گناہ ترک کر کے طاعت کی طرف رجوع کرلیں۔

﴿بِالْاِنَابَةِ مِنَ الْغَفْلَةِ اِلَى الذِّكْرِ﴾

غفلت ترک کر کے ذکرِ حق میں مشغول ہونا یہ متوسط سالک کا حال ہے۔

﴿بِالْاَوْبَةِ مِنَ الْغَيْبَةِ اِلَى الْحُضُوْرِ﴾

اگر دل غیر حق میں لگ کر حضوری سے غائب ہوجاوے تو پھر دل کو بارگاہ قربِ حق میں حاضر کر دینا جس کو صوفیہ استحضارِ قلب یعنی دل سے ہر وقت حق تعالیٰ شانہٗ کا دھیان رکھنا اسی کو حضورِ دائم اور نسبت مع اللہ کا رسوخ بھی کہا جاتا ہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ ہر خطا شر ہے لیکن اہلِ شر ہونے کے باوجود توبہ کی برکت سے خیر الخطّائین ہوگئے۔ شراب سرکہ سے تبدیلی ہوگئی۔ شر پر توبہ کی برکت

سے آفتاب رحمت سے یہ اثر دکھایا کہ قلبِ ماہیت کر دیا ؎

کیست ابدال آنکہ او مبدل شود
خمرش از تبدیل یزداں خل شود

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابدال کون ہیں جو کہ حق تعالیٰ کے کرم سے تبدیل ہو گئے یعنی ان کے اخلاقِ رذیلہ تبدیلِ رحمتِ حق سے اخلاقِ حمیدہ ہو گئے یعنی اخلاق رذیلہ کی شراب قدرت خداوندی سے سرکہ ہو گئی۔

حق تعالیٰ کی شانِ رحمت تو دیکھئے کہ توبہ کا یہ انعام کہ خطا کار کو خیر سے یاد فرمایا، خطا کار تو تھے اب توبہ کی برکت سے خیر الخطا ہیں بہتر خطا کار ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ جب خیر کا لقب ملا تو پھر خطّائین کی نسبت بھی مٹا دیتے ان کے کرم سے کیا بعید ہے۔ خطائین کی نسبت سے تو پھر بھی ان کی خطاؤں پر نشاندہی اور علامت باقی رہی۔

احقر عرض کرتا ہے کہ ترکیب اضافی میں مضاف ہی مقصود ہوتا ہے جیسے جاء غلام زید آیا زید کا غلام تو آنے میں مقصود کلام صرف غلام ہے زید کی آمد مراد نہیں، پس خیر الخطّائین میں اگرچہ مضاف الیہ سے تعلق ہے لیکن مقصود کلام میں اس بندہ کو خیر ہی کے لقب سے نوازنا ہے۔ اب رہا یہ کہ مضاف الیہ مٹا دیا جاتا تو اس میں راز یہ ہے کہ توبہ کی کرامت اور شانِ رحمت کی تاثیر کا پتہ پھر کیسے چلتا کہ یہ سرکہ پہلے شراب تھی تبدیل یزداں سے خَل ہوئی ہے تو اس عبارت میں حق تعالیٰ کی شان رحمت کی تجلیات کو باقی رکھا گیا کہ یہ لوگ تو خطا کار تھے لیکن توبہ اور ندامت اور استغفار سے رحمتِ غفّار اور عنایتِ توّاب نے ان کے شر کو خیر سے تبدیل فرما دیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ، یہ صرف اکابر کی دعاؤں کی برکات ہیں۔

ہر نیک کام کے بعد استغفار اور درخواستِ قبولیت عبدیت کی تکمیل اور حقِ عظمتِ اُلوہیت ہے

حق تعالیٰ شانہٗ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں ارشاد فرماتے ہیں وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ جو لوگ رات کو سُجَّدًا وَّقِيَامًا تھے اور قَلِيْلاً مِّنَ اللَّيْلِ مَايَهْجَعُوْنَ اور رات کو بہت کم بہت کم بہت کم سوتے ہیں (قلیل کا لفظ پھر تنوین تقلیل پھر مِن تبعیضیہ) اور آخرِ شب بجائے ناز ودعویٰ اور احساسِ برتری استغفار کرتے ہیں یہ دلیل ہے کہ یہ حضرات حق تعالیٰ شانہٗ کے عارف تھے حقِ عظمت کے تقاضے کو سمجھتے ہوئے کہ ہماری طاعات کبھی بھی لائقِ اُلوہیت نہیں ہوسکتی ہیں استغفار سے اس کی تلافی کرتے تھے۔ اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز فرض کے بعد استغفار فرمایا کرتے تھے حالانکہ نماز طاعت ہے۔ ابرار ومقربین کا یہی شیوہ ہمیشہ رہا کہ ان کو طاعات میں احساسِ کوتاہی رہا۔ فرض نماز کے بعد یہ استغفار ہم کو ہدایت کرتا ہے کہ طاعات کرکے ناز وکبر میں مبتلا نہ ہوں بلکہ معافی مانگیں اے رب! ہم سے آپ کی شایانِ شان بندگی کا حق ادا نہ ہوا۔ ہم کو معاف فرمادیجئے۔

بناء کعبہ اور اس کی تعمیر میں دو پیغمبروں کا اخلاص اور ان کے ہاتھوں سے تعمیر، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تعمیرِ کعبہ سے فارغ ہوکر یہی عرض کیا کہ:

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾

اس آیت سے بھی ہدایت ہم کو کی گئی کہ ہم اپنے اعمال پر ناز نہ کریں بلکہ قبولیت کی فکر کرتے ہوئے درخواستِ قبولیت پیش کریں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اَیْ يَقُوْلَانِ رَبَّنَا، اَلتَّقَبُّلُ مَجَازٌ مِنَ الْاِثَابَةِ وَالرِّضَا

لِاَنَّ کُلَّ عَمَلٍ یُقْبَلُ اللّٰہُ تَعَالٰی فَھُوَ یُثِیْبُ صَاحِبَہٗ وَیَرْضَاہُ مِنْہُ﴾

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی خوب نکتہ بیان فرمایا ہے کہ ان دونوں پیغمبروں نے صیغہ تقبّل من باب تفعّل اختیار فرمایا۔ فِی اخْتِیَارِ صِیْغَۃِ التَّفَعُّلِ اعْتِرَافٌ بِالْقُصُوْرِ۔ یعنی اے خدا ہمارا یہ عمل شرف قبولیت کا استحقاق نہیں رکھتا آپ کریم ہیں اور کریم کی شان یہ ہے اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِدُوْنِ اسْتِحْقَاقٍ وَمِنَّۃٍ، پس آپ اپنے فضل سے قبول فرمالیجئے۔ (کریم کی یہ تعریف مذکور مرقاۃ سے منقول ہوئی)

اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری بات بھی عجیب نکتہ کی بیان فرمائی وہ یہ کہ یہ درخواستِ قبولیت دلیل ہے کہ عمل بندے کا خواہ کتنا ہی اخلاص پر مبنی ہو مگر اس کی قبولیت محض فضل خداوندی پر موقوف ہے۔ حق تعالیٰ کے ذمہ اس کا قبول کرنا واجب نہیں۔ کَمَا قَالَ الْوْسِیْ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَفِیْ سُؤَالِ الثَّوَابِ عَلَی الْعَمَلِ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ تَرَتُّبَہٗ عَلَیْہِ لَیْسَ وَاجِبًا.

﴿اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اَیْ سَمِیْعٌ لِدُعَائِنَا وَعَلِیْمٌ بِنِیَّاتِنَا﴾

(روح المعانی، پ: ۲، ص: ۳۸۴)

گناہ کرتے ہوئے چار گواہ کا ہونا اور توبہ سے سب گواہیوں کا محو ہو جانا

جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اُس کی اس حرکت پر قرآن کی روشنی میں چار گواہ ہو جاتے ہیں:

(۱)......یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَا۝(سورۂ زلزال، پارہ: ۳۰) اور جس دن زمین خبریں بیان کرے گی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ نے سوال کیا کہ زمین کیا خبریں بیان کرے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین پر جو اعمال کئے جاتے ہیں زمین اس کی گواہی دے گی۔

حضرت علامہ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصایا میں فرمایا کہ جس جگہ کوئی گناہ ہوجائے وہاں کچھ استغفار اور نیک عمل کرلو تا کہ وہ زمین تمہارے لئے نیکی کی بھی گواہ بن جاوے۔

(۲)......وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ○ (سورۂ تکویر، پارہ:۳۰) اور جب اعمال نامے اڑائے جاویں گے۔ اعمال ناموں میں اعمال درج ہوتے ہیں۔

(۳)...... کِرَامًا کَاتِبِیْنَ○ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ○ (سورۂ انفطار، پارہ:۳۰) تیسری گواہی کراماً کاتبین کی ہے۔

(٤)...... چوتھی گواہی جن اعضاء سے اعمال ہوتے ہیں یہ اعضاء بھی قیامت کے دن اپنا عمل بیان کریں گے:

﴿اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَتُکَلِّمُنَا اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ﴾

(سورۂ یٰسین، آیت:۶۵، پارہ:۲۳)

تَرْجَمَہ: اور جس دن ہم ان مجرمین کی زبانوں پر مہر سکوت لگادیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے۔

حق تعالیٰ کی شانِ رحمت گناہ کے چاروں گواہوں کی گواہی بھلا دیتی ہے توبہ کی برکت اور تاثیر اکسیر سے

اب توبہ کی برکت دیکھئے۔ صدق دل اور ندامت سے توبہ کرنے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کے عزم مصمم سے یہ انعام ملتا ہے کہ گناہوں کے پہاڑ کے پہاڑ توبہ کی برکت سے اُڑ جاتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تھوڑی سی بارود جو

مخلوق سے پہاڑوں کو اڑا دیتی ہے تو حق تعالیٰ کی کیا شان ہوگی گناہوں کے پہاڑ کیوں نہ اُڑا دے گی۔

توبہ کی برکت اور اس کی تاثیر کا کرشمہ دیکھئے کہ حق تعالیٰ جس کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں اس کے تمام گواہوں کی شہادتوں کو مٹا دیتے ہیں۔ اس مضمون کے ذیل میں اپنے وعظ کے اندر حضرت حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں جس کو ''التشرف فی احادیث التصوف'' (ماہ ربیع الثانی ۵۰ھ الہادی، ص:۳۱) میں بھی تحریر فرمایا ہے:

﴿اِذَا تَابَ الْعَبْدُ اَنْسَی اللّٰہُ الْحَفَظَةَ ذُنُوْبَهٗ وَاَنْسٰی ذٰلِکَ جَوَارِحَهٗ وَمَعَالِمَهٗ مِنَ الْاَرْضِ حَتّٰی یَلْقَی اللّٰہَ وَلَیْسَ عَلَیْهِ شَاهِدٌ مِّنَ اللّٰہِ بِذَنْبٍ﴾

(ابن عساکر عن انس رضی اللہ عنهٗ)

ترجمہ: جب بندہ توبۂ خالص کرتا ہے جو مقبول ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو ملائکہ حافظین اور کاتبینِ اعمال کو بھی بھلا دیتا ہے اور اس زمین سے بھی اس کے نشانات بھلا دیتا ہے جس جگہ اس نے وہ گناہ کیا تھا یہاں تک کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملتا ہے اس پر اس کے گناہ کا کوئی گواہی دینے والا نہیں ملتا۔

مجدّد الملّت حضرت حکیم الامّت تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ اللہ اکبر! کیا شان رحمت ہے، دنیا کے سلاطین مجرموں کو معاف کرنے کے باوجود اُن کے جرائم کے کاغذات کو عدالتوں میں محفوظ رکھتے ہیں لیکن وہ ارحم الراحمین اپنے مجرمین کو اس طرح معاف فرماتے ہیں کہ اُن کے جرائم کی تمام یادداشتوں کو بالکلیہ محو اور فنا کرا دیتے ہیں'' اور فرمایا کہ فرشتوں سے یہ کام نہیں لیتے براہِ راست خود اپنی قدرتِ کاملہ غالبہ سے یہ کام کرتے ہیں تاکہ بروزِ محشر فرشتے ہمارے گنہگار بندوں کو طعنہ نہ دیں کہ نامۂ اعمال تو تمہارے خراب تھے ہم نے تمہارے سیئات اور برائیوں کو مٹا دیا۔ حق تعالیٰ کی ان رحمتوں پر قربان جائے۔

ایک حکایت

مرشدی حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ایک عالم نے نوّے سال تک بستی بستی، شہر شہر ہر جگہ صرف حق تعالیٰ کی رحمت کا مضمون بیان کرتے اور بدترین گنہگار بندوں بھی ناامیدی کے دلدل سے نکال کر حق تعالیٰ کی رحمت کا اُمیدوار کر کے اللہ تعالیٰ سے قریب کرتے۔ جب انتقال ہوگیا تو کسی بزرگ نے خواب میں دیکھا۔ دریافت کیا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا اس عالم نے کہا حق تعالیٰ شانہٗ نے ہم کو یہ کہہ کر بخش دیا جاؤ تم کو میں اپنی رحمت سے کیسے محروم کروں جبکہ تم نے نوّے سال تک میرے بندوں کو اپنے مواعظ سے میری رحمت کا امیدوار بنایا ہے۔

توبہ اور استغفار سے بندے کا رشتہ حق تعالیٰ سے مضبوط ہوجاتا ہے

ہر گناہ سے حق تعالیٰ سے جو دوری ہوتی ہے توبہ اور استغفار اس دوری کو حضوری سے تبدیل کردیتا ہے۔

ابلیس کی حکایت

اسی لئے جب یہ آیت وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً نازل ہوئی اور ابلیس نے دیکھا کہ اب تو بندوں کو بہکانے کی ساری محنت بے کار گئی کیونکہ توبہ سے ان کی مغفرت کی آیت نازل ہوگئی تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ابلیس بہت رویا صَاحَ اِبْلِیْسُ بِجُنُوْدِہٖ وَحَثَّا عَلٰی رَأْسِہِ التُّرَابَ، اور اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا اور ہائے ہلاکت ہائے تباہی و بربادی کی پکار لگانے لگا جس کو سن کر تمام شیاطین کی فوج جمع ہوگئی اور دریافت کیا، کیا غم آپ کو آ پہنچا۔ اس نے کہا اب

اولادِ آدم علیہ السلام کو گناہ کچھ نقصان نہ کریں گے۔ مغفرت اور توبہ کی آیت نازل ہوگئی۔ سب نے کہا آپ گھبرائیں نہیں ہم اُن کو ایسے بُرے اعمال میں مبتلا کریں گے جس کو یہ دین اور حق سمجھ کر کریں گے اور اس کے سبب ان کو توبہ کا خیال بھی نہ آئے گا یعنی بدعت وغیرہ فَلاَ یَتُوْبُوْنَ وَلاَ یَسْتَغْفِرُوْنَ وَلاَ یَرَوْنَ اِلَّا اَنَّھُمْ عَلَی الْحَقِ فَرَضِیَ مِنْھُمْ بِذٰلِکَ پس ابلیس خوش ہوگیا۔

بندوں کے استغفار اور توبہ سے اللہ تعالیٰ کتنا خوش ہوتے ہیں؟

حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے جس وقت وہ توبہ کرتا ہے اس حالت سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں کہ تم میں سے کسی کی اونٹنی گم ہوجاوے اور وہ جنگل میں ہو اور اس اونٹنی پر اس کے کھانے پینے کا سامان ہو اور وہ مایوس ہوکر کسی درخت کے نیچے لیٹ جاوے کہ اب تو مرنا ہی ہے کہ ایسی مایوسی کی حالت میں وہ اچانک دیکھے کہ اس کی اُونٹنی اُس کے پاس آگئی اور وہ خوشی سے کہہ پڑے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّکَ اے اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب یعنی عقل اس وقت غلبۂ مسرّت سے مغلوب ہوگئی۔ اس سے بھی زیادہ خوشی حق تعالیٰ کو ہوتی ہے جب بندہ نفس و شیطان کے چکر میں، گناہوں میں پھنس کر اللہ تعالیٰ سے دور ہوجاتا ہے پھر وہ توبہ کرکے اللہ تعالیٰ کے حضور میں آ کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو کتنی خوشی ہوتی ہے وہ اس حدیث کے مضمون سے اندازہ کیجئے اور یہ بھی ایک سمجھانے کا عنوان ہے ورنہ اس سے بھی کہیں زیادہ وہ خوش ہوتے ہیں۔ قربان جائیے ایسے کریم اور رحیم مالک پر کہ اپنے غلاموں کے ساتھ اس قدر تعلق اور محبت رکھتے ہیں۔

گنہگار کی دنیا اور ابرار کی دنیا

گنہگار کی زندگی نہایت بے سکون اور تلخ ہوتی ہے، جیسا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے جو مجھ کو بھلا دیتا ہے اس کو نہایت تلخ (کڑوی) زندگی دیتا ہوں:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾

(سورۃ طٰہٰ، آیت: ۱۲۴)

ترجمہ: اور جولوگ حق تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں ان کے لئے وعدہ ہے:

﴿فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾

(سورۃ النحل، آیت: ۹۷)

ترجمہ: مومن صالح اعمال والے کو حق تعالیٰ نہایت بالطف زندگی عطا فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے خاص بندے جو صالحین کہلاتے ہیں قلیل دنیا کے ساتھ بھی سکون سے جیتے ہیں اور فاسقین نافرمان بندے کثیر دنیا کے باوجود بےسکون رہتے ہیں ؎

اُف کتنا ہے تاریک گنہگار کا عالَم
انوار سے معمور ہے ابرار کا عالَم

(مولانا محمد احمد صاحب)

صالحین ان کے نام کی لذت سے ہر حال میں خوش اور سکون سے ہیں جس حالت میں بھی ہوں دنیا کے حوادث ان کو حواس باختہ نہیں کرتے۔ ان کے دل حق تعالیٰ کے نام کی لذت سے غم پروف ہوتے ہیں جس طرح آجکل گھڑیاں واٹر پروف ہوتی ہیں۔ احقر کے یہ اشعار اسی مضمون کو پیش کرتے ہیں ؎

ہر وادیٔ ویراں میں گلستاں نظر آیا
قرباں میں ترے نام کی لذت پہ خدایا

ہر لمحۂ حیات گذارا ہم نے
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

زندگی پُرکیف پائی گرچہ دل پُر غم رہا
اُن کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بےغم رہا

اہل دنیا اسباب راحت حاصل کر لیتے ہیں لیکن راحت اور سکون تو حق تعالیٰ

کے قبضے میں ہے۔ یہ کون زمین سے مثل پٹرول نہیں ملے گا یہ آسمان سے اترتا ہے اور جس سے آسمان والا راضی ہوتا ہے اس کے ہی دل پر اُترتا ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلاَ بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾

(سورۃ الرعد، آیت:۲۸)

دلوں کو چین تو ہماری ہی یاد سے ملتا ہے جس سے دنیا کی اکثریت محروم ہے اسی لئے دنیا کی اکثریت سرگرداں و پریشان وحیران ہے ۔

کوئی نالاں کوئی گریاں کوئی حیراں نکلا
جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

سکون تو مُنَزَّلٌ مِنَ السَّمَآءِ دولت ہے۔ ارشاد ہے هُوَالَّذِیْ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں سکون تو وہ مائدہ اور منّ وسلویٰ ہے جو آسمان سے اللہ تعالیٰ قلوب مومنین پر اُتارتا ہے۔ اے زمین سے چپکنے والو اور آسمان والے سے دور بھاگنے والو! تم زمین میں کیا تلاش کرر ہے ہو؟ بنگلوں اور کاروں اور ائیر کنڈیشنڈ گھروں میں مرغ کی بریانی اور نوٹ کی گڈیوں میں تم ہماری غفلت اور نافرمانی کی نحوست کے وبال سے بدحواس اور پریشان رہو گے اور سکون کو خواب میں بھی نہ دیکھ سکو گے۔ ائیر کنڈیشنڈ کمرے تمہاری کھال ٹھنڈی کردیں گے لیکن تمہارے دل ہمارے بھیجے ہوئے حوادث اور مصائب اور افکار اور غموں سے گرم ہوں گے اور ویلیم فائیو کی گولیوں سے بھی سُکھ کی نیند نہ سوسکو گے۔

برعکس جاؤ ان بوریہ نشینوں کو دیکھو جو ہمارے نام پاک سے مست ہیں اور ان کا عالم دیکھو کیا ہے؟ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہوکر
تو اپنا بوریہ بھی پھر ہمیں تختِ سلیمان تھا

(خواجہ صاحب)

چوں حافظ گشت بے خود کے شمارد
بہ یک جو مملکت کاؤس و کے را

(حافظ شیرازی)

بوئے آں دلبر چوں پراں می شود
ایں زبانہا جملہ حیراں می شود

(رومیؔ)

وہ سکینہ اور سکون کیا ہے جو اللہ والوں کے دلوں پر اترتا ہے؟ آیئے اور تفسیر روح المعانی میں ملاحظہ فرمائیے۔

سکون قلب اور سکینہ تفسیر قرآن کی روشنی میں

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں:

﴿فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

(سورة الفتح، آیت: ۲۶)

تَرجَمہ: پس نازل کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے سکینہ کو اپنے نبی اور ایمان والوں پر۔

اس آیت کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیے وَالسَّكِيْنَةُ الْاِطْمِيْنَانُ وَالْوَقَارُ (پ:۲۶،ص:۱۱۶) من باب الاشارات فی بعض الاٰیات کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ سکینہ ایک نور ہے اور قوّت اور روحانی کیفیت ہے جس سے مومن سکون پاتا ہے اور حالت غم میں بھی بدحواس نہیں ہوتا پُر وقار رہتا ہے بوجہ اس تسلی کے جو اس سکینہ سے اُسے حاصل رہتی ہے اور اس کی برکت سے محاسبۂ نفس اور ملاطفۂ خلق اور مراقبۂ حق کی توفیق رہتی ہے اور حق تعالیٰ کی تقسیم پر راضی رہتا ہے اور برائیوں سے اجتناب رکھتا ہے اور یہ سکینہ صرف پیغمبروں اور اولیاء کے قلوب پر حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے اترتا ہے۔

اصلی عربی عبارت:

﴿ هُوَالَّذِیْ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ (الاٰية) فَسَّرُوْهَا بِشَیْءٍ يَّجْمَعُ نُوْرًا وَّقُوَّةً وَّرُوْحًا بِحَيْثُ يَسْكُنُ اِلَيْهِ وَيَتَسَلّٰى بِهِ الْحَزِيْنُ وَالضَّجِرُ وَيُحْدِثُ عِنْدَهُ الْقِيَامُ بِالْخِدْمَةِ وَمُحَاسَبَةِ النَّفْسِ وَمُلَاطَفَةِ الْخَلْقِ وَمُرَاقَبَةِ الْحَقِّ وَالرِّضَا بِالْقَسْمِ وَالْمَنْعِ مِنَ الشَّطْحِ الْفَاحِشِ وَقَالُوْا لَا تَنْزِلُ السَّكِيْنَةُ اِلَّا فِیْ قَلْبِ نَبِیٍّ اَوْ وَلِیٍّ ﴾

(روح المعانی، ج:۲۶، صفحات:۱۲۹-۱۳۰)

گیارھویں پارہ میں اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّهُمْ کی تفسیر میں علّامہ آلوسی سکون اور سکینہ کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّهُمْ، اَیْ سَبَبٌ لِنُزُوْلِ السَّكِيْنَةِ فِيْهِمْ﴾

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی دعا آپ کے اصحاب کے لئے نزول سکینہ کا سبب ہے۔

سکینہ کیا ہے؟

﴿وَفَسَّرُوْا السَّكِيْنَةَ بِنُوْرٍ يَّسْتَقِرُّ فِی الْقَلْبِ وَبِهٖ يَثْبُتُ عَلَى التَّوَجُّهِ اِلَى الْحَقِّ وَيَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّيْشِ﴾

(روح المعانی، پ:۱۱، ص:۲۵)

علّامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں سکینہ کی تفسیر ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔ اور مفسرین نے تفسیر کیا کہ سکینہ ایک خاص نور ہے جو دل میں مستقر ہو جاتا ہے۔ (یعنی ایسا استقرار پکڑ لیتا ہے کہ ہر وقت قائم اور راسخ رہتا ہے)

احقر عرض کرتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ حق تعالیٰ شانہٗ ایسا نور عطا فرماتے ہیں اپنے اولیاء کو جو صرف ان کی خلوت گاہوں میں ہی ان کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ عالم میں جہاں بھی وہ ہوتے

ہیں خلوت ہویا کہ جلوت خلوت درانجمن اور انجمن درخلوت کے مصداق ہوتے ہیں۔ اسی نور کی برکت سے وہ انسانوں کے مجمع کثیر میں بھی خدا سے غافل نہیں ہوتے۔

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگ محفل دیکھ لیتے ہیں
شکر ہے دردِ دل مستقل ہوگیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہوگیا

(حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتا بگڈھی)

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ ہے کے بھی سب سے جدا رہے
گو ہزاروں شغل ہیں دن رات میں
لیکن اسعد آپ سے غافل نہیں

(مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مظاہر العلوم سہارنپور)

اس نور سکینہ کی دوسری شان علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان فرمائی:

﴿وَبِهٖ يَثْبُتُ عَلَى التَّوَجُّهِ اِلَى الْحَقِّ﴾

یعنی اس نور سکینہ کے فیض سے یہ قلب ہر وقت توجہ الی اللہ کے مقام پر فائز رہتا ہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ جس طرح قطب نما کی سوئی بوجہ مقناطیسی مادہ کے قطب شمال کی سمت اپنا رُخ کئے رہتی ہے اور مرکز قطب شمالی اس کے استقامۃ الی الشمال کا خود محافظ ہوتا ہے اور رُخ بدلنے سے وہ سوئی مضطرب ہوجاتی ہے اسی طرح جس قلب کو وہ نور عطا ہوتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ کا مرکز نور اس قلب کی توجہ الی اللہ کا محافظ ہوتا ہے اگر غفلت سے اس کا رُخ بدلے گا فوراً اضطراب شروع ہوجاوے گا اور بزبان حال کہہ اٹھے گا۔

دل مضطرب کا یہ پیغام ہے
ترے بن سکون ہے نہ آرام ہے

نسبت اسی کا نام ہے نسبت اسی کا نام
اُن کی گلی سے آپ نکلنے نہ پایئے

(حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتا بگڈھی)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری شان اس نورِ سکینہ کی جو بیان فرمائی:

﴿وَيَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّيْشِ﴾

یعنی یہ شخص بدحواسی اور بے عقلی کے اضطراب سے نجات پا جاتا ہے۔

لغت محیط المحیط قاموس مطول للغة العربية، ص:۵۲۳ پر طیش کی تحقیق ملاحظہ فرمایئے:

﴿طَاشَ فُلَانٌ اَیْ ذَهَبَ عَقْلُهُ الطَّائِشُ الَّذِیْ لَا يُصِيْبُ اِذَا رَمٰی، طَيَّاشٌ وَطَائِشُ الَّذِیْ لَا يَقْصِدُ وَجْهًا وَّاحِدًا﴾

ایک شاعر، گنہگار زندگی کا نقشہ یوں بیان کرتا ہے ؎

نت نیا روز مزہ چکھنے کا ہے لپکا ان کو
دربدر جھانکتے پھرتے ہیں انہیں عار نہیں

گنہگاروں کو اپنی بگڑی توبہ اور استغفار سے بنانی چاہیے

بعض لوگوں کو غالبؔ کا یہ شعر مانع ہوتا ہے ؎

کعبہ کس مُنہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتا بگڈھی نے اس شعر کی اصلاح فرما دی ؎

میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا
شرم کو خاک میں ملاؤں گا

اُن کو رو رو کے میں مناؤں گا
اپنی بگڑی کو یوں بناؤں گا

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عرش لرزد از انینِ المذنبین

نالۂ گنہگاراں سے عرش، رحمت سے کانپنے لگتا ہے یعنی دریائے رحمت کی موجوں میں جوش آتا ہے۔

حضرت حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ حرم شریف میں آخر شب استغفار میں اس طرح روتے تھے کہ کلیجہ سننے والوں کا پھٹا جاتا تھا اور ایک رات صرف اس شعر کو سجدہ میں پڑھتے رہے اور روتے رہے ؎

اے خدا ایں بندہ را رُسوا مکن
گر بدم من سرِّ من پیدا مکن

(رومیؔ)

تَرجَمہ: اے خدا! اس بندہ کو میدانِ محشر میں رُسوا مت فرمانا اگر چہ ہم بُرے اور گنہگار ہیں آپ ہمارے عیوب کو مخلوق پر ظاہر نہ فرمائیے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ علیہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے:

﴿مَامِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوْعٌ وَاِنْ كَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ثُمَّ يُصِيْبُ شَيْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهِ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ﴾

(سنن ابن ماجة و مشكوٰة، باب الخوف، ص:۴۵۸)

تَرجَمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس آنکھ سے اللہ کے خوف

سے آنسو نکل کر اس کے چہرہ پر گرتا ہے اگر چہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ اس چہرہ کو آگ پر حرام کر دیتا ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو ۲ قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسند نہیں ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ کے راستے میں نکلا ہو۔ (حکایاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم)

غالباً اسی حدیث کے پیش نظر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

کہ برابر میکند شاہ مجید
اشک را در وزن باخون شہید

ترجمہ: کہ اللہ تعالیٰ گنہگار بندوں کے آہ و نالوں کے وقت نکلے ہوئے آنسوؤں کو شہیدوں کے خون کے برابر وزن کرتے ہیں۔

میرے بزرگو اور دوستو! بے حساب مغفرت اور عرش کے سائے کا نسخہ بھی حق تعالیٰ کے خوف سے تنہائی میں رونا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کی اُمّت میں کوئی ایسا بھی ہے جو بے حساب کتاب جنت میں داخل ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا ہے۔

(حکایاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم)

مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے، عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم نجات کا کیا راستہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا اپنی زبان کو روکے رکھو، گھر میں بیٹھے رہو اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔ یعنی زبان کو گناہ سے روکو اور بدون ضرورت گھر سے نہ نکلو۔ عبارت حدیث یہ ہے:

﴿عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَقِیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا النَّجَاۃُ؟ فَقَالَ اَمْلِکْ عَلَیْکَ لِسَانَکَ وَلْیَسَعْکَ

بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ﴾

(مشکوۃ المصابیح، کتابُ الاداب،باب حفظ اللسان، ص:۴۱۳)

ایک علمی لطیفہ

ایک مرتبہ احقر، حضرت مرشدی شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف پڑھ رہا تھا۔ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب دامت برکاتہم بھی مہمان تھے۔ اثناءدرس میں سوال کیا کہ گناہوں کو برف کے پانی سے اوراولے کے پانی سے دھونے کی دعا کیا حکمت ہے؟ بِمَآءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ۔ حضرت والا نے سر جھکالیا اور آنکھیں بند کر کے دُعائے خفیہ کی۔(احقر عرض کرتا ہے کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے جلداوّل،ص:۴۷۵ پر بحرالرائق کے حوالے سے دُعا کی چار قسموں میں سے ایک دعائے خفیہ لکھی ہے جس میں ہاتھ نہیں اٹھایا جاتا صرف دل میں دعا مانگی جاتی ہے) پھر فرمایا الحمدللہ جواب دل میں عطا فرمادیا۔ چونکہ ہر گناہ میں گرمی اور ظلمت کی خاصیت ہے پس گرمی کو دور کرنے کے لئے برف کے پانی کو تجویز فرمایا گیا اور اولہ کا پانی بہت زیادہ سفید ہوتا ہے اس سے گناہ کی ظلمت دور کی گئی۔

بخاری شریف کی حدیث

بخاری شریف میں باب من جلس فی المسجد ینتظر الصّلوٰۃ وفضل المساجد کے ذیل میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث تحریر فرمائی ہے:

﴿سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ......﴾

تَرجَمہ: قیامت کے دن سات (قسم کے) آدمی ایسے ہوں گے جن کو حق تعالیٰ شانہٗ عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے۔

ان میں ایک شخص وہ ہوگا وَ رَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ وہ

آدمی جو اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کرے اور پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں۔

شرح بخاری فتح الباری، ج:۲،ص:۱۴۷ میں حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ راجح قول یہاں سایہ سے مرادعرش کا سایہ ہے فَیُرَجَّحُ اَنَّ الْمُرَادَ ظِلُّ الْعَرْشِ ذَکَرَ اللّٰہَ اَیْ بِقَلْبِہٖ مِنَ التَّذْکِرَۃِ وَبِلِسَانِہٖ مِنَ الذِّکْرِ ذکر اللہ سے مراددل میں یاد کرنا اللہ تعالیٰ کو یا زبان سے ذکر کرنا۔

اور خالیاً یعنی تنہائی کی قید اس لئے ہے کہ ریاء سے محفوظ رہے لِاَنَّہٗ یَکُوْنُ اَبْعَدُ مِنَ الرِّیَآءِ وَالْمُرَادُ خَالِیًا مِّنَ الْاِلْتِفَاتِ اِلٰی غَیْرِ اللّٰہِ وَلَوْ کَانَ فِیْ مَلَاٍ یعنی مرادتنہائی سے یہ ہے کہ قلب توجہ الی اللہ رکھے اور غیر اللہ سے خالی ہو اگر چہ مجمع میں ہو۔

اور اس مفہوم کی تائید امام بیہقی کی اس روایت سے ہوتی ہے:

﴿ذَکَرَ اللّٰہَ بَیْنَ یَدَیْہِ﴾

لیکن مطلق تنہائی جہاں کوئی نہ ہو اس مفہوم کی تائید عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ذَکَرَ اللّٰہَ فِیْ خَلَاءٍ سے ہوتی ہے اَیْ فِیْ مَوْضَعٍ خَالٍ یعنی بالکل تنہائی ہو کوئی مخلوق نہ ہو۔ اور حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ھِیَ الْاَصَحُّ یہی زیادہ صحیح ہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ اہل محبت کو ذوقاً بھی یہی خلوت محبوب ہے۔

تمنا ہے کہ اب ایسی جگہ کوئی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے رہتے یاد اُن کی دل نشیں ہوتی

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آہ را جز آسماں ہمدم نبود
راز را غیر خدا محرم نبود

فرماتے ہیں جلال الدین کی آہ وبکا کا سوائے آسمان کے کوئی ہمدم نہ تھا۔
سبحان اللہ! کیا تنہائی کا لُطف بیان فرمارہے ہیں ؎

گیا میں بھول گلستاں کے سارے افسانے
دیا پیام کچھ ایسا سکوت صحرا نے
(حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتا بگڈھی)

اور ہمارے راز کا حق تعالیٰ کے سوائے کوئی محرم نہ تھا ؎

خوشتر از ہر دوجہاں آنجا بود
کہ مرا باتو سرد سودا بود

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ دونوں جہاں میں اے خدا مجھے وہ قطعۂ ارض (زمین کا ٹکڑا) محبوب ہے جہاں روؔمی کی جان آپ سے سر کا سودا کررہی ہو اور مناجات کی لذت وحلاوت سے مسرور اور مخمور اور معمور ہورہی ہو ؎

نعرۂ مستانہ خوش می آیدم
تا ابد جاناں چنیں می بایدم

اے خدا! مجھے آپ کی محبت میں نعرۂ مستانہ بہت ہی لذیذ معلوم ہوتا ہے۔
اے کاش! قیامت تک اے محبوب یہی کام نعرۂ مستانہ کا جاری رہتا ؎

سینے میں ہے وہ درد کا نشتر لئے ہوئے
صحرا وچمن دونوں کو مضطر کئے ہوئے
(اخترؔ)

استغفار اور توبہ کی حالت میں گریہ وزاری پر احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

زمینِ سجدہ پہ ان کی نگاہ کا عالم
برس گیا جو برسنا تھا میرا خونِ جگر
ایک قطرہ وہ اگر ہوتا تو چُھپ بھی جاتا
کس طرح خاک چُھپائے گی لہو کا دریا

مرشدی حضرت پھولپوری کی شان میں ؎

کچھ راز بتا مجھ کو بھی اے چاک گریباں
اے دامنِ تر اشک رواں زُلفِ پریشاں
کس کے لئے دریا تری آنکھوں سے رواں ہے
کس کے لئے پیری میں بھی تو رشکِ جواں ہے
کس کے لئے جاری لبوں سے آہ وفغاں ہے
کس برق سے اٹھتا یہ نشیمن سے دھواں ہے
ہے کس نگہ پاک کا تیرے جگر میں تیر
اک خلق ہوئی جاتی ہے جس درد کی اسیر
تیرے چمن کو کیسے اجاڑے گی یہ خزاں
جو خود ہی ترے فیض سے ہے رشکِ گلستان

(اختر)

طریقۂ توبہ
(از حدیث)

ذکر الجزری فی الحصن عن ابی الدرداء مرفوعًا:

﴿وَاِذَا اَخْطَأَ اَوْ اَذْنَبَ فَأُحِبُّ اَنْ یَّتُوْبَ اِلَی اللہِ فَلْیَمْدُدْ یَدَیْہِ اِلَی اللہِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْکَ مِنْھَا لَا اَرْجِعُ اِلَیْھَا اَبَدًا فَاِنَّہٗ یَغْفِرُ لَہٗ مَا لَمْ یَرْجِعْ فِیْ عَمَلِہٖ ذٰلِکَ رَوَاہُ الْحَاکِمُ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، ج:۳، ص:۱۱۲)

تَرْجَمَہ: مرفوعاً روایت ہے کہ جب بندہ خطایا گناہ کر بیٹھے اور اس کو توبہ کرنا محبوب ہو تو اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ اٹھا کر یہ کہے ''اے اللہ! میں توبہ کرتا ہوں تیری طرف اس گناہ سے، نہیں کروں گا اس گناہ کو دوبارہ'' پس اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے اس کو جب تک

دوبارہ نہ لوٹے اس گناہ کی طرف۔ روایت کیا اس کو حاکم نے۔

ارشاد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ طریقۂ توبہ کے بارے میں

از مرقاۃ، ج:۳، ص:۲۱۱ جب تم توبہ کا ارادہ کرو۔ غسل کرو اور کپڑے بھی دھو ڈالو اور ۲ رکعت نماز پڑھ لو پھر زمین پر اپنی پیشانی رکھ دو اس حال میں کہ آنسو جاری ہوں اور قلب غمگین ہو اور یہ جگہ تنہائی کی ہو لاَ یَرَاکَ اِلَّا اللّٰہُ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی تم کو نہ دیکھ رہا ہو اور سر پر بھی مٹی ڈال دو اور چہرہ کو زمین پر رگڑو اور اپنے گناہ کا ذکر کرو ایک ایک، اور نفس سے کہو اے بے شرم نفس کیا تو عذاب الٰہی کو برداشت کی طاقت رکھتا ہے اور خوب رونا شروع کرو رب رحیم کی طرح ہاتھ کو بلند کرو اور کہو:

﴿اِلٰھِیْ عَبْدُکَ الْاٰبِقُ رَجَعَ اِلٰی بَابِکَ، عَبْدُکَ الْعَاصِیْ رَجَعَ اِلَی الصُّلْحِ، عَبْدُکَ الْمُذْنِبُ اَتَاکَ بِالْعُذْرِ فَاعْفُ عَنِّیْ بِجُوْدِکَ وَتَقَبَّلْنِیْ بِفَضْلِکَ وَانْظُرْ اِلَیَّ بِرَحْمَتِکَ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَاسَلَفَ مِنَ الذُّنُوْبِ وَاَعْصِمْنِیْ فِیْمَا بَقِیَ مِنَ الْاَجَلِ فَاِنَّ الْخَیْرَ کُلَّهٗ بِیَدِکَ وَاَنْتَ بِنَا رَءُ وْفٌ رَّحِیْمٌ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، ج:۲، ص:۲۱۱)

ترجمہ: اے اللہ! آپ کا بھاگا ہوا بندہ آپ کے دروازہ پر حاضر ہو گیا اور آپ کا نافرمان بندہ صلح کے لئے لوٹ آیا اور آپ کا گنہگار بندہ عذر پیش کرتا ہے، اپنے کرم سے معاف فرما دیجئے اور اپنے فضل سے قبول فرما لیجئے، میری طرف نگاہِ رحمت فرمائیے، ہمارے پچھلے گناہوں کو معاف فرمائیے اور آئندہ کی خطاؤں سے حفاظت فرمائیے، پس ہر خیر آپ کے ہاتھ میں ہے اور آپ ہمارے حال پر مہربان و کریم ہیں۔

مغفرت کا مجرب عمل

(از: امام محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

قَالَ الشَّیْخُ مُحِیُّ الدِّیْنِ ابْنُ الْعَرَبِیْ اَنَّہٗ بَلَغَنِیْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

﴿اِنَّ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سَبْعِیْنَ اَلْفاً غُفِرَلَہٗ وَ مَنْ قِیْلَ لَہٗ غُفِرَلَہٗ اَیْضًا﴾

فَکُنْتُ ذَکَرْتُ التَّھْلِیْلَۃَ بِالْعَدَدِ الْمَرْوِیِّ وَفِیْھِمْ شَابٌّ مَشْھُوْرٌ بِالْکَشْفِ فَاِذَا ھُوَ فِیْ اَثْنَاءِ الْاَکْلِ اَظْھَرَ الْبُکَآءَ فَسَأَلْتُہٗ عَنِ السَّبَبِ فَقَالَ اَرٰی اُمِّیْ فِی الْعَذَابِ فَوَھَبْتُ فِیْ بَاطِنِیْ ثَوَابَ التَّھْلِیْلَۃِ الْمَذْکُوْرَۃِ لَھَا فَضَحِکَ وَقَالَ اِنِّیْ أَرَاھَا فِیْ حُسْنِ الْمَاٰبِ قَالَ الشَّیْخُ فَعَرَفْتُ صِحَّۃَ الْحَدِیْثِ بِصِحَّۃِ کَشْفِہٖ وَصِحَّۃَ کَشْفِہٖ بِصِحَّۃِ الْحَدِیْثِ. (مرقاۃ المفاتیح، ج:۳،ص:۹۸)

ترجمہ: حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت حضور صلی اللہ علیہ سلم سے پہنچی کہ ''جو شخص ستر ہزار مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے گا اس کی مغفرت ہوجاوے گی اور جس کے لئے اس مقدار میں پڑھا جاوے اور اس کو ثواب بخشا جاوے اس کی بھی مغفرت ہوجاوے گی'' پس میں نے اس روایت کے مطابق لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ستر ہزار مرتبہ پڑھا' ایک دن میرے کھانے پر ایک جوان صالح جس کا کشف بہت مشہور تھا کھانا کھا رہا تھا اچانک وہ کھانے کے درمیان رونے لگا میں نے وجہ دریافت کی تو کہا کہ میری ماں کو عذاب ہو رہا ہے، میں نے دل میں خاموشی سے اپنے ستر ہزار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا پھر وہ اچانک ہنسنے لگا میں نے ہنسنے کی وجہ دریافت کی تو کہا کہ میری ماں اچھے مقام پر راحت میں ہے۔

فائدہ: احقر عرض کرتا ہے کہ اگر ہر روز پانچ سو مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ورد اپنا

معمول بنالیا جاوے تو ۵ ماہ میں ۷۵ ہزار اس کی تعداد ہو جاوے گی اور اس میں سے ستر ہزار کبھی ماں کو کبھی استاد کو کبھی کسی اور کو بخش دیا تو کیا عجب ہے اس مولائے کریم سے کہ ہر ایک کی مغفرت ہو جاوے۔

استغفار و توبہ کا فائدہ

(از مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ)

ہرچہ بر تو آید از ظلمات غم
آن زبے باکی وگستاخی است ہم
غم چوں بینی زود استغفار کن
غم بامر خالق آید کار کن

ترجمہ: (۱) مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے انسان جو کچھ تجھ پر غم ومصائب اور ظلمات غم آتے ہیں وہ سب تیری بے باکی اور نافرمانی اور گستاخی کے سبب آتے ہیں۔

(۲) پس جب تو غم اور مصائب دیکھے تو جلد استغفار کر کیونکہ یہ غم خدا کے حکم سے آتا ہے۔

شاعر کہتا ہے ؎

قَالَ الْجِدَارُ لِلْوَتَدِ لِمَ تَشُقُّنِیْ
قَالَ الْوَتَدُ اُنْظُرْ لِمَنْ یَّدُقُّنِیْ

دیوار نے کہا کھونٹے سے کہ میرے اندر کیوں گھستا ہے۔ اس نے کہا مجھے کیا دیکھتی ہے اُسے دیکھ جو مجھے ٹھونک رہا ہے میں تو بے بس ہوں۔ پس اسباب بے بس ہیں۔ یہ مسبّبِ حقیقی خدائے تعالیٰ کے قبضے میں ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں حدیث وارد ہے کہ:

﴿اِنَّ الدُّعَاءَ یَنْفَعُ مِمَّانَزَلَ وَمِمَّالَمْ یَنْزِلْ فَعَلَیْکُمْ عِبَادَ اللہِ بِالدُّعَاءِ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۱۹۵)

ترجمہ: دُعا آئی بلاء کو ٹالتی ہے اور جو ابھی آئی نہیں اس کو بھی دفع کر دیتی ہے۔ پس اے اللہ کے بندو! دعا کو لازم پکڑلو۔

بلائیں تیر فلک کماں ہے چلانے والا شہ شاہاں ہی
اسی کے زیر قدم اماں ہے بس اور کوئی مفر نہیں ہی

دنیائے سائنس آج اسباب مصائب یعنی کھونٹوں کی ریسرچ میں مصروف ہے کہ فلا کھونٹا کس رفتار سے اور کس مقدار سے ہمارے اندر گھسنے والا ہے، ارے نادانو! ان کھونٹوں کے ٹھوکنے والے کو جب تک راضی نہ کرو گے یاد رکھو تم ریسرچ کرتے ہی رہو گے اور وہ گھستے ہوئے تم کو ہلاک کر دیں گے ۔

جہاں طوفان میں پھنس کر سفینہ ڈگمگاتا ہے
وہیں قدر خدا و ناخدا معلوم ہوتی ہے

کیا نہیں دیکھا کہ طوفان کی رفتار کو سائنسی آلات سے ریسرچ کرنے والے مع آلات نذر طوفان ہو گئے۔ ارے صرف یہی ایک دروازہ ہے ۔

عزیزے کہ از در گہش سر بتافت
بہ ہر جارفت ہیچ عزت نیافت

تدبیر اور دُعاء دونوں ہی ضروری ہیں بلکہ تدبیر کمزور بھی ہو تو بھی دُعاء سے کام بن جاتا ہے یعنی ۔

دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است

استغفار اور توبہ نہ کرنے سے مصائب دور نہ ہونگے

ہم جب تک حق تعالیٰ کو راضی نہ کریں گے مصائب دور نہ ہوں گے اور راضی کرنے کا نسخہ کامل استغفار ہے اور کامل توبہ ہے یعنی حقوق العباد اور حقوق اللہ کی پوری تکمیل شریعت کے مطابق ہو۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں ایک حدیث نقل فرمائی

ہے جس سے واضح کیا گیا ہے کہ دنیا کے اکثر مصائب ہمارے معاصی کا نتیجہ ہیں۔

معاصی اور مصائب کا ربط
(تفسیر قرآن کی روشنی میں)

حق تعالیٰ شانہٗ ارشادفرماتے ہیں:

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾

(سورة الزلزال، پ: ۳۰)

ترجمہ: جوشخص ایک ذرّہ بھی خیر کرے گا اس کو دیکھ لے گا اور جوشخص ایک ذرّہ برائی کا بھی عمل کرے گا اس کو دیکھ لے گا۔

بشرطیکہ اس وقت وہ خیر وشر باقی رہے ورنہ اگر کفر سے وہ خیر فنا ہوچکی یا توبہ اورایمان سے وہ شر زائل ہوچکا وہ اس میں داخل نہیں کیونکہ وہ خیر خیر نہ رہی اور وہ شر شر نہ رہا جب مدارِ حکم نہ رہا حکم ثابت نہ ہوگا۔ (بیان القرآن)

تفسیر روح المعانی علّامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ تو حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھارہے تھے اس آیت کے سُنتے ہی خوف سے گھبرا کر ہاتھ کھانے سے ہٹالیا اور عرض کیا یارسول اللہ! (صلی للہ علیہ وسلم) ہمارے اعمال میں مثقال ذرّہٗ شر کا موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

﴿مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ خَيْرًا فَجَزَآءُهٗ فِي الْاٰخِرَةِ وَمَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ شَرًّا يَرَهٗ فِي الدُّنْيَا مُصِيْبَاتٍ أَوْ اِمْرَاضًا﴾

(روح المعانی، ج: ۳۰، ص: ۲۲۲)

ترجمہ: تم میں سے جوشخص دنیا میں نیک عمل کرے گا اس کی جزاء آخرت میں پائے گا اور جوتم میں سے شر کرے گا دنیا میں مصائب اورامراض دیکھے گا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی

اللہ عنہ سے فرمایا کیا تم نے دنیا میں کوئی ناگوار اور مکروہ بات نہیں دیکھی؟ پس وہی مثاقیل ذرۂ شر ہیں اور تمہاری نیکیوں کے ذرّات آخرت کے لئے جمع ہو گئے جو قیامت کے دن پورے پورے مل جاویں گے۔

عبارت روح یہ ہے:

﴿يَا أَبَابَكْرٍ اَرَأَيْتَ مَاتَرٰى فِي الدُّنْيَا مِمَّا تَكْرَهُ فَبِمَثَاقِيْلِ ذَرِّ الشَّرِّ وَيَدَّخِرُ لَكَ مَثَاقِيْلَ ذَرِّ الْخَيْرِ حَتّٰى تَوَّفَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾

مثقال ذرّہ کیا ہے؟

(۱)......اَلذَّرَّةُ نَمْلَةٌ صَغِيْرَةٌ حَمْرَآءُ رَقِيْقَةٌ يُقَالُ اِنَّهَا تَجْرِيْ اِذَا مَضٰى لَهَا حَوْلٌ وَهِيَ عَلَمٌ فِي الْقِلَّةِ.

ترجمہ: ذرّہ چھوٹی چیونٹی سُرخ رنگ کی باریک جو ایک سال کے بعد چلتی ہے اور یہ قلّت کا علَم ہے۔ (یعنی انتہائی کم مقدار کا اظہار)

(۲)......قِيْلَ الذَّرَّةُ مَايُرٰى فِي شُعَاعِ الشَّمْسِ مِنَ الْهَبَآءِ.

ترجمہ: اور کہا گیا کہ ذرّہ وہ ہے جو سورج کی شعاعوں میں سے گردوغبار سے نظر آتے ہیں۔

(۳)......عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ دَخَلَ يَدَهُ فِي التُّرَابِ ثُمَّ رَفَعَهَا ثُمَّ نَفَخَ فِيْهَا وَقَالَ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِّنْ هٰٓؤُلَاءِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ مٹی میں ڈالے پھر پھونک ماری اور فرمایا ہر ایک ان میں کا مثقال ذرّہ ہے۔

تشریحات بالا کی روشنی میں معلوم ہوا کہ دنیا میں گناہ اور نافرمانی کے ثمرات اور عواقب مصیبت نہیں بلکہ مصائب اور مرض نہیں بلکہ امراض لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ ہم سب کو ترکِ معاصی کی توفیق بخشیں۔ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا بِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْعَنْ کَثِیْرٍ﴾

(سورۃ الشوریٰ، آیت: ۳۰، پ: ۲۵)

ترجمہ: جو کچھ تم کو مصائب آتے ہیں وہ اکثر تمہارے مکسوبات سیئہ سے آتے ہیں۔ (یعنی معاصی کے سبب) اور اکثر خطاؤں کو تو وہ اپنے کرم سے معاف ہی فرمادیتے ہیں۔

﴿مَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ أَیْ مُصِیْبَۃٌ کَانَتْ مِنْ مَّصَائِبِ الدُّنْیَا کَالْمَرَضِ وَسَائِرِ النَّکِبَاتِ. فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ أَیْ سَبَبُ مَعَاصِیْکُمُ الَّتِیْ اکْتَسَبْتُمُوْهَا .وَیَعْفُوْعَنْ کَثِیْرٍ أَیْ مِنَ الذُّنُوْبِ فَلاَ یُعَاقِبُ عَلَیْهَا﴾ (رُوح المعانی، ج:۲۵، ص: ۴۱)

حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے لکڑی کی خراش، رگوں کا اختلاج، پتھر کا زخم، قدم کا پھسلنا نہیں ہوتا مگر گناہ ے سبب، اور جو عفو کرتا ہے اللہ وہ اس سے کثیر ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سر میں درد تھا۔ پس اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا یہ میرے گناہ کے سبب ہے اور جو معاف کرتا ہے خدا وہ اس سے کثیر ہے۔ (کذا فی الروح)

مصائب کا سبب کبھی ترقی درجات ہوتا ہے

حدیث

﴿قَالَ عَلَیْهِ السَّلاَمُ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا سَبَقَتْ لَهٗ مِنَ اللهِ مَنْزِلَۃٌ فَلَمْ یَبْلُغْهُ بِعَمَلِهٖ ابْتَلاَهُ اللهُ فِیْ جَسَدِهٖ اَوْ فِیْ مَالِهٖ اَوْفِیْ وَلَدِهٖ ثُمَّ صَبَرَ عَلٰی ذٰلِکَ حَتّٰی یَبْلُغَهُ الْمَنْزِلَۃَ الَّتِیْ سَبَقَتْ لَهٗ مِنَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ﴾

(سنن ابی داوٗد)

ترجمہ: فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک جب کسی بندے کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے کوئی درجہ مقرر ہو چکا ہوتا ہے اور بندہ اس درجہ کو اپنے عمل سے نہیں پا سکتا تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے بدن میں یا اس کے مال میں یا اس کے بچوں میں کوئی تکلیف بھیج دیتا ہے اور پھر وہ صبر کی توفیق دیتا ہے حتیٰ کہ اپنی رحمت سے پہنچا دیتا ہے اس کو اس درجہ پر جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہو چکا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ مصائب کا ترتب بسبب معاصی خاص ہے گنہگار مسلمانوں کے لئے جیسا کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

﴿وَالْاٰیَةُ مَخْصُوْصَةٌ بِأَصْحَابِ الذُّنُوْبِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَغَیْرِهِمْ فَاِنَّ مَنْ لَّاذَنْبَ لَهٗ کَالْاَنْبِیَآءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامِ قَدْ تُصِیْبُهُمْ مَصَائِبُ وَیَکُوْنُ ذٰلِکَ لِرَفْعِ دَرَجَاتِهِمْ اَوْلِحِکَمٍ اُخْرٰی خَفِیَتْ عَلَیْنَا وَقِیْلَ فِیْ مَصَائِبِ الطِّفْلِ رَفْعُ دَرَجَتِهٖ وَ دَرَجَةِ اَبَوَیْهِ اَوْمَنْ یَّشُقُّ بِحُسْنِ الصَّبْرِ﴾ (روح المعانی، ج:۲۵، ص:۴۱)

ترجمہ: معاصی پر مصائب کا آنا یہ گنہگار مسلمان کے لئے ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں ان پر رفع درجات اور دیگر ان حکمتوں کے تحت مصائب آتے ہیں جو ہمارے اوپر مخفی ہیں اور بچے پر مصائب اس کے درجے بلند کرنے کے لئے اور ماں باپ کا درجہ بلند کرنے کے لئے آتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں دن میں ستّر بار سے زیادہ۔ ایک اور روایت میں فرمایا کہ سو بار استغفار کرتا ہوں۔

(مشکوٰۃ، باب الاستغفار)

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ استغفار گناہ کے سبب نہ تھا کیونکہ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم معصوم تھے بلکہ یہ استغفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمالِ معرفت عظمتِ الٰہیہ کے پیش نظر اپنے اعمال میں قصور محسوس کرنے کے سبب تھا اور اُمّت کو ترغیب دینے کے لئے تھا۔

مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿وَاسْتِغْفَارُ لَيْسَ لِذَنْبٍ لِاَنَّهُ مَعْصُوْمٌ بَلْ لِاِعْتِقَادِ قُصُوْرِهٖ فِي الْعَبُوْدِيَّةِ عَمَّا يَلِيْقُ بِحَضْرَةِ ذِي الْجَلاَ لِ وَالْاِكْرَامِ وَحَثٍّ لِلْاُمَّةِ عَلَى التَّوْبَةِ وَالْاِسْتِغْفَارِ فَاِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ كَوْنِهٖ مَعْصُوْمًا وَكَوْنِهٖ خَيْرَ الْمَخْلُوْقَاتِ اِذَا اسْتَغْفَرَ وَتَابَ اِلٰى رَبِّهٖ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَكَيْفَ بِالْمُذْنِبِيْنَ﴾

(مرقاة المفاتيح، ج: ۵،ص: ۱۲۳)

توبہ اور استغفار کے بعد مستغفر اور تائب کو عار دلانا

جو شخص توبہ کرلے، اس کو اس کے ماضی کے اُن گناہوں پر شرمندہ کرنا، طعنہ دینا اور تحقیر کرنا حرام ہے جن سے اُس نے توبہ کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

﴿مَنْ عَيَّرَ اَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهٗ يَعْنِيْ مِنْ عَمَلٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ﴾

(سنن الترمذی)

تَرجَمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو عار دلایا (یعنی اس کے گناہ پر شرمندہ کیا) تو یہ نہ مرے گا جب تک کہ اس گناہ کو نہ کرلے۔ (راوی نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ اس گناہ سے عار دلایا جس سے وہ توبہ کرچکا ہے۔)

فَائِدَة: اور اگر توبہ سے قبل عار دلائی تو گو اس وعید کا مستحق نہیں ہے مگر یہ بھی ممنوع

ہے کیونکہ توبہ سے قبل بھی خیر خواہی سے نصیحت کرنا چاہئے، عار دلانا اس وقت بھی بُرا ہے۔ (ہاں اگر عار دلانا ہی مصلحت ہو تو وہ اور بات ہے۔)

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ؎

روغن گل روغن کنجد نماند
آفتابے ایدا و جامد نماند

جب تل کا تیل گلاب کی صحبت سے روغنِ گل بن گیا تو اس کو اس کے ماضی پر طعنہ مت دو کہ تو پہلے تل کا تیل تھا۔ اب تو اس کا نام بدل گیا (روغن گل) کام بھی بدل گیا اور دام بھی بدل گئے اور برف نے جب آفتاب دیکھا تو جامد نہ رہا، پانی ہو گیا اب اس کو برف مت کہو۔

تنبیہ: اسی سے یہ سبق ملا کہ اگر کوئی گنہگار اللہ والوں کی صحبت سے اللہ والا بن جائے تو اس کے ماضی پر طعنہ دینا اور ماضی کو سوچ کر اُسے حقیر جاننا کس قدر خلافِ حقیقت ہوگا اور کس قدر سوءِ ادبی اور محرومی ہوگی۔

تائب کی شان از حدیث شریف

﴿اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّاذَنْبَ لَهٗ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: جو شخص توبہ کرلے گناہ سے وہ ایسا ہو گیا گویا اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا۔ یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

﴿اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ(اَلَّذِیْ تَابَ تَوْبَةً صَحِیْحَةً) کَمَنْ لَّاذَنْبَ لَهٗ اَیْ فِیْ عَدَمِ الْمُؤَاخَذَةِ بَلْ قَدْ یُرِیْدُ عَلَیْهِ بِاَنَّ ذُنُوْبَ التَّائِبِ تُبَدَّلُ حَسَنَاتٍ﴾ (مرقاۃ المفاتیح، ج:۵،ص:۱۵۰)

موانع توبہ اور استغفار

غلط حیا اور شرم کا غلبہ لیکن ایسی حیا جو توبہ کرنے سے روک دے محمود نہیں اور عاشق کو حق تعالیٰ کی دوری سے کیسے چین آسکتا ہے۔ پس یہ حیا دراصل قلتِ محبت اور قلتِ تعلق مع اللہ کا دوسرا نام ہے۔ مولانا محمد احمد صاحب پرتا بگڈھی نے خوب فرمایا ہے؎

حیا آتی ہے تیرے سامنے میں کس طرح آؤں
نہ آؤں تو دلِ مضطر کو میں لے کر کہاں جاؤں

حیاء کیا ہے؟

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرمایا ہے کہ:

﴿فَاِنَّ حَقِیْقَةَ الْحَیَآءِ اَنَّ مَوْلَاکَ لَا یَرَاکَ حَیْثُ نَهَاکَ وَهٰذَا مَقَامُ الْاِحْسَانِ یُسَمّٰی بِالْمُشَاهَدَةِ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، ج: ۱، ص: ۷۰)

تَرْجَمَہ: حیاء یہ ہے کہ تم کو نہ دیکھے تمہارا مولیٰ ایسی حالت میں جس سے تم کو منع کیا ہے یہی مقام احسان ہے جس کو مشاہدہ بھی کہتے ہیں۔

سبحان اللہ! کیا عمدہ تعریف ہے۔ پس گناہ کرتے وقت تو شرم نہ آئی اور توبہ کرتے ہوئے شرم آرہی ہے۔

حیاء کی دوسری تعریف

﴿وَهُوَ خُلُقٌ یَّمْنَعُ الشَّخْصَ مِنَ الْفِعْلِ الْقَبِیْحِ بِسَبَبِ الْاِیْمَانِ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، ج: ۱، ص: ۷۰)

تَرْجَمَہ: حیاء وہ صفت ہے جو انسان کو بُرے کام سے روکتی ہے بسبب ایمان کے۔

حیاء کی تیسری تعریف

﴿اَلْحَیَآءُ قَالَ بَعْضُ الْعَارِفِیْنَ اِنَّ الْحَیَآءَ یَنْشَأُ عَنْ عِلْمِ الْقَلْبِ بِاَنَّ اللّٰہَ رَقِیْبٌ عَلَیْہِ فَیُحَافِظُ ظَاھِرَہٗ وَبَاطِنَہٗ مِنْ مُّخَالَفَةِ اَحْکَامِہٖ﴾

بازآ بازآ ہر آنچہ ہستی بازآ
گر کافر و گبر و بت پرستی بازآ
ایں درگہ مادرگہہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی بازآ

ترجمہ: خواہ کتنے ہی گناہ کر لئے ہوں آ جاؤ خدا کی طرف آ جاؤ۔ اگر کافر و بُت پرست ہو سب آ جاؤ رحمت پروردگار کی طرف۔ ہماری بارگاہ ناامیدی کی بارگاہ نہیں۔ اگر سو بار اپنی توبہ توڑ چکے ہو پھر بھی نا اُمید مت ہو آ جاؤ۔ ہماری رحمت کا دامن وسیع ہے اور ہماری رحمت کا ہاتھ بہت کشادہ اور غیر محدود ہے۔

توبہ کا طریقہ اور کلماتِ استغفار

من "احیاء علوم الدین" للامام محمد الغزالی رحمہ اللہ تعالٰی

حدیث نمبر ۱

﴿اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ ط﴾

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات)

جو شخص اپنے بستر پر لیٹتے وقت تین مرتبہ یہ دعا پڑھ لے تو غَفَرَ اللّٰہُ ذُنُوْبَہٗ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر اس کے گناہ ہوں یا ریت کے ٹیلے کے برابر ہوں یا درخت کے پتوں کے برابر ہوں یا ایام دنیا کے برابر ہوں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ اگرچہ جہاد سے بھاگا ہوا ہو تو ایسا جرم عظیم بھی معاف ہو جاوے گا اس وِرد کی برکت سے۔

حدیث نمبر۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ان الفاظ سے استغفار فرماتے تھے:

﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطِيْئَتِیْ وَجَهْلِیْ وَاِسْرَا فِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ هَزْلِیْ وَجِدِّیْ وَخَطَئِیْ وَعَمَدِیْ وَکُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِی مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾

(صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعا والتوبۃ والاستغفار، باب التعوذ من شر ما عمل)

حدیث نمبر۳

﴿اِنَّ اَفْضَلَ الْاِسْتِغْفَارِ: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِکَ وَ وَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَاصَنَعْتُ وَاَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ عَلٰی نَفْسِیْ بِذَنْبِیْ فَقَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ مَا قَدَّمْتُ مِنْهَا وَمَا اَخَّرْتُ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعَهَا اِلَّا اَنْتَ﴾

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو بندہ نعمت اور معصیت دونوں میں ہو اس کی اصلاح صرف حمد اور استغفار ہی سے ہوسکتی ہے۔ نعمت کا شکر حمد سے (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے) اور گناہ کی تلافی استغفار سے کرے۔

نیز امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ استغفار سے قبل ندامت ضروری ہے ورنہ یہ استغفار جو ندامت کے بغیر ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ استہزاء کے مترادف ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ میں نے سُنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہے کوئی بندہ جو گناہ کے پھر عمدہ وضو کر لے دو رکعت نماز ادا کرے پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے مگر اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ الخ (احیاء العلوم، باب فضیلة الاستغفار، ج: ۱، ص: ۳۱۱)

فَائِدَة: ہر دعاء سے اول اور آخر درود شریف پڑھ لینا چاہئے قبولیت دعاء کے لئے کیونکہ درود شریف مقبول ہے پس دو مقبول کے درمیان والی دعاؤں کو وہ کریم رد نہ فرمائیں گے۔ اور دعاء کے وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا ممنوع ہے۔ یہ مضمون بھی امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے اور دونوں باتوں کو حدیث سے ثابت فرمایا ہے۔ (از: احیاء علوم، آداب دعا، ص: ۳۰۷)

توبہ کے متعلق شارحِ مسلم محدّثِ عظیم علامہ نووی کی جامع تحقیق

(از ریاض الصالحین، ص: ۱۱)

ارشاد فرمایا کہ:

﴿قَالَ الْعُلَمَآءُ التَّوْبَةُ وَاجِبَةٌ مِّنْ كُلِّ ذَنْبٍ فَاِنْ كَانَتِ الْمَعْصِيَةُ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ اللهِ تَعَالٰى لَا تَتَعَلَّقُ بِحَقِّ اٰدِمِيٍّ فَلَهَا ثَلٰثَةُ شُرُوْطٍ﴾

علماء نے کہا ہے کہ توبہ ہر گناہ سے واجب ہے۔ پس اگر معصیت کا تعلق بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے اور حقوق العباد سے تعلق نہیں تو اس کے لئے تین شرطیں ہیں:

﴿اَحَدُهَا اَنْ يَّقْلَعَ عَنِ الْمَعْصِيَةِ﴾

ایک یہ کہ گناہ فوراً ترک کردے۔

﴿اَلثَّانِیْ اَنْ يَّنْدَمَ عَلٰى فِعْلِهَا﴾

دوسرے یہ کہ اپنے فعل پر شرمندہ ہو۔

﴿وَالثَّالِثُ اَنْ يَّعْزِمَ اَنْ لَّا يَعُوْدَ اِلَيْهَا أَبَدًا فَاِنْ فَقَدَ اَحَدُ الثَّلٰثَةِ لَمْ تَصِحْ تَوْبَتُهٗ﴾

تیسرے یہ کہ دوبارہ اس فعل کو نہ کرنے کا ارادہ کرے۔ پس اگر ان تین شرطوں سے کوئی شرط نہ پائی گئی تو توبہ صحیح نہیں ہوئی۔

﴿اِنْ كَانَتِ الْمَعْصِيَةُ تَتَعَلَّقُ بِاٰدِمِيٍّ فَشُرُوْطُهَا اَرْبَعَةٌ﴾

اور اگر گناہ کا تعلق انسان کے حقوق سے ہے تو اس کے لیے چار شرطیں ہیں۔ تین تو یہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں اور چوتھی شرط یہ ہے کہ:

﴿اَنْ يَّبْرَأَ مِنْ حَقِّ صَاحِبِهَا﴾

اس انسان کے حق سے بری الذمہ ہو۔

توبہ اور استغفار کے متعلق حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

(از: کمالات اشرفیہ)

(۱)...... فرمایا کہ اگر ساری زمین گناہوں سے بھر جاوے تو توبہ سب کو مٹا دیتی ہے۔ دیکھئے بارود ذرا سا ہوتا ہے مگر بڑے بڑے پہاڑوں کو اُڑا دیتا ہے۔

(ص:۵۸،م:۲۴۸)

(۲)...... فرمایا کہ بندہ اگر اس وجہ سے توبہ نہ کرے کہ میرے گناہ اس قدر ہیں اور اس درجہ کے ہیں کہ توبہ سے کچھ فائدہ نہ ہوگا یہ بھی حماقت ہے اور شیطان کا جال ہے۔ کیونکہ گو یہ صورۃً شرمندگی ہے لیکن حقیقت میں یہ کبر ہے کہ اپنے کو اتنا بڑا سمجھتا ہے کہ گویا اس نے حق تعالیٰ کا ایسا نقصان کر دیا ہے کہ اب اس کو وہ معاف نہیں کر سکتے۔ یاد

رکھو یہ برتاؤ بالکل مساوات کا سا ہے حالانکہ خدا تعالیٰ اور اس کی صفاتِ کاملہ کے سامنے تمہاری اور تمہارے افعال کی ہستی ہی کیا ہے۔ سارا عالم بھی نافرمان ہوجاوے تو اُن کا ذرّہ برابر بھی کچھ نقصان نہیں ہوسکتا نہ ان کو عفو وکرم سے مانع ہوسکتا ہے۔ مشہور ہے ایک بیل کے سینگ پر ایک مچھر جا بیٹھا جب وہاں سے اڑنے لگا تو بیل سے معذرت چاہی کہ معاف کیجئے گا آپ کو میرے بیٹھنے سے بہت تکلیف ہوئی ہوگی۔ بیل نے کہا ارے بھائی مجھ کو تو خبر بھی نہیں ہوئی تو کب بیٹھا اور کب اُڑا۔ (ص:۵۷،م:۲۴۵)

(۳)...... فرمایا کہ اگر بندوں کو رحمت حق کا مشاہدہ ہونے لگے تو گناہوں کو بڑا سمجھنے پر شرمندی ہوگی۔ نا اُمیدی تو بھلا کیا ہوتی۔ مگر اس شرمندگی کے مقتضاء پر (کہ توبہ نہ کرے) عمل نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ گناہ اگرچہ رحمت حق کے مقابلہ میں چھوٹے ہیں مگر تمہارے لئے تو بڑے ہی ہیں۔ تولہ بھر سنکھیا اگرچہ من بھر تریاق کے سامنے چھوٹا ہے مگر معدہ کے مقابلہ میں بڑا ہے۔ (ص:۵۸،م:۲۴۹)

(٤)...... فرمایا کہ مومن اپنے گناہوں سے ڈرتا ہے گو ادنیٰ ہی گناہ ہوں بخلاف فاجر کے کہ وہ گناہ کو مثل مکھی کے سمجھتا ہے کہ آئی اور اُڑا دیا۔ تو معلوم ہوا کہ گناہ کو سخت سمجھ کر توبہ کرنا علامت ایمان کی ہے اور اس کو ہلکا سمجھنا علامت بے ایمانی کی ہے اور اوپر جو آیا ہے کہ گناہ کو بڑا نہ سمجھے اس کا مطلب یہ ہے کہ اتنا بڑا نہ سمجھے کہ توبہ کی ضرورت نہ سمجھے۔ غرض اصل چیز توبہ ہے۔ جو اعتقاد توبہ سے مانع ہو وہ مذموم ہے خواہ بڑا ہونے کا اعتقاد ہو خواہ چھوٹا ہونے کا۔ (ص:۵۸،م:۲۵۰)

(٥)...... فرمایا کہ معصیت کا علاج قبل صدور ہمت اور بعد صدور توبہ ہے سوائے اس کے اور کوئی علاج نہیں۔ (ص:۹۰،م:۴۲۲)

(٦)...... ایک صاحب نے لکھا کہ گناہ کبیرہ کے بعد دل پر گھبراہٹ ہوجاتی ہے۔ کئی کئی روز تک طبیعت گھبراتی ہے اور خوب گڑگڑا کے استغفار کرنے سے دل پر شرمندگی چھا جاتی ہے اس کے لئے کیا کروں۔

فرمایا یہ شرمندگی اور خوف فی نفسہٖ بہت اچھی چیز ہے اور یہ بھی ایک قسم کی توبہ ہے۔ مگر کمال توبہ کا یہ ہے کہ زبان سے بھی تضرع کے ساتھ ہو۔ پس اس رکاوٹ کا مقابلہ تکلف ہمت سے کیا جاوے اور خواہ کتنی ہی تکلیف ہو مگر رکاوٹ پر عمل نہ کیا جاوے۔ (ص:۲۴۸،م:۱۰۳۴)

(۷)...... فرمایا کہ اصلاح اعمال وکثرت استغفار کو دفع طاعون میں بڑا دخل ہے۔ (ص:۱۵۵،م:۶۵۷)

(۸)...... فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا اور استغفار اُس وقت مفید ہوسکتی ہے کہ گناہ کرنے والا خود بھی توبہ کرنا چاہئے۔ (ص:۱۱۳،م:۵۲۲)

(۹)...... اس کا تذکرہ ہونے لگا کہ رشوت سے توبہ کرے تو معاف کس طرح کرائے؟

فرمایا کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ادا کرے یا معاف کرائے اگر پتہ نہ چل سکے تو اشتہار چھپوائے کہ میرے ذمہ جن کے حقوق ہوں لے لے یا چھوڑ دے پھر فرمایا کہ بڑا مفتی قلب ہے جب خوف ہوتا ہے تو سب تدبیریں ادائے حقوق کی سوجھنے لگتی ہیں۔ (ص:۱۹۹،م:۸۱۲)

(۱۰)...... عام طور پر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حق العبد میں محض بندہ ہی کا حق ہوتا ہے، حق تعالیٰ کا حق نہیں ہوتا۔ یہ غلط ہے بندہ کا وہ حق اللہ تعالیٰ ہی نے مقرر فرمایا ہے مثلاً حکم دیا ہے کہ مظلوم کی امداد کرو، کسی مسلمان کی غیبت نہ کرو، کسی کو ایذاء نہ دو تو جب ان احکام کے خلاف کسی کو ایذاء دی جاوے گی تو جیسے بندہ کا حق فوت کیا ایسے ہی خدا تعالیٰ کا بھی حق فوت کیا کہ اُن کے حکم کی مخالفت کی۔ اس لئے حقوق العباد تلف کرنے میں محض بندوں کی معافی کافی نہیں بلکہ حق تعالیٰ سے بھی توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔ گو عام حقوق العباد میں بندہ کی معافی کے بعد حق تعالیٰ اکثر اپنا حق بھی معاف کر دیتے ہیں مگر بعض اوقات محبوبانِ خاص کی حق تلفی میں ان کی معافی کے بعد بھی حق تعالیٰ اپنا حق معاف نہیں فرماتے بلکہ مؤاخذہ ضرور رہتا ہے۔ (ص:۳۳،م:۸۰)

ہر نیک عمل میں مغفرت کی اور ہر گناہ میں عذاب کی خاصیت ہوتی ہے

(۱۱)...... فرمایا کہ اکثر رئیسوں کو حق تعالیٰ حوصلہ عطا فرما دیتے ہیں:

خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے

جناب خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ اسی طرح بزرگان کاملین دولتِ باطنی دینے میں سخی ہوتے ہوں گے مگر ان کو اس میں کیا اختیار ہے وہ تو حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔

فرمایا کہ ان کے اختیار کی ضرورت نہیں ان کے قلوب میں یہ برکت ہوتی ہے کہ جو ان کو راضی رکھتا ہے اور جس کی طرف ان کے قلوب متوجہ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر فضل فرما ہی دیتا ہے تجربہ یہی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ایک اور شخص نہر میں وضو کر رہے تھے امام صاحب نیچے کی طرف تھے اور وہ شخص اوپر کی طرف۔ اُس شخص نے خیال کیا کہ امام صاحب مقبول بندے ہیں میرا مستعمل پانی اُن کے پاس جاتا ہے یہ بے ادبی ہے اس لئے وہ اُٹھ کر دوسری طرف ان کے نیچے جا بیٹھا بعد انتقال کے اس کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا مغفرت ہوئی یا نہیں کہا کہ میرے پاس کوئی عمل نہ تھا اس پر مغفرت ہوئی کہ تو نے ہمارے مقبول بندے احمد بن حنبل کا ادب کیا تھا ہمیں یہ پسند آیا۔ اسی واسطے حدیث میں آیا ہے کہ اے عائشہ! کسی نیک عمل کو حقیر نہ سمجھنا ہر نیک عمل میں خاصیت مغفرت کی ہے اسی طرح ہر گناہ میں خاصیت عذاب کی ہے چاہے چھوٹا ہو چاہے بڑا۔ (ص:۲۴۲،م:۱۰۰۷)

(۱۲)...... فرمایا کہ عوارف جو کہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی کتاب ہے اُس میں ایک بزرگ کی حکایت لکھی ہے کہ ایک دن وہ ذکر کرنا چاہتے تھے مگر زبان نہیں اٹھتی تھی۔ ارادہ بھی تھا شعور بھی تھا مگر زبان نہیں چلتی بڑے پریشان ہوئے۔ گریہ وزاری

کے ساتھ التجا کی کہ یا اللہ اگر قصور ہوا مطلع فرمائیے تا کہ توبہ اور استغفار سے تدارک کروں۔ الہام ہوا کہ فلاں وقت گستاخی سے ایک بُرا کلمہ کہا تھا آج اس کا خمیازہ بھگت رہے ہو۔ بہت روئے پیٹے گریہ وزاری کی تب زبان چلی۔ (ص:۲۶۳،م:۱۰۹۹،کا ج:۰)

دوام توبہ کے لئے نفس اور شیطان کا مقابلہ کس طرح کیا جائے؟

نفس کا خوف

حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾

(سورۂ یوسف، پ:۱۳)

نفس تو بُری ہی بات بتلاتا ہے۔ بجز اس کے جس پر میرا رب رحم کرے۔ بے شک میرا رب بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔

(لَاَمَّارَةٌ) لَكَثِيْرَةُ الْاَمْرِ (بِالسُّوْءِ) اَیْ بِجِنْسِهٖ وَالْمُرَادُ اَنَّهَا كَثِيْرَةُ الْمَيْلِ اِلَى الشَّهَوَاتِ (اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ) ما مَصْدَرِيَّةٌ، ظَرْفِيَّةٌ، زَمَانِيَّةٌ، اَیْ هِیَ اَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ فِیْ كُلِّ وَقْتٍ اِلَّا فِیْ وَقْتِ رَحْمَةِ رَبِّیْ وَعِصْمَتِهٖ (اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ) عَظِيْمُ الْمَغْفِرَةِ وَمُبَالِغٌ فِی الرَّحْمَةِ. اَلْحَاصِلُ اِنَّ كُلَّ نَفْسٍ اَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا نَفْسًا رَحِمَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِالْعِصْمَةِ كَنَفْسِ يُوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(روح المعانی، ج:۱۳، ص:۲)

خلاصۂ ترجمہ: نفس اپنی حقیقت کے اعتبار اور تقاضوں سے ہر نوع کی برائیوں کی طرف کثرت سے حکم کرنے والا ہے۔ امّارہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اور الف لام سوء پر جنس کا داخل ہے جس سے برائی کے جملہ انواع کفر، شرک، بدعت، کبائر، صغائر اور جملہ فواحش شامل ہو گئے کیونکہ جنس اسی کلی کا نام ہے جو انواع مختلف الحقائق کو محیط اور

جامع ہو اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ ما کو مصدر یہ بتا کر صیغۂ ماضی رحم کو مصدر کے معنی میں تبدیل کردیا یعنی رحم رحمت ہوگیا اور ما کو ظرفیہ زمانیہ بتا کر تفسیر یوں کی کہ نفس ہر وقت برائی کا حکم کرتا ہے اپنی حقیقت اور ماہیت کے اعتبار سے اِلَّافِیْ وَقْتِ رَحْمَةِ رَبِّیْ مگر اس وقت تک جب تک کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت اور حفاظت میں ہو تو نفس کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اسی حقیقت کو حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں ظاہر فرمایا ہے ؎

گر ہزاراں دام باشد بر قدم
چوں تو بامائی نباشد ہیچ غم

تَرْجَمَہ: اگر ہزاروں گناہوں کے جال ہمارے قدم پر ہوں لیکن اے خدا اگر آپ ہمارے ساتھ ہیں یعنی آپ کی عنایت شاملِ حال ہے تو ہم کو کوئی غم نہیں بقول مشہور:

جس کو خدا رکھے اس کو کون چکھے

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ کی کثرت کرتے ہوئے یہ بھی مضمون مستحضر رہے کہ مغفرت کے بعد رحمت کو طلب کرنا کیوں سکھایا گیا تو اس میں یہ راز بھی ہے کہ ماضی کے گناہ تو بخش دیجئے اور مستقبل کے گناہوں سے حفاظت کے لئے ہم کو رحمت کے سایہ میں رکھئے یعنی اِلَّامَارَحِمَ رَبِّیْ کی تفسیر کو یہاں جوڑ دیجئے۔ پس حق تعالیٰ کی رحمت اور نصرت اور عصمت اور حفاظت کے ہوتے نفس ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

شیطان کا خوف

شیطان کا خوف بھی اسی طرح بے معنیٰ ہے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا﴾

(سورۃ النسآء، آیت:۷٦)

شیطان کے مکر اور کید کو حق تعالیٰ ہی نے ضعیف اور کمزور فرمایا ہے۔ ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد:۱، صفحہ:۱۳٦ پر رقم طراز ہیں:

﴿فَاِنَّهٗ مَعَ اللُّطْفِ الْاِلٰهِیْ لَا اَضْعَفُ مِنْهُ وَلَا اَذَلُّ فَاِنَّهٗ مُشَبَّهٌ بِالْکَلْبِ الْوَاقِفِ عَلَی الْبَابِ﴾

ترجمہ: پس شیطان، اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم اور عنایت کے ہوتے ہوئے اس سے بڑھ کر کوئی کمزور نہیں اور نہ اس سے زیادہ کوئی ذلیل ہے اور شیطان اس کتے کی مانند ہے جو گھر سے باہر دروازہ پر کھڑا رہتا ہے۔

تشریح: یعنی جس طرح بڑے لوگ بنگلوں کے سامنے خوفناک کُتا حفاظت کے لئے رکھتے ہیں اور جو اُن سے ملنے جاتا ہے تو وہ کُتا زور زور سے بھونکتا ہے اور اگر مالکِ بنگلہ زور سے ڈانٹ دے کہ ہاں خبردار! اپنا آدمی ہے تو خاموش ہوجاتا ہے۔ اسی طرح شیطان بارگاہِ حق سے مردود کیا ہوا کُتا ہے۔ بارگاہِ حق کے باہر کھڑا ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کے دربار میں جانا چاہتا ہے تو خوب وسوسہ ڈالتا ہے کہ یہ پریشان ہوکر بھاگ جائے لیکن جب اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ لیتا ہے کہ میں اس مردود سے پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی تو اللہ تعالیٰ اپنے اس کتے کو ڈانٹ دیتے ہیں کہ خبردار یہ ہمارا آدمی ہے خاموش ہوجا۔

اسی لئے حدیث شریف میں ساوس کا علاج دو جُزء میں بیان کیا گیا ہے ایک تو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنا دوسرے اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ پڑھنا۔

وساوس خواہ کفر کے ہوں یا گناہ کے ہو اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ پڑھنے سے اس طرح بھاگتے جیسے ڈی ڈی ٹی چھڑکنے سے مکھی، کھٹمل اور جراثیم بھاگتے ہیں۔ متعدد دوستوں نے بتایا کہ جب بدنگاہی کا تقاضا شیطان ڈالتا ہے تو ہم اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ پڑھ لیتے ہیں اور فوراً اللہ تعالیٰ کی بڑائی سامنے آجاتی ہے اور وسوسہ ختم ہوجاتا ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد:۱، ص:۱۳۶ پر اس عمل کا مسنون ہونا وساوس دور کرنے کے لئے منقول ہے۔ عبارت یہ ہے:

﴿وَلِذَا قِیْلَ یُسَنُّ لَهٗ اَنْ یَّسْتَعِیْذَ ثُمَّ یَقُوْلَ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ﴾

اور حضرت علی رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ:

﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ الَّتِیْ لَا وَسْوَسَۃَ فِیْھَا اِنَّمَا ھِیَ صَلٰوۃُ الْیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی﴾

(مرقاۃ المفاتیح)

جس نماز میں بالکل وسوسہ نہ ہوتو یہ نماز یہود و نصارٰی کی نماز ہے۔

مطلب یہ ہے کہ وسوسہ آنے سے پریشان نہ ہو۔ وسوسہ کو حدیث میں علامت ایمان قرار دیا گیا ہے:

﴿اِنَّ الْوَسْوَسَۃَ اِمَارَۃُ الْاِیْمَانِ﴾

(مرقاۃ المفاتیح)

اسی لئے وساوس کی طرف توجہ نہ کرنا چاہئے۔ اس ضعیف کی خوشامد نہ کریں اپنے مالک سے پناہ مانگیں۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ اسی حقیقت کو بیان فرماتے ہیں ؎

گر عنایاتت شود باما مقیم
کے بُود بیم ازاں دزدِ لئیم

ترجمہ: اے خدا اگر آپ کی عنایات ہمارے سر پر سایہ فگن رہیں تو ہم کو اس کمینے چور شیطان سے کوئی ڈر نہیں۔

حاصل اور خلاصہ یہ کہ استغفار اور توبہ کے بعد حق تعالیٰ کی بارگاہ میں دو رکعت صلوٰۃ حاجت پڑھ کر ہر روز اپنی حفاظت اور اصلاح اور استقامت کے لئے خوب دعا مانگنا چاہئے کہ بدون فضلِ خداوندی ہمارے ارادوں کا کچھ اعتبار نہیں۔

حضرت حکیم الاُمّت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گناہ ترک کرنے کے لئے خود ہمت کرے اور حق تعالیٰ سے ہمت کو طلب کرتا رہے اور خاصانِ حق سے ہمت کی دعا کراتا رہے۔ ان شاء اللہ گناہوں سے بچنے کی ضرور ہمت عطا ہوگی۔ (کمالاتِ اشرفیہ، ص:۵۲)
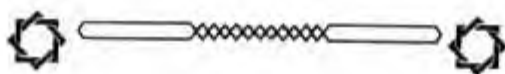
اِسْتغفار

(بزبانِ فارسی)

از: مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ بانی دارالعلوم دیوبند

الٰہی غرق دریائے گناہم — تو میدانی و خود ہستی گواہم

گناہ بے عدد را بار بستم — ہزاراں بار توبہ ہا شکستم

حجاب مقصدم عصیان من شد — گناہم موجب حرمان من شد

بآں رحمت کہ وقف عام کر دی — جہاں را دعوت اسلام کر دی

گدا خود را ترا سلطاں چو دیدم — بدرگاہِ تو اے رحمان دویدم

بحق آنکہ محبوبش گرفتی — برائے خویش مطلوبش گرفتی

ہمہ نعمت بنام او نمودی — دو عالم را بکام او نمودی

بآں کو رحمت للعالمین ست — بدرگا ہت شفیع المذنبین ست

بحق سرورِ عالم محمّد — بحق برتر عالم محمّد

بذات پاک خودکاں اصل ہستی ست — از و قائم بلندیہا دپستی است

ثناء اور نہ مقدور جہان ست — کہ کنہش برتراز کون ومکان ست

دلم از نقش باطل پاک فرما — براہ خود مرا چالاک فرما

بکش از اندرونم الفت غیر — بشو از من ہوائے این وآں دیر

درونم رابعشق خویشتن سوز — بہ تیر درد خود جان ودلم دوز

دلم رامحو یاد خویش گرداں — مرا حسب مراد خویش گرداں

اگر نالائقم قدرت تو داری — کہ خار عیب از جانم بر آری

بخوبی زشت را مبدل نمائی — سیاہی را بہ بخشی روشنائی

گناہم را اگر دیدی نگرہم — بہ عفو وفضل اے شاہِ دو عالم

اِسْتغفار

از: حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

گرچہ میں بدکار و نالائق ہوں اے شاہ جہاں
پر ترے اب چھوڑ کر در کو بتا جاؤں کہاں
کون ہے تیرے سوا مجھ بے نوا کے واسطے

ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے
اور تکیہ زہد کا ہے زاہدوں کے واسطے
ہے عصائے آہ مجھ بے دست وپا کے واسطے

نے فقیری چاہتا ہوں نہ امیری کی طلب
نے عبادت نے زہد نے خواہشِ جاہ وحسب
دردِ دل پر چاہئے مجھ کو خدا کے واسطے

رحم کر مجھ پر تو اب چاہ ضلالت سے نکال
بخش عشق ومعرفت کا مجھ کو یارب ملک ومال
اپنے جملہ اولیائے باصفا کے واسطے

اِسْتغفار

از: حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ

اے خدائے باعطا و باوفا — رحم کن بر عمر رفتہ برجفا
اے محبّ عفو از ما عفو کن — اے طبیب رنج ناصور کہن
پردہ اے ستار از ما وا مگیر — باش اندر امتحاں مارا مجیر
خویش را دیدم و رسوائی خویش — امتحاں ما مکن اے شاہ بیش
راہ دہ آلودگان را العجل — در فرات عفو و عین مغتسل

وقت تنگ آمد مرا و یک نفس بادشاہی کن مرا فریاد رس
گویم اے رب بارہا برگشتہ ام توبہ ہا و عذر را بشکستہ ام
کردہ ام آنہا کہ از من می سزید تاچنیں سیل سیاہی در رسید
در جگر اُفتادہ ہستم صد شرر در مناجاتم ببیں خون جگر
اے عظیم از ما گناہان عظیم تو توانی عفو کردن در حریم
اے خدا آں کن کہ از تو می سزد تاچنیں سیل سیاہی در رسد
اے خدا ایں بندہ رارسوا مکن گر بدم من سرّمن پیدا مکن
یا کریم العفو ستار العیوب انتقام از ما مکش اندر ذنوب
گرسگی کردیم اے شیر آفریں شیر را مگمار بر ما زیں کمیں
آب خوش را صورت آتش مدہ اندر آتش صورت آبی منہہ
بگذرا از جان ماسوء القضا وامبر مار از اخوان الصفا
یاغیاث المستغیثین اہدنا لا افتخار بالعلوم والغنا
عہدما بشکست صدبار و ہزار عہد تو چوں کوہ ثابت برقرار
منگر اندر زشتی و مکروہیم کہ زپر زہرے چومار کوہسیم
کیمیاداری کہ تبدیلش کنی گرچہ جوئے خون بُوَدنیلش کنی
غالبی برجازباں اے مشتری شاید از در ماندگان را و اخروی
اٰتِنَا فِیْ دَارِ دُنْیَانَا حَسَنٌ اٰتِنَا فِیْ دَارِ عُقْبَانَا حَسَنٌ

دستگیر از دست ماما رانجر
پردہ * بردار و پردہ مادر!
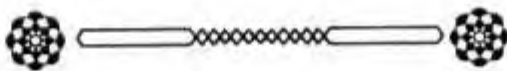
مُناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

(از: اختر عفااللہ عنہٗ)

اے خدا اے خالق کون و مکاں ہے تری تعریف سے قاصر زباں

تو نے یہ پیدا کیا سارا جہاں اپنے بندوں کے لئے اے شاہِ جاں

اور بندوں کو چنا اپنے لئے اپنی طاعت اور اُلفت کے لئے

اے خدائے پاک ربِ بے نیاز اپنے بندوں کا ہے تو ہی کارساز

صدقہ تیرے رحمتِ ذخّار کا صدقہ تیرے سیّد الابرارؐ کا

صدقہ سب اصحاب کا اور آل کا صدقہ کل اقطاب کا ابدال کا

صدقہ اس اُمت کے ہر نباض کا صدقہ میرے مرشدِ فیّاض کا

اے خدائے پاک اپنے فضل سے چُن لے مجھ کو آخرت کے واسطے

اے خدائے پاک اے ربُّ العباد تیرے ہی محتاج ہیں سارے عباد

ہم نے گو گستاخیاں کیں راہ میں گو گرے ہم معصیت کے چاہ میں

اب ہیں لیکن اشکبار و شرمسار اپنے کرتوتوں پہ اے پروردگار

تیری رحمت سے ہمارا انفعال ہو قبول بارگاہِ ذوالجلال

کر نہ واپس تو مجھے دربار سے ہوں میں بہرہ ور تری سرکار سے

جس کو چاہے تو کرے اپنا ولی تو نہیں پابند فن کا اے غنی

جوش میں آئے جو دریا رحم کا گبرِ صد سالہ ہو فخرِ اولیاء

صدقہ رحمت واسعہ کا اے کریم عفو فرما میرے عصیانِ عظیم

بھیس میں ہوں پاکبازوں کے ترے گو نہیں اعمال ہیں ایسے مرے

نقل کی برکت سے لیکن اے خدا اپنے پاکوں سے نہ کر مجھ کو جُدا

اے خدا تابع رہوں تیرا سدا ہو نہ میرا نفس میرا مقتداء

اے خدائے پاک اے پروردگار سخت دشمن ہے یہ میرا نفس مار

گر نہ ہووے فضل تیرا اے کریم
میں رہوں بس ننگِ شیطان رجیم

گر ہو تیرا فضل اے ربِّ رحیم
جانِ صدیقاں ہو یہ جانِ سقیم

ہم قریں ہے نفسِ بد ابلیس کا
کام ہے اس کا محض تلبیس کا

کشمکش میں پڑگئی جان حزیں
العیاذ از نفس بدبئس القریں

تیری جانب سے نہ ہو رحمت اگر
ہر قدم میرا پڑے سوئے سقر

موکشیدہ گر رسیدم کوئے تو
آفریں بر دست و بر بازوئے تو

صدقہ تیرے جذب کا اے شاہ جاں
صدقہ شان یجتبی بر بندگاں

جان مہجوراں کو از راہ نہاں
جذب کرلے اے مرے جذّاب جاں

اے خدائے پاک اے پروردگار
جُز ترے ناصر کوئی میرا نہ یار

ہم ضعیفوں عاجزوں کو اے خدا
دستگیری کا تری ہے آسرا

آپ کی عظمت کا حق میرے الٰہ
کچھ نہیں مجھ سے ادا ہوتا ہے آہ

اے خدائے پاک اے ربِ کریم
بخش دے میرے گناہانِ عظیم

صدقہ فیض مرشد عبدالغنی
دے مجھے اپنے سے تو کچھ آگہی

صدقے حضرت پھولپوری شاہ کے
تو عطا کر مجھ کو نعرے آہ کے

پار کردے اے خدا کشتی مری
بہرِ فیضِ مرشدِ عبدالغنی

تڑپے مچھلی جیسے پانی کے بغیر
دے تڑپ اس سے سوا اپنے بغیر

قرب کی لذّت چکھا کر اے خدا
رنج دوری میں نہ کر پھر مبتلا

یارِ شب کو روزِ مہجوری نہ دے
جانِ قربت دیدہ کو دوری نہ دے

معصیت کی ذلتوں سے اے خدا
ہو نہ رسوا بندۂ عاجز ترا

باب رحمت پر ترے اے شاہ جاں
دے رہا ہوں دستکِ آہ و فغاں

کٹ گئی اِک عمر میری اس طرح
مضطرب ہو مرغ بسمل جس طرح

تیری رحمت کا اگر ہو فتح باب
بندۂ عاجز ہو تیرا کامیاب

آہ رہ سکتا ہے کب کوئی حجاب
فضل کا تیرے جو نکلے آفتاب

اے خداوندا ترے افضال سے
طالب رحمت ہیں ہم بدحال سے

مانگتا ہوں تجھ سے تیرے فضل کو
واسطہ اس فضل کا خود فضل ہو

دین ہی کی چاکری تو کر نصیب
یاد ہی میں رکھ تو اپنی اے حبیب

''جز بذکر خویش مشغولم مکن
از کرم از عشق معزولم مکن'' (رومیؒ)

بے مشقت یہ ہوس گو جرم ہے
مجھ کو اس نالائقی پر شرم ہے

پر خداوندا کہاں جاؤں بھلا
کیا کوئی در ہے تیرے در کے سوا

ہمت ومحنت کہ توفیق عمل
سب ترے محتاج ہیں اے عزوجل

جس کو تیری راہ سے جو بھی ملا
وہ ترے دست کرم سے ہی ملا

ناخن تدبیر گھس جانے کے بعد
پردۂ اسباب جل جانے کے بعد

بس تری جانب ہے اب میری نگاہ
ناؤ میری پار ہو میرے الٰہ
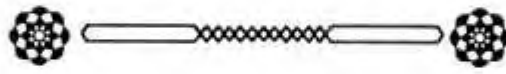
نظم

استغفار وتوبہ

از: احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ

مضمون نثر

حضرت اقدس حکیم الامّۃ مولانا شاہ اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ

وضو کر کے دو رکعتیں تم پڑھو
نیت اس میں توبہ کی پہلے کرو

دعا کے لئے ہاتھ کو پھر اٹھا — خدا سے تو رو کر کر التجا
الٰہی گنہ گار بندہ ہوں میں — سراپا برا اور گندہ ہوں میں
بہت سخت مجرم کمینہ ہوں میں — گناہوں کا گویا خزینہ ہوں میں
نہ قوّت گناہوں سے بچنے کی ہے — نہ ہمت عمل نیک کرنے کی ہے
ترا ہو ارادہ اگر اے کریم — تو ہو پاک پل میں یہ بندۂ لئیم
تو ہی غیب سے کوئی سامان کر — گناہوں سے بچنے کو آسان کر
ارادے مرے نیک اعمال کے — حوالے ہوئے نفس کی چال کے
اگر تیری توفیق ہو چارہ گر — تو پھر نفس وشیطاں سے کیا مجھ کو ڈر
میں بندہ ترا ہوں محض نام کا — بنا دے کرم سے مجھے کام کا
تلوّن مزاجی مری ختم کر — مرے عزم کو تو عطا جزم کر
عطا کر مجھے ذرّۂ دردِ دل — ترا درد ہوجائے یہ آب و گل
رہِ غیب سے کر مری رہبری — تری بندگی سے ہو عزت مری
دکھا غیب سے مجھ کو راہِ نجات — پلا اپنے مُردے کو آبِ حیات
کرم سے خطاؤں کو تو عفو کر — گناہوں کے انبار کو محو کر
یقیناً گنہ مجھ سے ہوں گے ضرور — کرا لوں گا پھر عفو اپنا قصور
غرض روز اس طرح اقرار ہو — ندامت کا ہر روز اظہار ہو
عجب کیا بہت جلد ان کا کرم — ہدایت کا سامان کردے بہم
وہ کردے تجھے پاک ہر عیب سے — ہو نصرت تری پردۂ غیب سے
نہ بٹہ لگے گا تری شان میں — نہ فرق آئے گا کچھ تری آن میں
اگر جسم تیرا ذرا ہو علیل — حکیموں کی سُنتا ہے تو بے دلیل
دوا تلخ سے تلخ پیتا ہے تو — خوشامد طبیبوں کی کرتا ہے تو
مداوائے تن میں تو تُو چُست ہے — مگر فکرِ ایماں میں کیوں سُست ہے

تری عقل دنیا میں کیا کر گئی ۔۔۔ مگر دین میں وہ کہاں مر گئی
نہ خود اپنی جو فکر درماں کرے ۔۔۔ خدا کیا ہدایت کو چسپاں کرے
بڑے شرم کی بات ہے دوستو! ۔۔۔ کہ اتنی بھی ہمت نہ تم کر سکو
اگر یوں ہی غفلت میں گذری حیات ۔۔۔ نتیجہ بُرا ہوگا بعد الممات

ہو سہل اس سے صورت کوئی آہ کیا
بھلا اس سے آسان ہو راہ کیا

آسان کلماتِ استغفار

﴿۱ ...... رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾

ترجمہ: اے ہمارے رب ہم کو بخش دیجئے اور ہم پر رحم فرما دیجئے آپ سب سے بہترین رحم کرنے والے ہیں۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مغفرت کے بعد رحمت کی طلب میں چار نعمتوں کا سوال ہے:

(۱) توفیقِ طاعت (۲) فراخیٔ معیشت (۳) نجاتِ آخرت (۴) دخولِ جنت

﴿۲ ...... اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ ﴾

ترجمہ: میں اپنے اللہ سے اپنے تمام گناہوں کی مغفرت مانگتا ہوں جو میرا رب ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ بِحَقِّ رَحْمَتِكَ وَرَحْمَةِ لِلْعٰلَمِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْ هٰذَا نَافِعًا لِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ

راقم الحروف محمد اختر عفا اللہ عنہٗ

۳۰ / ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ
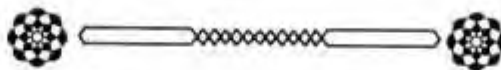
بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ اسبال الازار

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

اسبال ازار یعنی ٹخنے سے نیچے لنگی یا پائجامہ پہننا۔ یہ فعلِ بد اور مکروہ انگریزوں نے ہمارے اندر پھیلایا ہے اور اب اکثر مسلمان اس برائی کو بُرا سمجھنے کے لئے تیار نہیں اور ظلم یہ ہے کہ ٹخنے سے اونچا لنگی یا پائجامہ پہننے والے کو بے وقوف اور حقیر اور دقیانوسی قرار دیتے ہیں۔ اس نادانی پر جس قدر بھی افسوس ہو کم ہے کہ عیب کو ہُنر اور ہُنر کو عیب سمجھا جاوے۔ اس مختصر رسالہ میں احقر صحاح ستہ کی احادیث اور ان کے شروح کے حوالہ سے اس بُرائی کی اصلاح کے لئے مستند مضامین جمع کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اُمتِ مسلمہ کے لئے نافع اور شرفِ قبول فرمائیں اور احقر کی نجات کے لئے اپنی رحمت کا بہانہ بنائیں، آمین۔

رحمتِ حق بہانہ می جوید
رحمتِ حق بہا نہ می جوید

اسبالِ ازار کے جرم پر چار عذاب کی وعید

از: مسلم شریف، صفحہ: ۷۱، مطبوعہ نولکشور، لکھنؤ

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلاَثَۃٌ لاَ یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلاَ یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَلاَ یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فَقَالَ فَقَرَأَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، قَالَ الْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَہٗ بِالْحَلْفِ الْکَاذِبِ.

تَرجَمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے مجرم ہیں جن سے حق

تعالیٰ نہ تو کلام، لطف وعنایت فرمائیں گے اور نہ نظر رحمت سے دیکھیں گے اور نہ اُن کو گناہوں کی گندگی سے پاک فرمائیں گے اور ان کے لئے عذابِ الیم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار اس کو فرمایا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا نامراد اور برباد ہوگئے یہ لوگ کون ہیں یارسول اللہ! ارشاد فرمایا اسبالِ ازار والے، احسان جتانے والے، اور اپنے سودے کو جھوٹی قسم کھا کر چالو کرنے والے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ لَا یُزَکِّیْھِمْ سے مراد لَا یُطَھِّرُھُمْ مِنْ دَنَسِ ذُنُوْبِھِمْ یعنی گناہوں کے میل کچیل سے پاک نہ فرمائیں گے۔ اور ایک حدیث نقل فرمائی کہ قَالَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاِسْبَالُ فِی الْاِزَارِ وَالْقَمِیْصِ وَالْعَمَامَۃِ اِلٰی اٰخِرِ الْحَدِیْثِ. یعنی ازار (لنگی یا پاجامہ) یا کرتا یا عمامہ کسی کا بھی ٹخنے سے نیچے کرنا جائز نہیں۔

اور لَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ کی شرح اَیْ یُعْرِضُ عَنْھُمْ نَظْرَہٗ سُبْحَانَہٗ تَعَالٰی لِعِبَادِہٖ رَحْمَۃً وَّلُطْفَۃً بِھِمْ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی نظرِ رحمت ایسے شخص سے پھیرلیں گے۔

عَذَابٌ اَلِیْمٌ کی شرح عَذَابٌ مُؤْلِمٌ سے فرمائی ہے قَالَ اَصْلُ الْعَذَابِ فِیْ کَلَامِ الْعَرَبِ مِنَ الْعَذْبِ وَھُوَ الْمَنْعُ یُقَالُ عَذَبْتُہٗ عُذْبًا اِذَا مَنَعْتُہٗ. عذاب کو عذاب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ معافی سے مانع ہے اس لئے میٹھے پانی کو مَاءٌ عُذْبٌ کہتے ہیں لِاَنَّہٗ یَمْنَعُ الْعَطْشَ کیونکہ وہ پیاس کو روک دیتا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد: ۸، ص: ۲۳۸ میں فرماتے ہیں کہ نظرِ رحمت سے نہ دیکھنا اور گناہوں سے نہ پاک کرنا وغیرہ تمام وعیدیں محمول ہیں عَلَی الْمُسْتَحِلِّ اَوْعَلَی الزَّجْرِ اَوْ مُقَیَّدًا بِابْتِدَآءِ الْاَمْرِ اس فعل کو حلال سمجھنے والوں پر یا بطور تنبیہ وڈانٹ یا مقید ہے ابتدائی مرحلہ میں یا پھر نظر سے مراد نظرِ لطف اور نظرِ عنایت ہے۔

کون سے کپڑے ٹخنے کے نیچے لٹکانے سے گناہ ہوگا؟

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَہٗ خُیَلآءً الخ (وَھُوَ شَامِلٌ لِاِزَارِہٖ وَرِدَائِہٖ وَغَیْرِھِمَا) یعنی لنگی اور چادر اور ہر لباس شامل ہے۔

ابوداؤد شریف کی شرح بذل المجہود میں یہ روایت منقول ہے:

﴿عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِسْبَالُ فِی الْاِزَارِ وَالْقَمِیْصِ وَالْعِمَامَۃِ وَکَذَا الطَّلْسَانُ وَالرِّدَآءُ وَالشَّمْلَۃُ﴾

(بذل المجهود، ج:٦، ص:٩٧)

اس روایت سے ازار اور قمیص اور عمامہ اور رات کو اوڑھنے کی چادر اور ہر چادر اور شملہ سب شامل ہے صرف ازار کے لئے خاص نہیں ہے۔

الطلسان: رات کو اوڑھنے کی چادر۔ (فقہ اللغات، ص:۲۴۴)

اسبالِ ازار کی یہ وعیدیں اس وقت عائد ہوں گی جب بغیر توبہ کئے مرجاوے۔ اِذَا لَمْ یَتُبْ مِنْ ذٰلِکَ فِی الدُّنْیَا۔ (بذل المجہود)

اسبالِ ازار کن حالتوں میں متحقق ہوگا؟

بذل المجہود، ج:٦، ص۳۵: پر مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ رقم فرماتے ہیں:

﴿اِسْبَالُ الْاِزَارِ وَھُوَ تَطْوِیْلُہٗ وَتَرْسِیْلُہٗ نَازِلاً عَنِ الْکَعْبَیْنِ اِلَی الْاَرْضِ اِذَا مَشٰی﴾

اس سے معلوم ہوا کہ اُس کپڑے سے ٹخنے ڈھکنا منع ہے جو اوپر سے لٹکتا آرہا ہو اور چلنے کی حالت میں لٹک رہا ہو۔ پس اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے:

(۱)...... اگر کپڑا نیچے سے آرہا ہو اور ٹخنہ ڈھک رہا ہو جیسے موزہ تو یہ جائز ہے اور یہ

اسبال نہیں ہے۔

(۲)...... چلنے کی حالت میں یہ اسبال مضر ہے۔ پس حالتِ جلوس و رقود یعنی بیٹھنے اور لیٹنے میں ٹخنے ڈھکنے سے کوئی گناہ نہیں جیسا کہ بیٹھنے اور لیٹنے میں قمیص کے دامن سے ٹخنے چھپ جاتے ہیں۔

ضروری نوٹ: یہ مسئلہ صرف مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں یعنی عورتوں پر یہ حکم عائد نہیں ہوتا۔ هٰذَا فِیْ حَقِّ الرِّجَالِ دُوْنَ النِّسَآءِ۔

(بذل المجہود، ج:٦، ص:٥٧)

ابوداؤد شریف کی ایک طویل حدیث کے آخر میں یہ جزءِ روایت بھی ہے کہ:

﴿اِرْفَعْ اِزَارَکَ اِلٰی نِصْفِ السَّاقِ فَاِنْ اَبَیْتَ فَاِلَی الْکَعْبَیْنِ وَاِیَّاکَ وَاِسْبَالَ الْاِزَارِ فَاِنَّھَا مِنَ الْمُخِیْلَةِ، وَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُخِیْلَةَ﴾

اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ جو بھی اسبالِ ازار کرتا ہے وہ تکبّر ہی سے کرتا ہے۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ علیہ کو حضور صلی اللہ علیہ نے تکبّر اور مخیلہ سے پاک ہونے کی سند مرحمت فرمائی تھی ہر شخص کا صدیقِ اکبر بننے کی جرأت کرنا کیسے روا ہوسکتا ہے؟ جو حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اس سے استثناء کا حق بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے۔ اور خیلاء کی قید جہاں جہاں بھی ہے وہ ان نصوصِ مصرحہ کی روشنی میں قید احترازی نہیں ہے بلکہ قیدِ واقعی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں قتلِ اولاد کی ممانعت کے ساتھ خشیۃ املاق کی قید ہے۔ اگر اس کو بھی قیدِ واقعی کے بجائے قیدِ احترازی تسلیم کیا جاوے تو تنگدستی جہاں نہ ہو وہاں قتلِ اولاد کا جواز نکلے گا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ یہ قیدِ واقعی ہے یعنی جو بھی قتل کرتا تھا تنگدستی کے خوف سے کرتا تھا۔ اسی طرح فَاِنَّھَا مِنَ الْمُخِیْلَةِ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ قیدِ واقعی ہے۔ جو بھی ایسا کرتا ہے تکبّر ہی سے کرتا ہے اور جو تکبّر سے خود اپنے منہ اپنی براءت کا اظہار کرتا ہے تو یہ دعویٰ خود تکبّر کی ایک نوع ہے۔

گفتی بت پندار شکستم رستم
ایں بت کہ تو پندار شکستی باقی ست

بخاری شریف کی شرح فتح الباری کی ایک روایت

کتاب اللباس میں حافظ ابنِ حجر عسقلانی کی تحقیق بھی اس بات کی تائید کرتی ہے کہ قیدِ احترازی نہیں بلکہ واقعی ہے۔ چنانچہ اس قیدِ واقعی کی تائید میں یہ روایت پیش کرتے ہیں:

﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِیْ اَثْنَاءِ حَدِیْثٍ رَفَعَهُ اِیَّاکَ وَجَرَّ الْاِزَارِ فَاِنَّ جَرَّ الْاِزَارِ مِنَ الْمُخِیْلَةِ﴾

(فتح الباری، کتاب اللباس، ج: ۱۰، ص: ۲۶۴)

ترجمہ: بچو اسبالِ ازار سے پس تحقیق کہ اسبال ازار تکبر اور مخیلہ سے ہے۔

نیز حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول پیش فرمایا:

﴿قَالَ ابْنُ الْعَرَبِیُّ لَا یَجُوْزُ لِرَجُلٍ اَنْ یُّجَاوِزَ بِثَوْبِهٖ کَعْبَهُ وَیَقُوْلُ لَا اَجُرُّهُ خُیَلَاءً اِلٰی فَاِنَّهَا دَعْوٰی غَیْرُ مُسَلَّمَةٍ بَلْ اِطَالَتُهُ ذَیْلَهُ دَالَّةٌ عَلٰی تَکَبُّرِهٖ (ملخصًا) وَحَاصِلُهُ اِنَّ الْاِسْبَالَ یَسْتَلْزِمُ جَرَّ الثَّوْبِ وَجَرُّ الثَّوْبِ یَسْتَلْزِمُ خُیَلَاءَ لَوْلَمْ یَقْصِدْ اِلَّا لُبْسَ الْخُیَلَاءِ﴾

(فتح الباری، ج: ۱۰، ص: ۲۶۴)

ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے کسی آدمی کے لئے یہ کہ وہ اپنے کپڑے کو ٹخنے سے آگے تجاوز کرے اور دعویٰ کرے کہ میں تکبر سے نہیں لٹکاتا ہوں۔ پس اس کا یہ دعویٰ غیر مسلّم ہے یعنی ناقابلِ تسلیم ہے بلکہ اس کا یہ لٹکانا اُس کے تکبر پر دلالت کرتا ہے

اور حاصل اس کلام کا یہ ہے کہ یہ اسبال جرِ ثوب کو مستلزم ہے اور جرِ ثوب

مستلزم ہے تکبّر کو، اگر چہ مسبل کا ارادہ بھی تکبر کا نہ کرے۔

فتح الباری کی مزید تین روایات

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری فتح الباری میں تین روایات اور نقل فرماتے ہیں جس سے اسبال ازار کی ممانعت کی تائید ہوتی ہے:

(**۱**)...... ایک صحابی عبید بن خالد نے کہا کُنْتُ اَمْشِی میں چل رہا تھا اور میرے اوپر چادر تھی جس کو میں ٹخنے سے نیچے تک کھینچ رہا تھا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿اِرْفَعْ ثَوْبَکَ فَاِنَّهٗ اَنْقٰی وَ اَبْقٰی﴾

(فتح الباری، ج: ۱۰، ص: ۳۲۳)

ترجمہ: اپنی چادر کو اونچا کر پس وہ صفائی اور اس کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔

پس میں نے کہا یہ چادر ہے مَلْحَاءُ (یعنی سفید و سیاہ خطوط والی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا نہیں ہے تیرے لئے میرے اندر نمونہ؟ اَمَالَکَ فِیَّ اُسْوَةٌ؟ پس انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی طرف دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی نصف ساق تک تھی۔

﴿قَالَ فَنَظَرْتُ فَاِذَا اِزَارُهٗ اِلٰی اِنْصَافِ سَاقَیْهِ﴾

(فتح الباری، ج: ۱۰، ص: ۳۲۳)

(**۲**)...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب ایک بد بخت شقی القلب مجوسی ابولؤلؤ نے زہر میں آلود خنجر پیوست کر کے قتل کر دیا تو آپ کرب و اضطراب کے عالم میں زندگی سے مایوس ہو کر اپنے رب کریم سے ملاقات کی منزل سامنے دیکھ رہے تھے۔ ایسی حالت میں آپ نے ایک جوان کو دیکھا کہ اس کا لباس ٹخنے سے نیچے تھا تو فرمایا:

﴿اِرْفَعْ ثَوْبَکَ فَاِنَّهٗ اَلْقٰی لِثَوْبِکَ وَ اَتْقٰی لِرَبِّکَ﴾

(فتح الباری، ج: ۱۰، ص: ۳۲۳)

ترجمہ: اے جوان! اپنی لنگی اُوپر کر ٹخنے سے پس یہ عمل تیرے کپڑے کے لئے

باعث پاکیزگی اور تیرے رب کے لئے باعث تقوٰی ہوگا۔

(۳)......ایک صحابی نے عرض کیا یارَسُوْلَ اللہِ! اِنِّیْ حَمِشُ السَّاقَیْنِ یعنی میری پنڈلیاں سُوکھی ہوئی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ اللہَ قَدْ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ یَا عَمْرُو اِنَّ اللہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْبِلَ﴾

(فتح الباری، ج: ۱۰، ص: ۳۲۳)

تَرْجَمَہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کی تخلیق کو حسین بنایا ہے اے عمرو بے شک اللہ ٹخنے سے نیچے لباس پہننے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔

شارح بخاری شریف حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

﴿ظَاهِرُهٗ اَنَّ عَمْرًو الْمَذْکُوْرَ لَمْ یَقْصِدْ بِاِسْبَالِهِ الْخُیَلَاءَ وَقَدْ مَنَعَ مِنْ ذٰلِکَ لِکَوْنِهٖ مَظِنَّةً﴾

(فتح الباری، ج: ۱۰، ص: ۳۲۳)

تَرْجَمَہ: ظاہر ہے کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں۔ ان کا قصدِ اسبالِ ازار سے تکبر کا نہیں ہوسکتا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مظنۂ خیلاء سے بھی منع فرمادیا۔ یعنی اسی طرح کا لباس جو ٹخنے سے نیچے ہو اگر تکبر نہ بھی ہو تو متکبرین کی علامت ہونے سے موضع تہمت ہے شریعت نے موضع تہمت سے بھی بچنے کا حکم فرمایا ہے۔ کَمَا هُوَ مُصَرَّحٌ فِی الْحَدِیْثِ اتَّقُوْا بِمَوَاضِعِ التُّهَمِ.

نیز شارح بخاری امام حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ فیصلہ فرماتے ہیں وَاَمَّا الْاِسْبَالُ لِغَیْرِ الْخُیَلَاءِ فَظَاهِرُ الْاَحَادِیْثِ تَحْرِیْمُهٗ اَیْضًا یعنی جو اسبال بدون تکبر ہو وہ بھی ظاہر احادیث سے حرام ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں اسبال ازار سے متعلق یہ روایت نقل فرمائی ہے:

﴿قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ مِنَ

الْاِزَارِ فِی النَّارِ﴾

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب ما اسفل من الکعبین)

تَرْجَمَہ: جو حصّہ ٹخنے سے نیچے لباس سے چھپا ہوگا اتنا حصہ دوزخ کی آگ میں ہوگا۔

مَردوں کے لیے ٹخنے سے نیچے لباس لٹکانے سے ممانعت کے وجوہ اور اسباب

(از: فتح الباری شرح بخاری، ج:۱۰، ص:۲۶۳)

(**۱**)......**قَدْ یَتَّجِہُ الْمَنْعَ فِیْہِ مِنْ جِھَۃِ الْاِسْرَافِ فَیَنْتَھِیْ اِلَی التَّحْرِیْمِ.** ایک وجہ ممانعت کی یہ ہے کہ اس میں اسراف ہے جس کی حد حرام تک پہنچتی ہے۔ کسی ملک میں اگر دس کروڑ مسلمان ہیں اور وہ ٹخنے سے نیچے لنگی یا پائجامہ نہ استعمال کریں تو چار چار انگل صرف دو انچ فی کس اگر کپڑا بچتا ہے تو دس کروڑ پر اتنا کپڑا بچے گا جو ہزاروں بلکہ لاکھوں غریبوں کے پائجاموں کے لئے کافی ہوگا۔

(**۲**)......**وَقَدْ یَتَّجِہُ الْمَنْعَ فِیْہِ جِھَۃِ التَّشَبُّہِ بِالنِّسَآءِ وَھُوَ اَمْکَنُ فِیْہِ مِنَ الْاَوَّلِ** اور منع کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اس میں مشابہت ہے عورتوں کے ساتھ چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے:

﴿اِنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الرَّجُلَ یَلْبَسُ لُبْسَۃَ الْمَرْأَۃِ﴾

(مسند احمد)

تَرْجَمَہ: لعنت فرمائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر جو عورتوں جیسا لباس پہنے۔

(**۳**)......**قَدْ یَتَّجِہُ الْمَنْعَ فِیْہِ مِنْ جِھَۃِ اَنَّ لَابِسَہٗ لَا یَأْمَنُ مِنْ تَعَلُّقِ النَّجَاسَۃِ** اور منع کے اسباب میں سے ایک یہ بھی کہ ٹخنے سے نیچے لباس والے نجاست سے محفوظ

نہیں رہ سکتے۔

(٤)......اور منع کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تکبّر کے لئے ایسا شخص مظنّۂ تہمت ہے۔

اسبالِ ازار کے متعلق حضرت حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

حضرت حکیم الامّت مجدد الملّت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاوٰی، ج:۴، ص:۱۲۱ پر احکام متعلقہ لباس کے ذیل میں یہی فتویٰ دیا ہے کہ ہر صورت میں ٹخنے سے نیچے لٹکانا پائجامہ یا لنگی کا معصیت ہے۔ البتہ تکبّر سے لٹکانے میں دو معصیت کا اجتماع ہوجاوے گا۔ ایک گناہ اسبالِ ازار کا دوسرا گناہ تکبر کا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر امداد الفتاوٰی سے سوال و جواب پورا نقل کیا جاوے۔

ٹخنوں سے نیچے پاجامہ یا تہبند لٹکانا ودفع شبہ متعلقہ مسئلہ مذکورہ

سوال: زید کا خیال ہے کہ ازار تحت الکعبین ممنوع اس وقت ہے جبکہ براہ تکبر وخیلاء ہو جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ اس پر فخر کیا کرتے تھے اور جبکہ تکبر اُنہ ہو اور محض زینت اور خوبصورتی کے لئے ایسا کرے تو جائز ہے اور زینت محض امرِ ذوقی ہے۔ ایک ہی امر ایک کو پسند ہوتا ہے دوسرا ناپسند کرتا ہے۔ اختلافِ ملک اختلافِ رواج کی وجہ سے بہت فرق ہوجاتا ہے۔ جس طرح نصف ساق تک پائجامہ اور اس سے بھی اونچا بُرا لگتا ہے۔ اسی طرح مَا فَوْقَ الْکَعْبَیْنِ بِهٖ نِسْبَةٌ مَا تَحْتَ الْکَعْبَیْنِ کہ ابناء زماں کی

نظر میں بدنما لگتا ہے۔ صرف اس بدنما لگنے کی وجہ سے نیچا پہنتے ہیں۔ رہا کبر وتفاخر سو دو چار انگل کے گھٹنے بڑھنے سے ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ زینت و پسندیدگی اس کی باعث ہے۔ چنانچہ احادیث میں اکثر یہ قید مذکور ہے مَنْ جَرَّ اِزَارَہٗ خُیَلاَ ءً وغیرہ میں خیلاء کی قید ضرور ہے اور جو حدیثیں مطلق ہیں جیسے مَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فَفِی النَّارِ وغیرہ وہ بھی حسب دستور عرب اسی قید پر محمول ہیں اور مطلق کا مقید پر محمول نہ ہونا اس وقت ہے جبکہ مطلق ومقید دونوں دو واقعہ پر آئے ہوں جیسے کفارۂ قتل و کفارۂ ظہار اور اتحاد واقعہ کے وقت حسبِ اصول حنفیہ مطلق مقید پر محمول ہوجاتا ہے جیسے کفارۂ قسم کا قراءۃ ابن مسعود متتابعات کے ساتھ مقید ہوجانا۔ نیز اس کی مؤید وہ حدیث ہے کہ حضرت نے مَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ کی وعید بیان کی اور فرمایا مَنْ جَرَّ ثَوْبَہٗ خُیَلاَءً لَنْ یَّنْظُرَ اللّٰہُ اِلَیْہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یارسول اللہ! میری ازار لٹک پڑتی ہے اِلَّا اَنْ اَتَعَاھَدَ تو حضرت نے فرمایا اِنَّکَ لَسْتَ مِمَّنْ یَفْعَلُہٗ خُیَلاَءً رواہ البخاری کذا فی المشکوۃ۔ پس اگر مطلقاً جرِ ازار ممنوع ہوتا تو آپ اجازت نہ دیتے تو معلوم ہوا کہ یہ وعید خیلاء ہی کی صورت میں ہے اور بلا اس کے جائز ہے۔ اس شبہ کا حل مطلوب ہے۔

جواب: فِیْ نُوْرِ الْاَنْوَارِ بَحْثُ حَمْلِ الْمُطْلَقِ عَلَی الْمُقَیَّدِ فِیْ حُکْمٍ وَّاحِدٍ مَا نَصَّہٗ وَ فِیْ صَدَقَۃِ الْفِطْرِ وَرَدَ نَصَّانِ فِی السَّبَبِ وَلاَ مَزَاحَمَۃَ فِی الْاَسْبَابِ فَوَجَبَ الْجَمْعُ بَیْنَھُمَا یَعْنِیْ اِنَّمَا قُلْنَا اَنَّہٗ یُحْمَلُ الْمُطْلَقُ عَلَی الْمُقَیَّدِ فِی الْحَادِثَۃِ الْوَاحِدَۃِ وَالْحُکْمِ الْوَاحِدِ اِنَّمَا ھُوَ اِذَا وَرَدَا فِی الْحُکْمِ لِلتَّضَادِ وَاَمَّا اِذَا وَرَدَ فِی الْاَسْبَابِ وَالشُّرُوْطِ فَلاَ مُضَائِقَۃَ وَلاَ تَضَادَ فَیُمْکِنُ اَنْ یَّکُوْنَ الْمُطْلَقُ سَبَبًا بِاِطْلاَقِہٖ وَالْمُقَیَّدُ سَبَبًا بِتَقْیِیْدِہٖ.

اور مَا نَحْنُ فِیْہِ میں حکم معصیت ہے اور مطلق جر اور جر لِلْخُیَلاَءِ اسباب اس کے ہیں۔ یہاں مطلق مقید پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ پس مطلق جر کو بھی حرام

کہیں گے اور جر للخیلاء کو بھی۔ البتہ دونوں حرمتوں میں اگر کسی قدر تفاوت مانا جائے تو گنجائش ہے، کیونکہ ایک جگہ ایک منہی عنہ کا ارتکاب ہے یعنی جر کا اور دوسری جگہ دو منہی عنہ کا ارتکاب ہے یعنی جر کا خیلاء کا پس یہ کہنا کہ چونکہ عرب کا دستور یہی تھا کہ فخراً ایسا کرتے تھے اس لئے حرمت اسی کی ہوگی بلا دلیل ہے۔ کیونکہ خصوص مورد سے خصوص حکم لازم نہیں آتا جبکہ الفاظ میں عموم ہو وَيَتَفَرَّعُ عَلَيْهِ مِنَ الْاَحْكَامِ الْفِقْهِيَّةِ۔ رہا قصہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا میرے نزدیک اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اِنَّکَ لَسْتَ تَفْعَلُهُ بِالْاِخْتِيَارِ وَالْقَصْدِ چنانچہ اِلَّا اَنْ اَتَعَاهَدَ اس کی دلیل ہے کہ بلا قصد ایسا ہو جاتا تھا اور اسی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ہے۔ رہا للخیلاء کی قید یہ اس بناء پر ہے کہ اکثر جو لوگ اس فعل کو اختیار کرتے ہیں وہ براہِ خیلاء کرتے ہیں۔ پس حدیث اطلاق بسبب (یعنی فعله بالخیلاء) کا مسبب (یعنی فعل بالاختیار) پر ہوا ہے۔ وهو شائع فی الکلام ای شیوع فقط و الله اعلم۔ (امداد الفتاوی، جلد: ۴، صفحہ: ۱۲۱ تا ۱۲۲)

جواب اشکال بر کراہت اسبال بدون خیلاء

سوال: آنجناب کے کسی رسالہ کے منہیہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ اسبال مطلقاً ممنوع ہے حالانکہ بعض احادیث میں خیلاء کی قید موجود ہے۔ وَالْمُطْلَقُ يُحْمَلُ عَلَى الْمُقَيَّدِ وَاَيْضًا يُؤَيِّدُهُ مَا فِيْ تَارِيْخِ الْخُلَفَآءِ لِلسُّيُوْطِيْ مَانَصَّهُ اَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَنْ يَّنْظُرَ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّ اَحَدَ شِقَّيْ ثَوْبِيْ يَسْتَرْخِيْ اِلَّا اَنْ اَتَعَاهَدَ ذٰلِکَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّکَ لَسْتَ تَصْنَعُ ذٰلِکَ خُيَلَاءَ.

تَارِيْخُ الْخُلَفَآءِ فِيْ فَصْلٍ فِي الْاَحَادِيْثِ الْوَارِدَةِ فِيْهِ فَضْلُ اَبِيْ

بَکْرِ الصِّدِّیْقِ مَقْرُوْنًا بِعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا وَاِلَیْہِ ذَھَبَ الشَّیْخُ وَلِیُ اللّٰہِ الْمُحَدِّثُ الدِّھْلَوِیُّ فِی الْمُصَفّٰی۔

جواب: حنفیہ کے نزدیک ایسی صورت میں مطلق اپنے اطلاق پر اور مقید اپنی تقیید پر رہتا ہے اور دونوں پر عمل واجب ہوتا ہے کَمَا ھُوَ مُصَرَّحٌ فِی الْاُصُوْلِ اور جو حدیث تائید میں نقل کی ہے خود سوال میں تصریح ہے کہ وہ عمدًا نہ کرتے تھے۔ پس جواب کے بھی یہی معنی ہیں اِنَّکَ لَسْتَ تَضَعُ ذٰلِکَ عَمَدًا چونکہ خیلا سبب ہوتا ہے تعمّد کا پس سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا۔

(امداد الفتاویٰ، جلد: ۴، صفحہ: ۱۲۲ تا ۱۲۳)
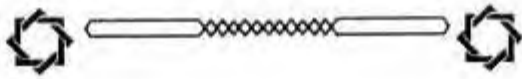
مقامِ عاشقانِ حق

﴿یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗۤ﴾

(سورۃ المائدۃ، آیت: ۵۴)

تَرجَمہ: اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے دین اسلام سے مرتد ہو جاوے گا ہم عنقریب ایسی قوم پیدا کریں گے جن سے اللہ تعالیٰ شانہٗ محبت فرمائیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔

اہلِ ارتداد اور مرتد لوگوں کے مقابلے میں حق تعالیٰ شانہٗ نے اہلِ محبت کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ تقابل دلالت کرتا ہے کہ یہ حضرات ارتداد کی ذِلت اور نحوست سے محفوظ

ہوں گے اور پھر حسنِ خاتمہ کی نعمت سے مسرور ہونا لازماً ان کے لئے ثابت ہوتا ہے۔

فَائِدَہ: حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اسی لئے نصیحت فرماتے ہیں کہ سالکین کو چاہئے کہ اہل محبت کی صحبت اختیار کریں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے عاشقانِ حق کے لئے دعا بھی خوب مانگی ہے ؎

آفتاب عاشقاں تابندہ باد
بوستان عاشقاں سر سبز باد

تَرجَمَہ: اے خدا آپ کے عاشقوں کا سورج ہمیشہ چمکتا رہے اور آپ کے عاشقوں کا باغ ہمیشہ ہرا بھرا رہے۔

اردو زبان کے چند اشعار بھی اسی مضمون کا تائید کرتے ہیں ؎

لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے
تابہ منزل صرف دیوانے گئے
مستندر ستے وہی مانے گئے
جن سے ہوکے تیرے دیوانے گئے
آہ کو نسبت ہے کچھ عشاق سے
آہ نکلی اور پہچانے گئے

تین علاماتِ اہلِ محبت

﴿اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لاَ يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لاَ ئِمٍ﴾

(سورۃ المائدۃ، آیت: ۵۴)

مضمونِ ارتداد کے مقابلے میں اپنے عاشقوں کا ذکر فرمانے کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے عاشقوں کی تین علامات بھی بیان فرمادیں تاکہ ان کی شناخت

ہو سکے۔

(۱)...... اپنے ایمانی بھائیوں کے ساتھ مہربانی اور تواضع اور نہایت خاکساری کے ساتھ ملتے ہیں اور کافروں پر سخت اور مضبوط رہتے ہیں۔

علمی لطیفہ

حضرت مولانا وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب کسی بستی میں ملوک (بادشاہ لوگ) داخل ہوتے ہیں تو اس بستی کے معزز سرکشوں کو گرفتار کر لیتے ہیں اور ان کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا وَ جَعَلُوْٓا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَآ اَذِلَّۃً﴾

(سورۃ النمل، آیت: ۳۴)

تو اسی طرح جس دل کی بستی میں نسبت مع اللہ القاء کی جاتی ہے تو حق تعالیٰ جو احکم الحاکمین اور سلطان السلاطین ہیں اس دل کے اندر تکبّر اور عُجب اور حسد اور بُغض اور انانیت کے تمام سرکشوں کو گرفتار کر کے ذلیل کر دیتے ہیں۔ پس ہر صاحبِ نسبت کی اس علامت تواضع سے اس کے صاحبِ نسبت ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ جو جس قدر قوی نسبت پر فائز ہوتا ہے اتنا ہی قوی فنائیت اور عبدیتِ کاملہ کا اس میں ظہور ہوتا ہے۔

(۲)...... دوسری علامت عشاقِ حق کی یہ ہے کہ وہ ان کی راہ کی تکلیف کو خوشی خوشی جھیلتے ہیں۔ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ (سورۂ یوسف) کی آیت اس مجاہدہ کی لذت پر دلالت کرتی ہے۔ جن کی راہ کے قید خانے محبوب بلکہ اَحب ہوتے ہیں ان کی راہ کے گلستان کیسے ہوں گے۔ تمام کائنات کے پھول انفراداً یا اجتماعاً اگر حق تعالیٰ کے راستے کی کلفت کے لئے سلام کریں تو بھی اس کانٹے کی عظمت کا حق ادا نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کو نسبت طریق اور راہِ حق سے ہے کلفت کا احساس تو تب ہوتا ہے جب اُلفت نہ ہو اور یہاں تو محبت منصوص کا ذکر ہے اور پھر جس محبت کا آغاز خود حق تعالیٰ شانہٗ کی

طرف سے ہو یُحِبُّھُمْ پھر بتائیے کہ جس سے حق تعالیٰ محبت فرمائیں اس کی حیات کا کیا عالَم ہوگا۔

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ﴾

(سورۃ الرحمٰن، آیت: ۴۶)

ترجمہ: ان کے لئے تو دو جنت ہیں۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿وَقَالَ بَعْضُ الْعَارِفِيْنَ جَنَّةٌ فِي الدُّنْيَا وَجَنَّةٌ فِي الْاٰخِرَةِ﴾

ترجمہ: اللہ والوں کے لئے ایک جنت دنیا ہی میں عطا ہوتی ہے اور ایک آخرت میں عطا ہوگی۔

دنیا کی جنت سے مراد حیاتِ طیبہ ہے جس کا ترجمہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بالُطف زندگی سے فرمایا ہے۔ مرقات کی یہ عبارت حضرت خواجہ مجذوب عزیز الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کی تائید کررہی ہے جس میں اللہ والوں کی حیات کا نقشہ کھینچا ہے ؎

میں دن رات رہتا ہوں جنت میں گویا
میرے باغ دل میں وہ گلکاریاں ہیں

ان آیاتِ مذکورہ میں پورا دین سمو دیا گیا ہے۔ چنانچہ ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

﴿قَالَ بَعْضُ الْعَارِفِيْنَ مَدَارُ الدِّيْنِ عَلَى التَّعْظِيْمِ لِاَمْرِ اللهِ وَالشَّفْقَةِ عَلٰى خَلْقِ اللهِ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، ج: ۱۰، ص: ۷۰)

ترجمہ: بعض عارفین نے فرمایا کہ دین کا مدار دو باتوں پر ہے (۱) اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعظیم (۲) مخلوقِ حق پر شفقت۔

عاشقانِ حق کو خداوندی تنبیہ

﴿ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ؕ﴾

(سورۃ المائدۃ، آیت: ۵۴)

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے محبوب بندے اور محبّ بندے مسلمانوں پر مہربان اور کافروں پر تیز ہونگے اور جہاد کرتے ہوں گے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور وہ لوگ کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے ان نعمتوں پر فائز ہونے کے بعد ان کو اپنے اوپر ناز نہ ہونا چاہئے کہ یہ ہماری صفات قابلِ فخر ہیں **ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ** یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا فرماویں اور وہ بڑی وسعت والے اور بڑے علم والے ہیں۔ پس ان کو شکر گذار ہونا چاہئے حق تعالیٰ کی عنایت کا اور اپنے کو عُجب اور کبر سے حفاظت کا اہتمام ہونا چاہئے۔ یہ بندہ کا کمال نہیں اُن کا انتخاب ہے جسے چاہیں اپنا بنالیں ۔

نہ ہر سینہ را راز دانی دہند
نہ ہر دیدہ را دیدہ بانی دہند
نہ ہر گوہرے دُرّۃ التاج شد
نہ ہر مُرسلے اہل معراج شد
برائے سر انجام کار صواب
یکے از ہزاراں شود انتخاب

ترجمہ: (۱) ہر سینے کو حق تعالیٰ اپنی محبت کا راز نہیں دیتے اور نہ ہر آنکھ کو دوسری آنکھوں کی رہنمائی والی شان دیتے ہیں۔

(۲) نہ ہر موتی تاج شاہی میں لگتا ہے نہ ہر رسول کو معراج عطا ہو جاتی ہے۔

(۳) حق تعالیٰ شانہٗ کے دین کی خدمت کے لئے ہزاروں سے کسی ایک کا انتخاب ہوتا ہے۔

سرمد غمِ عشق بوالہوس رانہ دہند
سوز غم پروانہ مگس رانہ دہند

اے سرمد! حق تعالیٰ اپنی محبت کا غم ہر بوالہوس کو نہیں عطا فرماتے اور پروانہ کا سوزِ غم مکھیوں کو نہیں دیا کرتے۔

لاوے بُت خانے سے وہ صدیق کو
کعبہ میں پیدا کرے زندیق کو

زندیق سے مراد ابوجہل ہے۔ اس کی ماں حاملہ تھی طواف کر رہی تھی کعبہ ہی میں دردِزہ ہوا، اور مطاف میں پیدا ہوا۔

زادۂ آذر خلیل اللہ ہو
اور کنعاں نوح کا گمراہ ہو
اہلیہ لوطِ نبی ہو کافِرہ
زوجۂ فرعون ہوئے طاہرہ
فہم سے برتر خدائی ہے تیری
عقل سے بالا خدائی ہے تری

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی اے خدا! تو ہی توفیق عطا فرما ہم کو اپنی رضاء اور محبوب اعمال کی، آمین۔

گناہ کے نقصانات

مرتبہ: مخدومنا حضرت اقدس مولانا الشاہ محمد ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم
خلیفہ: حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

طاعت (نیکی) کے جو فائدے حاصل ہوتے ہیں، گناہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی) کرنے سے وہ بسا اوقات ضایع ہوجاتے ہیں۔ جیسا کہ ایک شخص ۲۵ سال تک سرکاری ملازمت پوری پابندی کے ساتھ انجام دیتا رہا ہو اور برابر ترقی ملتی رہی

ہو۔ اگر وہ کسی دن رشوت لیتا ہوا پکڑا جائے یا کسی کو قتل کر دے تو اس کی نیک نامی جو حکام اور عوام میں تھی وہ جاتی رہتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ سزا کا بھی مستحق ہوتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا معاملہ سمجھ لینا چاہئے مگر ایک بڑا فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات رحیم ورحمٰن ہے اس لئے کیسا ہی بڑا گناہ ہو توبہ کرنے سے اُس کو معاف کر دیتے ہیں ہر گناہ کی توبہ کا طریق الگ الگ ہے۔ (حقوق الاسلام کو دیکھئے)

گناہ کے نقصانات، تفصیلی دیکھنے ہوں تو جزاء الاعمال کو دیکھئے، یہاں مجملاً بعض نقصانات کو بیان کیا جاتا ہے کتاب حیاۃ المسلمین سے جو حضرت اقدس حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی تصنیف کی ہوئی ہے، اصلاح امت کے لئے بے نظیر کتاب ہے۔ حضرت موصوف کی حیات میں سات آٹھ زبانوں میں ترجمہ ہو چکا حضرت موصوف فرمایا کرتے تھے کہ میں اس کو اپنی نجات کا ذریعہ خیال کرتا ہوں اس میں نوے آیاتِ قرآنی، تین سو احادیث شریفہ کے مضامین شرح کی گئی ہے، بہت ہی سہل وسلیس عبارت میں حضرت موصوف فرماتے تھے کہ جتنی مشقت اس کتاب کے لکھنے میں ہوئی اتنی کسی کتاب میں نہیں ہوئی یعنی اس کے مضامین وعبارت کو سہل تر بنانے میں حیوٰۃ المسلمین میں گناہوں کو جمع بھی فرمایا گیا ہے۔ اب اصل کتاب کا مضمون نقل کیا جاتا ہے۔

گناہ ایسی چیز ہے کہ اگر اس میں سزا نہ بھی ہوتی تب بھی یہ سوچ کر اس سے بچنا ضروری تھا کہ اس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو جاتی ہے۔ اگر دنیا میں کوئی کسی کے ساتھ احسان کرتا ہو اُس کو ناراض کرنے کی ہمت نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کے احسانات تو بندہ کے ساتھ بے شمار ہیں اس کے ناراض کرنے کی کیسے ہمت ہوتی ہے اور اب تو سزا کا بھی ڈر ہے خواہ دنیا میں بھی سزا ہو جاوے یا صرف آخرت میں۔ چنانچہ دنیا میں ایک سزا یہ بھی ہے جو آنکھوں سے نظر آتی ہے کہ اس شخص کو دنیا سے رغبت اور آخرت سے وحشت ہو جاتی ہے اور اُس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل کی

مضبوطی اور دین کی پختگی جاتی رہتی ہے جیسا رُوح بست و یکم کے شروع مضمون سے بھی صاف ظاہر ہو جاتا ہے تو اس حالت میں تو گناہ کے پاس بھی نہ پھٹکنا چاہئے خواہ دل کے گناہ ہوں خواہ ہاتھ پاؤں کے خواہ زبان کے پھر خواہ وہ اللہ کے حقوق ہوں خواہ بندوں کے ہوں اور یہ سزا تو سب گناہوں میں مشترک ہے اور بعض گناہوں میں خاص خاص سزا بھی آئی ہیں۔

پہلا نقصان حدیث پاک میں ہے کہ دل پر زنگ لگ جاتا ہے۔

(روایت کیا اس کو امام احمد و ترمذی نے)

دوسرا نقصان حدیث پاک میں ہے کہ رزق سے محرومی ہو جاتی ہے۔

(جزاء الاعمال)

ف: ظاہر میں محرومی ہو جانا تو کبھی ہوتا ہے اور رزق کی برکت سے محرومی ہو جانا ہمیشہ ہوتا ہے۔

تیسرا نقصان اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو جاتا ہے۔

(روایت کیا اس کو امام احمد نے)

خاص خاص گناہوں کے خاص نقصانات (۱) بے حیائی کے اعمال وافعال سے طاعون میں اور ایسی نئی نئی بیماریوں میں مبتلا کیا جاتا ہے جو پہلے لوگوں میں نہیں تھیں۔ (۲) زکوٰۃ نہ دینے سے بارش میں کمی ہوتی ہے۔ (۳) ناحق فیصلہ کرنے اور عہد شکنی کرنے پر دشمن کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔ (۴) ناپ طول میں کمی کرنے سے قحط تنگی اور حکام کے ظلم میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ (۵) خیانت کرنے سے دشمن کا رعب ڈال دیا جاتا ہے۔ (۶) دنیا کی محبت اور موت سے نفرت کرنے پر بزدلی پیدا ہوتی ہے اور دشمن کے دل سے رعب دور کر دیا جاتا ہے۔ (جزاء الاعمال) (۷) گناہ کرنے سے دنیا کی رغبت اور آخرت سے وحشت پیدا ہو جاتی ہے۔ (۸) گناہ کرنے سے دل پر ایک دھبہ لگ جاتا ہے۔ اگر توبہ کیا وہ مٹ جاتا ہے ورنہ بڑھتے ہی رہتا ہے۔ (۸) گناہ

کرنے سے بسا اوقات طاعت کے فائدے ضائع ہو جاتے ہیں۔(۹) گناہ کرنے سے دل کی مضبوطی اور دین کی پختگی جاتی رہتی ہے۔

اس لئے اس حالت میں گناہ کے پاس بھی نہ پھٹکنا چاہئے۔ خواہ دل کے گناہ ہوں، خواہ ہاتھ پاؤں کے، خواہ زبان کے، پھر خواہ وہ اللہ کے حقوق ہوں، خواہ بندوں کے ہوں لیکن ہر توبہ کا طریقہ الگ ہے جس کو اہل علم حضرات سے معلوم کر لینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات رحیم و رحمٰن ہے کیسا ہی بڑا گناہ ہو توبہ کرنے سے اس کو معاف کر دیتے ہیں۔

اب اُن گناہوں کو لکھا جاتا ہے جن پر وعیدیں آئی ہیں:

(۱) حقارت سے کسی پر ہنسنا۔(۲) کسی پر طعن کرنا۔(۳) بُرے لقب سے پکارنا۔(۴) بدگمانی کرنا۔(۵) کسی کا عیب تلاش کرنا۔(۶) غیبت کرنا۔(۷) بلا وجہ بُرا بھلا کہنا۔(۸) چغلی کھانا۔(۹) تہمت لگانا۔(۱۰) دھوکہ دینا۔(۱۱) عار دلانا۔(۱۲) کسی کے نقصان پر خوش ہونا۔(۱۳) تکبر کرنا۔(۱۴) فخر کرنا۔(۱۵) ضرورت کے وقت باوجود قدرت کے مدد نہ کرنا۔(۱۶) کسی کے مال کا نقصان کرنا۔(۱۷) کسی کی آبرو پر صدمہ پہنچانا۔(۱۸) چھوٹوں پر رحم نہ کرنا۔(۱۹) بڑوں کی عزت نہ کرنا۔(۲۰) بھوکوں ننگوں کی حیثیت کے موافق مدد نہ کرنا۔(۲۱) کسی دنیوی رنج کی وجہ سے تین دن سے زیادہ بولنا چھوڑ دینا۔(۲۲) جاندار کی تصویر بنانا۔(۲۳) زمین پر موروثی کا دعویٰ کرنا۔(۲۴) ہٹے کٹے کو بھیک مانگنا (۲۵) ڈاڑھی منڈانا یا کٹانا ایک مشت سے کم ہونے کی صورت میں (۲۶) کافروں یا فاسقوں کا لباس پہننا (۲۷) عورتوں کو مردوں کا لباس پہننا۔(۲۸) مردوں کو عورتوں کا لباس پہننا۔(۲۹) بدکاری کرنا۔(۳۰) چوری کرنا۔(۳۱) ڈکیتی کرنا۔(۳۲) جھوٹی گواہی دینا۔(۳۳) یتیم کا مال کھانا۔(۳۴) ماں باپ کی نافرمانی کر کے تکلیف دینا۔(۳۵) بے خطا جان کر قتل کرنا۔(۳۶) جھوٹی قسم کھانا۔(۳۷) رشوت لینا۔ (۳۸) رشوت دینا۔

(۳۹) رشوت کے معاملہ کو چکانا۔ (۴۰) شراب پینا۔ (۴۱) جُوا کھیلنا۔ (۴۲) ظلم کرنا۔ (۴۳) کسی کا مال بغیر اس کی رضامندی کے لے لینا۔ (۴۴) سود لینا۔ (۴۵) سود دینا۔ (۴۶) سود لکھنا۔ (۴۷) سود پر گواہ بننا۔ (۴۸) جھوٹ بولنا۔ (۴۹) امانت میں خیانت کرنا۔ (۵۰) وعدہ خلافی کرنا۔

(ماخوذ از "حیات المسلمین" و "جزاء الاعمال")

حفاظتِ نظر

مرتبہ: حضرت مولانا ومرشدنا شاہ ابرارالحق صاحب مدظلہٗ العالیٰ

امابعد! بدنگاہی کی مضرات اس قدر ہیں کہ بسا اوقات ان سے دنیا اور دین دونوں ہی تباہ وبرباد ہیں۔ آج کل مرضِ روحانی میں مبتلا ہونے کے اسباب بہت زیادہ پھیلتے جاتے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بعض مضرات اور اس سے بچنے کا علاج مختصر طور پر تحریر کردیا جائے تاکہ اس کی مضرات سے حفاظت کی جاسکے۔ چنانچہ حسبِ ذیل امور کا اہتمام کرنے سے نظر کی حفاظت بہ سہولت ہوسکے گی:

(۱)...... جس وقت مستورات کا گذر ہو اہتمام سے نگاہ نیچی رکھنا خواہ کتنا ہی نفس کا تقاضا دیکھنے کا ہو جیسا کہ اس پر عارف ہندی حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے اس طور پر متنبہ فرمایا ہے ؎

دین کا دیکھ ہے خطر اٹھنے نہ پائے ہاں نظر
کوئے بُتاں میں تو اگر جائے تو سر جھکائے جا

(۲)...... اگر نگاہ اٹھ جاوے اور کسی پر پڑ جاوے تو فوراً نگاہ کو نیچے کرلینا خواہ کتنی ہی گرانی ہو خواہ دم نکل جانے کا اندیشہ ہو۔

(۳)...... یہ سوچنا کہ نگاہ کی حفاظت نہ کرنے سے دنیا میں ذلّت کا اندیشہ ہے۔ طاعت کا نور سلب ہوجاتا ہے۔ آخرت کی تباہی یقینی ہے۔

(۴)...... بدنگاہی پر کم از کم چار رکعت نفل پڑھنے کا اہتمام اور کچھ نہ کچھ حسب گنجائش خیرات اور کثرت سے استغفار کرے۔

(۵)...... یہ سوچنا کہ بدنگاہی کی ظلمت سے قلب ستیاناس ہوجاتا ہے اور یہ ظلمت بہت دیر میں دور ہوتی ہے حتیٰ کہ جب تک بار بار نگاہ کی حفاظت نہ کی جائے باوجود تقاضے کے اس وقت تک قلب صاف نہیں ہوتا۔

(۶)...... یہ سوچنا کہ بدنگاہی سے میلان پھر میلان سے محبت اور محبت سے عشق پیدا ہوجاتا ہے اور ناجائز عشق سے دنیا و آخرت تباہ ہوجاتی ہے۔

(۷)...... یہ سوچنا کہ بدنگاہی سے طاعات، ذکر و شغل سے رفتہ رفتہ رغبت کم ہوجاتی ہے حتیٰ کہ ترک کی نوبت آتی ہے پھر نفرت پیدا ہونے لگتی ہے۔

زندگی کا ویزا ناقابل توسیع ہے اور دنیا کی لذّات فانیہ کی حقیقت

ہم لوگ دنیا کے نیشنل نہیں ہیں اور ویزا بھی ناقابلِ توسیع ہے۔ یہاں تو کلرک کو کچھ دے کر ویزا میں توسیع بھی کرالیتے ہیں اور زندگی کا ویزا جب ختم ہوتا ہے تو اگر پوری ریاست و سلطنت حضرت عزرائیل علیہ السلام کے قدموں پر قربان کردیں کہ صرف اتنی مہلت دے دو کہ دو رکعت پڑھ کر سجدہ میں میاں سے رولیں، معاملہ صاف کرلیں، درخواست رحم کرلیں تو اتنا بھی موقع نہ ملے گا۔ پس اس وقت کو ہر وقت یاد رکھئے کہ جب منہ میں زبان تو ہوگی لیکن اُس وقت ہم بے زبان ہوں گے۔ بیوی اپنے رخسار کو مُردہ شوہر کے لبوں سے مَس کرتی ہے لیکن یہ لب اب ادراکِ لذت سے قاصر ہیں۔ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں لیکن اب سینما اور ٹیلی ویژن اور غیر محرموں کے دیکھنے سے عاجز ہیں۔ اس وقت ؎

کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

(اکبر)

کان اب عورتوں کے نغمات منشورہ از ریڈیو کو سن نہیں سکتے۔ زبان پر شامی کباب اور مرغ کی بریانی رکھی ہے لیکن احساس لذت اور حلق سے نیچے اتارنا ناممکن ہے۔ پس تمام لذاتِ فانیہ کی جب حقیقت یہی ہے کہ اچانک ہم ان سے الگ ہوجاویں گے تو زندگی کا ویزا ختم ہونے سے پہلے اسی حیات عارضی کے چراغ سے حیات اُخروی کا چراغ روشن کرلینا چاہئے ورنہ حیات دنیا کا چراغ گل ہونے کے بعد کس نعمت کو اپنی جان کا تکیہ اور سہارا بناؤ گے اور اگر تعلق مع اللہ کی دولت اپنی جان میں سے نیم جان دے کر حاصل کرلو گے تو پھر اس جان میں صد جان محسوس کرو گے۔ نیم جان دینے کا مطلب یہ ہے کہ گناہوں سے بچنے میں جو کلفت پیش آوے اس کو برداشت کرلو۔

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
انچہ در ہمت نیاید آں دہد

اس نعمت قرب کی لذت کے سامنے کائنات کے خزانوں پر نگاہ کرنا اپنی توہین معلوم ہوگئی جس طرح باز شاہی بوجہ قرب شاہ کے اس قدر روالی حوصلہ ہوجاتا ہے کہ بجز شیر نر کے، ہرن اور چیتوں کے شکار کو اپنی توہین سمجھتا ہے۔ بادشاہ کی نظر اُس کی نگاہ میں غیرت و ہمت کا معیار اس قدر بلند کردیتی ہے کہ یہ جانوروں کے بادشاہ یعنی شیرِ تر نر پر حملہ کرتا ہے۔

می نگیرد بازشہ جُز شیر تر
کر گحاں بر مردگاں بکشادہ نر

(اختر)

اسی طرح جب مومن کی روح مجاہدات اور ریاضات کے ذریعہ اور کسی مصاحب حق کی صحبت کے فیض سے مصاحب سلطان حقیقی ہوجاتی ہے تو بزبانِ حال پکار اٹھتی ہے۔

رُخ زرّیں من منگر کہ پائے آہنیں دارم
چہ میدانی کہ در باطن چہ شاہ ہمنشین دارم

تَرجَمہ: اے مخاطب! میر پیلے چہرے کو دیکھ کر یہ خیال نہ کرنا کہ میں کمزور ہوں بلکہ راہِ حق پر میں لوہے کے پاؤں رکھتا ہوں تجھے کیا معلوم کہ میرے باطن کو کس سلطان السلاطین اور احکم الحاکمین کی معیتِ خاصہ حاصل ہے۔

پس یہ مبارک اور خوش بخت جان عارف مصاحب حق مثل بادشاہی کے ہے کہ ساری کائنات ولذات مافیہا سے اپنی نگاہ پرواز کو قطع نظر کرتی ہوئی عرشِ اعظم اور صاحبِ عرشِ اعظم سے رابطہ قائم رکھتی ہے اور اس کی نگاہوں میں تمام ماسوی اللہ ناقابلِ التفات اور بے قدر ہو جاتے ہیں ۔

روح او سیمرغ بس عالی طواف
ظل او اندر زمین چوں کوہ قاف

تَرجَمہ: عارف کی روح عرش پاک کا طواف کرتی ہوتی ہے اور جسم اس کا دنیا کی زمین پر مثل پہاڑ پڑا ہوتا ہے۔

حلاوتِ ایمان

(ایمان کی مٹھاس)

حدیث

﴿ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَ مَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ يَّكْرَهُ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ﴾

(مشكوٰة المصابيح، كتابُ الايمان، ص: ۱۲)

تَرجَمہ: تین خصائل جس میں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت پالے گا۔ایک یہ کہ اللہ اور رسول اس کے قلب میں تمام موجودات سے زیادہ محبوب ہوں۔دوسرے یہ کہ کسی

بندے سے صرف اللہ کے لئے محبت کرے۔ تیسرے یہ کہ کفر کی طرف لوٹنا اس کو اس قدر نا گوار ہو جیسے کہ اس کو آگ میں ڈالا جانا نا گوار ہو۔

حلاوتِ ایمانی کیا ہے؟

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج:۱،ص:۴۷ پر حلاوتِ ایمانی کی پانچ علامات تحریر فرمائی ہیں:

﴿۱......اِسْتِلْذَاذُ الطَّاعَاتِ﴾

طاعات میں لذّت محسوس کرنا۔

﴿۲......وَاِیْثَارُهَا عَلٰی جَمِیْعِ الشَّهَوَاتِ وَالْمُسْتَلَذَّاتِ﴾

اور ذکر و طاعت کو تمام خواہشات نفسانیہ و لذات پر ترجیح دینا۔

﴿۳......وَتَحَمُّلُ الْمَشَاقِّ فِیْ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لئے ہر مشقت اور ہر کلفت کو خوشی خوشی برداشت کرنا۔

(بِقَاعِدَةِ اِذَا جَآءَ تِ الْاُلْفَةُ رُفِعَتِ الْكُلْفَةُ)

جب الفت آتی ہے تو کلفت ختم ہو جاتی ہے۔

﴿٤......وَتَجَرُّعُ الْمَرَارَاتِ فِی الْمُصِیْبَاتِ﴾

اور مصائب کے تلخ گھونٹ کو پی جانا۔

(اَلْمَرَارَاتُ بِفَتْحِ الْمِیْمِ جَمْعُ مَرَارَةٍ بِفَتْحِ الْمِیْمِ۔ مَرَارَةٌ: پِتّہ)

گذر گئی جو گذرنا تھی دل پہ پھر بھی مگر
جو تیری مرضی کے بندے تھے لب ہلا نہ سکے
جو روستم سے جس نے کیا دل کو پاش پاش
اخترؔ نے اس کو بھی تہ دل سے دُعا دیا

(حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڈھی)

﴿۵......وَالرِّضَاءُ فِی الْقَضَاءِ جَمِیْعَ الْحَالاَتِ﴾

اور ہر حال میں حق تعالیٰ کی قضاء وفیصلہ اور تقدیر سے خوش رہنا۔ تنگی، فراخی، صحت، مرض، خوشی، غمی ہر حال میں یَرْضُوْنَ عَمَّنْ مَوْلٰهُمْ اپنے مولیٰ سے راضی رہتے ہیں۔ (مرقاۃ)

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زمان از غیب جان دیگر ست

حلاوتِ ایمانی پر حسنِ خاتمہ کی بشارت

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت نقل فرماتے ہیں:

﴿وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلاَوَةَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لاَ تَخْرُجُ مِنْهُ اَبَدًا فَفِیْهِ اِشَارَةُ اِلٰی بَشَارَةِ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ لَهٗ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، ج: ۱، ص: ۷۴)

ترجمہ: وارد ہے کہ بے شک جس دل میں ایمان کی حلاوت (مٹھاس) داخل ہوجاتی ہے تو پھر اس دل سے مٹھاسِ ایمان کبھی نہیں نکلتی۔ پس اس روایت میں بشارت ہے اس کے حسنِ خاتمہ کی جس کے دل میں حلاوتِ ایمانی داخل ہوجاوے۔

حلاوتِ ایمانی سے کیا مراد ہے؟

حلاوتِ ایمانی سے مراد معنوی حلاوت ہے یعنی باطن میں قلب ورُوح اس حلاوت کو محسوس کرتے ہیں۔ لیکن حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب بات بیان فرمائی کہ حسّی اور معنوی دونوں حلاوت مراد ہے:

﴿وَاَغْرَبَ ابْنُ حَجَرٍ حَیْثُ قَالَ ذَوْقًا حِسِّیًا اَوْ مَعْنَوِیًّا﴾

(مرقاۃ المفاتیح، ج: ۱، ص: ۷۶)

احقر عرض کرتا ہے کہ بہت سے عشاقِ حق کو حسی طور پر یہ مٹھاس محسوس ہونا

منقول ہے۔ چنانچہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اللہ اللہ ایں چہ شرین ست نام
شیرو شکرمی شود جانم تمام

ترجمہ: اللہ اللہ کیا پیارا نام ہے کہ اس نام سے جان میں دودھ اور شکر کے مل جانے والی مٹھاس محسوس ہو رہی ہے۔

اور اس مٹھاس پر مولانا نے عجیب استدلال دیوان شمس تبریز میں پیش کیا ہے ؎

اے دل ایں شکر خوشتریا آنکہ شکر سازو
اے دل ایں قمر خوشتریا آنکہ قمر سازد

ترجمہ: اے دل یہ شکر (چینی) زیادہ میٹھی ہے یا شکر کا خالق اور بنانے والا زیادہ میٹھا ہے اور اے دل یہ چاند جیسے حسین زیادہ اچھے ہیں یا ان کا بنانے والا زیادہ اچھا ہے۔

چہ باشدآں نگار خود کہ بنددایں نگارہا

مثنوی میں ایک جگہ اور ارشاد ہے ؎

نام او چو بر زبانم می رود
ہر بُنِ مو از عسل جوئے شود

ترجمہ: جب میں اللہ پاک کا نام پاک لیتا ہوں تو اتنا لطف محسوس ہوتا ہے جیسے کہ میرے بال بال سے شہد کی نہریں جاری ہوگئیں۔

اس صدی کے بعض بزرگ ایسے گذرے ہیں کہ انہوں نے اپنا حال بتایا کہ جب اللہ کا نام لیتے ہیں تو منہ واقعی میٹھا ہو جاتا ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ اور بیان فرماتے ہیں ؎

بوئے آں دلبر چوں پرّاں می شود
ایں زبانہا جملہ حیراں می شود

ترجمہ: جب حق تعالیٰ جو محبوب حقیقی ہیں ان کی طرف سے قرب کی ہوائیں ہماری روح تک آتی ہیں تو اس لذت کو بیان کرنے کے لئے تمام زبانیں اور لغات محوِ حیرت ہو جاتے ہیں۔

اسی مفہوم کو حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تہجد کے وقت جب اپنی روح میں اس قرب کی بہار کو محسوس کرتے تھے تو یوں تعبیر فرماتے تھے ؎

کیوں بادصبا آج بہت اشکبار ہے
شاید ہوا کے رُخ پہ کھلی زلف یار ہے

اور اللہ والوں کے نام لینے کی بہاریں دور دور تک محسوس ہوتی ہیں۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

گفت پیغمبر کہ بر دست صبا
از یمن می آیدم بوئے خدا

یہی وہ کیف و مستی بے خودی ہے جس کو حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

چو حافظ گشت بے خود کے شمارد
بیک جَو مملکت کاؤس و کے را

ترجمہ: جب حافظ بے خود اور مست ہوتا ہے تو کاؤس اور کَے کی سلطنت کو ایک جَو کے بدلے بھی شمار نہیں کرتا۔

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں
کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

ترجمہ: اگرچہ میں محبت حق کے میکدہ کا ادنیٰ گدا ہوں لیکن جب ان کے نام کی لذت سے مست ہوتا ہوں تو ناز سے آسمان پر اور ستاروں پر حکم کرتا ہوں۔

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

(مجذوبؔ)

احقر کے چند اشعار ؎

ہر لمحۂ حیات گذارا ہم نے
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

ہر وادی ویراں میں گلستان نظر آیا
قرباں میں ترے نام کی لذت پہ خدایا

مجھ کو جینے کا سہارا چاہیے
دل ہمارا غم تمہارا چاہیے

دل چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لئے ہوئے

ارے یارو! جو خالق ہو شکر کا
جمالِ شمس کا نورِ قمر کا

نہ لذت پوچھ پھر ذکرِ خدا کی
حلاوتِ نامِ پاکِ کبریا کی

وہ کون سے اعمال ہیں جن سے ایمان کی حلاوت دل کو نصیب ہوتی ہے

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تمام موجودات کائنات سے زیادہ ہو۔ اس محبت سے مراد محبت عقلی ہے یا محبت ایمانی مراد ہے، محبت طبعی مراد نہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿وَلَيْسَ الْمُرَادُ الْحُبَّ الطَّبْعِيَّ لِاَنَّهُ لَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْاِخْتِيَارِ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، ج: ۱، ص: ۷۳)

جس طرح سے مریض اپنے اختیار سے دوا پیتا ہے باوجود طبعی ناگواری کے لیکن عقلاً دوا

کو مفید سمجھ کر پی لیتا ہے۔

﴿کَحُبِّ الْمَرِیْضِ الدَّوَاءَ فَاِنَّهٗ یَمِیْلُ اِلَیْهِ بِاخْتِیَارِهٖ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، ج: ۱، ص: ۷۳)

لفظِ حلاوت کی وجہ تسمیہ

چونکہ مٹھاس کا حسیات اور محسوسات میں انسان کے لئے محبوب ہونا بہت واضح تھا اس لئے یہ لفظ استعمال فرمایا گیا۔ (مرقاۃ)

وَقَالَ هٰكَذَا حَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ عَسْقَلَانِیُّ فِیْ فَتْحِ الْبَارِیْ (ج:۱،ص:۶۱) وَعَبَّرَ الشَّارِعُ عَنْ هٰذِهِ الْحَالَةِ بِالْحَلَاوَةِ لِاَنَّهَا اَظْهَرُ اللَّذَائِذِ الْمَحْسُوْسَةِ

محبت رسول سے کیا مراد ہے؟

وَمِنْ مَّحَبَّتِهٖ نَصْرُ سُنَّتِهٖ وَالذَّبُّ عَنْ شَرِیْعَتِهٖ وَتَمَنّٰی اِدْرَاكِهٖ فِیْ حَیَاتِهٖ لِیَبْذُلَ نَفْسَهٗ وَمَالَهٗ دُوْنَهٗ.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے حقوق سے یہ ہے کہ آپ کی سنت کو زندہ کرے اور غیرِ شریعت کو مثلِ بدعت و رسومات جہل کو شریعت سے دور کرے اور تمنا کرنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی کہ اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پا جاتے تو آپ کے لئے اپنی جان اور مال کو فدا کر دیتے جیسا کہ صدّیق کی تعریف میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے:

﴿اَلَّذِیْ یَبْذُلُ الْکَوْنَیْنِ فِیْ رِضَاءِ مَحْبُوْبِهٖ﴾

صدیق وہ ہوتا ہے جو اپنے محبوب حقیقی تعالیٰ شانہٗ اور محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دونوں جہاں لٹا بیٹھے۔

دونوں عالم دے چکا ہوں مے کشو
یہ گراں مے تم سے کیا لی جائے گی

جہانِ آخرت کس طرح فدا کرے یعنی ثواب اور جنت سے زیادہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھے۔ کیونکہ ثواب اور جنت نعمت اور منعم (نعمت دینے والا) کا درجہ نعمت سے زیادہ ہوتا ہے۔ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بذکر حبیب از جہاں مشتغل
بہ سودائے جاناں ز جاں مشتغل
بہ یادِ حق از خلق بگریختہ
چناں مست ساقی کہ مے ریختہ

ترجمہ: محبوب حقیقی کی یاد میں سارے جہاں سے بے پرواہ ہیں اور اس محبوب کی محبت میں اپنی جان کو بھی بھولے ہوئے ہیں اور یادِ حق میں مخلوق سے بھاگے ہوئے ہیں اور ساقیٔ ازل پر ایسے مست ہوئے کہ مے اور جامِ مے بھی پھینک چکے یعنی نعمتوں کی طرف التفات نہ رہا جب منعم حقیقی کی یاد چھا گئی جیسا کہ علامہ ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں کہ شکر کی حقیقت منعم حقیقی کی یاد میں غرض ہونا ہے نہ کہ نعمتوں میں غرق ہو کے منعم حقیقی کو بھول جانا۔

ایک حکایت

محبت طبعی اور محبت عقلی کو سمجھنے کے لئے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قصہ بیان فرمایا ہے۔

ایک بزرگ نے ایک بزرگ سے کہا کہ ہمارے دل میں اپنے والد صاحب کی محبت حضور صلی اللہ علیہ سلم کی محبت سے زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ ہمارے ایمان کا کیا حال ہوگا۔ وہ بزرگ محقق عارف تھے خاموش ہو گئے۔ بعد مدت ایک دن فرمایا کہ آج آپ کے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محاسنِ سیرت کا ذکر شریف کریں گے۔ خوب فصاحت اور محبت سے حالات اور اوصاف سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے کرتے اچانک رُک کر فرمایا کہ مگر آپ کے والد صاحب میں بھی حسب ذیل خوبیاں

ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ بزرگ ناراض اور غصہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ کیا جوڑ ہے؟ کہاں ذکر حبیب مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں آپ نے ہمارے ابا کا نام اس وقت بے موقع لے لیا۔ مولانا ابا کا ذکر چھوڑیئے جو بیان فرما رہے تھے اسی کو بیان فرمائیے۔ بس اُن محقق عارف بزرگ نے فرمایا کہ اب تو سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ محبت آپ کے دل میں کس کی زیادہ ہے۔ آپ کا شبہ اور خلجان دور ہوا یا نہیں؟ خوب ہنسے اور فرمایا ؎

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی

مرا با جانِ جاں ہمراز کردی

فرمایا، ہاں بھائی ہم غلطی پر تھے۔ محبت طبعی کے سبب ہم کو یہ شبہ تھا اب معلوم ہوا کہ محبتِ عقلی اور محبتِ ایمانی اصل چیز ہے اور اس کا پتہ تقابل سے ہوتا ہے۔

حدیثِ بالا بخاری شریف میں مروی ہے اور اس میں حلاوتِ ایمانی کو شرح بخاری میں ملاحظہ فرمائیے:

حلاوتِ ایمانی کے متعلق حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری کی تحقیق

حلاوتِ ایمانی کے متعلق بخاری شریف میں اسی حدیث کے متعلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل باب حلاوۃ الایمان قائم فرمایا ہے اور ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مقصود مصنف کا اس باب سے یہ بتلانا ہے کہ اِنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ مِنْ ثَمَرَاتِ الْاِیْمَانِ ایمانی حلاوت ایمان کے پھلوں سے ہے چونکہ کلمۂ طیبہ کی مثال حق تعالیٰ شانہٗ نے شجرۂ طیبہ سے قرآنِ پاک میں بیان فرمائی:

﴿کَلِمَۃٌ طَیِّبَۃٌ کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ﴾

فَالْکَلِمَۃُ ھِیَ کَلِمَۃُ الْاِخْلَاصِ وَالشَّجَرَۃُ اَصْلُ الْاِیْمَانِ وَ اَغْصَانُھَا اِتِّبَاعُ الْاَمْرِ وَاجْتِنَابُ النَّھْیِ وَوَرَقُھَا مَایَھْتَمُّ بِہِ الْمُؤْمِنُ مِنَ

الْخَيْرِ وَثَمَرُهَا عَمَلُ الطَّاعَاتِ وَحَلاَ وَةُ الثَّمَرِ جَنْيُ الثَّمَرَةِ وَغَايَةُ كَمَالِهٖ تَنَاهِيْ نَضْجُ الثَّمَرَةِ وَبِهٖ تَظْهَرُ حَلاَ وَتُهَا. (فتح الباری، ج: ۱، ص: ۶۰)

ترجمہ: کلمہ طیبہ کی مثال شجرۂ طیبہ ہے پس کلمہ وہی کلمہ اخلاص ہے اور شجرہ ایمان کی جڑ ہے اور اس کی شاخیں احکام کی اتباع اور نواہی سے اجتناب ہے اور اس کے اوراق مومن کا جملہ خیر کے اعمال کا اہتمام ہے اور اس کا پھل طاعات ہیں اور پھل کی مٹھاس پختگی ہے پھلوں کی اور کمال حلاوت پھل کا خوب پختہ ہو جانا ہے اور اسی سے اس کی حلاوت کا ظہور ہوتا ہے۔

محبت سے مراد حُبِ عقلی ہے۔ تفسیرِ بیضاوی کے حوالہ سے ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿وَالْمُرَادُ هُنَا الْحُبُّ الْعَقْلِيُّ الَّذِيْ هُوَ اِيْثَارُ مَايَقْتَضِي الْعَقْلُ السَّلِيْمُ رُجْحَانَهٗ لِاَنَّ الْمَرِيْضَ الصَفْرَاوِيْ يَجِدُطَعْمَ الْعَسْلِ مُرًّا وَالصَّحِيْحُ يَذُوْقُ حَلاَوَتَهٗ عَلٰى مَا هِيَ عَلَيْهِ﴾

ترجمہ: اور مراد محبت سے اس حدیث میں محبت عقلی ہے جس کو عقلِ سلیم اختیار کرلے کیونکہ مریض صفراوی شہد کو کڑوا محسوس کرتا ہے اور تندرست اس کا اصلی ذائقہ پاجاتا ہے۔

﴿وَمَعْنٰى حَلاَ وَةِ الْاِيْمَانِ اسْتِلْذَاذُ الطَّاعَاتِ وَتَحَمُّلُ الْمَشَاقِ فِي الدِّيْنِ وَاِيْثَارُ ذٰلِكَ عَلٰى اعْرَاضِ الدُّنْيَا﴾

ترجمہ: اور حلاوت ایمانی کا مفہوم عبادات میں لذت محسوس کرنا دین کی تمام تکالیف کو برداشت کرنا اور دنیا کے مال و اسباب پر ایمان کے تقاضوں کو ترجیح دینا۔

یہ محبت کیسے حاصل ہوتی ہے؟

﴿وَمَحَبَّةُ الْعَبْدِ لِلّٰهِ تَحْصُلُ بِفِعْلِ طَاعَتِهٖ وَتَرْكِ مُخَالَفَتِهٖ وَكَذٰلِكَ الرَّسُوْلُ﴾

ترجمہ: بندہ کو اللہ تعالیٰ کی محبت، اطاعت کے اہتمام اور نافرمانی کے اجتناب سے

حاصل ہوتی ہے۔

صوفیائے محققین نے فرمایا کہ یہ محبت ان دو باتوں کے علاوہ ذکر اللہ کے دوام اور انعاماتِ الٰہیہ میں تفکر کے التزام اور صحبتِ عاشقانِ حق کے اہتمام سے حاصل ہوتی ہے۔ (از افاداتِ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

ثلٰث سے مراد ثلٰث خصال ہے یعنی یہ تین خصائل جن میں ہوں گی وہ حلاوتِ ایمان پالے گا۔ اور بِھِنَّ کی شرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمائی اَیْ بِوُجُوْدِھِنَّ فِیْ نَفْسِہٖ.

حلاوتِ ایمانی کے لیے پہلی خصلت

﴿اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا﴾

ترجمہ: کہ محبت اللہ اور رسول کی زیادہ ہو تمام موجوداتِ کائنات سے۔

اس کے متعلق حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مما کے بجائے ممن کیوں نہیں فرمایا تو اس میں یہ بلاغت ہے کہ من ذوالعقول کے لئے آتا ہے اور ما عام ہے مَنْ یَعْقِلُ اور مَنْ لَّایَعْقِلُ پر یعنی ما سے تمام موجوداتِ کائنات کا شمول ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو اور رسول کی محبت کو عطف سے جمع فرما کر دونوں محبتوں کو شانِ استقلال سے بیان فرمادیا کیونکہ اگر فَمَنْ یَدَّعِیْ حُبَّ اللّٰہِ مَثَلاً وَلَا یُحِبُّ رَسُوْلَہٗ لَا یَنْفَعُہٗ ذٰلِک جو اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرے اور محبتِ رسول سے نہ کرے اس کو محبتِ حق کچھ نافع نہیں۔ وَیُشِیْرُ اِلَیْہِ قَوْلُہٗ تَعَالٰی اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ. پس حق تعالیٰ نے اَطِیْعُوْا امر کا اعادہ رسول کے لئے فرمایا اور اولی الامر کے لئے نہیں فرمایا لِاَنَّھُمْ لَا اسْتِقْلَالَ لَھُمْ فِی الطَّاعَۃِ کیونکہ اولی الامر لوگ مستقلاً مطاع نہیں جب تک وہ اطاعتِ حق اور اطاعت رسول پر قائم ہوں گے۔ طفیلی ہو کر متبوع اور مطاع ہوں گے ورنہ ان کی اطاعت خلافِ حق اور خلافِ رسول میں ہرگز نہ ہوگی۔ (فتح الباری، ج:۱ص:۶۲)

حلاوتِ ایمانی کے لئے دوسرا عمل

﴿مَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لاَ یُحِبُّهٗ اِلاَّ لِلّٰهِ ط﴾

اس حدیث کا دوسرا جزء یہ ہے کہ کسی بندے سے صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت کرے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ:

﴿لاَ یُحِبُّهٗ اِلاَّ لِلّٰهِ اَیْ لاَ یُحِبُّهٗ لِغَرَضٍ وَعَرَضٍ وَعِوَضٍ وَلاَ یَشُوْبُ مَحَبَّتَهٗ حَظٌّ دُنْیَوِیٌّ وَلاَ اَمْرٌ بَشَرِیٌّ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، ج: ۱، ص: ۷۵)

صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کسی بندے سے محبت کی پانچ علامتیں مرقاۃ میں بیان فرمائی ہیں:

(۱)...... وہ محبت کسی غرض سے نہ ہو صرف رضاءِ حق کے لئے ہو۔

(۲)...... دنیا کی دولت اور مال ومتاع حاصل کرنے کے لئے نہ ہو۔

(۳)...... کسی معاوضے اور بدلہ کے لئے یہ محبت نہ ہو۔

(۴)...... یہ محبت کسی دنیوی لذت کے لئے نہ ہو۔

(۵)...... یہ محبت کسی تقاضائے بشری کی تکمیل کے لئے نہ ہو۔

بَلْ مَحَبَّتُهٗ تَکُوْنُ خَالِصَةً لِّلّٰهِ تَعَالٰی فَیَکُوْنَ مُتَّصِفًا بِالْحُبِّ فِی اللّٰهِ تَعَالٰی وَدَاخِلاً الْمُتَحَابِّیْنَ فِی اللّٰهِ (مرقاۃ المفاتیح)

بلکہ یہ محبت ہو صرف اللہ کے لئے پس ہوگی یہ محبت حُب فی اللہ اور یہ دونوں متحابین فی اللہ کہلائیں گے یعنی آپس میں اللہ والی محبت ہے۔

کسی بندے سے اللہ کے لئے محبت پر بخاری شریف کی حدیث سے بشارت

بخاری شریف میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب من جلس فی

المسجد ینتظر الصلوٰۃ وفضل المساجد کے ذیل میں اس حدیث کو روایت کیا ہے:

﴿سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ رَبِّهٖ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ اَخْفٰى حَتّٰى لَا تَعْلَمُ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ﴾

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ، ج: ۱، ص: ۹۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سات قسم کے آدمی ہیں جن کو عرش کا سایہ حق تعالیٰ ایسے دن عطا فرمائیں گے جس دن کہ کوئی سایہ اس سایہ کے علاوہ نہ ہوگا:

(**۱**)...... انصاف کرنے والا امام (خلیفہ وامیر)

(**۲**)...... وہ جوان جس نے اپنی جوانی کا عیش ونشاط حق تعالیٰ کی عبادت اور رضاء میں قربان کردیا۔ جیسا کہ شرح بخاری میں ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری روایت پیش کی:

﴿وَفِيْ حَدِيْثِ سَلْمَانَ شَابٌّ اَفْنٰى شَبَابَهٗ وَنَشَاطَهٗ فِيْ عِبَادَةِ رَبِّهٖ﴾

(فتح الباری، ج: ۲، ص: ۱۴۵)

(**۳**)...... وہ آدمی جس کا دل مساجد میں لٹکا رہتا ہے یعنی منتظر رہتا ہے کہ کب نماز کا وقت آوے اور ہم اس کریم کے دربار میں حاضر ہوں

(**٤**)...... اور وہ دو آدمی جو آپس میں صرف اللہ کے لئے محبت رکھتے ہوں اور ان کا اجتماع اور افتراق محبت حق پر ہو۔

(**۵**)...... اور وہ آدمی جس کو کسی عورت خوبرو اور صاحب حسب ونسب نے گناہ کے

لئے دعوت دی اور اُس نے کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں

(٦)......اور وہ آدمی جن نے صدقہ اس طرح چھپا کر دیا کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی نہیں جانتا کہ داہنے ہاتھ سے کیا خدا کی راہ میں خرچ کیا۔

(۷)......وہ آدمی جو حق تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجائیں۔

ان سات خصائل میں سے صرف ایک خصلت کی یہاں تشریح کرتا ہوں جس کا تعلق محبت ِ للہ اور محبت فِی اللہ سے ہے۔

محبت ِ للہِ اور فِی اللہِ کی تشریح

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری شریف میں فرماتے ہیں کہ حدیث مذکور کا چوتھا جُز و محبت فی اللہ وللہ اور اس پر اجتماع اور افتراق سے کیا مراد ہے؟

(از فتح الباری، ج:۲،ص:۱۴۵)

تَحَابَّا: اَیْ اشْتَرَکَا فِیْ جِنْسِ الْمَحَبَّةِ وَاَحَبَّ کُلُّ مِنْهُمَا الْاٰخَرَ حَقِیْقَةً لاَ اِظْهَارًا فَقَطْ.

محبت آپس میں ایک دوسرے سے صرف اللہ کے لئے حقیقت میں ہو صرف اظہار کے لئے نہ ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ:

﴿رَجُلاَنِ قَالَ کُلُّ مِنْهُمَا لِلْاٰخَرَ اِنِّیْ اُحِبُّکَ فِی اللّٰهِ فَصَدَرَا عَلٰی ذٰلِکَ﴾

دو آدمیوں نے کہا ایک دوسرے سے کہ میں تجھ سے اللہ کے لئے محبت رکھتا ہوں اور پھر اسی محبت پر وہ واپس ہوئے۔

﴿اِجْتَمَعَا عَلٰی ذٰلِکَ وَتَفَرَّقَا عَلَیْهِ اَیْ عَلٰی حُبِّ الْمَذْکُوْرِ﴾

یعنی یہ اجتماع اور افتراق اسی محبت للّٰہی پر ہوا۔

وَالْمُرَادُ اَنَّهُمَا دَامَا عَلَی الْمَحَبَّةِ الدِّیْنِیَّةِ وَلَمْ یَقْطَعَا بِعَارِضٍ دُنْیَوِیٍّ سِوَاءً اجْتَمَعَا حَقِیْقَةً اَمْ لاَحَتّٰی یُفَارِقَ بَیْنَهُمَا الْمَوْتُ.

اور مراد یہ ہے کہ یہ دونوں اس محبت دینیہ پر ہمیشہ قائم رہیں اور اس تعلق اور محبت للّٰہی کو دنیوی تکالیف اور دنیائے حقیر کی خاطر سے قطع نہ کریں خواہ یہ اجتماع ظاہری طور پر ہو کہ ایک جگہ رہتے ہوں یا دور قیام رکھتے ہوں مگر دل سے قریب ہوں یہاں تک کہ ان دونوں کو موت ہی جدا کردے۔ یعنی آخری سانس تک اس پاک محبت کو قائم رکھتے ہوئے اپنی اپنی قبروں میں سو گئے ؎

خدا رحمت کنداِیں عاشقانِ پاک طینت را

دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست
تا نہ پنداری کہ تنہامی روی

ترجمہ: سعدی کی آنکھیں اور دل تیرے ہمراہ ہیں تا کہ تو یہ نہ سمجھے کہ میں تنہا جا رہا ہوں۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اگر جسم دور ہو تو دل سے قریب ہونا کافی ہے اور اگر قرب حسی ہو اور دل نہ ملے تو یہ ملنا نہیں۔

بقول شاعر ؎

آدمی آدمی سے ملتا ہے
دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

اور احقر کا شعر ہے ؎

آنکھ سے آنکھ ملی دل سے مگر دل نہ ملا
عمر بھر ناؤ پہ بیٹھے مگر ساحل نہ ملا

بعض لوگ عمر بھر شیخ کے پاس رہتے ہیں مگر مناسبت باطنی نہ ہونے سے نفع تام نہیں ہوتا۔

افسوس کہ بعض لوگ دنیا کے حسینوں سے محبت کرنا جانتے ہیں لیکن اللہ والے جن کی روحیں آفتاب اور ماہتاب سے زیادہ حسین اور روشن ہیں ان کی محبت کرنا

نہیں جانتے حالانکہ دراصل یہی حضرات محبت کے قابل ہیں۔

بقول عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ ؂

مہرِ پاکاں درمیان جاں نشاں
دل مدہ الا بہ مہر دل خوشاں

مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاک بندوں کی محبت کو جان کے اندر رکھلو، جمالواور خبردار! دل کسی کی محبت میں مت دینا مگران کودل دینا جن کا دل اللہ والا ہونے سے اچھادل ہوتا ہے۔

ایسے دل کوقرآن میں قلبِ سلیم سے پکارا گیا ہے۔اِلَّا مَنْ اَتَی اللہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ الآیۃ. برعکس دنیا کے فانی حسینوں کے جن کا انجام یہ ہے کہ افسردہ گل کی طرح کل مرجھائے ہوئے ہونگے ،اوران کے عاشق بھی ندامت سے افسردہ ہوں گے۔

احقر کے اشعار ؂

اُن کے عارض کی عارضی ہے بہار
پھول ان کے سدا بہار نہیں

اپنے کچھ پُرانے اشعار بھی یادآئے ؂

ان کے عارض کو لغت میں دیکھو
کہیں مطلب نہ عارضی نکلے

یہ چمن صحراء بھی ہوگا یہ خبر بلبل کو دو
تاکہ اپنی زندگی کو سوچ کر قرباں کرے

تم نے دیکھا بگڑتی بہت صورتیں
ان کی صورت بھی اک دن بگڑ جائے گی

اللہ تعالیٰ کی محبت کا اگر ذرّہ ٔغم مل جاتا تو بقول علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ دل قیمتی ہوجاتا ؂

ترے غم کی جو مجھ کو دولت ملے
غمِ دو جہاں سے فراغت ملے
محبت تو اے دل بڑی چیز ہے
یہ کیا کم ہے جو اس کی حسرت ملے

اس غمِ عشق حقیقی پر احقر کا شعر ؎

قلب جو غم سے ہمکنار نہیں
خارِ صحرا ہے گلعذار نہیں

محبت ِ للہ اور فِی اللہِ کا ایک اور انعام عظیم بروزِ محشر

اللہ تعالیٰ کے کسی بندے سے صرف اللہ کے لئے محبت رکھنے کا معمول صوفیاء میں سب سے زیادہ ہے کیونکہ یہ طبقہ اپنے اپنے شیخ سے اور مرشد سے صرف اللہ کے لئے اس قدر محبت رکھتا ہے کہ اس محبت کی روئے زمین پر مثال اور نظیر نہیں ملتی۔ ہمارے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب بھی حضرت حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیتے یا ذکر فرماتے تو آنکھوں میں فرطِ محبت سے آنسو آ جاتے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کانپور میں دورانِ تقریر فیضانِ مرشد کی کرامت کا مشاہدہ کر کے فرطِ محبت اور فرطِ تشکر سے ہائے امداد اللہ کا نعرہ مارا اور پھر منبر پر خاص کیف کی حالت میں بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر سکوت طاری رہا۔ تمام مجمع کا عجیب عالم تھا ہمارے حضرت مرشدنا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اس وعظ میں موجود تھے اور چشم دید نقشہ احقر کو بتایا۔

ایک مرتبہ ایک بیرسٹر نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ سُنا اور بہت متاثر ہو کر کہا ؎

تو مکمل از کمال کیستی
تو مجمل از جمال کیستی

حضرت والا نے فرمایا ؎

من مکمل از کمالِ حاجیم
من مجمل از جمالِ حاجیم

یہ رفاقت اللہ والوں کی جو دنیا میں ہے اسی کا انعام حشر میں یہ ملے گا کہ ان کو اللہ تعالیٰ جمع فرمادیں گے اگرچہ دونوں بہت دور دنیا میں سکونت پذیر رہے ہوں۔

حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

﴿لَوْ اَنَّ عَبْدَيْنِ تَحَابَّا فِي اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَاَحَدٌ فِي الْمَشْرِقِ وَاٰخَرُ فِي الْمَغْرِبِ لَجَمَعَ اللهُ بَيْنَهُمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ هٰذَا الَّذِي كُنْتَ تُحِبُّهٗ فِيَّ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، ص: ۴۲۵)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو بندے جو صرف اللہ کے لئے محبت رکھتے ہیں اگر ایک مشرق میں رہتا ہے اور دوسرا مغرب میں رہتا ہے (یعنی انتہائی دوری جس کو بُعد المشرقین والمغربین سے تعبیر کیا جاتا ہے) اللہ تعالیٰ میدان محشر میں ان کو آپس میں ملادیں گے اور ان دونوں سے ارشاد فرمائیں گے یہ وہی بندہ ہے جس سے تو صرف میری رضاء کے لئے محبت رکھتا تھا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

﴿لَجَمَعَ اللهُ بَيْنَهُمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَیْ لِشَفَاعَةِ اَحَدِهِمَا لِلْاٰخَرِ اَوْ فِي الْجَنَّةِ عَلٰى سَبِيْلِ الْمُصَاحَبَةِ وَالْمُزَاوَرَةِ وَالْمُجَاوَرَةِ وَيَقُوْلُ وَهُوَ اَنْ يَّحْتَمِلَ اَنْ يَّقُوْلَ عَلٰى لِسَانِ مَلَكٍ اَوْبِغَيْرِ وَاسِطَةٍ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا هٰذَا الَّذِي كُنْتَ تُحِبُّهٗ فِيَّ اَیْ لِاَجْلِيْ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، ج: ۹، ص: ۲۵۹)

تَرجَمۃ: ان عاشقانِ حق کو میدانِ محشر میں حق تعالیٰ شانہٗ اس لیے جمع فرمائیں گے تا کہ ایک دوسرے کی شفاعت کریں یا جنت میں ساتھ رہنے کی خواہش پوری ہو اور ملاقات اور قرب کے لئے پڑوس میں وہاں بھی رہیں۔

عاشقاں باہم دگر آمیختند

(از معارف شمس تبریز)

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں بھی عاشقوں کو آپس میں ملا دیتے ہیں اور آخرت میں بھی۔

حضرت مرشدی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اہل اللہ سے دنیا میں رفاقت کا ثمرہ جنت میں رفاقت کی صورت میں عطا ہوگا کہ یہی جزاء موافق عمل ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمایا جَزَآءً وِّفَاقًا اور فرمایا بابا فرید عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ؎

بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق
عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

جو شخص بدون رفیق اور رہبر اللہ تعالیٰ کی محبت کے راستے میں قدم رکھتا ہے اس کی تمام عمر بھی گذر جاوے مگر عشق حق کی حقیقت سے اس کی رُوح آشنا نہ ہوگی۔ اس شعر کو حضرت نے پڑھ کر فرمایا کہ عام لوگ سمجھتے نہیں کہ یہ رفیق کا لفظ بابا فرید عطار رحمۃ اللہ علیہ کہاں سے لائے ہیں، دراصل یہ لفظ اسی آیت قرآنی سے لیا ہے وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا یہ منعم علیہم بندے بڑے اچھے رفیق ہیں اور فرمایا کہ بظاہر تو یہ جملہ خبر یہ ہے لیکن دراصل اس میں انشائیہ بھی پوشیدہ ہے وہ یہ کہ ان کو اپنا رفیق بنالو اور فرمایا کہ حَسُنَ کا لفظ حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرما کر یہ بتادیا کہ ان اللہ والوں سے رفاقت میں جس قدر حُسنِ رفاقت ہوگا اسی قدر نفع ان سے تام ہوگا۔

اگر ہیں آپ صادق اپنے اقرار محبت میں
طلب خود کرلئے جائیں گے دربار محبت میں

(مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی)

احقر عرض کرتا ہے کہ عام حضرت کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ پر عمل کرتے ہیں لیکن ان صادقین متقین کاملین کی صحبت سے نفع پورا نہیں پا سکے کیونکہ ان کی طرف سے صدق میں کمی تھی۔ حضراتِ صادقین تو قیامت تک حق تعالیٰ شانہٗ پیدا فرماتے رہیں گے اور ہر دور اور ہر صدی میں جماعت کی جماعت صادقین کا وجود اس آیت کے صدق کے لئے عقلاً ضروری ہے ورنہ یہ لازم آئے گا کہ حق تعالیٰ نے ہم کو صادقین کی صحبت میں بیٹھنے کا حکم دیا اور صادقین کو دنیا سے اٹھالیا اور قرآن قیامت تک کے لئے نازل ہوا ہے لہٰذا تاابد عاشقانِ حق کا دنیا میں وجود ضروری ہوا۔ البتہ ہماری طرف سے بھی ان صادقین کے پاس رہنے میں صدق ضروری ہو۔ یعنی یہ حضرات افادہ میں مخلص اور صادق ہوں اور ہم استفادہ میں مخلص اور صادق ہوں پھر نفع میں کوئی چیز مانع نہیں۔

انہیں کو وہ ملتے ہیں جن کو طلب ہے
وہی ڈھونڈتے ہیں جو ہیں پانے والے

اُن سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

مجھے سہل ہوگئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغ راہ کے جل گئے

حضرت مرشدی شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حکیم اختر! شیخ کامل متبع سنت وشریعت کے فیض سے اللہ تعالیٰ کا راستہ نہ صرف یہ کہ آسان ہوجاتا ہے بلکہ لذیذ تر بھی ہوجاتا ہے۔

چنانچہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تھانہ بھون سے کیا پایا۔

آمدہ بودم بتوبت در بغل
از در فیضت مسلماں می روم

آہن کو سوزِ دل سے کیا نرم آپ نے
ناآشنائے درد کو بسمل بنا دیا
نقشِ بُتاں مٹایا دکھایا جمالِ حق
آنکھوں کو آنکھیں دل کو مرے دل بنا دیا
مجذوب در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے
صد شکر حق نے آپ کا سائل بنا دیا

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ جو پہلے تصوف کی طرف التفات بھی نہ کرتے تھے۔ چند روز حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس تھانہ بھون کا لطف چکھنے کے بعد یوں بزبانِ حال وبزبان قال گویا ہوئے ۔

جانے کس انداز میں تقریر کی
پھر نہ پیدا شبۂ باطل ہوا
آج ہی پایا مزہ قرآن کا
جیسے قرآں آج ہی نازل ہوا
چھوڑ کر تدریس و درس و مدرسہ
شیخ بھی رندوں میں اب شامل ہوا

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تدریس ودرس ومدرسہ کے چھوڑنے سے اہلِ ظاہر کو اشکال نہ ہونا چاہئے کہ ترک سے مراد ترکِ اکتفاء اور قناعت ہے جو اصلاحِ باطن اور نسبت مع اللہ کے حصول سے غافل رکھے اور اہل اللہ کے پاس جو پندار علم جانے سے اور استفادہ سے مانع بن جائے اس پندار کا ترک مراد ہے۔ اور جب سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر شروع کیا تو وہ لطف آیا کہ بے ساختہ کہہ اُٹھے ۔

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیرِ دورِ جام ہے

اور لُطف نماز تہجد کے متعلق فرمایا۔

وعدہ آنے کا شب آخر میں ہے
صبح سے ہی انتظار شام ہے

حدیث

﴿مَا اَحَبَّ عَبْدٌ عَبْدًا لِلّٰہِ اِلَّا اَکْرَمَ رَبَّہٗ عَزَّوَجَلَّ رَوَاہُ اَحْمَدُ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح)

جو بندہ کسی بندے سے (اس کے اہل اللہ ہونے کے سبب) محبت کرتا ہے صرف اللہ کے لئے تو اس نے حق تعالیٰ کی عظمت اور جلالتِ شان کا اکرام کیا۔ یعنی حق تعالیٰ کے ساتھ جو اُن کی نسبت ہے اس کا احترام کیا۔

ایک ملفوظ حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

از: ملفوظات حُسن العزیز، ص: ۱۵۴، (مطبوعہ ملتان)

فرمایا کہ میں نے ہمیشہ اللہ اللہ کرنے والوں کا ادب کیا ہے۔ گو ان سے کچھ لغزشیں بھی ہوتی ہوں حالانکہ میں صاحبِ فتویٰ ہوں مگر اہل اللہ پر فتویٰ کبھی جاری نہیں کیا۔ سب اہل اللہ سے میں نے دعا لی ہے۔

محبت لِلّٰھی اور فی اللّٰھی کا انعام

حدیث قدسی

﴿وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ
وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الحُب فِی اللہ ومِنَ اللہ، ص: ۴۲۶)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہٗ روایت کرتے ہیں کہ ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے کہ میری محبت ان بندوں کے لئے واجب ہو جاتی

ہے جو آپس میں ہمارے لئے محبت رکھتے ہیں اور ہمارے لئے بیٹھتے ہیں اور ہمارے لئے ایک دوسرے کی ملاقات کرتے ہیں اور ہمارے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کی فِیَّ سے مراد فِیْ حُبِّیْ اور سَبِیْلِیْ ہے اور وَجَبَتْ سے مراد ثَبَتَتْ اَوْ تَقَدَّمَتْ ہے۔

فَائِدَۃ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لئے بہترین راستہ اہل اللہ سے صرف اللہ کے لئے محبت کرنا ہے۔

سید سلمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس دور میں اہلِ علم، علم نبوت تو حاصل کر لیتے ہیں اور نورِ نبوت اللہ والوں کے سینوں سے ان کی صحبتوں میں رہ کر نہیں حاصل کرتے اسی سبب سے اعمال اور اخلاق میں کوتاہیاں طاری رہتی ہیں اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ والوں کی محبت کا سوال اس طرح فرمایا:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ
وَحُبَّ عَمَلٍ یُّبَلِّغُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ﴾

(سنن الترمذی، کتابُ الدعوات، باب ما جآء فی عقدۃ التسبیح بالید، ج:۲، ص:۱۸۷)

اس دعاء میں تین محبتوں کا سوال ہے (۱) اللہ تعالیٰ کی محبت (۲) عاشقان حق کی محبت (۳) اُن اعمال کی محبت جو محبت الٰہیہ سے قریب کرنے والے ہیں۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دنیا میں حق تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لئے اس سے آسان اور لذیذ تر اور قریب تر راستہ کہ اہل اللہ سے محبت کی جائے میرے نزدیک اس حدیث کی روشنی میں ہے۔

اس مضمون کی تائید میں ملاحظہ ہو:

ملفوظ حضرت حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

از: کمالاتِ اشرفیہ، ص:۵۸، م:۲۵۲

فرمایا کہ محبت حق پیدا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ محبت والوں کے پاس

بیٹھنا شروع کردے۔

آہن کہ بپارس آشنا شد
فی الفور بصورت طلا شد

ترجمہ: جولوہا کہ پارس پتھر سے مل گیا فی الفور سونا بن جاتا ہے۔

ص:۳۵، ملفوظ :۱۱۷: اہل اللہ کی صحبت سے ذکر اللہ کی توفیق ہوجاتی ہے۔ جس طرح تسبیح ہاتھ میں رکھنے سے خدایاد آجاتا ہے اسی طرح اللہ والوں کو دیکھ کر بھی خدایاد آتا ہے اور ذکر خواہ ناغہ سے ہو، بے لذت ہو اپنا کام دکھاجاتا ہے ایک دن ایسا اللہ نکلے گا کہ اسی وقت صاحب نسبت ہوجاؤ گے، اور واصل ہوجاؤ گے۔

یہاں تک کی تعبیرات احقر کی طرف سے حضرت والا کے دیگر مفلوظات سے پیش کی گئیں جو کمالاتِ اشرفیہ میں موجود ہیں اب الفاظ وعبارت کی نقل ملاحظہ ہو جو صفحۂ مذکور پر ہے:

فرمایا کہ ذکر بے لذت پر بھی مداومت کرنے سے معیت حق کا انکشاف اور قلب کی صحت حاصل ہوجاتی ہے جس کے سامنے ساری لذتیں گرد ہیں۔

محبت لِلّٰھی اور فِی اللّٰھی کا ایک اور انعام

اس محبت کی برکت سے بہت جلد آدمی دیندار ہوجاتا ہے۔

حدیث

﴿اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، ص:۴۲۷)

ترجمہ: ہر شخص اپنے گہرے دوست کے دین پر ہوجاتا ہے پس چاہئے کہ جس کو خلیل بناؤ خوب دیکھ لو کہ کیسا ہے؟

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

﴿قَوْلُہٗ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ اَیْ غَالِبًا وَالْخُلَّۃُ الْحَقِیْقَۃُ لَا تَتَصَوَّرُ اِلَّا فِی

اَلْمُوَافَقَةِ الدِّيْنِيَّةِ اَوِ الْخُلَّةُ الظَّاهِرَةُ قَدْ تُفْضِيْ اِلٰى حُصُوْلِ مَاغَلَبَ عَلٰى خَلِيْلِهٖ مِنَ الْخَصْلَةِ الدِّيْنِيَّةِ وَقَالَ الْغَزَالِيُّ مُجَالَسَةُ الْحَرِيْصِ وَمُخَالَطَتُهٗ تُحَرِّكُ الْحِرْصَ وَمُجَالَسَةُ الزَّاهِدِ وَمُخَالَطَتُهٗ تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا لِاَنَّ الطِّبَاعَ مَجْبُوْلَةٌ عَلَى التَّشَبُّهِ وَالْاِقْتِدَآءِ بَلِ الطَّبْعُ يَسْرِقُ مِنَ الطَّبْعِ مِنْ حَيْثُ لَا يَدْرِيْ وَالْخُلَّةُ الصَّدَاقَةُ وَالْمَحَبَّةُ الَّتِيْ تَخَلَّلَتِ الْقَلْبَ مَضَارَتْ خِلَالَهٗ اَيْ فِيْ بَاطِنِهٖ.

(مرقاۃ المفاتیح، ج: ۹، ص: ۲۵۷)

خلاصۂ ترجمہ: حقیقی محبت اور خلّہ صرف اہل اللہ میں پائی جاتی ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حریص دنیا کی صحبت اور میل جول حریصِ دنیا بنادیتی ہے اور دنیا کی محبت سے پاک بندے یعنی زاہدین کی صحبت زاہد بنادیتی ہے کیونکہ انسان کی طبیعت میں فطری طور پر تشبہ اور اقتداء اور نقل کا مادہ ہوتا ہے۔ پس طبائع غیر شعوری طور پر دوسری طبائع سے اخلاق چُرالیتے ہیں۔

خلّۃ وہ محبت ہے جو قلب کے باطن میں داخل ہوجاوے۔

محبت لِلّٰہی اور فِی اللّٰہی کا ایک اور انعام

اس محبت کی برکت سے بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔

حدیث

﴿عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَجُلًا زَارَ اَخًا لَهٗ فِيْ قَرْيَةٍ اُخْرٰى فَاَرْسَلَ اللّٰهُ لَهٗ عَلٰى مَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا قَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ قَالَ اُرِيْدُ اَخًا لِيْ فِيْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ قَالَ هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا قَالَ لَا غَيْرَ اَنِّيْ اَحْبَبْتُهٗ فِي اللهِ قَالَ فَاِنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَيْكَ بِاَنَّ اللهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الحب فی اللہ)

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص نے ایک شخص کی دوسری بستی میں جا کر ملاقات کی۔ اللہ تعالیٰ نے راستے میں ایک فرشتہ مقرر فرمایا اس نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ اُس نے کہا میرا بھائی جو اس بستی میں رہتا ہے اس سے ملنے جارہا ہوں۔ فرشتے نے دریافت کیا کہ کیا وہ آدمی تیرا مملوک ہے یا تیری اولاد ہے یا ایسا شخص ہے جس کا خرچ تجھ پر لازم ہے یا اس پر شفقت تیرے ذمہ ہے؟ کہا، نہیں! میں صرف اس سے اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے محبت رکھتا ہوں۔ اس فرشتہ نے اس کو خوشخبری سنائی کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول یعنی بھیجا ہوا فرشتہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنا محبوب بنالیا جیسا کہ تو نے اس بندے سے صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت کی۔

﴿هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا اَیْ تَقُوْمُ بِاِصْلَاحِهَا وَاِتْمَامِهَا اَیْ هَلْ هُوَ مَمْلُوْكُكَ اَوْ وَلَدُكَ اَوْغَيْرُهُمَا مِمَّنْ هُوَ فِیْ نَفَقَتِكَ وَشَفَقَتِكَ لِتَحْسُنَ اِلَيْهِ مِنْ رَبِّ فُلَانٍ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، ج:۹، ص:۲۴۹)

حصولِ حلاوتِ ایمان کے لیے حدیث کا تیسرا جزو

﴿وَمَنْ يَّكْرَهُ اَنْ يَّعُوْدَ فِی الْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّلْقٰى فِی النَّارِ﴾

(صحیحُ البخاری، کتابُ الایمان، باب من کرہ ان یعود فی الکفر، ج:۱، ص:۸)

یعنی جس شخص کو کفر کی طرف لوٹنا اس قدر ناگوار ہو جیسے کہ اس کو اگر آگ میں ڈالا جاوے تو اُسے ناگوار ہو اس آگ میں جانا، ایسے شخص کو بھی حلاوت ایمان کی عطا ہوگی۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ، ج:۹، ص:۷۶ پر اس حدیث کی شرح کے ذیل میں فرماتے ہیں:

﴿وَفِيْهِ اِيْمَاءٌ اِلَى الْقَوْلِ السَّادَةِ الصُّوْفِيَةِ الْحِجَابُ اَشَدُّ مِنَ الْعَذَابِ﴾

ترجمہ: اس جُز میں اشارہ ہے صوفیائے کرام کے اس قول کی طرف کہ حجاب اشد ہے عذاب سے۔

اس حدیث کے جزءِ اوّل اور جزءِ ثانی میں فضائل سے تحلّی ہے اور اس تیسرے جز میں رذائل سے تخلّی ہے۔

حصولِ حلاوتِ ایمانی کے لیے ایک اور خاص عمل

بدنظری یعنی بدنگاہی سے بچنے پر بھی اس انعام کا وعدہ ہے۔

حدیثِ قدسی

﴿عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّظْرَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ مَسْمُوْمٌ مَنْ تَرَكَهَا مَخَافَتِيْ اَبْدَلْتُهٗ اِيْمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِيْ قَلْبِهٖ﴾

(طبرانی و ابن کثیر و کنز العمّال، ج:۵، ص:۳۲۸)

ترجمہ: نگاہِ ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر بجھا ہوا تیر ہے، جو شخص مجھ سے ڈر کر اس کو چھوڑ دے گا میں اس کے بدلے میں اُسے ایسا ایمان دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

حدیثِ قدسی کی تعریف

حدیث قدسی وہ حدیث ہے جس کا مفہوم پیغمبر کے دل پر بذریعہ الہام یا خواب یا بواسطۂ فرشتہ القاء کیا جاتا ہے پھر نبی اس کو اپنے الفاظ سے تعبیر کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کر کے بیان کرتا ہے اور قرآن پاک کا ہر لفظ معین جبریل علیہ السلام کی طرف سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿اَلْفَرْقُ بَيْنَ الْحَدِيْثِ الْقُدْسِيِّ وَالْقُرْاٰنِ اَنَّ الْاَوَّلَ يَكُوْنُ بِالْاِلْهَامِ اَوْ مَنَامٍ اَوْ بِوَاسِطَةِ مَلَكٍ بِالْمَعْنٰى فَيُعَبِّرُهٗ بِلَفْظِهٖ وَيَنْسِبُهٗ اِلٰى رَبِّهٖ

وَالثَّانِیُ لَا یَکُوْنُ اِلَّا بِاِنْزَالِ جِبْرَئِیْلَ بِاللَّفَظِ الْمُعَیَّنِ ﴿
(مرقاۃ المفاتیح، ج: ١، ص: ٩٥)

نگاہ بچانے میں چونکہ مجاہدہ شدید ہوتا ہے اس لئے اس پر اجر اور مشاہدہ بھی عظیم ہے اور یہ مجاہدہ ایک دن کا نہیں تمام عمر کا ہے ؎

ہائے جس دل نے پیا خون تمنا برسوں
اس کی خوشبو سے یہ کافر بھی مسلمان ہوں گے

علامہ ابنِ قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جس نے اپنی بصارت کو خدا کے خوف سے حرام جگہوں سے بچایا اس کو اس کے بدلے میں بصیرت (باطنی روشنی) دے دی جاتی ہے۔

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص بدنگاہی کا ارتکاب کرتا ہے اس کو ذکر کی حلاوت سے محروم کر دیا جاتا ہے تاوقتیکہ توبہ نہ کرے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ جب نگاہ کی حفاظت پر حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے تو نگاہ کی حفاظت نہ کرنے پر حلاوت حاصل شدہ چھن جانے کا خطرہ ظاہر ہے۔

احقر نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ ہم لوگ نگاہ کی حفاظت سے حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا مقام یعنی حق تعالیٰ کی راہ میں سلطنت بلخ لٹانے کا درجہ حاصل کر سکتے ہیں اگرچہ ہم سلطان نہیں اور نہ سلطنت لٹانے کے لئے سلطنت کے مالک ہیں۔ ایک صاحب نے دریافت کیا وہ کیسے؟ میں نے عرض کیا اگر اچانک کسی ایسے حسین پر نظر پڑ جاوے جس کو آپ سلطنت بلخ دے کر بھی حاصل کرنا ارزاں سمجھتے ہوں اُس وقت خدا کے خوف سے تعلق نہ قائم کیجئے اور نہ دیکھئے بس آپ نے گویا سلطنت بلخ کا متبادل خدا کے نام پر لُٹا دیا۔

حضرت اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہم نے لیا ہے دردِ دل کھو کے بہارِ زندگی
اِک گُلِ تر کے واسطے ہم نے چمن لُٹا دیا

درحقیقت ان حسینوں کو دیکھنے سے جو عارضی لذت حاصل ہوتی ہے وہ ان کی یاد میں جلنے اور تڑپنے اور نیند حرام ہوجانے نیز صحت جسمانی اور روحانی کے تباہ ہوجانے سے کہیں مہنگی پڑتی ہے ۔

ان سے جو اٹھانی پڑی ہے ہم کو مصیبت
ہم جانتے تو ہرگز انہیں پیار نہ کرتے

اس کے بعد جو رسوائیاں اور ذلتوں کے چرچے اس حُسن پرستی پر ان کے عاشقوں کو سننے پڑتے ہیں وہ الگ عذاب ہوتا ہے ۔

جو پہلے دن ہی سے دل کا نہ ہم کہا کرتے
تو اب یہ لوگوں سے باتیں نہ ہم سنا کرتے

بعض نادان لوگ کہتے ہیں کہ صرف دیکھ لینے یا اُن کا معانقہ کرنے سے یا صرف لبوں سے اُن کا بوسہ لینے سے کیا ہوتا ہے گناہ نہ کریں گے۔ اس نادانی کے متعلق ایسے نادانوں کی خدمت میں صرف اتنا ہی عرض ہے ۔

میرے لب اور ان کے رُخ پر انتہا ہوتی نہیں
بے ہوئے رسوائی ختم مُدّعا ہوتی نہیں

یعنی نفس کے یہ ابتدائی منازل کشاں کشاں انتہائی منزل تک ضرور پہنچادیتے ہیں۔ ایک گناہ سے دوسرے گناہ کی زور دار خواہش اور کشش پیدا ہوتی ہے۔

حضرت حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے چند ارشادات

یہاں پر حضرت حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات نقل کرتا ہوں جس سے ہر گناہ سے بچنا آسان ہے اور خاص کر بدنگاہی کے گناہ سے:

(۱)...... فرمایا کہ شیطان کے گمراہ کرنے کے لئے دوسرا شیطان نہیں آیا تھا بلکہ یہی نفس تھا جس نے اس کو ابلیس بنایا ورنہ اس کا نام عزازیل تھا پس نفس کا ملغوب کرنا

کفار کے ملغوب کرنے سے اہم ہے۔ اسی واسطے مجاہدۂ نفس کو جہادِ اکبر کہا گیا ہے۔
(کمالاتِ اشرفیہ،ص:۴۵)

(۲)...... فرمایا کہ یاد رکھو! خدا کی نافرمانی کے ساتھ مشاہدۂ جمال حق کبھی نہیں ہوسکتا۔ دل اور روح کی آنکھیں اُس وقت کھلتی ہیں جب نفس کو شہوت ولذت کی حرام جگہ سے روکا جائے۔ (کمالاتِ اشرفیہ،ص:۴۵)

(۳)...... فرمایا کہ جس قدر نافرمانی ہوتی جاتی ہے حق سبحانہٗ سے تعلق بندہ کا گھٹتا چلا جاتا ہے اور اس دوسرے ضرر کا تقاضا یہ ہے کہ اگر گناہوں پر عقوبت اور سزا کا اندیشہ نہ بھی ہوتا تب بھی گناہ نہ کرنا چاہئے۔ (کمالاتِ اشرفیہ،ص:۵۳)

(۴)...... فرمایا کہ معصیت سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اوّل ہمت خود کرے اور اس کے ساتھ خدا تعالیٰ سے ہمت طلب کرے اور خاصانِ خدا سے بھی دعاء کرائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچنے کی ضرور ہمت ہوگی۔

صاحبو! کامیابی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ ایک اپنی ہمت دوسرے بزرگوں کی دعاء ان دونوں پہیوں سے گاڑی کو چلاؤ۔ ایک پہیہ کافی نہیں۔

(کمالاتِ اشرفیہ،ص:۵۲)

(۵)...... فرمایا کہ تقاضائے معصیت پر عمل کر لینے کے بعد جو ایک قسم کا سکون محسوس ہوتا ہے ہرگز قابلِ قدر نہیں کیونکہ یہ کیفیت ہے عمل نہیں۔ اور کیفیت موجبِ قرب نہیں بلکہ عمل باعثِ قرب ہے۔ (کمالاتِ اشرفیہ،ص:۵۷)

(۶)...... فرمایا کہ طاعات کے ساتھ تقاضائے معصیت موجبِ قرب ہے اور معصیت کے ساتھ عدمِ تقاضا موجبِ قرب نہیں ہوسکتا بلکہ اِرتکاب سے پہلے جو اس تقاضا کی وہ مخالفت کرتا تھا۔ یہ مقاومت (مقابلہ) اور مجاہدہ کی ایک فرد تھی جو موجبِ قرب ہے۔ (کمالاتِ اشرفیہ،ص:۵۷)

(۷)...... فرمایا کہ درحقیقت یہ شیطان کا ایک دھوکہ ہے کہ گناہ کر لینے سے تقاضا کم

ہوجائے گا۔ کیونکہ ارتکاب معصیت سے فی الحال کچھ دیر کو تقاضا کم ہوجائے گا مگر اس کا اثر یہ ہوگا کہ آئندہ مادّۂ معصیت قوی ہوجاوے گا اور اِزالہ قدرت سے باہر ہوجائے گا (یعنی گناہ کرنے سے وقتی سکون ہوگا لیکن کچھ دیر بعد پہلے سے بھی شدید تقاضا ہوگا اور بار بار گناہ سے یہ تقاضا روز بروز اتنا بڑھتا جاوے گا کہ گناہ چھوڑنا مشکل ہوجاوے گا) (کمالاتِ اشرفیہ، ص:۵۷)

(**۸**)...... فرمایا کہ گناہوں کی آگ خدائی آگ ہے جس کی خاصیت یہ ہے **نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ**۔ یہ اللہ کی آگ ہے روشن کی ہوئی کہ دلوں تک اپنا اثر داخل کردے گی۔ اس کا اصل محل قلب ہے اور دعویٰ سے کہا جاسکتا ہے کہ گنہگار کا دل بے چین رہتا ہے۔ اس کو راحت وچین نصیب نہیں ہوتا۔ گناہ سے دل ضعیف اور کمزور ہوجاتا ہے جس کا تجربہ نزولِ حوادث کے وقت (یعنی مصیبتوں کے نزول میں) ہوتا ہے کہ متقی اُس وقت مستقل مزاج ہوتا ہے اور گنہگار حواس باختہ ہوجاتا ہے۔ (کمالاتِ اشرفیہ، ص:۵۷)

احقر عرض کرتا ہے، گنہگار کو نہ موت آتی ہے نہ حیات سُکھ کی پاتا ہے **لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰی** کی زندگی جو دوزخیوں کی ہوتی ہے وہی دنیا ہی میں اس کی ہوجاتی ہے۔ اعمالِ دوزخ سے زندگی کا دوزخی کے مثل بننا اور اعمالِ جنت سے دنیا ہی میں زندگی کا پُرسکون ہونا یعنی مثل جنتی کے ہونا عقلاً اور تجربۃً مسلم ہے۔

حضرت برتا بگڈھی فرماتے ہیں ؎

اُف کتنا ہے تاریک گنہگار کا عالَم
انوار سے معمور ہے ابرار کا عالَم

احقر کا ایک شعر ؎

نہ نکلی نہ اندر رہی جانِ عاشق
عجب کشمکش میں رہی جانِ عاشق

اور نصِ قطعی سے قرآن میں اس بات کا اعلان فرمادیا گیا ہے کہ نیک بندوں کو حَیٰوۃً طَیِّبَۃً (بالُطف زندگی) عطا ہوتی ہے اور نافرمانوں کو مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا (تلخ زندگی) ملتی ہے۔

(۹)...... فرمایا کہ مسلمان کو گناہ کرتے وقت خدائے تعالیٰ کا خوف ضرور ہوتا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں گے اور آخرت میں عذاب ہوگا۔ یہ خیال ساری لذت کو مکدّر کردیتا ہے۔ اسی وجہ سے مسلمان کو گناہ میں پوری لذت نہیں مل سکتی۔

احقر عرض کرتا ہے بالخصوص وہ مسلمان جو نیک صحبتوں میں رہتے ہیں اور اہل اللہ کے پاس آنا جانا رکھتے ہیں۔ ان کی مجالس میں ان کی روحانی باتیں سنتے ہیں اور کچھ اللہ اللہ کرنے کی توفیق بھی ہوجاتی ہے جن کو اصطلاح میں سالکین سے تعبیر کیا جاتا ہے، ایسے حضرات سے اگر کبھی گناہ ہوجاتا ہے تو اُن کو بہت ہی بے چینی اور سخت پریشانی لاحق ہوتی ہے اور اس کا راز یہ ہے کہ جس گھر میں روشنی پہلے سے ہو پھر اندھیرا اچانک بجلی فیل ہونے سے ہوجاوے تو گھر والے گھبرا جاتے ہیں اور جس گھر میں پہلے ہی سے اندھیرا ہو اُن کے اندھیروں سے کیا گھبراہٹ ہوگی۔ وہ تو مثل چمگادڑ اندھیروں سے مانوس ہوگئے ہیں اور روشنی ہی سے نفور اور دور ہوچکے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو فرمایا ہے ؎

بر دِلے سالک ہزاراں غم بُوَد
گر ز باغ او خلالے کم بُوَد

سالک کے دل پر ہزاروں غم ٹوٹ پڑتے ہیں اگر اس کے باغِ دل سے ایک خلال (یعنی تنکا) بھی کم ہوتا ہے اور جن کا دل خدا کی غفلت سے ویران ہے ان کو کیا محسوس ہوگا؟

(۱۰)...... عشقِ مجازی کے متعلق فرمایا کہ یہ سخت ابتلاء کی چیز ہے۔ اس سے بہت بچنا چاہئے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس معاملہ میں خود مجھ کو اپنا اعتبار نہیں اور چونکہ

میں خود کوئی چیز نہیں اس لئے میری حیثیت سے یہ بے اعتمادی کوئی ایسی اہم نہیں۔ لیکن جو شخص مجھ کو بڑا سمجھتا ہے اور مجھ سے عقیدت رکھتا ہے اس کے لئے یہ عبرت کی بات ہے کہ جس کو ہم بڑا سمجھتے ہیں جب اس کی یہ حالت ہے تو بہت ہی احتیاط رکھنا چاہئے۔

(کمالاتِ اشرفیہ، ص:۱۸۵)

(**۱۱**)...... فرمایا کہ عشق حسین لڑکوں کا حرام ہے اور اس کی تاریکی عورتوں کے عشق سے بھی شدید ہے۔ گو دونوں حرام ہیں لیکن اَمردوں (لڑکوں) کا عشق حرام در حرام ہے اور گُو در گُو ہے۔ کیونکہ حلّت کا وہاں گذر ہی نہیں۔ عورتیں تو فی نفسہٖ محلِ حلت تو ہیں گو عارض کے سبب وہ حلت ثابت نہیں۔ (یعنی عورت کا شوہر مر جاوے تو اس سے نکاح کرلیا جاوے، لیکن امرد سے تو کبھی بھی یہ تعلق جائز نہ ہوگا)

امرد کے متعلق علامہ شامی کی تحقیق

(جلد:۱،ص:۳۰۰)

حسین امرد کا حکم مثل عورت کے ہے:

﴿اَلْاَمْرَدُ هُوَالشَّابُّ الَّذِیْ طَرَّ شَارِبُهٗ وَلَمْ تَنْبُتْ لِحْیَتُهٗ قَالَ فِی الْمُلْتَقَطِ اِذَا بَلَغَ مَبْلَغَ الرَّجُلِ وَلَمْ یَکُنْ صَبِیْحًا فَحُکْمُ حُکْمُ الرِّجَالِ وَاِنْ کَانَ صَبِیْحاً فَحُکْمُهٗ حُکْمُ النِّسَآءِ وَهُوَ عَوْرَةٌ مِنْ فَرْقِهٖ اِلٰی قَدَمِهٖ﴾

تَرجمہ: وہ لڑکا جس کے ڈاڑھی مونچھ نہ ہو اگرچہ بالغ ہو گیا ہو اور خوبصورت ہو تو اس کا حکم مثل عورت کے ہے یعنی سر سے پیر تک اس کا دیکھنا حرام ہو تا لیکن شرط یہ ہے کہ یہ شہوت سے دیکھنا ہو۔

﴿اَجْمَعُوْا عَلٰی اَنَّهٗ یُحْرَمُ النَّظَرُ اِلٰی غَیْرِ الْمُلْتَحِیْ بِقَصْدِ التَّلَذُّذِ بِالنَّظْرِ وَتَمَتَّعُ الْبَصَرُ بِمَحَاسِنِهٖ﴾

اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لیکن اگر ڈاڑھی تھوڑی ہو اور

کسی کو اُس کے دیکھنے میں شہوت اور میلانِ نفس محسوس ہو تو اس کا دیکھنا بھی حرام ہوگا۔ بلکہ بعض فاسقوں کو ایسے لوگوں کی طرف میلان زیادہ ہوتا ہے۔

﴿اَقُوْلُ وَھٰذَا شَامِلٌ لِمَنْ نَبَتَ عِذَارُہٗ بَلْ بَعْضُ الْفَسَقَۃِ یَفْضُلُہٗ عَلَی الْاَمْرَدِ خَالِی الْعَذْرِ﴾

اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کی طرف بدنظری شدید گناہ ہے لیکن اَمردوں کی طرف نظرِ شہوت اشد گناہ ہے۔

﴿اِنَّ حُرْمَۃَ النَّظَرِ اِلَیْہِ بِشَھْوَۃٍ اَعْظَمُ اِثْمًا لِاَنَّ خَشْیَۃَ الْفِتْنَۃِ بِہٖ اَعْظَمُ مِنْھَا وَ لِاَنَّہٗ لَا یَحِلُّ بِحَالٍ بِخِلَافِ الْمَرْأَۃِ﴾

(رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۰۰)

لیکن اگر شہوت اور میلانِ نفس نہ ہو تو خلوت اور نظر میں کوئی مضائقہ نہیں
وَاَمَّا الْخَلْوَۃُ وَالنَّظَرُ اِلَیْہِ لَا عَنْ شَھْوَۃٍ لَا بَأْسَ بِہٖ وَلِھٰذَا لَمْ یُؤْمَرْ بِالنِّقَابِ.

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ، مرقاۃ میں فرمایا ہے کہ:

﴿وَ کَذٰلِکَ یُحْرَمُ النَّظَرُ اِلَی الْاَمْرَدِ اِذَا کَانَ حُسْنُ الصُّوْرَۃِ اَمِنَ مِنَ الْفِتْنَۃِ اَمْ لَا ھٰذَا ھُوَ الْمَذْھَبُ الصَّحِیْحُ الْمُخْتَارُ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، ج: ۶، ص: ۱۹۶)

تَرْجَمَہ: حسین امرد کو دیکھنا حرام ہے خواہ فتنے سے مامون اور محفوظ ہی کیوں نہ ہو۔

﴿لِاَنَّہٗ فِیْ مَعْنَی الْعَوْرَۃِ فَاِنَّہٗ یَشْتَھِیْ وَصُوْرَتُہٗ فِی الْجَمَالِ کَصُوْرَۃِ الْمَرْأَۃِ بَلْ رُبَمَا کَانَ کَثِیْرٌ مِّنْھُمْ اَحْسَنُ صُوْرَۃٍ مِنْ کَثِیْرٍ مِنَ النِّسَآءِ بَلْ ھُمْ بِالتَّحْرِیْمِ اَوْلٰی لِمَا یَتَمَکَّنُ فِیْ حَقِّھِمْ مِنْ طُرُقِ الشَّرِّ مَالَا یَتَمَکَّنُ مِنْ مِّثْلِہٖ فِیْ حَقِّ الْمَرْأَۃِ﴾

تَرْجَمَہ: کیونکہ امرد معنوی طور پر عورت ہے کہ وہ محلِ شہوت ہے۔ اور اس کی صورتِ جمال میں مثل عورت کے ہے بلکہ اکثر امارد حسن میں اکثر عورتوں سے اشد اور احسن

ہیں۔ بلکہ امارد کی حرمت عورتوں کی حرمت سے شدید تر ہے۔ کیونکہ امارد تک رسائی کے برائے شہوت بہت طریقے ہیں برعکس عورتوں تک رسائی کے کہ وہاں موانع زیادہ ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لیکن فیصلہ جمہور اُمّت کا یہ ہے کہ اِنَّمَا یُحْرَمُ النَّظَرُ اِذَا کَانَ عَلٰی وَجْھِہِ الشَّھْوَۃُ یعنی حسین امارد کو دیکھنے کی حرمت مشروط ہے جبکہ دیکھنا شہوت سے ہو۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح مسلم کا ارشاد

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

﴿قَالَ النَّوَوِیُ وَیَنْبَغِیُ اَنْ یَّحْتَرِزَ عَنْ مُّصَافَحَۃِ الْاَمْرَدِ الْحَسَنِ الْوَجْہِ فَاِنَّ النَّظَرَ اِلَیْہِ حَرَامٌ وَاَصْحَابُنَا کُلُّ مَنْ حَرَّمَ النَّظَرَ اِلَیْہِ حَرَّمَ مَسَّہٗ اَشَدُّ فَاِنَّہٗ یَحِلُّ النَّظَرُ اِلَی الْاَجْنَبِیَّۃِ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّتَزَوَّجَھَا وَفِیْ حَالِ الْبَیْعِ وَالشَّرَآءِ وَنَحْوِ ذٰلِکَ وَلَا یَجُوْزُ مَسَّھَا فِیْ شَیْءٍ مِنْ ذٰلِکَ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، باب المصافحۃ، ج: ۹، ص: ۷۴)

ترجمہ: حسین امرد سے مصافحہ سے بھی احتراز چاہئے کیونکہ جب اُن کی طرف نظر حرام ہے تو مصافحہ بدرجۂ اولیٰ قابل احتراز ہے۔(مَس اشد ہے نظر سے)

ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ ہر وہ کہ جس کو دیکھنا حرام ہوگا اس کا چھونا اشد حرام ہوگا۔ پس تحقیق کہ اجنبیہ کو بوقت نکاح دیکھنا جائز ہے اور اسی طرح بیع وشرا کے وقت اور مثل اسی کے (اور بعض مواقع میں) لیکن مَس یعنی چھونا ان مواقع پر بھی جائز نہیں۔

حکایت

ایک صاحب نے کہا کہ ایک صورت سے بڑا مجاہدہ کرنا پڑا تھا لیکن چند دن بعد اُن کی توند نکل آئی اور جسم بے ہنگم ہوگیا اور سارا عشق ٹھنڈا پڑ گیا۔ احقر نے عرض کیا

ان فانی محبتوں کا یہی انجام حسرت اور ندامت ہوتا ہے اور فی البدیہ یہ شعر ہوا ۔

اس کو بے ہنگم جو دیکھا سرد تھا ہنگام عشق
سر نگوں سر در گریباں تھا مرا انجام عشق

ارشاد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو محبت شہوت اور نفس کے لئے ہوتی ہے اس کا انجام ہمیشہ عداوت اور نفرت ہوتا ہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ رات دن اس کے تجربات لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں۔ چند ہی دن میں ڈاڑھی مونچھ آجانے پر صورتیں کیسی ہو جاتی ہیں اور عشق کے ہنگامے ٹھنڈے ہو جاتے ہیں ۔

آنکھ ہے وہی آنکھ لیک شرمندہ
دل وہی دل ہے لیک نادم ہے
میر اُس دن جنازۂ الفت کا
اپنے ہاتھوں سے دفن کردو گے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

زیں سبب ہنگامہا شد کل ہدر
باشد ایں ہنگامہ ہر دم گرم تر

عشق مجازی کے سارے ہنگامے کچھ ہی دن میں صورتوں کے بدل جانے سے ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں اور حق تعالیٰ کی محبت کا بازار ہمیشہ گرم تر رہتا ہے مرجھانے والے پھولوں سے دل لگانے والوں کو ایک دن ضرور مرجھانا پڑتا ہے اور عاشقانِ حق کا کیا مقام ہے کہ اُن کا عشق روز بروز بڑھتا ہی رہتا ہے۔

﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾

حق تعالیٰ کی ہر دن ایک نئی شان ہوتی ہے اس وجہ سے ان سے محبت رکھنے والوں کی شان بھی ہر دن ایک نئی شان ہوتی ہے۔ جس کو یقین نہ آئے اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھ کے دیکھ لے اور بدنظری عشق مجازی کے عذاب اور دل کی پریشانی ان کی صحبت سے سکون اور محبت حق سے بدل جائے گی ورنہ سوچ لو ؂

جیسی کرنی ویسی بھرنی نہ مانے تو کرکے دیکھ
جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے نہ مانے تو مر کے دیکھ

حفاظت نظر سے متعلق علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نظر کی حفاظت کا جو حکم دیا ہے اس کے متعلق خود فرمایا کہ:

﴿ذٰلِکَ اَزْکٰی لَھُمْ اَیْ اَطْھَرُ مِنْ دَنَسِ الرِّیْبَۃِ اَوْ اَنْفَعُ مِنْ حَیْثُ الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا فَاِنَّ النَّظَرَ یُرِیْدُ الزِّنَا وَفِیْہِ مِنَ الضَّارِ الدِّیْنِیَّۃِ وَالدُّنْیَوِیَّۃِ مَالَا یَخْفٰی وَاَفْعَلُ لِلْمُبَالَغَۃِ دُوْنَ التَّفْضِیْلِ﴾

(روح المعانی، پ:۱۸، ص:۱۳۹)

ترجمہ و تشریح: آنکھوں کی حفاظت کا جو حکم نازل ہوا **یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ** مؤمنین کاملین اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں۔ آگے فرمایا **وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ اَیْ عَمَّا لَا یَحِلُّ مِنَ الزِّنَا وَاللِّوَاطَۃِ** اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اعمالِ حرام زنا اور لواطت سے اس کے آگے ارشاد ہوا **ذٰلِکَ اَزْکٰی لَھُمْ** یہ عمل پاک رکھنے والا ہے ان کو ان بے حیائی کے کاموں سے جو شرمگاہ کے متعلق ہیں اور شک وشبہ اور بدگمانی تہمت اور بے چینی بے کلی کی گندگیوں سے بچانے والا ہے اور دین اور دنیا دونوں کے لئے نافع ہے۔ کیونکہ نظر زنا کا ڈاکخانہ (صندوق البرید) ہے اس کے اندر دین اور دنیا کے مصائب اس قدر ہیں جو مخفی نہیں اور صیغہ اَزْکٰی مبالغہ کے لئے تفضیل کے لئے نہیں ہے۔

ارشاد حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

(ج:۲، مکتوب:۴۱)

جاننا چاہئے کہ دل آنکھ کے تابع ہے تاوقتیکہ آنکھ محرمات سے بند نہیں رکھی جائے گی دل کی حفاظت مشکل ہے۔ جب دل گرفتار ہوتا ہے تو شرمگاہ کی حفاظت سخت دشوار ہوجاتی ہے پس آنکھ کا محرّ مات سے بند رکھنا ضروری ہوا تاکہ حفاظت شرمگاہ میسّر آجائے اور خسارت دینی اور دنیوی تک بات نہ پہنچے۔

اُمردوں کی طرف نظر کرنا اور شہوت کے ساتھ ان کو چھونا حرام ہے۔ یہ بھی جاننا چاہئے کہ حدیثِ نبوی میں آیا ہے کہ آنکھوں کا زنا نامحرم عورتوں کی طرف دیکھنا ہے اور ہاتھوں کا زنا نامحرموں کا ہاتھوں سے پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا نامحرم کی طرف چلنا ہے۔

چند آخری کلمات

آخر میں رسالہ ''جزاء الاعمال'' مصنفہ حضرت اقدس حکیم الامّت مولانا شاہ اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بڑے ہی کام کا ملفوظ نقل کرتا ہوں۔

غیر محرم عورت یا مرد سے کسی قسم کا علاقہ رکھنا خواہ اُس کو دیکھنا یا اس سے دل خوش کرنے کے لئے ہم کلام ہونا یا تنہائی میں اس کے پاس بیٹھنا یا اس کے پسند طبع کے مطابق اس کو خوش کرنے کو اپنی وضع یا کلام کو آراستہ و نرم کرنا۔

میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اس تعلق سے جو جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور جو جو مصائب پیش آتے ہیں احاطۂ تحریر سے خارج ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ کسی رسالہ میں ضمناً اس کو کسی قدر زیادہ لکھنے کا ارادہ ہے۔ (انتہی کلامہٗ)

فَائِدَہ: نگاہِ بد اور گناہ سے بچنے کے لئے اہل اللہ کی صحبت، اُن سے دعائیں کرانا اور اُن کے مشورہ سے ذکر اللہ کا اہتمام نہایت اکسیر اور مجرب ہے۔ البتہ جو لوگ ذکر

میں لطف نہ آنے سے ذکر چھوڑ دیتے ہیں اُن کے لئے حضرت والا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ پیش کرتا ہوں۔

کمالاتِ اشرفیہ، صفحہ:۳۹، ملفوظ :۱۱۷: فرمایا کہ ذکر بے لذت پر مداومت کرنے سے معیت حق انکشاف اور قلب کی صحت حاصل ہوجاتی ہے جس کے سامنے ساری لذتیں گرد ہیں (پس ذکر کو مقصود بنائیے۔ کیفیت جو غیر مقصود ہے اس کا انتظار نہ کریں۔ ورنہ ذکر کی محرومی سے گناہ سے بچنا مشکل ہوجاوے گا)

جادوئے بنگال

احقر کی ایک نظم جو ۲۴؍رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ ڈھاکہ میں ہوئی جس کو ہمارے مرشد حضرت مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے بہت پسند فرمایا۔

کیسی ظالم ہے تقریر کیسی ظاہر ہے تحریر
یہ ہے نالۂ شب گیر یہ ہے آہوں کی تاثیر

سب کو مارے ہے بے تیر
میرا خواجہ میرا پیر

لایا سینے میں وہ دل دل ہے درد کا حامل
دردِ دل ہے دردِ دل اس کو مت کہہ آب و گل

تو بھی جا کے اس سے مل
دیکھو کیسا ہے بسمل

اس کا عشق معتبر اس کی آہوں میں اثر
بجلی گرتی ہے دل پر جب وہ ڈالے ہے نظر

یہ ہے برق یا شرر
جو ہے بات پُر اثر

سب کو خالق سے آگاہ اس نے کر دیا ناگاہ
کرتا ہے وہ آہ آہ میرا خواجہ میرا شاہ

ہے سراپا یا اللہ
چلتی پھرتی خانقاہ

کیسی شیریں ہے گفتار کیسی مست ہے رفتار
سارا شہر ہے بیمار اس کے درد کا اے یار

میرا خواجہ ابرار
ہے وہ حاملِ اسرار

جام و مینا و سبو اس کا میکدہَ ہو
ہر دم حق کی جستجو جو بہ جو، کو بہ کو

دیکھو ہر طرف ہر سو
اس کا حق اس کا ہو

اس کا جام ہے لبریز اس کا شہر ہے تبریز
میرا ساقیا بر خیر مئے معرفت بر ریز

میرا درد با انگیز
میرا شمس دیں تبریز

تھا جو خار ہے گلریز ملاّ زاہد ہے مے ریز
زمین سخت شر انگیز تیری صحبت ہے زرخیز

پلا دے جام مئے تیز
رومی آیا ہے تبریز

تجھ سے میری ہے فریا میرے دل کو کردے شاد
تیرے بن دل ناشاد کیسے ہو اللہ آباد

آجا میرے اے مراد
دل کو کر مراد آباد
پیش شیخ باکمال کر دو نفس کو پامال
چھوڑو اپنا قیل و قال بنو اب مرد صاحب حال
مبارک اے زبان حال
تو ہی ہے جادوئے بنگال

نعت شریف

از: حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتا بگڈھی رحمۃ اللہ علیہ

جب زبان پر محمّد کا نام آگیا دوستو زندگی کا پیام آگیا
آگیا انبیاء کا امام آگیا لے کے فیضان دارالسلام آگیا
پاگیا پاگیا حاصل زندگی در پہ آقا کے جس دم غلام آگیا
دور ظلمت ہوئی دل منوّر ہوا جب مدینہ میں ماہِ تمام آگیا
آپ ﷺ کی مدح انسان کیا کر سکے عرش سے جب درود و سلام آگیا
قلب شاداں ہوا روح رقصاں ہوئی لب پہ احمد کا شریں کلام آگیا

بیوی کے حقوق

احقر راقم الحروف محمد اختر عرض کرتا ہے کہ شوہر اور بیوی کے حقوق کا علم نہ ہونے سے اکثر گھرانے پر لطف زندگی سے محروم ہیں۔ اس لئے چند ملفوظات حضرت اقدس مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کرنے سے قبل عورت کی تخلیق اور فطرت پر چند سطور تحریر کرتا ہوں۔

تاریخ تخلیقِ عورت

حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی، ج:۲،ص:۲۳۳ پر تحریر فرماتے ہیں:

﴿عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَنَاسٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمَّا اَخْرَجَ اِبْلِيْسَ مِنَ الْجَنَّةِ وَاَسْكَنَهَا اٰدَمَ بَقِيَ فِيْهَا وَحْدَهٗ وَمَا كَانَ مَعَهٗ مَنْ يَّسْتَاْنِسُ بِهٖ فَاَلْقَى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ النَّوْمَ ثُمَّ اَخَذَ ضِلَعًا مِّنْ جَانِبِهِ الْاَيْسَرِوَضَعَ مَكَانَهٗ لَحْمًا وَّخَلَقَ حَوَّآءَ مِّنْهُ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ وَجَدَهَا عِنْدَ رَأْسِهٖ قَاعِدَةً فَسَأَلَهَا مَنْ اَنْتِ؟ قَالَتْ اِمْرَأَةٌ قَالَ لِمَ خُلِقْتِ؟ قَالَتْ لِتَسْكُنَ اِلَيَّ﴾

تَرجَمہ: اللہ تعالیٰ نے جب ابلیس کو جنّت سے نکالا اور آدم علیہ السلام کو جنت میں مقیم فرمایا تو آدم علیہ السلام تنہا رہ گئے اور کوئی نہ تھا جس سے دل بہلاتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری فرمادی پھر بائیں طرف کی پسلی نکالی اور اس کی جگہ پر گوشت رکھا اور حوا علیہا السلام کو تخلیق فرمایا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو دیکھا سرہانے ایک بڑی بی بیٹھی ہیں دریافت فرمایا کون؟ کہا عورت۔ فرمایا کیوں پیدا کی گئی؟ کہا تاکہ آپ مجھ سے سکون اور اُنس حاصل کریں۔

اس کے بعد ملائکہ نے دریافت کیا حضرت آدم علیہ السلام سے آپ کے علم کا اندازہ کرنے کے لئے کہ یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ عورت ہے سوال کیا کہ ان کا نام عورت کیوں ہے؟ فرمایا یہ کیونکہ یہ خُلِقَتْ مِنَ الْمَرْءِ کیوں کے یہ جھگڑے اور اعتراض کے مادے سے پیدا ہوئی ہے۔ پھر دریافت کیا مَا اسْمُهَا اس کا نام کیا ہے؟ فرمایا حواء پھر دریافت کیا قَالُوْا لِمَ سُمِّيَتْ حَوَّآءُ کیوں ان کا نام ہے حوا؟ فرمایا لِاَنَّهَا خُلِقَتْ مِنَ الْحَيِّ کیوں کہ یہ پیدا کی گئی ہے زندہ سے۔

از تفسیر روح المعانی

حق تعالیٰ ارشافرماتے ہیں:

﴿وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا﴾

(سورۃ النسآء، آیت:۲۸)

کہ انسان ضعیف پیدا کیا گیا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر فرماتے ہیں وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا اَیْ فِیْ اَمْرِ النِّسَآءِ لَا یَصْبِرُ عَنْهُنَّ (قالہ طاؤس) یعنی عورتوں کے بارے میں انسان کمزور ہے ان کے معاملات میں صبر نہیں کر پاتا۔

حدیث

﴿وَفِی الْخَبَرِ لَا خَیْرَ فِی النِّسَآءِ وَلَا یَصْبِرُ عَنْهُنَّ یَغْلِبْنَ کَرِیْمًا وَّیَغْلِبُهُنَّ لَئِیْمٌ فَاَحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ کَرِیْمًا مَغْلُوْبًا وَّلَا اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ لَئِیْمًا غَالِبًا﴾

(روح المعانی، پ:۵، ص:۱۴)

ترجمہ: روایت ہے کہ نہیں ہے خیر عورتوں میں علی الاطلاق (یعنی کچھ نہ کچھ ان میں ایسی باتیں ہوتی ہیں جن پر مجاہدہ اور صبر کرنا پڑتا ہے) اور نہ اُن سے صبر کیا جاسکتا ہے۔ یعنی ان کے بغیر چارہ بھی نہیں۔ غالب ہوجاتی ہیں یہ عورتیں کریم مردوں پر (یعنی شریف اور اچھے اخلاق والے مردوں پر) اور غالب ہوجاتا ہے ان پر مغلوب الغضب بداخلاق اور کمینہ۔ پس میں محبوب رکھتا ہوں کہ میں کریم رہوں اگرچہ مغلوب رہوں اور نہیں محبوب رکھتا اس بات کو کہ اپنے اخلاق کو خراب کر کے اُن پر غالب ہوجاؤں اور لئیم ہوجاؤں۔

عورت مثل ٹیڑھی پسلی ہے

بخاری شریف کی حدیث

﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

اَلْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ اِنْ اَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ﴾

(صحیح البخاری، باب المدارة مع النسآء، ج: ۲، ص: ۷۷۹)

تَرْجَمَہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ سلم نے کہ عورت مثل ٹیڑھی پسلی کے ہے اگر اس ٹیڑھی پسلی سے نفع اُٹھاتے ہوتو اس سے اسی حالت میں نفع اٹھالو اور اگر اس کو سیدھا کروگے ٹوٹ جاوے گی۔ اس کے اندر تو فطری ٹیڑھا پن ہے۔

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی وہ اخلاقی کجی جو ہمارے حقوق سے تعلق رکھتی ہے اس میں صبر، حلم، کرم اور عفو سے کام لیں اور نرمی سے سمجھا بھی سکتے ہیں۔ البتہ دین مخالفت پر نرمی نہ برتی جائے گی۔ وقتی معاملات اور امور دین کے اندر کس قدر سختی ہو مقامی اہلِ علم اور فہمِ دین رکھنے والے بزرگوں سے مشورہ کرلیا جاوے۔

باب المداراۃ مع النساء کی شرح

از فتح الباری، ج:۹، ص:۲۵۲

قَوْلُهٗ بَابُ الْمَدَارَاةِ هُوَ بِغَيْرِ هُمْزٍ بِمَعْنَى الْمُجَامَلَةِ وَالْمُلَايَنَةِ وَاَمَّا بِالْهُمْزِ مَعْنَاهُ الْمُدَافَعَةِ وَلَيْسَ مُرَادًا هُنَا

تَرْجَمَہ: حافظ بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدارات مفہوم اہلیہ کے ساتھ سلوک میں جمال اور حسن اخلاق اور نرمی کرنا ہے اور یہ مفہوم مدارات بدون ہمز کے ہے ورنہ ہمز کے ساتھ مفہوم مدافعت ہے جو یہاں مراد نہیں۔

اور ایک روایت امام مسلم کی تخریج سے بیان فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ لَنْ تَسْتَقِيْمَ لَكَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ﴾

تَرْجَمَہ: عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے ہرگز تم اپنی منشا اور مرضی کے مطابق کسی طرح سے بھی سیدھی نہیں کرسکتے۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

﴿خُلِقَتْ الْمَرْأَةُ مِنْ ضِلَعٍ فَاِنْ تَقُمْهَا تَکْسِرْهَا فَدَارُهَا تَعُشْ بِهَا﴾

تَرْجَمَہ: عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے پس اگر تم سیدھی کرو گے توڑ دو گے پس مدارات کرو یعنی حُسن سلوک کرو اور زندگی اسی طرح گذار لو۔

دیگر احادیث مُبارکہ

حدیث نمبر ۱

﴿اُسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَیْرًا فَاِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ اَعْوَجِ الخ﴾

(جمع الفوائد، ص: ۲۰۲)

تَرْجَمَہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مرفوعًا روایت فرمایا ہے کہ لوگو! وصیت کرو عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی پس تحقیق کہ عورت کو پیدا کیا گیا ہے ٹیڑھی پسلی سے اور اسی روایت میں ہے کہ اگر ٹیڑھی پسلی کو سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے۔

حدیث نمبر ۲

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے پاس تشریف لاتے تو مسکراتے ہوئے تشریف لاتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کا ایک حق یہ بھی ہے اور آج ہم لوگوں کا معمول یہ ہے کہ باہر دوستوں میں خوب ہنسیں گے مسکرائیں گے اور گھر میں داخل ہوتے ہی تقدس مآب رشک بایزید بسطامی بنے ہوئے نہایت متانت اور سنجیدگی کا چہرہ پر نشان لئے ہوئے جیسے کوئی حاکم فوجی اپنے ماتحتوں سے گارڈ آف آنر لینے کو باوقار آرہا ہو۔

حدیث نمبر ۳

عورت سے خدمات بھی اس کی طاقت اور صحت کے اندازے سے لینا

چاہیے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ جانوروں کی پیٹھ کو منبر نہ بناؤ۔

(مشکوۃ المصابیح)

حدیث نمبر ۴

ارشاد فرمایا کہ:

﴿اِتَّقُوا اللّٰہَ فِیْ ھٰذِہِ الْبَھَائِمِ الْمُعْجَمَۃِ فَارْکَبُوْھَا صَالِحَۃً وَّاتْرُکُوْھَا صَالِحَۃً﴾

(مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے زبان جانوروں کے بارے میں جب سواری کروتو ان کی قوت کا اندازہ کرلواور قبل تھکنے کے ان کو چھوڑ دو۔

جب جانوروں کو نہ تھکانے کا حکم ہے تو کمزور عورتوں کی طاقت کو بھی دیکھ کر ان سے کام اور خدمت لیا جانا چاہیے۔ان کے تھکنے کے متعلق سوال کرلیا جاوے اور اپنی سمجھ سے بھی کام لیا جاوے کہ مارے شرم کے اور مروت کے شاید نہ بتائیں۔البتہ ضروری ہے کہ عورتیں بھی شوہر کی خدمت کی اپنی سعادت اور نجات آخرت سمجھیں اور ان کی عزت واحترام میں حق تعالیٰ کی خوشنودی سمجھیں کیونکہ شوہر کی ناراضگی سے ان پر لعنت کی وعید ہے۔

حدیث نمبر ۵

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت اگر پانچ وقت کی نماز پڑھ لے اور رمضان شریف کے روزے رکھ لے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرلے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو اس سے کہا جائے گا حشر کے دن کہ جنت کے جس دروازے سے تیرا جی چاہے داخل ہوجا۔

عورتوں کے لئے جنت کس قدر آسان ہے لیکن حدیث شریف میں ہے کہ عورتیں شوہر کی نافرمانی اور ناشکری کے وبال سے جہنم میں کثرت سے داخل ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلم عورت کو محفوظ فرمائیں شوہر کی نافرمانی اور ناشکری سے۔

حدیث نمبر ٦

جس عورت کا انتقال ہو اور اس کا شوہر اُس سے راضی ہو جنّت میں داخل ہوگی۔ (سنن الترمذی وجمع الفوائد،ص:۵۹۸)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

از: کمالاتِ اشرفیہ

(۱)...... ملفوظ:۵۵۶،ص:۱۲۰ فرمایا بی بی کا یہ بھی حق ہے کہ اُس کو کچھ رقم بھی دو جس کو وہ اپنی مرضی سے خرچ کرے جس کو جیب خرچ کہتے ہیں۔اس کی تعداد اپنی اور بیوی کی حیثیت کے موافق ہوسکتی ہے مثلاً روپیہ۔دو ۲ روپیہ۔دس بیس پچاس روپے، جیسی گنجائش ہو۔

(۲)......ملفوظ:۵۶۱،ص:۱۲۱ فرمایا کہ مردوں کو غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے کس عمدہ پیرایہ میں عورتوں کی سفارش کی ہے،فرماتے ہیں:

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾

(سورۃُ النسآء، آیت:۱۹)

عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور اگر کسی وجہ سے تم کو وہ ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم کو کوئی چیز ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت سی بھلائیاں رکھدی ہوں مثلاً عورت کی بد خلقی پر صبر کرنے سے اجرِ کثیر کا وعدہ ہے یا مثلاً اس سے کوئی اولاد ہوجاوے جو قیامت میں دستگیری کرے۔

(۳)......ملفوظ:۵۷۰،ص:۱۲۴ فرمایا کہ ہر صورت میں مردوں کو اپنی بیبیوں کی قدر کرنی چاہیے دو وجہ سے ایک تو بی بی ہونے کی وجہ سے کہ وہ ان کے ہاتھ میں قید ہیں

اور یہ بات جوانمردی کے خلاف ہے کہ جو ہر طرح اپنے بس میں ہو اس کو تکلیف پہنچائی جاوے۔ دوسرے دین کی وجہ ے کیونکہ تم مسلمان ہو وہ بھی مسلمان ہیں جیسے تم دین کے کام کرتے ہو وہ بھی کرتی ہیں اور یہ کسی کو نہیں معلوم کہ دین کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون زیادہ مقبول ہے۔ یہ کوئی بات ضروری نہیں کہ عورت مرد سے ہمیشہ گھٹی ہوئی ہو۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرد کے برابر بلکہ اس سے زیادہ ہو۔ پس عورتوں کو حقیر و ذلیل نہ سمجھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ بے کس اور مجبور اور شکستہ دل کا تھوڑا سا بھی عمل قبول فرما لیتے ہیں اور اس کے درجے بڑھا دیتے ہیں۔

(٤)...... حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن خطوط کا جواب لکھنا چاہا مضامین کی آمد بند ہوگئی۔ تفسیر لکھنا چاہا۔ مضامین کی آمد بند تھی دل میں عجیب بے کیفی اور قبض طاری ہوا۔ حق تعالیٰ شانہٗ سے دُعا کی کہ اے رب! جو کوتاہی ہوگئی ہو اور جس کے سبب دل کا یہ حال ہو رہا ہے اس پر ہم کو تنبیہ اور ہدایت فرما دیجئے تا کہ اس کی تلافی کرلوں۔ دل میں وارد ہوا کہ بڑی پیرانی صاحبہ نے کہا تھا کہ ہم کہیں ضرورت سے جارہے ہیں، آپ صبح مرغیوں کو کھول کر دانہ پانی دے دیجئے گا اور حضرت والا بھول گئے تھے۔ بس فوراً خانقاہ سے گھر تشریف لے گئے اور ڈربے سے اُن کو کھولا۔ مرغیوں کو ڈربے کے اندر گھٹن ہو رہی تھی، بھوک پیاس کی تکلیف الگ تھی جیسے اُن کو آزادی ملی اور دانہ پانی ملا اور اُن کی گھٹن دور ہوئی حضرت والا کے قلب سے قبض باطنی اور بے کیفی دُور ہوئی اور مضامین کا فیضان شروع ہوگیا۔ یہ بات احقر نے عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ صاحب دامت برکاتہم سے سُنی ہے۔

عبرت

جب جانوروں کے دل کو گھٹانے سے یہ حال ہوتا ہے تو جو لوگ مخلوق خدا کو یا اپنی بیوی کو یا ماں باپ کو ستاتے ہیں اُن کے دل کا کیا حال ہوگا۔

فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ
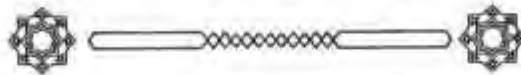
الاسترجاع والاستسلام وماعليهما من الانعام

''رضا بہ قضا مصائب میں صبر اور مسائل
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط کے موضوع پر''

تفسیر بیان القرآن اور تفسیر روح المعانی کی روشنی میں سنت استرجاع کی تفصیل:

﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْھُمْ مُصِیْبَۃٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ﴾

(سورۃ البقرۃ، آیت:۱۵٦)

ترجمہ و تفسیر از بیان القرآن، پ:۲، ص:۸۹: حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آپ ایسے صابرین کو بشارت سُنا دیجئے جن کی یہ عادت ہے کہ جب ان پر کوئی مُصیبت پڑتی ہے تو وہ دل سے سمجھ کر یوں کہتے ہیں کہ ہم تو مع مال اور اولاد حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی کے ملک ہیں اور مالک حقیقی کو اپنے ملک میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار حاصل ہے اس سے مملوک کو تنگ ہونا کیا معنی اور ہم سب دُنیا سے اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں سو یہاں کے نقصانوں کا بدلہ وہاں مل جاوے گا:

﴿اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ﴾

(سورۃ البقرۃ، آیت:۱۵۷)

تَرْجَمَہ: یہی وہ لوگ ہیں جن پر خاص خاص رحمتیں بھی ان کے پروردگار کی طرف سے ہوں گی اور عام رحمت بھی ہوگی اور یہی لوگ حقیقت حال تک رسائی پا گئے کہ حق تعالیٰ کو مالک اور نقصان کا مالک اور نقصان کا تدارک کرنے والا سمجھ گئے۔

فَائِدَہ: نفس صبر پر قدر مشترک ہونے کے رحمت عام ہر صابر پر ہوگی لیکن شان ہر صابر کے اور خصوصیت ہر صابر کے صبر کی جدا ہے اس لئے ان خصوصیات کا صلہ جُدا جُدا خاص عنایتوں سے ہوگا۔ (انتہیٰ کلامہ)

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است
اُس خنجرِ تسلیم سے یہ جانِ حزیں بھی
ہر لحظہ شہادت کے مزے لوٹ رہی ہے

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

مالک ہے جو چاہے کرے تصرف
کیا وجہ کسی کبھی فکر کی ہے
بیٹھا ہوں میں مطمئن کہ یارب
حاکم بھی ہے تو حکیم بھی ہے

تعریف مُصیبت

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں:

﴿اَلْمُصِیْبَۃُ تَعُمُّ مَایُصِیْبُ الْاِنْسَانَ مِنْ مَّکْرُوْہٍ فِیْ نَفْسٍ وَّ مَالٍ اَوْ اَھْلٍ قَلِیْلاً کَانَ الْمَکْرُوْہُ اَوْکَثِیْرًا حَتّٰی لَدْغِ الشَّوْکَۃِ وَلَسْعِ الْبَعُوْضَۃِ وَانْقِطَاعِ الشِّسْعِ وَانْطِفَاءِ الْمِصْبَاحِ وَقَدِ اسْتَرْجَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَالِکَ وَقَالَ کُلُّ مَا یُؤْذِی الْمُؤْمِنَ فَھُوَ مُصِیْبَۃٌ لَّہٗ وَاَجْرٌ﴾

(روح المعانی، ج:۲، ص:۲۳)

تَرْجَمَہ: مصیبت عام ہے جو تکلیف بھی انسان کو پہنچے اس کے نفس کو یا مال کو یا اہل وعیال کو قلیل ہو وہ ناگوار بات یا کثیر ہو یہاں تک کہ کانٹا چبھ جانا مچھر کا کاٹنا۔ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جانا۔ چراغ بجھ جانا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام مواقع پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کو جو بھی اذیت اور تکلیف دے وہ مصیبت ہے اور اس کے لئے اجر ہے۔

اِذَا اَصَابَتْهُمْ میں اِذَا سے اشارہ ہے کہ اِنَّ الْاَجْرَ لِمَنْ صَبَرَ وَقْتَ اِصَابَتِهِمْ یعنی اجر اس شخص کے لئے ہے کہ جب تکلیف پہنچے اس وقت صبر کرے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ اَوَّلِ مُصِیْبَةٍ جز ایں نیست کہ صبر اول مُصیبت کے وقت ہے (کیونکہ دن گذرنے سے تو صبر سب ہی کو آجاتا ہے) اسی لئے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ رضاء بقضا کی تعریف کی ہے رِضَاءٌ وَهُوَ سُرُوْرُالْقَلْبِ بِمُرُوْرِ الْقَضَآءِ دل کا مسرور ہونا قضا کے ورود کے وقت لیکن اس رضا کا نام رضاء طبعی ہے جو غلبۂ اُنس اور غلبۂ شوق میں نصیب ہوتی ہو جس کا بندہ مکلّف نہیں۔ جس رضاء کا درجہ فرض ہے وہ رضا عقلی ہے۔

تعریف رضاء عقلی جو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہے وہ قضا پر عدم اعتراض ہے۔ وَهُوَ تَرْكُ الْاِعْتِرَاضِ عَلَى الْقَضَآءِ نیز فرمایا کہ رضاء عقلی میں احساسِ الم کا ہوتا ہے اور رضاء طبعی میں احساس الم باقی نہیں رہتا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صبر صرف زبان سے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھ لینے کا نام نہیں بلکہ صبر زبان سے بھی ہو اور قلب سے بھی ہو اور اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد کرے جو اُن سے کہیں زیادہ ہیں جو حق تعالیٰ نے اس سے واپس لی ہیں۔ اس سے صبر کرنا آسان ہوگا اور تسلیم کی شان پیدا ہوگئی اور استرجاع یعنی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھنا اس امّت کے لئے خاص انعام ہے۔

استرجاع کا اس اُمت کے لئے خاص انعام ہونے کا ثبوت

﴿عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُعْطِيَتْ اُمَّتِيْ شَيْئًا لَمْ يُعْطَهُ اَحَدٌ مِنَ الْاُمَمِ اَنْ تَقُوْلَ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ وَلَوْ اُعْطِيَهَا قَبْلَهُمْ لَاُعْطِيَهَا يَعْقُوْبُ اِذْ يَقُوْلُ يَا اَسَفًا عَلٰى يُوْسُفَ﴾

(روح المعانی، پ: ۲، ص: ۲۳)

حضور صلی اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری اُمت کو ایک چیز ایسی دی گئی

ہے جو کسی امت کو نہیں دی گئی سابقہ اُمتوں سے اور وہ یہ کہ مصیبت کے وقت تم اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہو اور اگر کسی کو یہ استرجاع دیا جاتا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیا جاتا جس وقت کہ انہوں نے اپنے بیٹے کی جدائی میں فرمایا تھا یَا اَسَفَا عَلٰی یُوْسُفَ ہائے یوسف افسوس!

سُنتِ استرجاع کی تکمیل

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿وَیَسُنُّ اَنْ یَّقُوْلَ بَعْدَ الْاِسْتِرْجَاعِ اَللّٰھُمَّ اجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا فَقَدْ اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ اُمِّ سَلْمَۃَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ تُصِیْبُہٗ مُصِیْبَۃٌ فَیَقُوْلُ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ اجِرْنِیْ....الخ اِلَّا اَجَرَہُ اللّٰہُ فِیْ مُصِیْبَۃٍ وَاَخْلَفَ لَہٗ خَیْرًا مِّنْھَا قَالَتْ فَلَمَّا تَوَفّٰی اَبُوْ سَلِمَۃَ قُلْتُ کَمَا اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْلَفَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِیْ خَیْرًا مِّنْہُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ﴾

ترجمہ: اور مسنون یہ ہے کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کے بعد یہ کہے اَللّٰھُمَّ اجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا اے اللہ! مجھے اجر عطا فرما میری مصیبت میں اور اس سے بہتر کوئی نعمت مجھے عطا فرما حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے سُنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کسی بندے کو مصیبت پہنچے اور وہ یہ کہ دُعاء پڑھ لے یعنی اِنَّا لِلّٰہِ سے خَیْرًا مِّنْھَا تک تو حق تعالیٰ شانہ اس کو اجر عطا فرماتے ہیں اور اس سے بہتر نعمت عطا فرماتے ہیں۔ پس جب ابو سلمہ (ان کے شوہر) کی وفات ہوئی تو انہوں نے اس کو پڑھا اور حق تعالیٰ نے ان سے بہتر عطا فرمایا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا۔

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اُولٰئِکَ عَلَیۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ کوحق تعالیٰ شانہٗ نے جملہ اسمیہ سے بیان فرمایا ہے جس میں اشارہ ہے اِنَّ نُزُوۡلَ ذَالِکَ عَلَیۡهِمۡ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ یعنی دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں اللہ تعالیٰ کی خاص وعام رحمتوں کا صابرین پر نزول ہوتا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے اشارہ کی تائید بھی ہوتی ہے جس کو روح المعانی میں اسی مقام پر درج کیا گیا ہے:

﴿عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنۡهَا مَرۡفُوۡعًا مَنِ اسۡتَرۡجَعَ عِنۡدَ الۡمُصِیۡبَةِ جَبَرَاللهُ تَعَالٰی مُصِیۡبَتَهٗ وَاَحۡسَنَ عُقۡبَاهُ وَجَعَلَ لَهٗ خَلۡفًا صَالِحًا یَرۡضَاهُ﴾

تَرجَمہ: جس شخص نے مُصیبت پر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ پڑھا اللہ تعالیٰ شانہٗ اس کی مصیبت کے نقصان کی تلافی فرماتے ہیں اور اس کے عقبیٰ کو احسن کردیں گے اور اس کو ایسا نعم البدل فرمائیں گے جس سے وہ خوش ہوجاوے گا۔

تکالیف میں مومن کی شان

حدیثِ اوّل

﴿قَالَ رَسُوۡلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ عَجَبٌ لِلۡمُؤۡمِنِ اِنۡ اَصَابَهٗ خَیۡرٌ حَمِدَ اللهَ وَشَکَرَ وَاِنۡ اَصَابَتۡهُ مُصِیۡبَةٌ حَمِدَ اللهَ وَصَبَرَ فَالۡمُؤۡمِنُ یُؤۡجَرُ فِیۡ کُلِّ اَمۡرِهٖ حَتّٰی فِی اللُّقۡمَةِ یَرۡفَعُهَا اِلٰی فِیۡ امۡرَاَتِهٖ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، کتابُ الجنائز)

تَرجَمہ: مومن کی عجب شان ہے اگر اس کو کوئی بھلائی ملتی ہے تو خدا کی حمد کرتا ہے اور شکر کرتا ہے اور اگر اس کو کوئی ایذا پہنچے تو خدا کی تعریف کرتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ مومن کی ہر بات پر اجر وثواب ملتا ہے یہاں تک کہ اس لقمہ میں بھی جس کو وہ اپنی

عورت کے منہ کی طرف اُٹھاتا ہے۔ (بیہقی)

حدیث دوم

﴿إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللهِ مَنْزِلَةٌ فَلَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهِ ابْتَلاهُ اللهُ فِيْ جَسَدِهِ فِيْ مَالِهِ أَوْفِيْ وَلَدِهِ ثُمَّ صَبَّرَهُ عَلٰى ذَالِكَ حَتّٰى يَبْلُغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِيْ سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ﴾

(مسند احمد وسنن ابی داؤد)

ترجمہ: ارشاد فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی بندہ کے واسطے خدا کی طرف سے جب کوئی درجہ مقدر ہو چکے اور پھر بندہ اس درجہ کو اپنے عمل سے نہ پہنچ سکے تو اللہ تعالیٰ اس پر تکلیف بھیجتا ہے اس کے بدن میں یا اس کے مال میں یا اس کے بچوں میں پھر حق تعالیٰ اس کو صبر کی توفیق عطا فرماتے ہیں یہاں تک کہ اس درجہ تک پہنچا دیتے ہیں جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہو چکا ہے۔

حدیث سوم

﴿أَوَّلُ مَنْ يُدْعٰى الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يَحْمِدُوْنَ اللهَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ﴾

(مشکوٰة المصابیح)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جنت کی طرف سب سے پہلے قیامت کے دن جو بلایا جاوے گا وہ لوگ ہوں گے جو فراخی اور تنگی میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں سرّآء وضرّآء کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

﴿اَلسَّرَّآءُ الْحَالَةُ الَّتِيْ تَسُرُّ وَالضَّرَّآءُ الْحَالَةُ الَّتِيْ تَضُرُّ﴾

(روح المعانی، ج:۴، ص:۵۸)

ترجمہ: سرّ اء ہر وہ حالت ہے جو خوشی پیدا کرے اور ضرّ اء ہر وہ حالت ہے جو ضرر سے غمگین کرے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

حالت خوشی میں اللہ تعالیٰ کی حمد سمجھ میں آتی ہے لیکن حالت ابتلاء اور حالت غم میں اللہ تعالیٰ کی حمد کس طرح کی جاوے تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ تکالیف میں حمد سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ پر اعتراض نہ ہو اور اپنے مولیٰ سے راضی رہیں۔ عبارت مرقاۃ ملاحظہ ہو:

﴿فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّاءِ اَیْ فِي الصِّحَّةِ وَالْمَرَضِ اَوِ الرُّخَاءِ وَالشِّدَّةِ اَوِ الْغِنٰی وَالْفَقْرِ یَعْنِی الَّذِیْنَ یَرْضُوْنَ عَنْ مَّوْلٰی هُمْ بِمَا اَجْرٰی عَلَیْهِمْ فِي الْحَکَمِ غِنًا کَانَ اَوْ فَقْرًا شِدَّةً کَانَ اَوْ رُخَاءً فَالْمُرَادُ الدَّوَامُ فَهُوَ مِنْ اَسَالِیْبِ الْبَدِیْعِ الْغَرِیْبَةِ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، ج: ۵، ص: ۲۱۱)

یعنی راضی رہتے ہیں اپنے مولیٰ سے جملہ ان تصرفات پر جو ان پر قضاء جاری ہوتا ہے۔ غنیٰ ہو یا فقر کلفت ہو یا راحت مراد دوامِ رضاء ہے جس کو عنوانِ بدیعہ غریبہ سے بیان کیا گیا ہے۔

دوسرا جوب ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا ہے کہ مومن حالت تکلیف میں خدا تعالیٰ کی حمد اس لئے کرتا ہے **لِعِلْمِهٖ بِمَا یُثَابُ عَلَیْهِ اَوْعَلٰی اَنَّهٗ مَا وَقَعَ اَکْبَرُ اَوْاَکْثَرُ مِنْهَا** (مرقاۃ) یعنی مومن اجر آخرت کے علم کے سبب خدا کی حمد کرتا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ جو بلا آئی ہے شکر ہے کہ اس سے بڑی بلاء نہیں آئی یا اس سے کثیر نہیں ہے اکبر باعتبار کیفیت اور اکثر باعتبار کمیت دونوں صورتوں سے حفاظت پر حمد کرتا ہے۔ اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں ؎

ایں بلا دفع بلا ہائے بزرگ

یہ بلا کسی بڑی بلا کو دُور کرنے کے لئے آئی ہے۔

صبر اور غم کے متعلق حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ارشاد

از: کمالاتِ اشرفیہ، ملفوظ: ۶۴۶، ص: ۱۴۹

فرمایا کہ غم کا علاج یہ ہے کہ سوچو مت۔ خیال مت کرو تذکرہ مت کرو اس صورت میں غم تو ہوگا مگر معتدل غم ہوگا اور وہ مضر نہیں بلکہ مفید ہے کیونکہ قدرتی طور پر غم میں بھی حکمت اور نفع ہے اگر غم نہ ہوتو تمدن نہ ہو۔ بیان اس کا یہ ہے کہ سائنس اور طب کا مسئلہ ہے کہ جس قوت کا استعمال ہوتا ہے اس میں ترقی ہوتی رہتی ہے ورنہ وہ قوت کم ہو جاتی ہے پس اگر غم نہ ہوتا تو رحم دِلی کا ہیجان کیسے ہوتا اور جب اس کا ہیجان نہ ہوتا تو اس کا مادہ جاتا رہتا اور بدون رحم دِلی کے تعاون نہیں ہوسکتا اس لئے غم بڑی مصلحت ہے یہ محافظ ہے ترحم کا اور وہ محافظ ہے تعاون وتمدن کا اور غم میں اپنی ذات کے متعلق بھی مصلحت ہے کہ اس سے اخلاق دُرست ہوتے ہیں۔ غرض غم میں انفرادی اور اجتماعی دونوں مصالح ہیں اگر کسی کو غم اور فکر نہ ہو، سارے بے فکر ہی ہوں تو کوئی کسی کا کام نہ کرے۔ سارے تندرست ہی رہیں اور بیمار ہی نہ ہوں تو ڈاکٹر طبیب، عطار سب بے کار ہو جاویں۔ یہ تو دنیاوی نفع ہے اور دین کا نفع یہ ہے کہ اگر کوئی غریب نہ ہوتو زکوٰۃ کس کو دوگے؟ پس اصل میں تو غم مفید چیز ہے مگر کس قدر؟ جس قدر حق تعالیٰ کا دیا ہوا ہے یعنی طبعی باقی آگے جو حواشی ہم نے بڑھائے ہیں وہ بُرے ہیں۔

ملفوظ: ۶۴۷، **ص**: **۱۴۹** فرمایا کہ حد سے زیادہ غم کرنا گناہ ہے اور گناہ بھی بے لذت اور علاج کرانا واجب ہوگا۔ چنانچہ اس آیت مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللهِ بَاقٍ میں ایسے ہی غم کا علاج بیان ہے اور یہ بیان ایک مقدمہ پر موقوف ہے وہ یہ کہ اگر

شئے مرغوب کے جاتے رہنے سے غم لاحق ہو مگر وہ دوسری چیز کا پتہ ہم کو مل جاوے اور اس کے ملنے کا یقین ہو جو کہ اس شئے مرغوب سے ہزارہا درجہ بڑھی ہوئی ہو تو پہلی چیز کا غم نہیں ہونا چاہیے جیسے کسی کے ہاتھ میں ایک روپیہ ہو اور اس کو چھین کر کوئی سو روپیہ دے دے۔ الخ

تسلیم و رضاء بالقضاء فرض ہے

ہر تکلیف میں مومن کے لئے خیر ہے اور اس میں خیر سمجھنا ایسا ہی فرض ہے جیسے نماز روزہ فرض ہے۔ میرے مرشد حضرت شیخ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے احقر سے فرمایا کہ ہمارے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اخلاص سے اونچا بھی ایک مقام ہے اس کا نام رضاء بالقضاء ہے۔ یہ مقام بہت آخر میں عطا ہوتا ہے جس طرح مرض جاہ کا بہت آخر میں نکلتا ہے اٰخِرُ مَا يَخْرُجُ مِنْ رَّأْسِ الصِّدِّيْقِيْنَ حُبُّ الْجَاهِ یہ محققین صوفیاء کرام کا قول ہے۔

ہر تکلیف کا مومن کے لئے خیر ہونے پر عقلی دلیل

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عقلاً بھی ہر مومن کی تکلیف کا خیر ہونا ثابت کرتا ہوں وہ یہ کہ جو تکلیف مومن کو آتی ہے اس کی صرف چار ہی شکلیں ہو سکتی ہیں:

(۱)...... پہلی شکل یہ کہ بندہ کی تکلیف میں اللہ تعالیٰ کا کوئی نفع ہو اور یہ محال ہے کہ حق تعالیٰ بندۂ مومن کو تکلیف دے کر نفع حاصل فرمائیں کیونکہ اس سے احتیاج باری تعالیٰ لازم آتا ہے۔

(۲)...... دوسری شکل یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا صرف نصف نفع ہو اور بندہ کا بھی آدھا نفع ہو اور یہ بھی محال ہے کیونکہ اس صورت میں بھی احتیاج کا ثبوت لازم آتا ہے جس

سے اللہ تعالیٰ پاک ہیں۔

(۳)...... تیسری شکل یہ ہے کہ اس تکلیف میں نہ بندہ کا نفع ہو نہ اللہ تعالیٰ کا نفع ہو یہ بھی محال ہے کیونکہ بے فائدہ کام کرنا فعل لغو ہے جس سے حق تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔

(٤)......اب چوتھی شکل باقی رہ گئی کہ حق تعالیٰ شانہ کی بھیجی ہوئی تکلیف میں صرف بندہ ہی کا نفع ہے۔

سُبحان اللہ کیا عقلی دلیل فرمائی۔

❁❁❁❁❁

حکایت

ایک بار حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ وسلم بانی جامعہ اشرفیہ لاہور تھانہ بھون حضرت اقدس حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بغرض اصلاح حاضر تھے کہ گھر سے گھر والوں کی علالت کا خط آیا جس سے مفتی صاحب بہت پریشان ہوگئے۔ حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت گھر سے خط آیا ہے بیٹی، بیوی اور لڑکا کئی افراد بیمار ہیں طبیعت پریشان ہے ارشاد فرمایا مفتی صاحب جب مومن کا اعتقاد مقدر پر ہے تو پھر اس کو مکدر ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

صبر بگذید ند د صدیقیں شدند

صبر سے ایمان کی ترقی اس قدر ہوتی ہے کہ مومن صدیق ہوجاتا ہے اور حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ سالک کو مجاہدۂ اختیاریہ سے تو عُجب بھی پیدا

ہوسکتا ہے لیکن مجاہدۂ غیر اختیار یہ جو مصائب وغیرہ آجاتے ہیں ان سے تو شکستگی ہی شکستگی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے مشائخ کا ارشاد ہے کہ مجاہدۂ اضطراریہ انفع ہے مجاہدۂ اختیاریہ سے۔ البتہ ہم ضعیف ہیں عافیت ہی طلب کرتے رہنا چاہیے جیسا کہ حدیث میں مصرح ہے کہ بلاء نہ مانگو عافیت مانگو اور پھر حق تعالیٰ شانہ کی طرف اُمور کو تفویض کردے۔

❁❁❁❁❁

صدیق کا ایمان کتنا قوی ہوتا ہے؟

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ صدیق کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

﴿۱......اَلَّذِیْ لَا یَتَغَیَّرُ بَاطِنُهٗ مِنْ ظَاهِرِهٖ﴾

جس کا باطن اس کے ظاہری ماحول سے متاثر نہ ہو۔

﴿۲......اَلَّذِیْ لَا یُخَالِفُ قَالُهٗ حَالَهٗ﴾

جس کا قال اس کے حال کے مخالف نہ ہو۔

﴿۳......اَلَّذِیْ یَبْذُلُ الْكَوْنَیْنِ فِیْ رِضَا مَحْبُوْبِهٖ تَعَالٰی شَانُهٗ﴾

جو دونوں جہاں اپنے محبوب حقیقی پر فدا کردے۔

(روح المعانی، پ:۱۳، ص:۷۸)

خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے خواب فرمایا۔

دونوں عالم دے چکا ہوں میکشو
یہ گراں مے تم سے کیا لی جائے گی
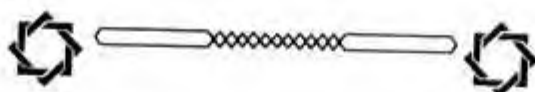
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ دستورِ تزکیۂ نفس

احقر مؤلف نے حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم (ہردوئی) سے طویل مدت اصلاحی مکاتبت کے بعد اصلاحِ نفس کے متعلق نہایت مفید ارشادات کو توضیح وتشریح کے ساتھ اِس رسالہ میں جمع کردیا ہے۔

مقدّمة

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
عَلٰی اَشْرَفِ الْمُرْسَلِیْنَ۝ اَمَّا بَعْدُ!

یہ دستورُ العمل برائے تزکیہ وتطہیرِ نفس از جملہ رذائل و برائے حصول نسبت و دولت قربِ لازوال کیمیا ایست عجیب التاثیر کا مصداق ہے اگر چہ ہر مومن دل سے یہ چاہتا ہے کہ اپنے محبوبِ حقیقی حق تعالیٰ شانہٗ کی کامل فرماں برداری کرے اور نافرمانیوں سے اپنی روح کو پاک وصاف رکھے لیکن ؎

دائم اندر آب کارِ ماہی است
مار را با او کجا ہمراہی است

(رومیؒ)

پانی میں ہمیشہ رہنا یہ مچھلیوں کا کام ہے سانپ کو مچھلیوں کی ہمراہی کب نصیب ہوسکتی ہے۔ سالک کا نفس اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کی وجہ سے مثل سانپ کے ہے جو ہر قدم پر مومن کو امتثال واطاعت سے روکتا ہے اور پروازِ روح کو اپنے شکنجۂ مکر وفریب سے عذاب ہبوط میں مبتلا کر دیتا ہے۔ سالک ہر گناہ کے بعد جب اپنے قلب میں اس کی ظلمت محسوس کرتا ہے تو بے حد غمگین ہوتا ہے ؎

بر دلِ سالک ہزاراں غم بود
گر ز باغِ دل خلالے کم بود

اور یہ غم کیوں نہ ہو جب کہ ایک شخص گندم جمع کر رہا ہے اور موش (چوہا) خفیہ خفیہ اس انبار کو غائب کر رہا ہے پس سالک عبادات و اذکار سے کچھ انوار جمع کرتا ہے مگر جب بد نگاہی یا خیانتِ صدر یا کسی دیگر معصیت سے اس میں کمی پاتا ہے تو اس پر ہزاروں غم ٹوٹ پڑتے ہیں حتیٰ کہ نفس سے مسلسل شکست اس کو مایوسی کی خطرناک منزل کے قریب کر دیتی ہے (حق تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھیں آمین) بار بار گناہ کی عادت ہو جانے سے سالک کے شب و روز اس قدر تلخ ہو جاتے ہیں کہ اس کو اپنی زندگی سے بھی نفرت ہو جاتی ہے اور زمین باوجود اپنی وسعت کے اس پر تنگ معلوم ہوتی ہے کیوں کہ ہر گناہ پر یہ سوجان سے روتا ہے اور اس کو حیا بھی معلوم ہوتی ہے کہ میں کس قدر نالائق و بے غیرت ہوں کہ مسلسل نافرمانیوں میں مبتلا ہوں ؂

حیا طاری ہے تیرے سامنے میں کس طرح آؤں
نہ آؤں تو دلِ مضطر کو پھر لے کر کہاں جاؤں

اس میں شک نہیں کہ ہمارے گناہ خواہ کتنے ہی عظیم تر ہوں مگر حق تعالیٰ کی عظمت اور وسعت رحمت کے سامنے وہ حقیر اور قلیل ہیں کما قال العارف الرومی رحمہ اللہ ؂

اے عظیم از ما گناہانِ عظیم
تو توانی عفو کردن در حریم

یہ جو کھڑا پہاڑ ہے سر پہ مرے گناہ کا
وہ جو مری مدد کریں ہے میری ایک آہ کا

لہٰذا مایوسی کو تو کسی حالت میں قریب نہ آنے دینا چاہئے اگرچہ آخری سانس تک تزکیہ کامل نہ ہو سکے لیکن مجاہدہ تمام عمر لازم ہے کما قال المجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ ؂

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اِس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دَبا لے کبھی تو دَبا لے

ضروری تنبیہ: توبہ کے سہارے پر کسی گناہ میں ہمیشہ مبتلا رہنا اگرچہ استغفار سے تلافی بھی کرتا رہے اس میں خطرناک پہلو بھی ہے وہ یہ کہ توبہ کی توفیق اپنے اختیار میں نہیں۔ یہ مسلسل جرأت یہ مسلسل ابتلاء دلیل ہے ہماری بےفکری اور قلت اہتمام کی۔ جس کی نحوست سے اندیشہ ہے کہ ہم سے توفیق توبہ ہی سلب ہوجائے۔ قال العارف الرومی رحمہ اللہ تعالیٰ ؂

ہیں بہ پشت آں مکن جرم وگناہ
زانکہ استغفار ہم در دست نیست
اندریں اُمت نہ بد مسخ بدن
کہ کنم توبہ در آیم در پناہ
ذوقِ توبہ نقل ہر سر مست نیست
لیک مسخ دل بود اے بوا لفطن

مولانا فرماتے ہیں کہ خبردار توبہ کے سہارے پر جرم وگناہ کی جرأت وعادت مت بناؤ کہ چلو اس وقت تو عیش ولذت گناہ سے حاصل کرلو پھر جلدی سے توبہ کر کے پناہ حاصل کرلیں گے۔ (یہ شیطانی چال تم کو عمر بھر حق تعالیٰ کی محبت کاملہ اور ولایت خاصّہ سے محروم رکھے گی نیز یہ بھی خطرہ ہے کہ حق تعالیٰ تمہارے ان حیلوں کی ٹاٹ میں آگ لگادیں اور تم سے توفیق توبہ سلب فرمالیں) حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنابِ کبریا میں عرض کرتے ہیں کہ:

﴿اَنْ نَّقْتَرِفَ سُوْءً ا عَلٰی اَنْفُسِنَا اَوْ نَجُرُّهٗ اِلٰی مُسْلِمٍ

(سنن ابی داؤد، کتابُ الادب، باب مایقول اذا اصبح، ج:۲،ص:۳۳۷)

اَوْ اَکْسِبَ خَطِیْئَۃً اَوْ ذَنْبًا لَا تَغْفِرُہٗ﴾

(الدعوات الکبیر للبیهقی، باب الدعاء عند الصباح و المساء)

ترجمہ: اے اللہ میں پناہ چاہتا ہوں یہ کہ ہم حاصل کریں اپنی جان پر کسی برائی کو یا اس کو پہنچائیں کسی مسلمان کی طرف یا کریں ہم کوئی ایسی خطا یا گناہ جس کی آپ مغفرت نہ فرمائیں۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اسی کو فرماتے ہیں کہ اس اُمت سے مسخ بدن کا عذاب مثل امم سابقہ تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں مرفوع ہے مگر مسخ قلب کا عذاب اس اُمت پر بھی ہوتا ہے یعنی مسلسل نافرمانیوں کی نحوست سے اندیشہ ہے کہ ہماری یہ بے فکری رنگ لائے اور قلب کا ذوقِ سلیم سلب کرلیا جائے جس کے نتیجے میں معاصی کی نفرت رغبت سے مُبَدّل ہو جائے اور فسق و فجور ہمارا مزاجِ ثانی بن جائے۔ (العیاذ باللہ) اور اسی سلب ادراکِ سلیم کا نام مسخ دل ہے ؎

لیک مسخ دل بود اے بوا لفطن

پس خبردار توبہ کے سہارے پر بے فکر ہو کر گناہوں کی عادت نہ ڈالنا ؎

زانکہ استغفار ہم در دست نیست

کیوں کہ استغفار کا دوام ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے ؎

نقل توبہ ذوقِ ہر سرمست نیست

توبہ کی غذا کا ذوق ہر سرمست کا حصہ نہیں ہے۔ تشریح بالا سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مسلسل نافرمانیوں کی عادت میں مبتلا رہنے کے باوجود تزکیہ کا اہتمام نہ کرنا اور ترکِ معصیت کی تدابیر نہ معلوم کرنا دو خطرناک مصیبتوں میں گرفتار کرتا ہے۔

(۱)...... یہ کہ ایسا آدمی حق تعالیٰ کی راہ میں انوار و برکات قربِ خاص سے محروم رہتا ہے ظاہر ہے کہ انوار طاعات و اذکار، ظلماتِ معاصی سے کبھی بالکلیہ سلب ہو جاتے ہیں

اور کبھی حد درجہ یہ انوار بے کیف اور مضمحل ہو جاتے ہیں۔ اسی مضمون کی تائید حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر سے ہوتی ہے ؎

اے دریغا اے دریغا اے دریغ
کاں چناں ماہے نہاں شد زیرِ میغ

ہائے افسوس ہائے افسوس ہائے افسوس کہ ہماری روح کا ایسا منور چاند جو کثرتِ ذکر سے مثل بدر کے روشن تھا ہمارے ظلماتِ معاصی کے ابر میں مخفی ہو گیا۔

(**۲**)...... دوسرے یہ کہ ایسا آدمی ہر وقت **عَلٰی مَعْرِضِ الْخَطَرِ** ہے یعنی چاہ طرد و ضلالت کے کنارے کھڑا ہے۔ نہ معلوم کب کوئی گھڑی ایسی آجائے کہ یہ اپنی عادت معصیت کے مطابق گناہ کرے اور گرفت ہو جائے اور تجلّیِ صفت رحمت و حلم مبدل بہ تجلّی قہر و انتقام ہو جائے جس کے نتیجہ میں آئندہ توفیق استغفار نہ ہو اور شدہ شدہ یہ ظلمات سارے قلب کو زنگ آلود کر دیں حتّٰی کہ ذکر سے وحشت و نفرت ہونے لگے اور پھر مردود ہو کر سوء خاتمہ کی لعنت کا طوق پہن کر جہنم میں چلا جائے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھیں، آمین۔

ان دو خطرناک مہلکات کے پیش نظر یہ بات واضح ہو گئی کہ جس گناہ کی عادت پڑ گئی ہو اس کے علاج میں غفلت اور بے فکری ہرگز نہ کرنی چاہیے۔ حق تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ مجھ ناکارہ کو اس دستورُ العمل کی ترتیب کی توفیق بخشی ہے جس پر عمل کر کے سالکین بدنگاہی و عشق مجازی کی سالہا سال پرانی بیماریوں سے شفایاب ہو چکے ہیں اور یہ دستورُ العمل بزرگوں کے ارشادات ہیں اور قرآن و حدیث ہی سے استنباط کردہ ہیں عشقِ مجازی اور بدنگاہی اور تمام علائق کو سوختہ کرنے کے لئے اس قدر اکسیر ہیں کہ سبحان اللہ بیان سے باہر ہے **مَنْ شَآءَ فَلْیُجَرِّبْ** اس دستورُ العمل پر عمل کرنے کے برکات و ثمرات علاوہ علاج بدنگاہی و عشقِ مجازی حسب ذیل اور بھی ہیں:

(۱) **نسبت مع اللہ میں تقویت**: یعنی حق تعالیٰ سے قلب میں رابطہ قوی

ہوتا چلا جاتا ہے۔

(۲) **حصولِ معیتِ خاصّہ**: یعنی ذوقاً اور حالاً قلب میں معیتِ حق کا احساس ہونے لگتا ہے۔

(۳) **حصولِ ولایتِ خاصّہ**: تقویٰ کی برکت سے یہ دولت بھی عطا ہو جاتی ہے کیوں کہ شرطِ ولایت منصوص بآیت:

﴿اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ﴾

(سورۃ یونس، آیت: ۶۳)

ایمان وتقویٰ ہے اور اس دستورُ العمل کی برکت سے تقویٰ کامل یعنی کبائر وصغائر سے حفاظت ہونے لگتی ہے۔

شہواتِ نفسانیہ کا بالکلیہ معدوم ہونا بھی مطلوب نہیں اور نہ یہ ممکن ہے کیوں کہ اگر ان کو معدوم کر دیا جائے تو حمامِ تقویٰ روشن ہونا بھی ناممکن ہوگا۔

شہوت دُنیا مثال گلخن است
کہ از و حمام تقویٰ روشن است

نیز شہوت کا نفس کے ساتھ اقتران منصوص بھی ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاُحۡضِرَتِ الۡاَنۡفُسُ الشُّحَّ﴾

(سورۃ النسآء، آیت: ۱۲۸)

پھر ظاہر ہے کہ اس خدائی اقتران کا انفکاک وانفصال کون کرسکتا ہے اور نہ اس کی خواہش ہی ہونی چاہیے کیونکہ حکمتِ الٰہیہ اسی مجاہدہ سے بندوں کو درجہ ءولایتِ خاصہ سے مشرف کرتی ہے۔

ور بعقل ادراک ایں ممکن بدے
قہر نفس از بہر چہ واجب شدے

اگر عقل سے اس کا ادراک ممکن ہوتا تو نفس پر قہر کرنا یعنی مجاہدہ کیوں واجب ہوتا۔

(٤)......اس دستورُ العمل پر ایک طویل مدت تک عمل کرنے کی برکت سے روز بروز ایمان میں اس درجہ ان شاء اللہ تعالیٰ ترقی ہوگی کہ تمام مغیبات یعنی جنت و دوزخ قیامت اور آخرت کا ہر وقت استحضار رہنے لگے گا اور ایک مومن کو جس درجہ یقین کا مقام حاصل ہونا چاہئے رفتہ رفتہ ان شاء اللہ تعالیٰ حاصل ہو جائے گا۔

(٥)......اس کامل ایمان اور کامل یقین کی برکت سے سالک کو ہر عبادت میں عجیب حلاوت محسوس ہونے لگتی ہے اور نماز آنکھوں کی ٹھنڈک بن جاتی ہے تمام احکام شرعیہ کی اطاعت آسان اور لذیذ ہو جاتی ہے اور جملہ معاصی سے وحشت ہو جاتی ہے اور ایسی حیات طیبہ یعنی ستھری پاکیزہ زندگی عطا ہوتی ہے کہ تمام کائنات کے انعامات وخزائن اس نعمت کے سامنے ہیچ نظر آتے ہیں ؎

چو سلطانِ عزت علم بر کشد
جہاں سر بجیب عدم در کشد

اس مقامِ قرب میں سالک بزبان حال یہ کہتا ہے ؎

ترے تصور میں جانِ عالم مجھے یہ راحت پہنچ رہی ہے
کہ جیسے مجھ تک نزول کر کے بہارِ جنت پہنچ رہی ہے

اور سالک اس وقت انوارِ قرب کی حلاوت محسوس کرنے کے بعد کہتا ہے کہ میں نے تو آدھی ہی جان دی مگر اس کریم مطلق نے سو جانیں بخش دیں یعنی خواہشاتِ نفس کے خون کرنے میں جو کلفت ان کی راہ میں اٹھانی پڑی وہ تو اس دولت کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی اور سالک کہتا ہے کہ ہائے اب تک خواہشات رذیلہ کے لئے اپنی زندگی کو ناحق جہنم کدہ بنا رکھا تھا اور اپنی تمام عبادات کے انوار کو معاصی کے ارتکاب سے ضائع کرتا رہا اور اس وقت سالک بربادشدہ عمر پر خون کے آنسو رونے کو بھی تلافی کے لئے کافی نہیں پاتا اور اپنے رب سے اَب دُکھڑا روتا ہے اور عمر رفتہ بر جفا پر رحمت کی درخواست کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے اللہ آپ ایسے خوبیوں والے اللہ ہیں

کہ میری جملہ تباہی اور بربادی خواہ کتنی ہی انتہا کو پہنچ گئی ہو آن واحد میں آپ کا فضل اس کی تلافی کرسکتا ہے اور تلافی ہی نہیں بلکہ آپ تک پہنچنے میں میری نالائقیوں کی وجہ سے جس قدر تاخیر ہوئی اور جس قدر عمر ضائع ہوئی اور نفس وشیطان نے جس قدر میرا راستہ کھوٹا کیا آپ کا کرم آنِ واحد میں مجھے قرب کا وہ مقام عطا فرما سکتا ہے کہ میں اپنے مجاہدہ سے اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ سالک جب تک گناہوں کی عادت میں مبتلا تھا تو لذتِ مناجات سے بھی محروم تھا اور اب گھنٹوں ہاتھ اٹھائے مانگنے میں لطف پا رہا ہے ؎

از دُعا نبود مرادِ عاشقاں
جز سخن گفتن بآں شیریں دہاں

اب خاموش بھی بیٹھا ہے تو اللہ تعالیٰ سے دل ہی دل میں باتیں کر رہا ہے اور مجلس احباب بھی ہے تب بھی قلب حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہے اور اللہ میاں سے بزبانِ حال کہہ رہا ہے ؎

تم سا کوئی ہمدم کوئی ہمساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے

یہ مقامِ دوامِ ذِکر اور حضورِ تام اور حضورِ دائم کہلاتا ہے اور یہی وہ دولت ہے جو گناہوں کی عادت میں مبتلا رہتے ہوئے نہیں ملتی ؎

اُحِبُّ مُنَاجَاةَ الْحَبِيْبِ بِاَوْجُهٍ
وَلٰكِنْ لِسَانَ الْمُذْنِبِيْنَ كَلِيْلٌ

ترجمہ: میں محبوب کے ساتھ ہم کلامی اور مناجات کو کئی وجہ سے محبوب رکھتا ہوں لیکن گناہوں کے ارتکاب سے مذنبین کی زبان غلبۂ حیا سے گنگ ہو جاتی ہے۔

حق تعالیٰ کی راہ میں اہتمام تزکیہ یعنی تقویٰ پر دوام بڑی اہمیت رکھتا ہے قَالَ اللهُ تَعَالٰى :

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَاo وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَاo﴾

(سورۃ الشمس، آیت: ۱۰-۹)

ترجمہ: جس نے تزکیہ کرلیا اپنے نفس کا اس نے فلاح بالیقین پالی اور جس نے تزکیہ نہیں کیا نامراد رہا۔

کافر بالکل نامراد ہے اور مومن جو عادۃً گناہوں میں ملوث ہے اور تزکیہ میں تھوڑی کوشش کرتا ہے یہ کسی درجہ میں بامراد ہے اور کسی درجہ میں نامراد ہے یعنی ولایتِ خاصّہ کے مقابلہ میں نامراد ہے۔ گناہوں کی سیاہی سے ملوث ماہ جان محبوبِ حقیقی کے قربِ خاص کے لائق ہی نہیں رہتا کیوں کہ وہ جمیل ہیں اور جمال کو محبوب رکھتے ہیں۔

چوں شدی زیبا بداں زیبا رسی
کہ رہاند روح را از بے کسی

(رومیؔ)

حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وجہ سے اہتمامِ تقویٰ اور تزکیۂ رزائل و ترک معاصی کو مندرجہ ذیل اشعار میں بڑے اہتمام سے ارشاد فرمایا۔

موش تا انبار ما حفرہ زدہ است
واز فنش انبار ما خالی شدہ است

(رومیؔ)

ترجمہ: موشِ نفس نے جب سے ہمارے انبار اعمالِ صالحہ میں خفیہ سوراخ بنالیا اس وقت سے ہمارے انوار اعمالِ صالحہ کا انبار غیر محسوس طور پر آہستہ آہستہ خالی ہوتا جارہا ہے۔

اوّل اے جاں دفع شر موش کن
وانگہ اندر جمع گندم کوش کن

(رومیؔ)

یعنی موش کی شرارتوں کے غلبہ کو مضمحل اور مغلوب کر دو تا کہ احکامِ روح غالب ہوں اور انوارِ صاف کی برکات دیکھو اس کے بعد مختصر عبادات کے انوار بھی تمہیں کہاں سے کہاں مقامِ قرب پر پہنچا دیں گے۔ مولانا کا مقصد اس بیان سے یہ ہے کہ جس قدر عبادات اور ذکر و فکر کا اہتمام ہے اس سے بھی زیادہ ان کے ضائع ہونے اور ان کو نقصان پہنچنے کے اسباب سے حفاظت کا اہتمام بھی ہونا چاہئے اور اسی کا نام تزکیۂ نفس ہے یعنی اگر گناہ کی عادت ہو چکی ہے تو فوراً اس کی اصلاح پر کمر بستہ ہو جاؤ۔

گر نہ موشے دزد ایں انبارِ ماست
گندمِ اعمالِ چل سالہ کجاست

(رومی)

ترجمہ: اگر ہمارے انوار طاعات کو ظلمات معاصی ضائع نہیں کر رہے تو کیا وجہ ہے کہ چالیس سال راہِ سلوک میں ذکر و شغل کرنے کے باوجود روح کو کماحقہٗ ترقی حاصل نہ ہوئی۔ آخر یہ اعمال چالیس سال کے کیا ہو گئے تو بات یہ ہے کہ خمیرہ مقوی قلب بھی کھا رہے ہیں اور سنکھیا کھانے کی عادت بھی جاری رہی اس لئے خمیرہ کے اثرات نمایاں نہ ہو سکے یعنی گناہ کی ظلمت سے طاعت کے نور کا پورا پورا نفع مرتب نہ ہوا۔

حق تعالیٰ کی رحمت سے جس دستور کی ترتیب و تدوین ہو رہی ہے اس کی قدر کم از کم چھ ماہ عمل کرنے سے معلوم ہوگی۔ جو شخص اپنی زندگی کے ایک بڑے حصہ کو گناہوں میں تباہ کر چکا ہو اور بدنگاہی و عشق مجازی وغیرہ میں مبتلا رہنے سے اس کی توبہ بار بار ٹوٹ رہی ہو اور زندگی کے ایام اس پر تلخ ہو رہے ہوں اور دل سے اپنی اصلاح کا فکر مند ہو مگر شہوات کے دلدل سے نہ نکل پا رہا ہو اور ارتکاب جرائم بدنگاہی وغیرہ اس کی عادتِ ثانیہ اور اس کا مزاجِ ثانی بن چکے ہوں اور تلخی ظلماتِ معاصی سے اپنی جان سے بے زار ہو چکا ہو مسلسل اپنی شکست و بدعہدی سے اور مسلسل نافرمانیوں کی ظلمت و وحشت سے اس کی دنیا ہی جہنم بن گئی ہو، حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾

(سورۃ طٰہ، آیت: ۱۲۴)

ترجمہ: جوشخص میری یاد سے اِعراض کرے گااس کی زندگی تلخ کردی جائے گی۔
اور معاصی اعراض عن الذکر کے نتائج میں سے ہے، اس کی پوری پوری تلخی محسوس کر رہا ہواور اس صدمہ سے کلیجہ منہ کو آ رہا ہو اس شخص کے لئے یہ دستور العمل آبِ حیات ہے اوران شاءاللہ تعالیٰ چھ ماہ اس پر اہتمام سے عمل کرنے کے بعد بزبانِ حال یہ کہے گا۔

تن ہستی خوابیدہ مری جاگ اُٹھی
ہر بُنِ مو سے مرے اُس نے پکارا مجھ کو

(اصغؔر)

باز آمد آبِ من در جوئے من
باز آمد شاہِ من در کوئے من

(اخترؔ)

میری نہر جو خشک ہورہی تھی اس میں پھر پانی آ گیا اور میری گلی میں پھر میرا شاہ آ گیا۔

کرگسے را شاہ بازے کردۂ
ضال را بر شاہ راہے کردۂ

(اخترؔ)

اے اللہ! آپ نے کرگس کو شاہ باز کردیا یعنی میرا نفس جو مثل کرگس کے مُردہ خور یعنی دنیا پرست اور پرستار شہواتِ نفسانیہ تھا آپ نے اس کی دناءت طبع کا تزکیہ فرما کر اس کو عالی حوصلہ مثل شاہ باز کے بنادیا یعنی نفس تمام ماسوا سے رخ پھیر کر اب آپ کی طرف متوجہ ہوگیا جیسے کوئی بازِ شاہی پنجۂ بادشاہ پر خوش نشستہ قرب سلطان سے مسرور ہو رہا ہو اسی طرح اب میری جانِ گمراہ کو آپ کے فضل نے شاہراہ پر لگادیا۔ اور اپنے انوارِ قرب اور نفحاتِ کرم سے مسرور فرمادیا۔

بوئے گل از خار پیدا می کنی
نور را از نار پیدا می کنی
(اختر)

اے اللہ! میرا نفس جو عادۃً جرائم و معاصی سے مثلِ خار تھا اور گلہائے قرب کی خوشبو سے محروم تھا اب آپ کے فضل نے اس میں نہ جانے کیا تصرف کر دیا کہ اب معاصی کے بجائے اعمالِ صالحہ صادر ہونے لگے اور اسی طرح جس نارِ شہوت سے رات دن میری جان سوختہ ہو رہی تھی اب آپ کے کرم سے اور تصرفِ قدرتِ کاملہ سے وہ نار نور بن گئی یعنی توفیق اہتمامِ تقویٰ سے روشن ہوگئی اور جب بُرے تقاضوں پر عمل کرنے سے محفوظ ہو گیا تو اس مجاہدہ سے حمامِ تقویٰ روشن ہو گیا اور یہ خواہشات ایندھن کا کام کر گئیں یعنی حمامِ تقویٰ میں پہنچ کر یہ نار نور سے تبدیل ہوگئی ۔

آفتابت کرد در کویم گذر
شد شب دیجور ما رشکِ سحر
(اختر)

اے اللہ! میرے قلب میں آپ کی محبت و قرب کا آفتاب طلوع ہو گیا اور تقاضائے نفسانی کا غلبہ جو شبِ دیجور کی طرح میرے دل کو تاریک کئے ہوئے تھا اب آپ کے انوار سے وہ تمام تر ظلمات رشکِ سحر بن گئے ۔

سست گامے از رجال اللہ شد
ایں مقام شکر و حمد اللہ شد
(اختر)

آپ کے کرم سے جو نفس کہ فرماں برداری میں سست گام تھا اب رجال اللہ کی صف میں شریک ہے۔ یہ مقام میرے لئے نہایت شکر و حمد کا ہے ۔

می نہ گیرد باز شہ جز شیر نر
کر گساں بر مردگاں بکشادہ پر
(اختر)

شاہی باز اپنی شرافت طبع و ہمت عالی سے شیر نر کا شکار کرتا ہے اور کرگساں مردہ لاشوں پر، پر کھولے ہوئے ہیں اپنی دناءت طبع سے ؂

جان عارف ہمچو باز شاہ ہست
صید او از ہمتش خود شاہ ہست

(اختر)

عارف کی جان مثلِ شاہ باز ہے عالی ہمتی میں۔ کیوں کہ اس روح کا مطلوبِ حقیقی تمام کائنات میں شاہِ حقیقی ہے جو ہمیشہ زندہ اور باقی ہے اور وہ تمام فانی مخلوقات سے منہ پھیر کر لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ کا نعرہ بلند کر رہی ہے۔

اب دستورُ العمل تحریر کرتا ہوں جس کی تمہید میں سطور بالا تحریر کی گئیں حق تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرما کر ہم سب کو قدر کرنے اور عمل کر کے نفع اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائیں خصوصاً جو لوگ سالہا سال سے کسی گناہ کی عادت میں مبتلا ہیں اور اس ناپاک زندگی کو حیاتِ طیبہ سے تبدیل کرنا چاہتے ہیں اُن کے لئے یہ دستور رشکِ آبِ حیات ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ o

العارض محمد اختر عفا اللہ عنہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دستورُ العمل برائے اصلاح وتزکیۂ نفس

تمام رذائل کی جڑ صرف دو ہیں: (۱)...... **جاہ** (۲)...... **باہ**

تکبر، حسد، کینہ، بغض، غضب وغیرہ اُن کی تہہ اور جڑ میں جاہ کا چھپا ہوا چور ہوتا ہے۔ اسی طرح بدنگاہی، عشقِ مجازی، دل میں پچھلے گناہوں کا تصور کر کے مزہ لینا۔ حرص، طمع، بخل وغیرہ کی تہہ میں شہوتِ نفس یعنی باہ کا مادہ چھپا ہوتا ہے۔ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ جاہ کی بیماری زیادہ خطرناک ہوتی ہے کیوں کہ یہ مادہ ابلیسی وراثت سے تعلق رکھتا ہے اور توبہ وندامت سے جس طرح شیطان محروم رہا اسی طرح جاہ کی ہوس میں مبتلا انسان توبہ وندامت سے گریز کرتا ہے اور باہ یعنی شہوتِ نفس کے مریض میں عموماً منکسر مزاجی ہوتی ہے جس سے اُن کی اصلاح جلد ممکن ہوتی ہے۔ ہر شخص میں کم و بیش جاہ اور باہ دونوں ہی مادّہ ہوتے ہیں یہ گفتگو صرف اس امر میں ہے کہ کسی انسان میں مادّہ جاہ غالب ہوتا ہے اور کسی میں باہ کا مادہ غالب ہوتا ہے جس طرح نفس کی تمام بیماریوں کی تقسیم اجمالی طور پر دو قسم پر ہوتی ہے یعنی جاہ اور باہ۔ اسی طرح ان کے علاج کی تقسیم دو اہم اساس پر ہے اور باقی تمام تشریحات انہیں دو اساس کی تفصیل ہوں گی۔ نمبرا۔ استحضارِ عقوبت، نمبر۲۔ کثرتِ ذکر اللہ کا اہتمام اور التزام۔ کامل فرماں برداری اور انسدادِ جرائم کے دو ہی سبب ہوا کرتے ہیں۔ (ا) خوف جس کا حصول استحضارِ عقوبت سے ہوتا ہے۔ (۲) محبت جو اہتمام کثرتِ ذِکر سے حاصل ہوتی ہے۔

اس تمہید کے بعد اب وہ دستور العمل علیٰ سبیل التفصیل درج کرتا ہوں جس پر اخلاص اور پابندی سے اگر چھ ماہ عمل کر لیا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ تمام وہ انعامات جن کا تفصیلی تذکرہ تمہید میں آچکا ہے قلب میں محسوس ہونے لگیں گے اور جن گناہوں کی مثلاً چالیس سالہ عادت بھی ہوگئی ہو ان گناہوں سے بھی احتراز واجتناب کی توفیق

ہونے لگے گی۔ اور یہ دستورُ العمل بعد شفائے امراضِ نفسانیہ وروحانیہ بھی جاری رکھنا چاہئے کیوں کہ یہ اعمال ترقی ومدارج قرب میں سالک کے لئے عجیب النفع ہیں۔ نیز نفس کے رذائل تاکہ آئندہ عود نہ کرسکیں۔ درحقیقت اس مشورہ کی ضرورت بھی نہیں کیوں کہ چھ ماہ عمل کرنے کے بعد خود ان اعمال سے سالک کی روح کو وہ حلاوت اور ٹھنڈک نصیب ہوگی کہ ان شاء اللہ تعالیٰ خود ہی تادمِ آخر ان معمولات پر اہتمام و التزام کو اپنے اوپر لازم کرلے گا۔ ایک مدت ان معمولات پر پابندی سے ایسا محسوس ہونے لگے گا کہ گویا آخرت کی زمین پر چل رہا ہوں اور جنت وجہنم کو گویا دیکھ رہا ہوں اور تمام شہوات ولذاتِ دنیا اب نگاہوں میں ہیچ نظر آنے لگیں گی حالانکہ اس سے قبل ان سے نکلنا مشکل اور محال نظر آتا تھا۔

وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ
وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

جس نے ہمیشہ جرعہ خاک آمیز پیا ہے (یعنی گناہوں کا اثر ذِکر کے انوار کو دل میں جب ظلمت آمیز کردیتا تھا تو اس بے کیفی سے جرعہ خاک آمیز ہوجاتا تھا) اب جب صاف جرعہ پئے گا تو اس کے اثرات اور ہی دیکھے گا یعنی ذکر کے وہ انوار جو محفوظ ہوں گے کدورت وظلماتِ معاصی سے وہ سالک کو اب قرب اور یقین کے نہایت اعلیٰ مقام پر پہنچادیں گے اور جب سالک اپنے یقین کو یقین صدیقین کے مقام پر دیکھے گا تو کس قدر مسرت اس دستورُ العمل سے ہوگی اور اس وقت سالک کو یہ محسوس ہوگا کہ دنیا ہی میں موجود ہوتے ہوئے جنت کی بہاریں پا رہا ہے۔ اب لیجئے وہ نسخہ جو رشک آبِ حیات ہے درج ذیل کرتا ہوں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ﴾

(سورۃ الانفال، آیت:۲۴)

اے ایمان والوں! تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجالایا کرو جبکہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہیں۔

(۱)...... چوبیس گھنٹے میں جو وقت اطمینان کا ہو نہ تو اُس وقت پیٹ اس قدر خالی ہو کہ بھوک محسوس ہو رہی ہو اور نہ اتنا بھرا ہو کہ بڑا دیر تک بارِ خاطر ہو۔ایک گھنٹہ اس دستورُ العمل کے لئے ہر روز متعین کرلیا جائے یوں تو مذکورہ شرائط پر ہر شخص کے حالات ومشاغل کہ لحاظ سے جو وقت بھی ہو بہتر ہے لیکن عام طور پر مغرب تا عشایا فجر کے بعد کا وقت بہت مناسب ہوتا ہے۔ نیز خلوت ہونی چاہئے اور بہتر ہے وہاں اپنے بیوی بچے احباب کوئی بھی نہ ہوں تا کہ اس تنہائی میں جب رونے کو جی چاہے بے تکلف رولے اور تا کہ اس فضیلت کا شرف بھی حاصل ہو جائے جو حدیث میں موعود ہے کہ بندہ تنہائی میں اپنے اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں بہہ پڑیں یعنی آنسو جاری ہو جاویں تو قیامت کے دن حق تعالیٰ اپنے عرش کے سایہ اس کو عطا فرمائیں گے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ارشاد ہے کہ اگر رونا نہ بھی آئے تو رونے والوں کی کی نقل کرنے سے بھی اسی درجہ کے حاصل ہونے کی اُمید ہے نیز یہ کہ اس دستورُ العمل پر اگر ایک وقت میں عمل مشکل اور تعب کا باعث ہو تو دو وقت میں پورا کر سکتا ہے اور ناغہ سے سخت احتراز رکھے۔

(۲)...... اوّل دو رکعت نفل توبہ کی نیت سے پڑھ کر پھر دیر تک بلوغ سے لے کر موجودہ عمر تک کے تمام گناہوں سے استغفار کرے اور اپنے کو خوب نالائق، ذلیل و بدکار، بدعمل و بے غیرت کہتا رہے اور یوں دُعا کرے کہ اے میرے رب اگرچہ میرے گناہوں کی تھاہ نہیں لیکن آپ کی رحمت میرے گناہوں سے بہت وسیع تر ہے۔ پس اپنی رحمت واسعہ کے صدقے میں میری تمام خطائیں عفو فرما دیجئے اے اللہ آپ عفو ہیں اور عفو کو محبوب رکھتے ہیں پس میری خطاؤں کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے۔

(۳)...... پھر دو رکعت نماز حاجت کی نیت سے ادا کرے پھر یہ دُعا کرے کہ اے

میرے رب میں نے اپنی عمر کا عظیم حصہ گناہوں میں تباہ کر دیا اب میری اس تباہ شدہ عمر پر رحم فرمایئے اور میری اصلاح فرما دیجئے۔ اگر آپ کا کرم نہ ہوتو ہم میں کوئی بھی پاک نہیں ہو سکتا جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے:

﴿مَازَكٰى مِنكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا﴾

(سورة النور، آیت: ۲۱)

میرے پچھلے گناہوں کی ظلمت کو میرے دل سے دور فرما دیجئے اور اپنا اتنا خوف عطا فرما دیجئے جو مجھے آپ کی نافرمانیوں سے بچالے۔

(٤)...... پھر ۳۰۰ رمرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ کا ذکر کرے اس خیال کے ساتھ کہ لَا اِلٰهَ سے دل کو تمام ماسوا سے پاک کر رہا ہوں اور اِلَّا اللہ سے اللہ کی محبت دل میں راسخ کر رہا ہوں۔

(٥)...... کسی وقت ۳۰۰ رمرتبہ اَللہ اَللہ کر لیا کریں اِس ذکر کو ذکر اسمِ ذات پاک کہتے ہیں۔ جب پہلا اللہ کہیں تو جَلَّ جَلَالُهٗ کہنا واجب ہے۔ جب اللہ زبان سے کہیں تو تصور کریں کہ زبان کے ساتھ ساتھ قلب کے مقام سے بھی اللہ نکل رہا ہے اور نہایت محبت اور درد بھرے دل سے اللہ کا نام لیا جاوے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عام میخوانند ہر دَم نام پاک
ایں اثر نکند چو نبود عشقناک

تَرجَمہ: عام لوگ اللہ تعالیٰ کا نام پاک ہر دَم لیتے ہیں لیکن یہ اثر نہیں کرتا ہے جب تک کہ عشقناک ذکر نہ کیا جائے یعنی محبت سے دل کی گہرائی سے نام پاک لینے سے کچھ اور ہی اثر ہوتا ہے۔

(٦)...... پھر یہ مراقبہ کرے کہ حق تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں یعنی حق تعالیٰ کے بصیر و خبیر ہونے کا تصور کرے اور دل ہی دل میں حق تعالیٰ سے یوں باتیں کرے کہ اے اللہ!

جس وقت میں بدنگاہی کر رہا تھا اور جس وقت بُرے خیالات سے لذت حاصل کر رہا تھا یا جس وقت گناہ کر رہا تھا اُس وقت آپ کی قدرتِ قاہرہ بھی مجھے اس جرم کی حالت میں دیکھ رہی تھی۔ اُسی وقت اگر آپ کا حکم ہو جاتا کہ اے زمین شق ہو کر اس نالائق کو نگل جا یا آپ حکم فرما دیتے کہ:

﴿فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ﴾

(سورة التوبة، آيت: ٦٥)

ہم نے کہہ دیا ان لوگوں کو تم بندر ذلیل ہو جاؤ۔ تو میں اسی وقت ذلیل ہو جاتا اور مخلوق میری اس رسوائی کا تماشہ دیکھتی۔ اے اللہ آپ اپنی قدرتِ قاہرہ سے اسی وقت مجھے کسی دردناک بیماری میں مبتلا کر دیتے تو میرا کیا حال ہوتا یا مجھے تنگدستی اور فاقوں میں مبتلا کر دیتے تو میرا کیا حال ہوتا مگر آپ کے کرم وحِلم نے مجھ سے انتقام نہیں لیا۔ اگر آپ کا حِلم میرے اوپر کرم فرما نہ ہوتا تو میری تباہی کا کیا عالم ہوتا اسی طرح تھوڑی دیر تصور کرتا رہے کہ حق تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہے ہیں اور میں اس محبوبِ حقیقی کے سامنے بیٹھا ہوں اور دل ہی دل میں استغفار کرتا رہے اور دُعا کرتا رہے کہ اے اللہ! اس تصور کو کہ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں میرے دل میں جما دیجئے۔

(۷)...... پھر ان عبارات کو غور سے پڑھے جو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِرشادات سے ماٴخوذ ہیں۔

مُلَخَّص از وعظ غضِ بصر

خلاصہ یہ ہے کہ کسی کے پاس بدنگاہی کے جائز ہونے کا کچھ سہارا نہیں بلکہ بدنگاہی ہر طرح سے حرام اور بڑا بھاری گناہ ہے۔ یہاں پر یہ کہے کہ اے اللہ اس حرام و بھاری گناہ کا ایک پہاڑ میرے سر پر ہے اور ایک عمر اس میں تباہ ہوئی ہے میری اس تباہ شدہ عمر پر رحم فرما دیجئے کہ آپ ارحم الراحمین ہیں بجز آپ کے ہمارے اوپر دوسرا

کوئی رحم کرنے والا نہیں ہے۔ جیسے بدنگاہی حرام ہے اسی طرح دل سے سوچنا بھی حرام ہے اور اس کا ضرر بدنگاہی سے بھی زیادہ ہے۔ بدنگاہی سے اعمالِ صالحہ کا نور سلب ہوجاتا ہے دل کا ستیاناس ہوجاتا ہے۔ بعض لوگوں کا خاتمہ بدنگاہی کی نحوست سے کفر پر ہوا یعنی عشقِ مجازی میں مبتلا ہوکر آخر سانس تک خلاصی نہ پاسکے اور کلمہ کے بجائے منہ سے کچھ اور نکل گیا۔ جب کوئی غیر محرم عورت سامنے آئے تو نگاہ کو نیچی کرلے اور ہرگز اُدھر گوشۂ چشم سے بھی نہ دیکھے۔ اگرچہ شیطان ڈرائے کہ نہ دیکھے گا تو دَم نکل جائے گا دَم نکلنے کی بھی پرواہ نہ کرے اور یوں سوچے کہ مر بھی گیا تو کیا ہی عمدہ موت ہوگی (یعنی شہادت)۔ بدنگاہی کے بعد دل میں ایسی ظلمت پیدا ہوتی ہے کہ ذکر وغیرہ میں بے کیفی ہوجاتی ہے اور بار بار تقاضا کے باوجود جب تک حفاظت نظر نہ کی جائے اور استغفار خوب نہ کی جائے اس وقت تک دل صاف نہیں ہوتا۔

بدنگاہی سے کبھی ذکر و شغل سے وحشت ہونے لگتی ہے پھر یہ وحشت نفرت سے بدل جاتی ہے اور کفر تک پہنچا دیتی ہے (العیاذ باللہ) بدنگاہی کے مرتکب کی آنکھیں بے رونق ہوجاتی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دل بے رونق ہوجاتا ہے جب دل کا نور سلب ہوجاتا ہے تو آنکھوں میں نور کہاں سے آئے گا اور یہ سوچے کہ کتنی محنت سے تو ذکر و عبادت کررہے ہیں اور بدنگاہی سے ان کا نور ضائع کررہے ہیں اور قربِ حقیقی کے خصوصی انوار و برکات سے محروم ہورہے ہیں۔ خوب سمجھ لیجئے کہ معصیت پر اصرار اور عادت کے ساتھ حصول نسبت مع اللہ کا گمان سخت دھوکہ ہے، فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ۔ جس وقت کسی حسین پر نظر پڑ جائے فوراً کسی بدصورت کو دیکھے۔ موجود نہ ہو تو تصور کرے کسی کالے کلوٹے کا کہ چیچک رُو ہے چپٹی ناک ہے دانت لمبے لمبے ہیں آنکھ کا کانا ہے سر کا گنجا ہے جسم بہت بلغمی ہے توند نکلی ہوئی ہے اور دست لگے ہیں مکھیاں بھنک رہی ہیں۔ اور یوں بھی سوچے کہ یہ محبوب جب مر جائے گا تو لاش گل سڑ کر بدنما ہوگی اور کیڑے رینگتے نظر آئیں گے مگر کسی بدصورت کے تصور کا نفع دیرپا نہ

ہوگا وقتی فائدہ ہوگا پھر تقاضا اس حسین کا ستاوئے گا لہٰذا آئندہ تقاضے کو کمزور اور مضمحل کردینے کا علاج یہ ہے کہ خدا کی یاد بہت کرے دوسرے خدا تعالیٰ کے عذاب کا بھی خیال جمائے تیسرے یہ سوچے کہ اس کو مجھ پر پوری قدرت ہے۔ایک مدت تک عمل کرنے سے آہستہ آہستہ یہ چور نکلتا ہے۔ایسا پرانا مرض ایک دن یا ایک ہفتہ میں نہیں جاتا۔ ہمت نہ ہارے کوشش کرتا رہے۔تھوڑا تھوڑا یہ تقاضا گھٹتا رہے گا اور نفس قابو میں آجائے گا۔اور یہ خواہش نہ کرے کہ بالکل تقاضا ہی ختم ہوجائے کیوں کہ جب بالکل تقاضا نہ ہوگا تو پھر اجر کیا ملے گا۔اگر نامرد کہے کہ میں عورت کے پاس نہیں جاتا تو کیا کمال ہے کوئی اندھا کہے میں کسی عورت کو نہیں دیکھتا تو کیا کمال ہے۔یہ کون سی تعریف کی بات ہے۔پس بالکل تقاضا نہ ہونے کی طلب سخت نادانی وجہل ہے۔مطلوب صرف اتنا ہے کہ تقاضے اس قدر مغلوب اور مضمحل ہوجائیں جو باآسانی قابو میں آجائیں۔ یہ بیماری بہت پھیل رہی ہے جو نیک کہلاتے ہیں وہ بھی اس میں پھنسے ہوئے ہیں۔خدا کے واسطے اس کا انتظام کرنا چاہئے۔

صاحبو! اگر حق تعالیٰ سامنے کھڑا کرکے اتنا دریافت فرمالیں کہ تو نے ہمیں چھوڑ کر غیر پر کیوں نظر کی تو بتلایئے کیا جواب دیجئے گا۔ یہ بات ہلکی نہیں ہے اس کا بڑا انتظام کرنا چاہئے۔ایک اور تدبیر یہ ہے کہ جب دل میں بُرا خیال آئے یا بدنگاہی کی حرکت ہوجائے فوراً وضو کرو۔۲ رکعت نماز توبہ پڑھو۔پہلے دن تو بہت سی نفلیں پڑھنی پڑیں گی اس کے بعد جب نفس دیکھے گا کہ ذرا مزہ لینے میں یہ مصیبت ہوتی ہے یہ ہر وقت نماز ہی میں رہتا ہے تو پھر ایسے وسوسے نہ آئیں گے۔اب اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو سب مصیبتوں سے بچائے رکھے۔(از حسن العزیز) ان مضامین کو غور سے ہر روز پڑھ لیا جائے۔

(**۸**)......اس کے بعد یہ مراقبہ کرے اور حق تعالیٰ سے مناجات بھی یعنی باتیں بھی کرتا رہے کہ اے اللہ جب سے بالغ ہوا ہوں میری آنکھوں سے اب تک جتنی خیانتیں

صادر ہوئی ہیں یا سینہ میں بُرے خیالات سے میں نے جتنی ناجائز لذتیں حاصل کی ہیں اُن سب سے توبہ کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔ آپ اپنے کرم سے میری آنکھوں کو اور میرے سینہ کو ان خیانتوں سے محفوظ فرما دیجئے کہ یہ ایسے مہلک امراض ہیں جن میں مبتلا ہونے والے کتنے کفر پر مر گئے اور کتنے دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوئے اور اے اللہ میرے اور بھی جن جن اعضاء سے خیانتیں صادر ہوئیں مثلاً زبان، کان، ہاتھ، پیر غرض ان تمام اعضاء کی خیانتوں کو معاف فرما دیجئے اور اے اللہ میری عمر کا ایک بڑا حصہ جو انہی خرافات میں تباہ ہوگیا اور میرے گناہوں سے مجھے جو کچھ نقصان پہنچا آپ اپنی رحمت سے سب کی تلافی فرما دیجئے اور اپنے کرم سے مجھ سے راضی اور خوش ہوجائیے اور مجھے اپنی ایسی رضا عطا فرما دیجئے کہ اے اللہ! وہ کبھی آپ کے عتاب سے تبدیل نہ ہو۔

(۹)...... پھر عذابِ نارِ جہنم کا اس طرح مراقبہ کرے کہ جہنم اس وقت آنکھوں کے سامنے ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ سے باتیں کرے اے اللہ! یہ جہنم آپ کی روشن کی ہوئی آگ ہے اور اے اللہ! اس کا دُکھ دِلوں تک پہنچے گا **اَلَّتِیۡ تَطَّلِعُ عَلَی الۡاَفۡئِدَۃِ اِنَّھَا عَلَیۡھِمۡ مُّؤۡصَدَۃٌ فِیۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ** اور اے اللہ! جہنمی لوگ آگ کے لمبے لمبے ستونوں میں دبے ہوئے جل رہے ہیں اور اے اللہ! جب اُن کی کھالیں جل کر کوئلہ ہوگئیں تو آپ نے اُن کی کھالوں کو پھر تازہ بہ تازہ دوسری کھالوں سے تبدیل فرما دیا تاکہ اُن کو احساس دکھ اور الم کا زیادہ ہو **کُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُھُمۡ بَدَّلۡنَاھُمۡ جُلُوۡدًا غَیۡرَھَا** اور اے اللہ! جب ان کو بھوک لگی تو آپ نے اُن کو خاردار درخت زقوم کھانے کو دیا اور یہ بھی نہ ہوگا کہ وہ اُس کے کانٹوں کی تکلیف سے انکار کرسکیں کہ مجھ سے تو اب نہیں کھایا جا رہا ہے بلکہ اُن کو مجبوراً پیٹ بھرنا ہوگا **لَاٰکِلُوۡنَ مِنۡ شَجَرٍ مِّنۡ زَقُّوۡمٍ فَمَالِئُوۡنَ مِنۡھَا الۡبُطُوۡنَ** اور اے اللہ! جب اُن کو پیاس لگی تو آپ نے کھولتا ہوا پانی پلایا اور اس پانی سے یہ انکار بھی نہ کرسکیں گے بلکہ اس طرح پئیں گے

جس طرح پیاسا اُونٹ پیتا ہے فَشَارِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ فَشَارِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ اور یہی اُن کی مہمانی ہوگی قیامت کے دن هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ اور اے اللہ! جب انھیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو اُن کی آنتیں کٹ کٹ کر پائخانے کی راہ سے نکلنے لگیں گی وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَ هُمْ اور اے اللہ! یہ جہنمی آگ اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان چکر کریں گے يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ اور اے اللہ! جب رونا چاہیں گے تو آنسوؤں کے بجائے خون روئیں گے اور جب شدتِ تکلیف سے نکل کر بھاگنے کی کوشش کریں گے تو اُن کو پھر جہنم میں لوٹا دیا جائے گا كُلَّمَآ اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا اُعِيْدُوْا فِيْهَا اور اے اللہ! جب ہر طرح سے ہار جائیں گے تو آپ سے فریاد کی اجازت چاہیں گے تو آپ فرمائیں گے قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ اسی جہنم میں ذلیل پڑے رہو اور مجھ سے تم لوگ بات مت کرو۔ اے اللہ! دنیا کی ایک چنگاری کی ہمیں برداشت نہیں تو جہنم کی آگ کا جو ستر گنا اس آگ سے زائد ہے کیسے تحمل ہوگا۔ اے اللہ! ہمارے اعمال تو سزاوارِ جہنم ہیں مگر آپ کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں کہ جہنم کے دردناک عذاب سے نجات کو میرے لئے مقدر فرما دیجئے۔ یہاں پہنچ کر اس دُعا کو تین بار عرض کرے اور خوب روئے رونا نہ آئے تو رونے والوں کا سا چہرہ بنا لے اور دل سے خوب ڈرے۔ شروع شروع میں عذابِ جہنم کے تصور سے دل کو زیادہ خوف محسوس نہ ہوگا لیکن اس عمل پر دوام سے اور رونے والوں کی نقل کی برکت سے رفتہ رفتہ یقین و ایمان میں ترقی ہوتی رہے گی۔ اور ایک دن ایسا آئے گا کہ گویا جہنم کو آنکھوں سے دیکھو گے۔ پھر کسی نافرمانی کی ہمت نہ ہوگی کیوں کہ جہنم کی آگ کی شدت کا استحضار گناہ کی لذت کی طرف نفس کو متوجہ نہ ہونے دے گا اور معاصی سے کلی اجتناب کی توفیق ان شاء اللہ تعالیٰ ہو جائے گی۔

(۱۰)...... پھر اس کے بعد ذرا دیر موت کو یاد کرے کہ دنیا کے تمام ہمدرد بیوی بچے

عزیز و اقارب اور یہ سارے واہ واہ کرنے والے اور سلام حضور کرنے والے سب چھوٹ گئے اور جس مکان کو ہم اپنا سمجھتے تھے اب بیوی بچوں نے زبردستی اس مکان سے نکال باہر کیا اور اب روح تنہا رہ گئی۔ عناصر سے متعلق جتنی لذات تھیں ختم ہوگئیں۔ یعنی حواسِ خمسہ سے جو عیش اندر پہنچ رہے تھے سب معطل ہوگئے۔ اب روح کے اندر اگر عبادات کے لذات اور انوار ہیں تو یہی کام آویں گے ورنہ سب عیش خواب ہوگیا۔ پھر اپنے نفس کو یوں ڈرائے کہ ؎

لطف دُنیا کے ہیں کے دن کے لئے
کھو نہ جنت کے مزے اِن کے لئے
یہ کیا اے دل تو بس پھر یوں سمجھ
تو نے ناداں گل دیئے تنکے لئے
ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم
رفتہ رفتہ چپکے چپکے دَم بہ دَم

اگر ہو سکے تو کبھی کبھی قبرستان میں حاضری دے اور سوچے کہ یہ لوگ بھی کبھی ہماری طرح زمین پر چلتے تھے آج افسانہ ہوگئے ؎

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی
بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خوابِ ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

موت کو کثرت سے یاد کرنا دل کو دُنیا سے اُچاٹ کرتا ہے اور یہی ہدایت کا بڑا سبب اور ذریعہ ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ موت جو لذات کو سرد کرنے والی ہے اس کو کثرت سے یاد کرو۔ مولانا مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

اطلس عمرت بمقراض شہور
پارہ پارہ کرد خیاطِ غرور

اے لوگو! تمہاری عمر کے تھان کو مہینوں کی قینچی سے دھوکے کا خیاط پارہ پارہ کررہا ہے۔ پس موت کو اتنا تصور کرو کہ اس کی وحشت لذت سے بدل جائے اور اپنے اصلی وطن کے ذِکر سے لذت ملنی ہی چاہئے۔ مومن کے لئے موت دراصل محبوبِ حقیقی کی طرف سے دعوتِ ملاقات کا پیغام ہے۔

نوٹ: ٹینشن، ڈیپریشن اور وسوسوں کے مریض ہرگز موت کا مراقبہ نہ کریں یہ ان کے لئے مضر ہے بلکہ یہ مراقبہ کریں کہ اس دنیا کی محدود زندگی کا مصافحہ بہت جلد ایک ہمیشہ کی زندگی سے ہونے والا ہے جہاں انبیاء علیہم السلام، صحابہ رضی اللہ عنہم، اولیاء، صلحاء اور اپنے آباؤ اجداد سے ملاقات ہوگی۔

(**۱۱**)......اس مراقبہ کے بعد عباراتِ ذیل کو خشیت وخوف دل میں پیدا کرنے کی نیت سے خوب دل لگا کر پڑھے۔ یہ مضامین خوف حکایتِ صحابہ (رضوان اللہ عنہم) مصنفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم سے مأخوذ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں جو آخرت کے حالات دیکھتا ہوں اگر تم کو معلوم ہو جائیں ہنسا کم کردو اور رونے کی کثرت کردو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کاش میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔ کبھی فرماتے کاش میں کوئی گھاس ہوتا کہ جانور اس کو کھا لیتے۔ کبھی فرماتے کہ کاش میں کسی مومن کے بدن کا بال ہوتا۔ ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے ایک جانور کو دیکھ کر ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ تو کس قدر مزہ میں ہے کہ کھاتا پیتا ہے اور درختوں کے سائے میں پھرتا ہے اور آخرت میں تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں کاش ابوبکر بھی تجھ جیسا ہوتا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کاش مجھے میری ماں نے جنا ہی

نہ ہوتا۔ بسا اوقات ایک تنکا ہاتھ میں لیتے اور فرماتے کاش میں تنکا ہوتا۔ تہجد کی نماز میں بعض مرتبہ روتے روتے گر جاتے اور بیمار ہو جاتے۔ ایک بار صبح کی نماز میں جب یہ آیت اِنَّمَآ اَشْكُوْ بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ پر پہنچے تو روتے روتے آواز نہ نکلی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق تعالیٰ کے خوف سے اس قدر روتے تھے کہ چہرہ پر آنسوؤں کے بہنے سے دو نالیاں سی بن گئی تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ نماز کے لئے تشریف لائے تو ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ کھلکھلا کر ہنس رہی تھی اور ہنسی کی وجہ سے دانت کھل رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو کثرت سے یاد کرو تو جو حالت میں دیکھ رہا ہوں وہ پیدا نہ ہو۔ لہٰذا موت کو کثرت سے یاد کیا کرو اور قبر پر کوئی دن ایسا نہیں گذرتا کہ جس میں وہ یہ آواز نہ دیتی ہو کہ میں بیگانگی کا گھر ہوں، تنہائی کا گھر ہوں، مٹی کا گھر ہوں، کیڑوں کا گھر ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بہت رویا کرتے تھے حتیٰ کے روتے روتے آنکھیں بے کار ہو گئیں تھیں۔ کسی شخص نے ایک مرتبہ دیکھ لیا تو فرمایا کہ میرے رونے پر تعجب کرتے ہو اللہ کے خوف سے سورج روتا ہے۔ ایک مرتبہ ایسا ہی قصہ پیش آیا تو فرمایا کہ اللہ کے خوف سے چاند روتا ہے۔ ایک نوجوان صحابی رضی اللہ عنہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا وہ جب فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ پر پہنچے تو بدن کے بال کھڑے ہو گئے روتے روتے دَم گھٹنے لگا اور کہہ رہے تھے ہاں جس دن آسمان پھٹ جائیں گے یعنی قیامت کے دن میرا کیا حال ہوگا۔ ہائے میری بربادی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اس رونے سے فرشتے بھی رونے لگے۔

ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے تہجد کی نماز پڑھی پھر بیٹھ کر بہت روئے کہتے تھے اللہ ہی سے فریاد کرتا ہوں جہنم کی آگ کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ تم نے آج فرشتوں کو رُلا دیا۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ رو رہے تھے بیوی کے پوچھنے پر فرمایا کہ اس وجہ سے روتا ہوں کہ جہنم پر تو گذرنا ہے ہی نہ معلوم نجات ملے گی یا وہیں رہ جاؤں گا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تمام رات یہ آیت پڑھتے رہے اور روتے رہے وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ دنیا میں تم سب لوگ ملے جلے رہے مگر آج مجرم لوگ سب الگ ہو جائیں اور غیر مجرم علیحدہ۔ اس حکم کو سُن کر جتنا بھی رویا جائے کم ہے کہ نہ معلوم اپنا شمار مجرموں میں ہوگا یا فرماں برداروں میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس آنکھ سے اللہ کے خوف سے ذرا سا بھی آنسو خواہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو نکل کر چہرہ پر گرتا ہے اللہ تعالیٰ اس چہرہ کو آگ پر حرام فرما دیتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب مسلمان کا دل اللہ کے خوف سے کانپتا ہے تو اُس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درختوں کے پتّے جھڑتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے اس کا آگ میں جانا ایسا مشکل ہے جیسا کہ دودھ کا تھنوں میں واپس جانا۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجات کا راستہ کیا ہے؟ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی زبان کو روکے رکھو گھر میں بیٹھے رہو اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اُمت میں کوئی ایسا بھی ہے جو بے حساب جنت میں داخل ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسند نہیں ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ کے راستہ میں گرا ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ جس کو رونا آئے وہ روئے ورنہ رونے کی صورت ہی بنالے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر میں اللہ کے خوف سے روؤں اور آنسو میرے رخسار پر بہنے لگیں یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کے پہاڑ کے برابر صدقہ کروں۔

مضامین بالا کا مطالعہ نفس میں خدا کا خوف پیدا کرتا ہے، گناہوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے اور اللہ کی رحمت واسعہ سے نا اُمید بھی نہ ہونا چاہئے۔ گناہوں کو یاد کر کے رونے سے بہت قرب نصیب ہوتا ہے۔ اور جس کو رونا نہ آئے تو وہ رونے والوں کی شکل بنالے اس نقل کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ بھی کامیاب ہو جائے گا۔ جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ نقلِ گریہ ثابت ہے ؎

اے خوشا چشمے کہ آں گریانِ اوست
اے ہما یوں دل کہ آں بریانِ اوست

(**۱۲**)......اس کے بعد پھر انعاماتِ الٰہیہ کا اس طرح مراقبہ کرے اور حق تعالیٰ سے اس طرح عرض کرے کہ اے اللہ! آپ سے میری روح نے اپنے وجود کے لئے سوال نہیں کیا تھا آپ کے کرم نے بغیر سوال مجھے وجود بخشا۔ پھر میری روح نے یہ سوال بھی نہیں کیا تھا کہ آپ مجھ کو انسانی قالب عطا فرمائیں آپ کے کرم نے بغیر سوال کے سور اور کتے کے قالب میں مجھے پیدا نہیں کیا بلکہ قالب اشرف المخلوقات (انسانیت کا قالب) بخشا۔ پھر اے میرے اللہ! اگر آپ مجھے کسی کافر یا مشرک گھرانے میں پیدا فرما دیتے تو میں کس قدر ٹوٹے اور خسارہ میں ہوتا۔ اگر صدارت و بادشاہت بھی مجھ کو مل جاتی پھر بھی کفر اور شرک کے سبب جانوروں سے بدتر ہوتا۔ آپ نے اپنے کرم سے بغیر سوال کئے مجھے مسلمان گھرانے میں پیدا فرما کر گویا شہزادہ پیدا فرمایا۔ ایمان جیسی عظیم دولت جس کے سامنے کائنات کے تمام مجموعی انعامات و

خزائن کوئی حقیقت نہیں رکھتے آپ نے بے مانگے عطا فرمادی۔ اے اللہ! جب آپ کے کرم نے اتنے بڑے بڑے انعام بے مانگے عطا فرمائے ہیں تو مانگنے والے کو آپ بھلا کیوں کر محروم فرمائیں گے۔ اے اللہ! میں آپ کی رحمت کو ان بے مانگے ہوئے انعامات و الطافِ بے کراں کا واسطہ دیتا ہوں اور آپ کے فضل سے اپنی تطہیر اور اپنا تزکیۂ نفس مانگتا ہوں تاکہ آپ کی نافرمانیوں سے مرتے دَم تک محفوظ رہوں۔ اے اللہ! پھر آپ نے مجھے اچھے گھرانے میں پیدا فرمایا اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ محبت عطا فرمائی۔ اور دین پر عمل نصیب فرمایا۔ اگر آپ کی رہبری نہ ہوتو مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے کے بعد بھی لوگ بددین، دہریہ، نیچری ہوجاتے ہیں ؎

ما نبودیم و تقاضا ما نبود
لطف تو ناگفتۂ ما می شنود

اے اللہ! آپ ہی کی توفیق سے اللہ والوں کے ساتھ تعلق قائم کرنے کی توفیق ہوئی۔ اے اللہ آپ نے کتنی بیماریوں سے حفاظت دے رکھی ہے اور کیسی خطرناک بیماریوں سے شفا عطا فرمائی ہے اور آپ ہی کے کرم نے اہل حق سے تعلق بخشا ورنہ کسی غلط اناڑی کے ہاتھ پڑجاتا تو آج گمراہی میں مبتلا ہوتا۔

اگر کسی غم میں مبتلا ہو مثلاً اولاد کا انتقال ہوگیا ہو تو یوں کہے کہ اے اللہ میرے بچے جو آپ کے پاس جاچکے ہیں اُن کو میرے لئے ذخیرۂ آخرت فرمادیجئے اور جو موجود ہیں اُن کو صالح فرمادیجئے۔ اور اولاد و بیوی سے میری آنکھیں ٹھنڈی فرما دیجئے۔ اے اللہ دنیا میں آپ نے صالحین کا ساتھ عطا فرمایا ہے۔ اپنے کرم سے آخرت میں بھی اپنے صالحین کا ساتھ عطا فرمائیے۔ اے اللہ کتنے جرائم مجھ سے صادر ہوئے اور آپ کی قدرتِ قاہرہ دیکھ رہی تھی مگر آپ نے اپنے عفو و حلم کے دامن میں میرے ان جرائم کو ڈھانپ لیا اور مجھے رسوا نہ فرمایا۔ اے اللہ میری لاکھوں جانیں آپ کے حلم پر قربان ہوں ورنہ آج بھی اگر میرے اُترے پترے آپ خلق پر کھول دیں تو

لوگ اپنے پاس بیٹھنے بھی نہ دیں۔ اے اللہ اپنے کرم سے میرا خاتمہ ایمان پر مقدر فرمائیے۔ اے اللہ اس امر سے پناہ چاہتا ہوں کہ جب آپ سے ملوں تو آپ اپنا رخ میری طرف سے پھیرلیں۔ اے اللہ اگر میری تقدیر میں آپ نے میرے جہنمی ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے تو میں آپ کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں کہ اپنی رحمت سے اپنے اس فیصلہ کو تبدیل فرمادیجئے اور میرا جنتی ہونا مقدر فرمادیجئے۔ اے اللہ آپ اپنے فیصلہ پر حاکم ہیں آپ کا فیصلہ آپ پر حاکم نہیں۔ پس آپ اپنی رحمت سے میری تقدیر سے سوء القضا کو تبدیل فرمادیجئے یعنی مجھے جنتی بنادیجئے ؎

بگذراں از جانِ ما سوء القضا
وامبر مارا ز اخوان الصفا
سینکڑوں کو تو کرے گا جنتی
ایک یہ نااہل بھی اُن میں سہی

اے اللہ! اپنے فضل سے جنت میں دخولِ اولین کو میرے لئے مقدر فرمادیجئے۔ اے اللہ! اگر آپ کا فضل میرا مددگار ہوجائے تو نفس وشیطان مجھے کبھی مغلوب نہیں کرسکتے اور اے اللہ اگر میرے تزکیہ وتطہیر کا آپ ارادہ فرمالیں تو پھر آپ کے ارادہ کو کون توڑ سکتا ہے پس آپ اپنے کرم سے میرے تزکیہ کا ارادہ فرمالیں۔ اے اللہ آپ کے علم میں مجھ پر جتنے احسانات ہوئے ہیں ان میں سے اے اللہ اِس وقت جتنے احسانات کا استحضار ہوسکا ان کا بھی اور جن لامتناہی احسانات کا استحضار نہیں ہوسکا ان کا بھی ہر بُن مو سے شکر ادا کرتا ہوں۔

(۱۳)...... جو لوگ شہر میں آمدورفت رکھتے ہوں وہ جب گھر سے نکلیں تو دو رکعت نماز حاجت پڑھ کر دُعا کرلیں کہ اے اللہ میں اپنی آنکھوں کو اور اپنے قلب کو آپ کی حفاظت میں دیتا ہوں اور آپ خیر الحافظین ہیں۔ پھر اگر کوتاہیاں ہوجاویں تو واپسی پر ان سے استغفار کریں اور ہر غلطی پر چار رکعت نماز نفل کا جرمانہ مقرر کریں اور اگر محفوظ

رہیں تو شکرادا کریں۔

(۱۴)......ان معمولات کے باوجود بھی خطائیں ہوتی رہیں تو گھبرانے کی ضرورت نہیں معمولات ادا کرتے رہیں اور استغفار کرتے رہیں۔ اس دستورُ العمل پر عمل کرنا ہی اپنی نجات کا ذریعہ سمجھیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ ایک دن ایسا آئے گا کہ تمام تقاضے مغلوب ہو جائیں گے۔ کتنے بندگانِ خدا جو مدۃ العمر بدنگاہی اور دیگر امراضِ خبیثہ میں مبتلا تھے اس دستورُ العمل پر عمل کر کے نجات پا چکے ہیں۔

(۱۵)......ایک سو مرتبہ روزانہ ذکر اسمِ بسیط اللہ اللہ اس تصور سے کریں کہ میرے ہر بُنِ مو سے اللہ اللہ نکل رہا ہے اور پھر یہ اضافہ کرلیں کہ میرے ہر بُن مو کے ساتھ زمین و آسمان، شجر و حجر، بحر و بر، چرند و پرند غرض ہر ذرۂ کائنات سے ذِکر جاری ہے۔

(۱۶)......چند اضافات جاہ کی بیماری والوں کے لئے۔ جاہ کی بیماری والوں کے لئے۔ جاہ کا حریص دل میں یہ تصور کرے کہ جس مخلوق میں اس وقت بڑا اور معزز بننے کی فکر میں احکامِ شرعیہ سے گریز کر رہا ہوں یا عار محسوس کر رہا ہوں کہ لوگ مجھے ملاّ کہیں گے یا دقیانوسی خیال رکھنے والا کہیں گے تو جب روح نکلے گی یہ لوگ میرے ساتھ نہ جائیں گے۔ میرے ساتھ میرے اچھے اعمال ہی جائیں گے اور یہ سوچے کہ بادشاہ کے ہم نشین سے کوئی بھنگی کہے کہ تم بادشاہ کی مرضی کے خلاف فلاں کام کرو ورنہ میری نگاہ سے گر جاؤ گے تو کیا اس بھنگی کی نگاہ سے گر جانے سے وہ خوف زدہ ہوگا۔ ہرگز نہیں! بلکہ یہ کہے گا کہ تیرا دماغ چل گیا ہے تو اپنے دماغ کا علاج کر۔ پس حق تعالیٰ کے احکام میں یہی مراقبہ کیا جائے اور دنیا والے اگر ڈرائیں یا شیطان ڈرائے کہ تم اگر شریعت کے پابند ہو جاؤ گے تو دنیا والوں کی نگاہ سے گر جاؤ گے تو یوں سمجھے کہ دنیا والوں کی نگاہ میں بڑے بن کر کیا مل جائے گا۔ کیا یہ لوگ خدا کے عذاب سے مجھ کو بچا سکیں گے۔ جو مخلوق آج میرے آگے پیچھے چل رہی ہے اور میری بڑی عزت کر رہی ہے روح نکلنے کے بعد یہی لوگ میرے جسم کے پاس بیٹھنا بھی پسند نہ کریں گے

حتیٰ کے بیوی اور بچے بھی میری لاش کو گھر سے نکال باہر کریں گے پس ایسی فانی اور عاجز محتاج مخلوق کی نگاہ میں بڑا بننے کا شوق سخت نادانی ہے اور مرنے کے بعد کوئی کام آنے والا نہیں ہے۔ بس مالک حقیقی کی نگاہ کو دیکھو کہ اُن کی نگاہ میں ہم کیسے ہیں مولیٰ کی مرضی ہمیشہ بندہ کے پیشِ نظر رہنی چاہئے ۔

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہئے
مدِ نظر تو مرضی جاناں نہ چاہئے
اب اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہئے کیا کیا نہ چاہئے

سید سلیمان ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر خوب ہے۔ سادے الفاظ میں کیا مفید بات فرمائی ہے ۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

ایک مثال اور دل میں سوچے کہ کسی عورت کی سارے محلّہ کے لوگ تعریف کرتے ہوں کہ نیک صورت نیک سیرت ہے وغیرہ وغیرہ لیکن اس کا شوہر اس سے ناراض ہو اور اس کی نگاہ میں یہ عورت سخت قابل نفرت ہو تو کیا اس عورت کو محلے والوں کی تعریف سے اور عزت کرنے سے کوئی خوشی ہوگی۔ ہرگز نہیں! کیوں کہ وہ جانتی ہے کہ زندگی بھر کے لئے شوہر ہی اس کا حاکم اور رفیقِ حیات ہے اگر وہ خوش نہیں تو سارے محلے کی تعریف وعزت اسے کوئی نفع نہیں پہنچا سکے گی اللہ اکبر! شوہر اور بیوی کہ تعلقات میں تو یہ اثر ہو اور عبد و معبود میں اتنا بھی تعلق نہ ہو۔ وہ ذات کہ ہمارا ہر ہر ذرّہ جس کا مملوک ہے جس کا مخلوق ہے جس کا مرزوق ہے جس کا مربوب ہے جن کو ہمارے اوپر ہر قسم کا تصرف واختیار ہے ان کی نگاہ میں گر جانے کا ہمیں خوف نہ ہو اور خوف ہو تو اپنی جیسی عاجز وفانی مخلوق کا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کس سے توڑا اور کس سے جوڑا ۔

بقول دشمن پیمان دوست بشکسی
ببیں کہ از کہ بُریدی وبا کہ پیوستی

آفتابا با تو چو قبلہ وامیم　　شب پرستی و خفاشی می کنیم
پیش نور آفتاب خوش مساغ　　رہنمائی جستن از شمع و چراغ
بے گماں ترکِ ادب باشد زما　　کفر نعمت باشد و فعل ہوا

(رومی)

پھر یہ دُعا کرے کہ اے اللہ! میرے قلب میں جاہی اور باہی جتنی بھی بیماریاں ہیں سب کو دور فرما دیجئے اور میرا ظاہر و باطن ایسا بنا دیجئے کہ آپ مجھ سے راضی اور خوش ہو جائیں اور مجھے صدق فی الطلب یعنی سچی طلب عطا فرمائیے۔

(**۱۷**)...... کسی اللہ والے کی صحبت میں گاہ گاہ التزاماً حاضری دیتا رہے اور اللہ کی محبت کی باتیں سُنتا رہے کہ بدونِ صحبت اہل اللہ اصلاح نفس اور توفیق استقامت عادۃً دشوار بلکہ ناممکن ہے۔

(**۱۸**)...... باہی بیماری یعنی عشقِ مجازی میں مبتلا اشخاص کے لئے ایک **مختصر تتمہ**:

مراقبہ (۱) دُنیا کے حسینوں کی بے وفائی کو سوچے کہ اگر ان پر جان و مال اور دولت وعزت سب قربان کردے پھر بھی اگر ہم سے زیادہ کوئی مال دار انہیں مل گیا تو یہ سابق عاشق سے آنکھیں چرانے لگتے ہیں اور بعض اوقات سابق عاشق کو زہر کھلا کر ہلاک کر دیتے ہیں کہ اس سے پیچھا ہی چھوٹ جائے۔

مراقبہ (۲) اگر وہ معشوق مر گیا تو اس کو آپ جلد سے جلد قبرستان کے سپرد کر دیتے ہیں یا آپ پہلے مر گئے تو معشوق آپ کی لاش سے متنفر ہو جاوے گا۔ کیسی عارضی محبت ہے۔

مراقبہ (۳) اس حدیث کا مراقبہ کرے کہ:

﴿اَحْبِبْ مَنْ شِئْتَ فَاِنَّکَ مُفَارِقُہٗ﴾

(شعب الایمان للبیہقی)

تم جس سے چاہو محبت کرو لیکن ایک دن اس سے جدا ہونے والے ہو۔

تنبیہ ضروری: اگر کسی فرد خاص مرد یا عورت سے عشق راسخ ہو چکا ہو اور اس سے عرصے تک خط و کتابت یا ساتھ اُٹھنا بیٹھنا رہا ہو تو ایسی صورت میں چند باتوں کا اہتمام اور بھی کرنا ہوگا اور بڑی ہمت سے کام کرنا ہوگا لیکن تھوڑے دن بعد اس جہنم سے آزادی کی وہ مسرت نصیب ہوگی کہ دُنیا ہی میں آثارِ بہارِ جنت محسوس ہونے لگیں گے۔

نمبر۱: اس سے خط و کتابت اُٹھنا بیٹھنا ملاقات مطلقاً بند کر دے اور اپنا قیام اس قدر دُور رکھے کہ ملاقات ممکن نہ ہو۔

نمبر۲: اس معشوق کے آنے کا خطرہ ہو تو اس طرح جھگڑا کر لے کہ اس کو اب اس سے دوستی کی نا اُمیدی ہو جائے۔

نمبر۳: خیالات میں قصداً اُس کو نہ لائے اور نہ اس کے تصور سے لطف حاصل کرے کہ خیانت صدر کا گناہِ کبیرہ دل کا ستیاناس کر دیتا ہے۔

نمبر٤: عشقیہ اشعار و عشقیہ قصے نہ پڑھے اور باقی تمام اعمال دستورُ العمل مذکور کو پابندی سے اختیار کرے۔

نمبر۵: ان اُمور کے باوجود اگر اس کے خیالات آئیں تو گھبرانا نہیں چاہئے۔ رفتہ رفتہ ان شاء اللہ تعالیٰ یقیناً ایک دن ایسا آئے گا کہ اس کو غیر اللہ کی محبت سے نجات حاصل ہو جائے گی۔

ان معمولات پر عمل کرنے میں خواہ نفس کو کتنی ہی مشقت معلوم ہو محبوبِ حقیقی تعالیٰ شانہ کی رضا کے لئے سب برداشت کر لے۔ چند دن کے بعد وہ انعامات قلب و روح کو محسوس ہوں گے جو ہر وقت روح پر وجد طاری رکھیں گے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا معلوم ہوگا کہ کوئی دوزخی زندگی جنتی زندگی سے تبدیل ہوگئی ؎

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
شاہِ جاں مر جسم را ویراں کند

انچہ در وہمت نیاید آں دہد
بعد ویرانیش آباد آں کند

اب دُعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرماویں اور اس دستور العمل کو اپنے بندوں کے لئے رذائلِ نفس سے خلاصی کا بہترین دستور بنا دیں اور ہم سب کو اس دستور العمل کے مطابق اہتمامِ عمل کی توفیق عنایت فرماویں۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

خلاصۂ دستورُ العمل برائے یادداشت

(۱)...... دو رکعت نفل توبہ کی نیت سے۔ پھر استغفار بلوغ سے اِس وقت تک کے معاصی سے اور دو رکعت نفل حاجت کی نیت سے۔ پھر تزکیۂ نفس کی دُعا کرے۔

(۲)...... جس قدر ہو سکے تلاوت۔ اگر استحضار معانی کے ساتھ ہو تو بہتر ہے۔

(۳)...... ذِکر نفی و اثبات لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ ۳۰۰ رمرتبہ اور ۳۰۰ رمرتبہ اللہ کا ذِکر اس طرح کریں کہ زبان اور قلب سے ساتھ ساتھ اللہ نکل رہا ہے۔ جہر خفیف یعنی ہلکی آواز ہو کہ خود سُن سکے اور آواز میں درد و گریہ کی ہلکی آمیزش کرے اگرچہ بہ تکلف کرنا پڑے۔

(۴)...... کسی وقت ہر روز ۳۰۰ رمرتبہ درج ذیل درود شریف پڑھ لیا کریں۔

﴿صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ﴾

(۵)...... مراقبہ بصیر و خبیر ہونے کا کہ حق تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں۔

(٦)...... بدنگاہی کے مضرات کے متعلق تحریر کردہ عبارات کو ہر روز پڑھنا۔

(۷)...... خیانت چشم و قلب کی بلوغ سے اس وقت تک خصوصی استغفار اور حفاظت کی دُعا اور ان خیانتوں کے مضرات کا مراقبہ۔

(۸)...... مراقبۂ عذابِ جہنم تفصیلی طور سے جیسا کہ تحریر کیا گیا ہے۔

(۹)...... آیات و احادیث وعید و خوف کا مطالعہ جو تحریر کی گئیں۔

(۱۰)...... ابتدائے آفرینش سے اب تک کے انعاماتِ الٰہیہ کا استحضار اور ان پر شکر۔

(۱۱)...... مراقبۂ موت اور روح کا بدون تن کے تنہا حق تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونے کا تصور اور دُعاء خاتمہ بالخیر کرنا۔

(۱۲)...... ۱۰۰ رمرتبہ ذکر اللہ اللہ اس تصور سے کرنا کہ ہر بُنِ مو سے اللہ اللہ نکل رہا ہے اور کائنات کے ہر ذرّہ سے ذکر جاری ہے۔

یہ معمولات اگر ایک وقت میں نہ ہو سکیں تو دو مجلسوں میں ادا کر لے۔

نوٹ: ان تدابیر کے باوجود بھروسہ صرف حق تعالیٰ کے فضل پر رہنا چاہئے۔ بغیر ان کی عنایت کے کچھ کام نہیں چلتا ؎

ذرّہ سایہ عنایت بہتر است
از ہزاراں کوشش طاعت پرست

یہ تدابیر مذکورہ بھی عنایت حق کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے ہی تحریر کی گئی ہیں۔

انتباہ: اگر ضعف ہو تو مصلح کے مشورہ سے ذکر کی تعداد کم کردیں اور بدون مشورۂ شیخ یہ دستور تزکیۂ نفس کچھ مفید نہیں۔ شیخ سے اطلاعِ حال واتباعِ تجویز وانقیاد کا سلسلہ بذریعہ صحبت اور مکاتبت جاری رہنا بھی ضروری ہے۔

چند روز کی محنت ہے پھر راحت ہی راحت دونوں جہان میں ان شاء اللہ تعالیٰ عطا ہوگی جمعہ کو قبیل مغرب گھڑی قبولیت کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ اس رسالہ کو اپنی رحمت سے قبول فرماویں اور سالکین ومشائخ کے لئے نافع فرماویں، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَمَا تَوْفِيْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِيْمِ

محمد اختر عفا اللہ عنہٗ
۲۲ ؍جمادی الثانی ۱۳۹۲ھ
یوم الجمعۃ قبیل مغرب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صُوْرَۃُ مَا کَتَبَہُ الْعَلَّامَۃُ الشَّیْخُ الْکَبِیْرُ مَوْلَانَا اَبْرَارُ الْحَقِّ حَقِّیُّ

اَطَالَ اللّٰہُ بَقَآءَہٗ وَکَثَّرَ اللّٰہُ فِی الْاُمَّۃِ اَمْثَالَہٗ

نَاظِمُ مَجْلِسِ دَعْوَۃِ الْحَقِّ ھَرْدُوْئِیْ ھِنْد

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا اَمَّا بَعْدُ! طَالَعْتُھَا مِنْ اَوَّلِھَا اِلٰی اٰخِرِھَا فَوَجَدْتُّھَا نَافِعَۃً لِلطَّالِبِیْنَ وَسَمَّیْتُھَا تَکْمِیْلَ الْاَجْرِ بِتَحْصِیْلِ الصَّبْرِ تَقَبَّلَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجَزَی الْمُرَتِّبَ خَیْرَ الْجَزَآءِ

اَبْرَارُ الْحَقِّ عَفَا اللّٰہُ عَنْہُ

عاشر رجب المرجب ۱۳۸۹ھ

تقریظ: از حضرت مولانا و مرشدنا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم حقی ناظم مجلس دعوت الحق ہردوئی، ہند

حامداً ومصلیاً ومسلماً امابعد! مطالعہ کیا میں نے مقالۂ صبر کا اوّل تا آخر پس میں نے اس کو طالبین کے لئے نافع پایا اللہ تعالیٰ قبول فرماویں اور مرتب کو جزاء خیر عطا فرماویں۔

ابرار الحق عفا اللہ عنہٗ

۱۰؍رجب المرجب ۱۳۸۹ھ

تَکْمِیْلُ الْاَجْرِ بِتَحْصِیْلِ الصَّبْرِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

فَیَقُوْلُ الْعَبْدُ الذَّلِیْلُ الْمُفْتَقِرُ اِلٰی رَحْمَۃِ رَبِّہِ الْجَلِیْلِ مُحَمَّدُ اَخْتَرُ عَفَا اللّٰہُ عَنْہُ اِنَّ مَعْنَی الصَّبْرِ کَفُّ النَّفْسِ عَنِ الْمَنَاھِیْ وَالْاِسْتِقَامَۃُ عَلٰی

اَلاَوامِرِ وَقَدْ ذَكَرَهُ اللهُ تَعَالٰى فِى الْقُرْاٰنِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ.

فَاِنَّ الصَّبْرَ قَدْ يُسْتَعْمَلُ بِصِلَةِ عَلٰى وَقَدْ يُسْتَعْمَلُ بِصِلَةِ عَنْ وَقَدْ يُسْتَعْمَلُ بِصِلَةِ فِىْ فَاِنَّ الصَّبْرَ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَنْوَاعٍ:

اَحَدُهَا الصَّبْرُ عَلَى الطَّاعَةِ وَثَانِيْهَا الصَّبْرُ عَنِ الْمَعْصِيَةِ وَثَالِثُهَا الصَّبْرُ فِى الْمُصِيْبَةِ فَاَشْرَحُ كُلَّ قِسْمٍ عَلَى اللَّفِّ وَالنَّشْرِ الْمُرَتَّبِ.

فَالْقِسْمُ الْاَوَّلُ الصَّبْرُ عَلَى الطَّاعَةِ

وَهٰذَا يَشْتَمِلُ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَنْوَاعٍ:

احدها: اِصْلَاحُ النِّيَّةِ قَبْلَهَا اَىْ قَبْلَ الطَّاعَةِ.

ثانيها: اَلْاِحْتِرَازُ عَنِ الْحَرْكَةِ الْفِكْرِيَّةِ فِيْهَا اَىْ فِى الطَّاعَةِ.

وَهٰذَا هُوَ الْمُرَادُ بِالْخُشُوْعِ الَّذِىْ فُسِّرَ بِالسُّكُوْنِ وَتَدْبِيْرُهُ اَنْ يُّشْغِلَ قَلْبَهُ اِلَى الْفِكْرِ الْمَحْمُوْدِ كَتَصَوُّرِ بَيْتِ اللهِ اَوِ التَّوَجُّهِ اِلَى اللهِ اَوْ اِلٰى مَا يَقْرَءُ بِاَنْ يُّحَسِّنَ الْاَدَآءَ وَيُلَاحِظَ مَعَانِيْهَا وَالْحِكْمَةَ فِيْهِ، اِنَّ النَّفْسَ لَا تَتَوَجَّهُ اِلٰى شَيْئَيْنِ فِىْ اٰنٍ وَّاحِدٍ فَالْاِشْتِغَالُ بِالْفِكْرِ الْمَحْمُوْدِ يَكُوْنُ وِقَايَةً عَنِ الْاَفْكَارِ الْمَذْمُوْمَةِ.

ثالثها: اَلْاِخْفَآءُ عَنِ النَّاسِ بَعْدَهَا اَىْ بَعْدَ الطَّاعَةِ.

التنبيه: اَلْاِسْتِقَامَةُ وَالدَّوَامُ عَلٰى كُلِّ نَوْعٍ مِّنْ تِلْكَ الْاَنْوَاعِ مَطْلُوْبٌ فِى الشَّرْعِ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

﴿اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ﴾

(صحیح البخاری، کتابُ الرقاق، باب القصد والمداومة على العمل)

وَالْمُرَادُ بِالتَّقْلِيْلِ هٰهُنَا تَقْلِيْلُ النَّوَافِلِ وَالْاَذْكَارِ لَا تَقْلِيْلَ الْفَرَائِضِ وَالْوَاجِبَاتِ وَالسُّنَنِ الْمُؤَكَّدَةِ.

وَالْقِسْمُ الثَّانِیُّ الصَّبْرُ عَنِ الْمَعْصِیَةِ

وَهٰذَا اَیْضًا یَشْتَمِلُ عَلٰی ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ:

احدها: اَلْاِهْتِمَامُ فِی الْاِحْتِرَازِ عَنْ مُقَدَّمَاتِهَا لِاَنَّ مُقَدَّمَةَ الْحَرَامِ حَرَامٌ وَقَالَ تَعَالٰی لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ وَمِنْ هٰهُنَا قَالَ مَشَائِخُنَا اِنَّ الْحِفْظَ عَنِ الْمَعَاصِیْ لَا یُمْکِنُ اِلَّا بِالْاِحْتِرَازِ عَنْ قُرْبَانِهَا اَیْ تَرْکِ اَسْبَابِهَا وَهٰذَا الْقُرْبُ وَقَدْ یَکُوْنُ بِالْقَلْبِ اَعْنِیْ الْاِلْتِذَاذُ بِالتَّصَوُّرِ وَ قَدْ یَکُوْنُ بِالْعَیْنِ وَ قَدْ یَکُوْنُ بِالْجَوَارِحِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ وَقَالَ تَعَالٰی اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَتُکَلِّمُنَآ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ.

ثانیها: اَلْاِهْتِمَامُ فِیْ تَضْعِیْفِ اقْتِضَاءِ الرَّذَائِلِ بِکَثْرَةِ ذِکْرِ اللّٰهِ وَلُزُوْمِ صُحْبَةِ اَهْلِ اللّٰهِ وَالْاِهْتِمَامُ بِمُطَالَعَةِ کُتُبِهِمْ وَمَلْفُوْظَاتِهِمْ عِنْدَ فَوَاتِ الصُّحْبَةِ وَکَثْرَةِ مُرَاقَبَةِ الْمَوْتِ وَعَذَابِ جَهَنَّمَ وَالْمُرَاقَبَةُ بِفَنَآءِ لَذَّاتِ الْمَعَاصِیْ وَبَقَآءِ نِعْمَآءِ الْاٰخِرَةِ.

وَیَقُوْلُ الْعَبْدُ الْاَوَّاهُ اِنَّ لُزُوْمَ صُحْبَةِ الشَّیْخِ وَاِخْبَارِهٖ عَنْ رَذَآئِلِ النَّفْسِ وَاتِّبَاعِ اَمْرِهٖ اَکْسِیْرٌ وَاَنْفَعُ شَیْءٍ فِیْ هٰذَا الْبَابِ وَقَدْ ثَبَتَ هٰذَا النَّفْعُ مِنْ جَمْهُوْرِ اَوْلِیَآءِ الْاُمَّةِ بِالتَّوَاتُرِ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُجَرِّبْ وَلَا یُمْکِنُ الْاِصْلَاحُ عَادَةً اِلَّا بِعِنَایَةِ الشَّیْخِ الْکَامِلِ وَبِلُزُوْمِ صُحْبَتِهٖ وَاتِّبَاعِهٖ کَمَا هُوَ عَادَةُ اللّٰهِ فِیْ عَالَمِ الْاَسْبَابِ کَمَا قَالَ الْعَارِفُ الرُّوْمِیُّ فِیْ صُحْبَةِ الشَّیْخِ ؎

پیر باشد نردبان آسماں	تیر پراں از کہ گردد از کماں
نفس نتواں کشت الّا ظلِ پیر	دامن آں نفس کش را سخت گیر
بے عنایات حق و خاصانِ حق	گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

ہر کہ تنہا نا در ایں رہ را برید　　ہم بعون ہمت مرداں رسید

وَمَا هٰذَا اِلَّا تَشْرِيْحُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

(سورة التوبة، اية: ۱۱۹)

(اَىْ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ الْكَامِلِيْنَ)

ثالثها: اَلتَّدَارُكُ بَعْدَهَا اَىْ بَعْدَ الْمَعْصِيَةِ وَهٰذَا عَلٰى خَمْسَةِ اَنْوَاعٍ:

(**۱**)...... اَلنَّدَامَةُ بِالْقَلْبِ وَالتَّضَرُّعُ بِهٖ اَعْنِىْ بُكَآءَ الْقَلْبِ.

(**۲**)...... اَنْ يُّصَلِّىَ صَلٰوةَ التَّوْبَةِ ثُمَّ يَبْكِىْ سَاجِدًا وَّ قَاعِدًا وَّيَلُوْمُ نَفْسَهٗ وَيَتَاَسَّفُ عَلٰى فِعْلِهٖ وَيَسْتَغْفِرُ رَبَّهٗ بَاكِيًا وَّمِلْحَاءً وَيَغْلِبُ عَلٰى نَفْسِهِ الْحُزْنَ وَالْغَمَّ حَتّٰى تَضِيْقَ عَلَيْهِ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ، تَضِيْقُ عَلَيْهِ نَفْسُهٗ وَيَظُنُّ اَنْ لَّامَلْجَآءَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ وَ لَا يَجِدُ فِىْ قَلْبِهِ السُّكُوْنَ بِالطَّعَامِ وَلَا بِالشَّرَابِ وَلَا يَتَكَلَّمُ اَحْبَابَهٗ وَلَا يَفْرَحُ بِلِقَآءِ رُفَقَآئِهٖ وَلَا بِاَهْلِ وَّعِيَالِهٖ بَلْ يَسْتَغْفِرُ وَيَتَضَرَّعُ وَ يَتَنَفَّلُ بِالتَّوْبَةِ وَ يَبْكِىْ بِدُمُوْعٍ كَثِيْرَةٍ اَوْ يَجْعَلُ وَجْهَهٗ كَالْبَاكِيْنَ وَالْمُتَضَرِّعِيْنَ اِنْ لَّمْ يَقْدِرْ عَلَى الدُّمُوْعِ حَتّٰى يَجِدَ رَبَّهٗ رَاضِيًا فِىْ وِجْدَانِهٖ وَيَتَصَدَّقُ عَلَى الْفُقَرَآءِ.

(**۳**)...... اَنْ يَّتْرُكَ الْمَعْصِيَةَ فِى الْحَالِ.

(**٤**)...... اَلْعَزْمُ عَلَى التَّقْوٰى اَعْنِىْ تَرْكَ الْمَعْصِيَةِ فِى الْمُسْتَقْبَلِ تَوَكُّلاً عَلَى اللّٰهِ.

(**٥**)...... اَ لْاِهْتِمَامُ وَالْاِسْتِمْرَارُ عَلٰى اَسْبَابِ التَّقْوٰى مِنْ دَوَامِ الذِّكْرِ وَ الْمَعْمُوْلَاتِ وَاتِّبَاعِ الشَّيْخِ الْكَامِلِ.

وَالْقِسْمُ الثَّالِثُ الصَّبْرُ فِی الْمُصِیْبَةِ

هٰذَا یَشْتَمِلُ عَلٰی ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ:

احدھا: اَلرِّضَآءُ وَالتَّسْلِیْمُ وَالتَّفَکُّرُ فِی الْحِکْمَةِ وَطَرِیْقَةُ الْمُرَاقَبَةِ بِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی حَکِیْمٌ وَفِعْلُ الْحَکِیْمِ لاَ یَخْلُوْ عَنِ الْحِکْمَةِ وَمِثَالُہٗ رِضَآءُ الْاُمِّ عِنْدَ حِجَامَةِ الطِّفْلِ وَالطِّفْلُ یَبْکِیْ.

ثانیھا: اَلْاِحْتِرَازُ عَنِ الشِّکَایَةِ اِلَی الْخَلْقِ وَالْاِعْتِرَاضِ عَلَیْھَا سَوَآءٌ کَانَ بِالْقَلْبِ اَوْ بِاللِّسَانِ.

ثالثھا: اَلْاِھْتِمَامُ لِتَقْلِیْلِ الْحُزْنِ بِکَثْرَةِ النَّوَافِلِ وَکَثْرَةِ الذِّکْرِ وَالصَّلٰوةِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالتَّفَکُّرِ فِیْ اَجْرِ الْاٰخِرَةِ وَثَوَابِھَا وَیُوْرِدُ یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ خَمْسَ مِائَةِ مَرَّةٍ کُلَّ یَوْمٍ وَبِمُطَالَعَةِ بَابِ الصَّبْرِ وَالشُّکْرِ مِنْ "حَیَاتِ الْمُسْلِمِیْنَ" وَ"تَبْلِیْغِ دِیْنٍ" وَبِلُزُوْمِ صُحْبَةِ اَھْلِ اللّٰہِ، وَھٰذَا الْاِھْتِمَامُ لِتَقْلِیْلِ الْحُزْنِ وَاجِبٌ وَاِلاَّ فَقَدْ تُفْضِی الْمُصِیْبَةُ اِلَی الْحُزْنِ الْمُفْرِطِ الَّذِیْ یَضُرُّ فِی الْاِسْتِقَامَةِ عَلَی الْمَعْمُوْلَاتِ وَالْاَخْلَاقِ وَالطَّاعَاتِ لِتَشْوِیْشِ الْقَلْبِ وَفَسَادِ الصِّحَّةِ وَاِنَّ فَسَادَ الْاَعْمَالِ قَدْ یَکُوْنُ مُفْضِیًا اِلٰی فَسَادِ الْاِیْمَانِ (اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ) لِاَنَّ فَسَادَ الْاَعْمَالِ وَتَقْلِیْلِھَا اَوْتَرْکِھَا اَوَّلاً یُضَعِّفُ الْھِمَّةَ لِمُقَاوَمَةِ الْمَصَائِبِ ثُمَّ اِنَّ ضُعْفَ التَّحَمُّلِ قَدْ یَکُوْنُ جَارًّا اِلَی الْاِعْتِرَاضِ عَلَی التَّقْدِیْرِ وَھٰذَا کُفْرٌ (عَیَاذًا بِاللّٰہِ)

التنبیہ: صَبْرُ الْاَغْنِیَآءِ کَیْفَ ھُوَ؟ فَاَقُوْلُ اِنَّ الْاَغْنِیَآءَ یَتَحَقَّقُ لَھُمُ الصَّبْرُ اَیْضًا بِثَلٰثَةِ اَنْوَاعٍ:

(۱)......اَلْاِحْتِرَازُ عَنِ الْاِتْرَافِ وَالْفَرْحِ وَالْاِسْتِکْبَارِ وَعَنْ ظَنِّہٖ اسْتِحْقَاقَ الْاَمْوَالِ وَالْاِجْتِنَابُ عَنِ اسْتِحْقَارِ الْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاکِیْنِ وَلُزُوْمُ خِدْمَةِ الْمَسَاکِیْنِ عَلٰی نَفْسِہٖ کَمَا وَرَدَ اَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ.(الآیة)

(۲)……(**الف**) مُرَاقَبَةُ وَاقِعَةِ قَارُوْنَ اِذَا خَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ وَقَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ فَقَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ. فَمَا كَانَ حَشْرُهٗ؟ فَخَسَفَ بِدَارِهٖ وَبِمَالِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ.

(**ب**) مُرَاقَبَةُ الْحَدِيْثِ الشَّرِيْفِ تَقُوْلُ مَالِيْ مَالِيْ وَمَا لَكَ مِنْ مَّالٍ اِلَّا مَا اَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ وَمَا لَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ وَمَا تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ كَمَا فِي الْمِشْكٰوةِ الْمَصَابِيْحِ. اَوْ كَمَا قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(**ج**) اَلْمُرَقَبَةُ بِاَنَّ نِعْمَآءَ اللهِ تَعَالٰى كُلَّهَا تُحْصَلُ مِنْ فَضْلِهٖ تَعَالٰى لَا بِاسْتِحْقَاقِ الْعَبْدِ فَكَيْفَ يَجُوْزُ الْفَرْحُ وَالتَّرْفُ عَلَيْهَا عَقْلاً وَّطَبْعًا وَّلَا تَرْضٰى بِهَا الطَّبَائِعُ الشَّرِيْفَةُ اَبَدًا.

(**۳**)……اَلْاِهْتِمَامُ فِي الْاِسْتِقَامَةِ عَلَى الطَّاعَاتِ وَالْاِحْتِرَازِ عَنِ الْمَعَاصِيْ كُلِّهَا مَعَ حُصُوْلِ الْاٰتِيهَا مِنْ كَثْرَةِ الْمَالِ وَهٰذَا هُوَ الشُّكْرُ الْعَمَلِيُّ وَقَدْ غَفَلَ عَنْهُ الْاَكْثَرُوْنَ قَالَ اللهُ تَعَالٰى عَزَّوَجَلَّ :

﴿اِعْمَلُوْآ اٰلَ دَاوُدَ شُكْرًا﴾

(سورةُ السَّبآء، اية:۱۳)

وَاَنْ يَّقُوْلَ فِي الدُّعَآءِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ مَّالٍ يُّطْغِيْنِيْ وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى عَزَّوَجَلَّ:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذَالِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾

(سورةُ المنافقون، اية:۹)

وَتَدْبِيْرُهٗ اَنْ يَّخَافَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالٰى:

﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ﴾

(سورةُ النور، اية:۳۷)

وَالْاِهْتِمَامُ لِصُحْبَةِ الْكَامِلِيْنَ كَمَا قَالَ تَعَالٰى:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

(سورةُ التوبة، اية:۱۱۹)

التنبيه: وَهٰذَا دَاخِلٌ فِيْ الصَّبْرِ عَلَى الطَّاعَةِ الَّذِىْ قَدْ ذَكَرْنَاهُ فِيْ الصَّفْحَةِ الْاُوْلٰى.

قَدْ تَمَّتْ هٰذِهِ الْمَقَالَةُ الْمُفِيْدَةُ بِحَمْدِ اللهِ تَعَالٰى وَعَوْنِهٖ وَحُسْنِ تَوْفِيْقِهٖ.

حَرَّرَهُ الْعَبْدُ الْحَقِيْرُ الْحَكِيْمُ مُحَمَّدُ اَخْتَرُ غُفِرَلَهٗ

ربه الاكبر وتقبل منه وشكر سعيه
لاثنتى عشرة من الجمادى الاخرىٰ سنة
تسع وثمانين بعد الالف وثلاث مائة من الهجرة
النبوية على صاحبها الف الف سلام وتحية
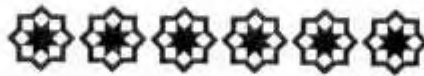
ترجمہ رسالۂ ھٰذا

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ احقر نے صبر کے متعلق ایک مفید مقالہ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت سے عربی زبان میں لکھا جس کو احبابِ اہلِ علم نے پسند فرمایا۔ نیز حضرت اقدس مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے اوّل تا آخر اس کا مطالعہ فرما کر اس کے متعلق تقریظ تحریر فرمائی۔ اور طالبین راہ سلوک کے لئے اس مقالہ کو مفید خیال فرما کر اس کی اشاعت کی اجازت عطا فرمائی۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرماویں اور اس کے نفع کو عام و تام فرمادیں، آمین۔

صبر کے معنی اصطلاح شریعت میں نفس کو گناہوں سے روکنا اور اللہ تعالیٰ کے جملہ احکام پر نفس سے پابندی کرانا ہے۔ (حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے صبر کے حقیقی معنی بیان فرمائے ہیں کہ ہوائے نفس کے مقابلہ میں خدا کے حکم پر مستقل اور ثابت قدم رہنا صبر کہلاتا ہے اور یہ نعمت صرف انسان ہی کو حق تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے کیونکہ فرشتے جانتے ہی نہیں کہ شہوت کیا چیز ہے اور بہائم میں عقل نہیں لہٰذا صبر کا مرتبہ ان دونوں میں سے کسی کو حاصل نہیں اور تحقیق کہ صبر کا مضمون قرآن پاک میں ستّر مقام سے بھی زیادہ بیان فرمایا گیا ہے۔)

صبر کا استعمال عربی قاعدہ سے تین طرح پر ہوتا ہے کبھی علیٰ کے صلہ سے کبھی عن کے صلہ سے کبھی فی کے صلہ سے پس صبر کے تین اقسام ہیں:

(۱) صبر علی الطاعۃ (۲) صبر عن المعصیۃ (۳) صبر فی المصیبۃ

قسم اوّل......الصبر علی العبادة

صبر کی پہلی قسم عبادات پر صبر کرنا ہے۔ یہ قسم تین طریقوں پر مشتمل ہے

(**الف**) عبادت شروع کرنے سے پہلے نیّت کی درستی کر لی جاوے یعنی صرف رضائے مولیٰ کے لئے شروع کرے۔ دل کو اور نیتوں سے پاک وصاف کر لے۔

(**ب**) عبادت شروع کرنے کے بعد دل کو اللہ کے سامنے حاضر رکھنا ایسا نہ ہو کہ جسم تو خُدا کے سامنے ہو اور دل غیر خدا کے ساتھ مشغول ہو اور یہی مفہوم خشوع کا ہے جس کی تفسیر ''سکون'' سے مفسرین نے کی ہے۔ اور عبادت میں اس نعمت کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دل کو فکر محمود میں مشغول کر دیا جائے۔ مثلاً بیت اللہ کا تصور کیا جائے یا اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رکھا جاوے کہ حق تعالیٰ ہم کو دیکھ رہے ہیں یا مثلاً نماز میں جو کچھ زبان سے ادا کرے اس کو سوچ سوچ کر اور ارادہ سے ادا کرے اور اس کے معانی اور مفہوم کی طرف توجہ رکھے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ نفس بیک وقت دو شے کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا۔ پس جب فکرِ محمود کے ساتھ دل مشغول ہوگا تو خود بخود لایعنی اور فضول خیالات دل سے دور ہو جاویں گے۔

(**ج**) عبادت کی تکمیل کر کے پھر لوگوں سے کہتا نہ پھرے جیسا کہ ایک کسی حاجی صاحب نے اپنے ملازم سے کہا کہ میرے مہمان کو اس صراحی سے پانی پلانا جو میں دوسرے حج میں مکہّ شریف سے لایا ہوں اور ایک جملہ سے دو حج کا ثواب ضائع کر دیا۔ پس عبادات کر کے مخلوق پر ظاہر کرنے کی خواہش کو روکے اور جو تکلیف ہو اس پر صبر کرے۔

تنبیہ: تمام اقسام مذکورہ پر دوام اور پابندی مطلوب ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُھَا وَاِنْ قَلَّ﴾

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ)

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال سے محبوب تر عمل وہ ہے جو ہمیشہ جاری رہے اگرچہ قلیل ہو اور مراد تقلیل سے یہاں نوافل اور اذکار میں تقلیل ہے نہ کہ فرائض اور واجبات اور سُننِ مؤکدہ میں کمی۔

قسم ثانی......الصبر عن المعصية

دوسری قسم صبر کی گناہوں سے نفس کو روکنے میں جو تکلیف دل کو ہو اس کو برداشت کرنا ہے۔

اور اس کی بھی تین صورتیں ہیں:

(**الف**) گناہوں کے اسباب سے دور رہنا کیونکہ گناہ کا مقدمہ بھی گناہ ہوتا ہے۔ پس جس طرح زنا حرام ہے اور بدنگاہی اس کا سبب ہوتا ہے پس شریعت نے بدنگاہی کو بھی حرام اور آنکھ کا زنا قرار دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں۔

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

(سورۃ البقرۃ، آیت: ۳۵)

ترجمہ: شجرِ منہی عنہ سے قریب بھی مت ہونا ورنہ ظالمین سے ہو جاؤ گے۔

پس ممنوعات ومحرمات شرعیہ کے اسباب ومقدمات سے بھی احتراز ضروری ہے۔ نیز اسی طرح غضِ بصر کا حکم ارشاد فرمایا گیا کہ اپنی آنکھوں کو کسی امرد یا نامحرم پر مت ڈالو۔ تجربہ ہے کہ جو آنکھوں کی حفاظت نہیں کرتا اس کی شرم گاہ بھی محفوظ نہیں رہتی۔ پس آنکھوں کو ننگی کرنا اپنی شرم گاہ کو ننگا کرنے کا پہلا قدم ہے اسی سبب سے ہمارے مشائخ رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے کہ گناہوں سے حفاظت واحتیاط ناممکن ہے جب تک ان کے مقدمات اور اسباب سے دوری نہ اختیار کی جائے اور گناہوں کے اسباب سے قریب ہونا کبھی قلب سے ہوتا ہے یعنی دل میں کسی مرد یا اجنبیہ کا تصور جمانا

اور کبھی آنکھ سے ہوتا ہے جس کا نام بدنگاہی ہے اور کبھی دیگر اعضاء سے ہوتا ہے۔
حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾

(سورة الغافر، آیت: ۱۹)

اللہ آنکھوں کی اور سینوں کی خیانتوں سے باخبر ہے۔

چوریاں سینوں کی اور آنکھوں کے راز
جانتا ہے سب کو تو اے بے نیاز

اور حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن زبان پر مُہر لگا دی جاوے گی اور تمہارے ہاتھ اور پاؤں تمہارے اعمال پر گواہی دیں گے۔

(**ب**) گناہوں کے تقاضوں کو کمزور کرنے اور مغلوب کرنے کی کوشش میں اہتمام کرنا جس کی تدبیر کثرتِ ذکر اللہ اور اہل اللہ کی صحبت میں زیادہ سے زیادہ حاضری کا اہتمام کرنا ہے۔ اور بزرگوں کی کتب کا اور ان کے ملفوظات کے مطالعہ کرنا اس وقت جب صحبت کامل میسر نہ ہو اور موت کا کثرت سے مراقبہ کرنا اور دوزخ کے حالات دردناک کا مراقبہ کرنا اور دنیا کی تمام لذتوں کے فانی ہونے اور آخرت کی تمام نعمتوں کے باقی ہونے کا مراقبہ کرنا۔ ان تدابیر سے گناہوں کے تقاضے مغلوب اور کمزور ہو جاتے ہیں۔

انتباہ: یہ تمنا کرنا کہ گناہ کا تقاضا ہی نہ پیدا ہو یہ محض نادانی ہے اور نفس کا مجاہدہ کی تکلیف سے گریز کرنا ہے۔ حالانکہ حکمتِ الٰہیہ نے یہ تقاضے اسی لئے رکھے ہیں کہ مجاہدہ سے بندوں کا امتحان کیا جاوے۔

اور کہتا ہے یہ بندہ محمد اختر کہ شیخ کامل کی صحبت کا لزوم اور اپنے حالات کی صحیح صحیح طور پر اطلاع کرنا اور شیخ کی تجویزات پر اہتمام سے پابندی کرنا اصلاح کے باب میں اکسیر و مجرب ہے اور سب تدابیر سے نافع تر ہے اور پیر کامل کی صحبت سے اصلاح

کامل کا ترتب اولیاء امّت سے بطور تواتر کے ثابت ہے۔ پس جس کا دل چاہے تجربہ کرلے اور عادۃً اصلاح ممکن نہیں ہے بدون شیخ کامل کی نظر عنایت اور لزوم صحبت اور اس کی اتباع کے جیسا کہ یہ عادۃ اللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا یہی دستور ہے۔ اس عالم اسباب میں جیسا کہ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

پیر باشد نردبان آسمان
تیر پراں از کہ گردو از کماں

ترجمہ: پیر آسمان کے لئے سیڑھی ہوتا ہے یعنی قُرب خداوندی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اور اس غیر مبصر وغیر محسوس مفہوم کو مولانا ایک مثال محسوس ومبصر سے سمجھاتے ہیں۔ کہ تیر خود اڑتا نہیں ہے بلکہ جب کمان میں رکھا جاتا ہے اور تیر چلانے والا اس کمان کو اپنی قوت سے کھینچتا ہی تو تیر بہت دور کی مسافت کو سیکنڈوں میں طے کرلیتا ہے اور کمان کی مضبوطی اور صاحب کمان کے دست وبازو کی قوت سے تیروں کی رفتار میں فرق مراتب کا ظہور بھی مشاہد ہے۔ چنانچہ آج حضرات صحابہ رضی اللہ علیہم کے مقامِ ولایت کو کوئی اُمتی ہزار ہا نوافل وعلوم کے باوجود حاصل نہیں کرسکتا کیونکہ روح مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان اب کہاں حاصل ہے۔ اسی طرح جس پیر کامل کی روح جس قدر قوی نسبت مع اللہ کی حامل ہوتی ہے۔ اسی قدر اس کے طالبین ومریدین کی ارواح کی رفتار سلوک بھی قوی تر ہوتی ہے ؎

نفس نتواں کشت الاّ ظِلّ پیر
دامن آں نفس کش را سخت گیر

اس شعر میں مولانا فرماتے ہیں کہ نفس نہیں فنا ہوسکتا جب تک پیر کامل کی صحبت میسر نہ ہو۔ پس نفس کو کچلنے والے شیخ کامل کے دامن کو مضبوط پکڑلو۔ سخت گیر پر حضرت اقدس مولانا شاہ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ مضبوط پکڑنے کو اس لئے فرمایا گیا کہ کبھی شیخ سختی بھی کرتا ہے۔ اگر مظبوط نہ پکڑو گے تو اس کا دامن ایسی

صورت میں چھوڑ بیٹھو گے اور شیخ کی سختی سے شیطان اس کی صحبت سے بھگانے کے لئے تمہارے دل کو کینہ ور کردے گا۔

بے عنایات حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بدون حق تعالیٰ کی عنایات کے جو بواسطۂ خاصانِ حق (اہل اللہ) عطا فرمائی جاتی ہیں اگر فرشتہ بھی ہوجاوے تو بھی اس کا ورق سیاہ ہے یعنی اللہ تک رسائی سے محروم ہوگا۔

ہر کہ تنہا نادر ایں رہ را برید
ہم بعونِ ہمت مرداں رسید

اور اگر اتفاق سے بطور نادر امر کوئی راہ کو قطع بھی کر گیا تو اس کو بھی سمجھ لینا چاہئے کہ اس کو وقت کے کسی اہل دل کی توجہ اور غائبانہ فیضان سے امداد حاصل ہوئی ہے اگرچہ اسے خبر بھی نہ ہو۔

مولانا کے یہ سب ارشادات مذکورہ دراصل قرآن پاک کی اس آیت کی تشریحات ہیں:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴾
(ای المتقین الکاملین)

(ج) **التدارک بعدھا**: معصیت سے صبر کرنے کی تیسری قسم یہ ہے کہ گناہ ہوجانے کے بعد اس کی تلافی میں سستی نہ کی جاوے اور فوراً مولیٰ کو راضی کرنے کی تدابیر میں لگ لیا جاوے جس کی پانچ صورتیں ہیں:

(۱)......الندامۃ بالقلب والتضرع بھا یعنی دل میں ندامت ہو کہ ہائے یہ گناہ مجھ سے کیوں ہوگیا۔ افسوس صد افسوس میں نے اپنے مولیٰ کو ناراض کردیا اور رونا شروع کردے یعنی دل رونا شروع کردے زاری دل وزاری چشم اگر دونوں جمع

ہوجاویں تو نورٌ علیٰ نور ہے ۔

اے خوشا چشمے کہ آں گریان اوست
اے ہمایوں دل کہ آں بریان اوست

حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مبارک ہیں وہ آنکھیں جو اللہ کے خوف یا محبت سے روتی ہوں اور خوش نصیب ہے وہ دل جو ان کی محبت سے بریاں ہو۔

(**۲**)……دوسرے یہ کہ توبہ کی نیت سے چار یا آٹھ رکعات نفل نماز خوب دل لگا کر پڑھے پھر سجدہ میں خوب روئے۔ تھک جاوے تو بیٹھ کر روئے اور اپنے نفس کو خوب بُرا بھلا کہے یعنی ملامت کرے اور اپنے رب سے استغفار وگریہ وزاری میں دیر تک مشغول رہے اور ایک ایک دعا میں بار بار الحاح کرے۔ اور دل میں یہ محسوس کرے کہ مولیٰ کی ناراضگی سے میرے لئے تمام دنیا اندھیری ہوگئی اور زمین باوجود وُسعت کے تنگ ہوگئی اور اس قدر غم محسوس کرے کہ اپنی جان سے بے زار ہو اور یقین کرے کہ جب تک مولیٰ کو راضی نہ کرلوں گا میرے لئے کھانا پینا بیوی بچوں میں ہنسنا بولنا اور دوستوں سے ہم کلامی سب تلخ ہے ۔

لِكُلِّ شَیْءٍ اِذَا فَارَقْتَهُ عِوَضٌ
وَلَيْسَ لِلّٰهِ اِنْ فَارَقْتَ مِنْ عِوَضٍ

تَرجَمۂ: ہر شے سے اگر جُدائی ہو تو اس کا بدل ممکن ہے لیکن اگر مولیٰ سے جدائی ہوگئی تو مولیٰ کا بدل ممکن نہیں۔ اللہ تو ایک ہی ہے ان کی ناراضگی کے بعد تو ۔

نگاہ اقربا بدلی مزاجِ دوستاں بدلا
نظر اک ان کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا

حق تعالیٰ کو راضی کئے بغیر پوری کائنات سے دل برداشتہ ہو کچھ اچھا نہ لگے اور بالیقین اللہ کے سوا کوئی اور پناہ گاہ نہیں ہے۔ پس گناہ سے سچی توبہ کئے بغیر چین نہ

ملنا چاہیے اور ذرا بھی دیر توبہ میں نہ کرنی چاہئے۔ایک سانس بھی مجرمانہ حالت میں لینا خطرناک ہے۔کیا عجب کہ یہی سانس آخری سانس ہو اور مجرمانہ حالت میں روح قبض ہو جاوے لہٰذا گناہ سے توبہ کرنے میں دیر نہ کرے فوراً وضو ہو کر توبہ کی نماز پڑھ کر اس قدر روئے کہ دل اندر سے کہنے لگے کہ اب میاں کو ہماری آہ وزاری پر ترس آ گیا ہوگا ۔

مبارک تجھے اے مری آہ مضطر
کہ منزل کو نزدیک تر لا رہی ہے
(اختر)

اگر رونا نہ آوے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ رونے والوں کا سا چہرہ بنالے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اسی نقل کو قائم مقام اصل کردے گی۔اور فقراء و مساکین پر حسب مقدور کچھ خرچ کرے تاکہ آتش غضبِ الٰہی کو یہ صدقات بجھادیں۔(کماھو مصرح فی الحدیث)

(**۳**)...... تیسری بات یہ ہے کہ فوراً گناہ کو اسی وقت ترک کردے اور اس کی لئے صرف ہمت کافی ہے۔ نیز یہ سوچے کہ گناہ کی ایک سزا تو دوزخ ہے جو مرنے کے بعد ہوگی اور ایک سزا نقد ہے وہ دل کا سکون ضائع ہوتا ہے۔ گنہگار کے دل کو حق تعالیٰ بے چین اور بے سکون فرمادیتے ہیں جس سے اس کی دنیا کی زندگی نہایت تلخ ہو جاتی ہے پس ذرا دیر کی لذت کے لئے اپنی زندگی کو تلخ کرنا کس قدر نادانی ہے۔

(**٤**)...... چوتھی بات عزم علی التقویٰ ہے۔یعنی آئندہ کے لئے پختہ ارادہ اور اللہ تعالیٰ سے عہد کرے کہ اب یہ گناہ نہ کروں گا اور اس ارادہ وعہد پر بھروسہ نہ کرے بلکہ ارادہ وعہد کے وقت بھی یہی کہے کہ اے اللہ آپ کے بھروسے پر آئندہ کے لئے یہ ارادہ اور عہد کرتا ہوں کہ گناہ نہ کروں گا اور آپ میری مدد فرمائیے کہ میں اس عہد پر قائم رہوں ۔

گر ہزاراں دام باشد بر قدم
چوں تو بامائی نہ باشد ہیچ غم
(رومی)

اگر ہزاروں جال گناہوں کے میرے ہر قدم پر آتے رہیں اور اے مولی آپ کا کرم میرا محافظ و پاسبان ہوتو پھر کوئی غم نہیں۔

(۵)...... ندی ذکر و معمولات اور اطلاع و اتباع شیخ کامل کا اہتمام کرے کہ عادۃً تقویٰ کا رسوخ و بقاء انہیں امور پر موقوف ہے۔

قسم ثالث...... الصبر فی المصیبة

صبر کی تیسری قسم مصیبتوں میں صبر کرنا ہے اور یہ تین قسموں پر مشتمل ہے:

(۱) **رضا وتسلیم**: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم کا جب انتقال ہوا تو آپ کی آنکھیں اشکبار تھیں اور دل راضی برضاء الٰہی تھا۔

راہ وفا میں آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں
دل ہے کہ ان کی خاطر تسلیم سر کیے ہیں

یعنی دل کو یہ اعتراض اور ناگواری نہ ہو کہ یہ مصیبت حق تعالیٰ نے ہم پر کیوں بھیجی؟ کیا ہم ہی رہ گئے تھے، العیاذ باللہ۔ ایسا خیال ایمان کو ضائع کر دیتا ہے ایسے وقت یہ مراقبہ کرے کہ یہ مصیبت حق تعالیٰ کی طرف سے میری اصلاح کے لئے آئی ہے کیونکہ وہ حکیم ہیں اور حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا جس کا علم ہم کو ہونا ضروری بھی نہیں۔ جس کی مثال یہ ہے کہ ماں اپنے بچے کے پھوڑے پر نشتر لگانے کے لئے جراح کو بلاتی ہے۔ بچہ تو روتا ہے لیکن ماں خوش ہوتی ہے کہ ابھی میرے بچے کے پھوڑے سے تمام مادۂ فاسد نکل جاوے گا اور چین مل جاوے گا۔ ماں جراح کو فیس بھی دیتی ہے، دُعائیں بھی دیتی ہے اور بچہ کے رونے کی پروا نہیں کرتی۔ اسی طرح حق تعالیٰ ہماری غفلت کا مادۂ فاسد دور فرمانے کے لئے ہم پر مصیبت بھیجتے ہیں تاکہ دل کا پردۂ غفلت چاک ہو کیونکہ درد و غم دل کو شکستہ کر دیتا ہے اور حدیث قدسی میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس ہوتے ہیں اور مصیبت پر صبر سے جو انعام قرب کا عطا ہوتا ہے اس کو اہلِ بصیرت اپنے قلب میں محسوس بھی کرتے ہیں۔

اسی کو حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
انچہ درد ہمت نیاید آں دہد

(رومیؔ)

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ بندوں پر ان کی اصلاح کے لئے جن مجاہدات و تکالیف کا وزن رکھتے ہیں ان کو برداشت کرنے سے اگرچہ آدھی جان ختم ہوجاتی ہے لیکن اس کے عوض سو جانیں غیب سے عطا فرماتے ہیں اور ایسی ایسی نعمتیں دل کو عطا فرماتے ہیں جن کا بندہ وہم وگمان بھی نہیں کرسکتا تھا۔ اس وقت بزبانِ حال کہو گے ؎

جو دل پہ ہم اُن کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جام جم دیکھتے ہیں

(**۲**)...... مخلوق سے اس مصیبت کی شکایت نہ کرتا پھرے یعنی جس طرح اوپر مذکور ہوا کہ دل میں کوئی شکایت کا خیال نہ لائے اسی طرح اپنی زبان سے بھی شکوہ وشکایت اور اعتراض کی بات نہ نکالے ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

اسی تسلیم کا انعام یہ ہوگا کہ ہر وقت غیب سے ایک نئی جان حق تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔

(**۳**)...... تیسری بات یہ ہے کہ مصیبت کے وقت بعض مرتبہ آدمی اتنا زیادہ غمگین ہوجاتا ہے جس سے معمولات ذکر میں خلل آجاتا ہے اور بندوں کے حقوق میں بھی کوتاہی ہوتی ہے اور [illegible] کو نقصان پہنچنے لگتا ہے اور اتنا غم بندوں کے لئے مطلوب نہیں [illegible] کی طرف مائل کرنے اور رابطہ وتعلق مع اللہ کو مضبوط کرنے

نیز آخرت یاد دلانے کے لئے جس معیار کا غم بعض بندوں کے لئے تجویز ہوتا ہے وہ وُہ اُس غم کے برابر نہیں ہوتا جو عبادت بھی چھڑا دے اور صحت کو نقصان پہنچا دے اور بستر پر لٹا دے۔ اگر اتنا غم ہو جاوے تو اس غم کو ہلکا کرنے پڑے گا۔ جس کی تدبیر حسب ذیل ہے:

(**الف**) کثرتِ ذکر، کثرتِ نوافل، کثرتِ درود شریف اہل اللہ کی صحبت۔

(**ب**) صابرین اَولیاء اللہ کے واقعات و حکایات کا مطالعہ کرنا۔

(**ج**) مصائب پر اجر و ثواب کے انعام کو سوچنا۔

(**د**) پانچ سو مرتبہ ہر روز یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کا وِرد کرنا۔

(**س**) حیات المسلمین اور تبلیغ دین کے باب صبر و شکر کا مطالعہ کرنا۔

جاننا چاہیے کہ تقلیل حزن و غم کا یہ اہتمام سالکین کے لئے نہایت ضروری ہوتا ہے ورنہ پھر یہ مصیبت حزنِ مفرط (شدید غم) کا سبب بن کر استقامت و پابندیِ معمولات اور اخلاق میں مخل ہو جاتی ہے اور تشویشِ قلب اور فسادِ صحت کا سبب بن جاتی ہے اور فسادِ اعمال فسادِ ایمان کا سبب بن جاتا ہے۔ حق تعالیٰ محفوظ فرماویں، آمین۔ کیونکہ فسادِ اعمال یا تقلیلِ اعمال یا ترکِ اعمال اولاً ہمت مقاومت کو کمزور کرتے ہیں جس سے مصائب کا مقابلہ دوبھر ہو جاتا ہے۔ پھر یہ ضعف تحمل تقدیر پر اعتراض کا باعث بن کر کفر کا سبب ہو جاتا ہے۔

(العیاذ باللہ تعالیٰ)

التنبیه: مال داروں کو بھی صبر کی ضرورت ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں:

(۱)...... اپنے مال پر اترانے اور تکبر کرنے سے احتراز کرنا اور اپنے مال و دولت کو عطاء خداوندی سمجھنا اپنا استحقاق اور دست و بازو کا ثمرہ نہ سمجھنا اور فقراء و مساکین کو حقیر نہ سمجھنا بلکہ ان کی عزت کرنا اور مساکین و فقراء کی خدمت کو اپنے اُوپر لازم رکھنا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ﴾

(سورۃ القصص، آیت:۷۷)

احسان کر جیسا کہ احسان کیا اللہ نے تجھ پر۔

(**۲**)……(**الف**) قارون کے واقعہ سے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔عبرت حاصل کرنا جب قارون اپنے ساز وسامان کے ساتھ اپنی قوم میں اتراتا ہوا نکلا تو قوم کے سمجھدار افراد نے اس کو نصیحت کی اے قارون اِترا مت۔اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

پس قارون نے جواب دیا قَالَ اِنَّمَا اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ مجھے تو یہ دولت وخزانہ اپنے علم کی بدولت حاصل ہوا ہے۔بس اس کا انجام کیا ہوا؟ مع اپنے خزانے کے زمین میں دھنسا دیا گیا، اور حق تعالیٰ کے عذاب سے اس کو کوئی طاقت نہ چھڑا سکی۔

(**ب**) مراقبہ کرنا اس مضمون حدیث شریف کا کہ:

﴿یَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ مَالِیْ مَالِیْ قَالَ وَھَلْ لَّکَ یَا ابْنَ اٰدَمَ اِلَّا مَا اَکَلْتَ فَاَفْنَیْتَ اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَیْتَ اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَیْتَ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرقاق)

تَرجَمہ: تو کہتا ہے یہ میرا مال ہے یہ میرا مال ہے حالانکہ تیرا مال صرف وہی ہے جو تو نے کھالیا اور فنا کر دیا اور جو پہن لیا اور پُرانا کر دیا اور جو خدا کی راہ میں خرچ کر دیا اور ہمیشہ کے لئے باقی کر دیا جس کو کبھی فنا نہیں ہوگی۔(مشکوٰۃ شریف)

(**ج**) یہ مراقبہ کرنا کہ یہ تمام نعمتیں بندوں کے دست وبازو یا علم پر نہیں دی جاتی ہیں بلکہ محض فضل خداوندی سے عطا کی جاتی ہیں بعض وقت نادانوں کو اتنا دیتے ہیں کہ دانا حیران اور محوِ حیرت رہ جاتے ہیں۔

پس کیسے جائز ہوگا اغنیاء کو اپنے اموال پر اترانا اور ناز کرنا۔اور ہر شریف طبیعت اترانے اور ناز کرنے سے ہمیشہ محتاط ہوتی ہے۔

(۳)...... تیسری صورت اغنیاء کے صبر کی یہ ہے کہ احکام شریعت پر پابندی کرنا اور گناہوں سے بچنا اور دولت کے ہوتے ہوئے یہ دونوں باتیں مال داروں کے لئے بہت صبر آزماء ہیں اور یہی ان کا عملی شکر ہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا﴾

(سورۃ سبآء، آیت:۱۳)

اور حق تعالیٰ شانہٗ سے یہ دعا مانگتے رہیں:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ مَّالٍ يُّطْغِيْنِیْ﴾

ترجمہ: اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں ایسے مال سے جو مجھے نافرمان اور سرکش بنادے۔

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾

(سورۃ المنافقون، آیت:۹)

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے اموال اور اولاد تم کو اللہ سے غافل نہ کردیں اور جو ایسا کرے گا پس وہی لوگ خسارہ میں ہوں گے اور قیامت کے ہولناک منظر کو ہر وقت یاد رکھیں۔

جیسا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ﴾

(سورۃ النُّور، آیت:۳۷)

ترجمہ: مردانِ خدا ایسے ہوتے ہیں۔ جن کو اللہ کی یاد سے اور بالخصوص نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت۔ اور وہ ایسے دن کی دار و گیر سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں اُلٹ

جائیں گی۔ اور اغنیاء کو کاملین کی صحبت میں حاضری دیتے رہنا بھی دولت کے نشہ کا اُتار ہے۔

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! تقوی اختیار کرو اور تقوی کی نعمت کس طرح حاصل ہوگی۔ متقین کاملین کی صحبت سے۔

تنبیه: اور یہ مضمون یعنی صبرِ اغنیا درحقیقت صبر علی الطاعت کی ایک نوع ہے۔

تمت بالخیر

جمادی الاُخر ۱۳۸۹ھ کی ۱۲؍تاریخ کو یہ مقالہ تکمیل الاجر بتحصیل الصبر بفضلہٖ تعالیٰ وعونہ تمام ہوا۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرماویں اور اس کے نفع کو عام وتام فرماویں، آمین۔

راقم الحروف

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہٗ

مِنجملہ اِرشادات

مرشدنا ومولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

ہر انسان کو دو حالتیں پیش آتی ہیں۔ جس میں اس کا امتحان ہوتا ہے ایک وہ جو طبع کے موافق ہیں۔ دوسری طبع کے خلاف۔ اوّل حالت میں شکر مامور بہ ہے اور دوسری حالت میں صبر۔

خلافِ طبع اُمور پیش آنے کو اکثر لوگ سخت حالت خیال کرتے ہیں کیونکہ اس میں تکلیف واُلجھن وضیق ہوتی ہے اس لئے اس کو ناپسند کرتے ہیں اور موافقِ طبع معاملات کو اچھا خیال کرتے ہیں اس لیے اس میں آرام وسہولت وفرحت ہوتی ہے اسی لئے اس کے خواہاں وخوباں رہتے ہیں۔ حالانکہ درحقیقت خلافِ طبع اُمور کا پیش آنا یہ سہل امتحان ہے جس میں پاس ہونا آسان ہے اور موافقِ طبع اُمور کا پیش آنا سخت

امتحان ہے جس میں پاس ہونا مشکل ہے۔

حدیث پاک میں وارد ہے:

﴿فَوَاللّٰہِ لاَ الفَقْرَ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ وَلٰکِنْ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا کَمَا بُسِطَتْ عَلٰی مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَتَنَافَسُوْھَا کَمَا تَنَافَسُوْھَا وَتُھْلِکَکُمْ کَمَا اَھْلَکَتْھُمْ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۴۴۰)

وکما قال اللہ تعالٰی:

﴿وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ﴾

(سورۃ سبآء، آیت: ۱۳)

لہٰذا جن کو خلافِ طبع اُمور پیش آیا کرتے ہوں ان کو شکر کرنا چاہیے کہ سہل پرچہ میں امتحان ہو رہا ہے اور موافقِ طبع اُمور والوں کو بہت ہوشیار وچوکنا رہنا چاہیے۔ کہ ان کا امتحان سخت پرچہ میں ہے فکر وہمت سے انسان کو کامیابی امتحان نصیب ہوتی ہے۔ ہر حال میں دعا کا اہتمام رکھے بہت الحاح کے ساتھ۔

رمضان شریف کے متعلق خصوصی ہدایات

مرتبہ: مرشدی ومولائی حضرت مولانا الشاہ محمد ابرارالحق صاحب مدظلہم العالی ناظم مجلس دعوۃ الحق ہردوئی

(۱) کثرتِ کلمۂ طیبہ۔ (۲) کثرتِ استغفار۔ (۳) جنت کا سوال کرنا۔ (۴) دوزخ سے پناہ مانگنا۔ (۵) تلاوت کلام پاک جس قدر ہو سکے۔ درود شریف کم از کم تین سو مرتبہ زیادہ جس قدر ہو سکے بہت ہی اچھا ہے۔ (۶) تکبیرِ اولیٰ بالخصوص جماعت کا بہت زیادہ اہتمام کرنا۔ (۷) تراویح کے لئے عشاء کی جماعت کے وقت سے قبل حاضر رہنا۔ (۸) اوقات فرصت کو مسجد میں بہ نیت اعتکاف گزارنا۔ (۹) حسب گنجائش صدقہ وخیرات کرنا۔ (۱۰) فضول باتوں سے بہت اہتمام سے بچنا بلا ضرورت شدید

دنیوی بات بھی نہ کرنا۔ (۱۱) ہر گناہ سے بچنا بالخصوص سینما، بدنگاہی، غیبت، جُوا، (لاٹری) ریڈیو پر گانے باجے سننے، شرعی پردہ نہ کرنے، گالی گلوج لڑائی جھگڑا کرنے، ڈاڑھی منڈانے یا ایک مشت سے کم ہونے پر کترانے سے بہت احتیاط کرنا، ورنہ ایسے روزے کی قدر اللہ تعالیٰ کے یہاں نہیں ہے۔ ایسے روزے سے انعامات وفوائد روزے کے حاصل نہیں ہوتے۔ حدیث پاک میں ہے روزہ جہنم سے ڈھال ہے۔ (مشکوٰۃ شریف) لہٰذا اس کو نہ پھاڑے۔ ڈھال پھاڑنا یہ ہے کہ گناہ کا اِرتکاب کرے۔

تنبیه: (۱)...... یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ روزہ میں کھانا پینا جو انسان کے لیے بہت ہی اہم ہے اُس کو روزہ میں چھوڑ دیا گیا۔ بیڑی، سگریٹ، حقہ، پان، تمبا کو جس کی نوبت کتنی مرتبہ آتی تھی محض تعمیل حکم کے لئے اور روزے کے برکات وفوائد حاصل کرنے کے لئے ان کو چھوڑنے کی مشقت کو برداشت کیا جاتا ہے، تو جو باتیں ممنوع وقابل ترک ہیں اُن کو روزے میں برتا جاوے تو کس قدر نامناسب ونازیبا بات ہوگی۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے:

﴿مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ والْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصوم)

ترجمہ: جو شخص گناہ کی بات اور عمل روزے میں نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اُس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی قدر نہیں۔

ہمت کرنے سے مشکل سے مشکل کام میں منجانب اللہ مدد ملتی ہے۔ ایک صاحب جو بیس سے زیادہ سگریٹ دن بھر میں پیتے تھے یہ سننے پر کہ اسی زبان، دانت وتالو سے قرآن شریف کی تلاوت کی جاوے اور ذکر اللہ کیا جاوے اور اس کو سگریٹ کی بوسے گندہ رکھا جاوے کس قدر نامناسب حرکت ہے، فوراً ہمت کرلی کہ اس وقت سے

نہ پئیں گے۔اسی طرح ایک صاحب نے لندن کے قیام میں اسی خیال کے آنے پر وہاں ارادہ ترکِ سگریٹ کا کرلیا اور اس پر عمل برابر ان دونوں حضرات کا جاری ہے حالانکہ ایک صاحب کی عادت تیس سال سے زیادہ کی تھی۔

(۲)......اسی طرح ضرورت ہے کہ شرعی ڈاڑھی رکھنے قصد وہمّت اس مبارک مہینہ میں کرلی جاوے پھر شرعی ڈاڑھی کے بعد اپنے چہرہ کو آئینہ میں دیکھا جاوے تو خود ہی فیصلہ کرے گا کہ شکل کتنی نورانی ہوگئی ہے، یہ یہ گناہ ایسا ہے کہ ہر وقت اس میں ابتلاء رہتا ہے۔ چوری۔قتل بدکاری دن یا رات کو کرے تو صباح کو کسی کو معلوم نہیں ہوتا حالانکہ بڑے گناہ ہیں مگر شرعی ڈاڑھی نہ ہونے سے نماز، روزہ اور حج کی حالت میں بھی مجرم کی صورت میں ہے۔اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ سے محروم ہے۔(تفصیل کے لئے رسالہ ڈاڑھی کا وجوب۔مؤلفہ شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم دیکھئے۔)

بہت سے لوگ ڈاڑھی سامنے تو ایک مشت کی رکھتے ہیں اور رخسار (گلے) کی داہنی اور بائیں جانب ایک مُشت سے کم رکھتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔سامنے کی طرح دائیں اور بائیں جانب بھی ایک مشت رکھنا واجب ہے۔

(۳)......شرعی پردہ سے مُراد یہ ہے کہ جو اعزہ نامحرم ہیں اُن سے شریعت کے حکم کے موافق پردہ کرنا۔احکام پردے کے بہشتی زیور، بہشتی ثمر، علم الفقہ، تعلیم الاسلام میں مسطور ہیں۔صرف اُن نامحرموں کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے لوگ جن کو نامحرم نہیں سمجھتے ہیں۔ مرد کے لئے (۱) بھائی کی بیوی (۲) بیوی کی بہن (۳) خالہ، پھوپھی، ماموں اور چچا کی لڑکیاں (۴) ممانی (۵) چچی۔ عورت کے لئے (۱) بہن کا شوہر (۲) شوہر کا بھائی (۳) خالہ، ماموں، چچا اور پھوپھی کے لڑکے (۴) خالو (۵) پھوپھا۔

(٤)......غیبت سے بچنے کا بہت زیادہ اہتمام چاہئے۔اکثر حضرات کے روزے اس

کی وجہ سے ضائع ہو جاتے ہیں۔ مضمون مرتبہ احقر ''اصلاح الغیبۃ'' کو ملاحظہ کیجئے۔

(۵)...... بدنگاہی سے بچنے کا بہت زیادہ اہتمام چاہئے۔ یہ شیطان کا بہت بڑا زہریلا تیر ہے۔ اس سے طاعات کا نور سلب ہو جاتا ہے قلب میں ایسی بڑی ظلمت پیدا ہو جاتی ہے جو بعض دفعہ استغفار سے بھی دور نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ جب تک بدنگاہی کے موقع پر ضبط، حفاظت نظر سے کام نہ لیا جائے بدنظری کی ظلمت دور نہیں ہوتی ہے، اس کی اصلاح کے لئے عرضِ احقر کو بھی ملاحظہ کرنے کی ضرورت ہے۔

پردے کے متعلق خصوصی ہدایت

حضرت مرشدنا و مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہٗ کی دردمندانہ گذارش

حضرات! آپ ایک پاؤ گوشت کو چیل کے خوف سے اور ایک سو کے نوٹ کو جیب کتروں کے خوف سے اور روٹیوں کو چوہوں کے خوف سے اسی طرح ایک پاؤ دودھ کو بلّی کے خوف سے چُھپا کر رکھتے ہیں جبکہ ان میں خود سے اُن کے اُچک لینے والوں کے پاس جانے کی صلاحیت بھی نہیں اور ان کے اُچک لینے کے کچھ دیر بعد اُن سے اگر واپس مل جائے تو گوشت میں اور نوٹوں میں کوئی عیب بھی نہیں پیدا ہوتا برعکس عورتوں میں خود سے اہل شر کی طرف کھنچ جانے کی صلاحیت ہے اور واپس لینے کے بعد ایسی عیب دار سمجھی جاتی ہیں کہ تمام خاندان کی گردنیں نیچی ہو جاتی ہیں۔ پس جن لوگوں کے نزدیک عورتوں کی عزت ایک پاؤ گوشت اور سو کے نوٹ کے برابر بھی نہیں اُن سے ہم کو کچھ نہیں کہنا چاہئے باقی وہ حضرات جن کو اپنی بہو، بیٹیوں اور بیویوں کی عزت کا احساس ہے وہ شرعی پردے کا اہتمام اپنے گھروں پر شروع کر دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ جو پاک دل اور پاک نظر والے تھے جب ان کو بھی حضور صلی اللہ علیہ نے حفاظت نظر کا حکم فرمایا تھا تو اس زمانے میں اپنے لئے پاک دل اور پاک نظر کا بہانہ کیسے درست ہو سکتا ہے۔

پائجامہ یا تہبند سے ٹخنوں کو ڈھانکنا ناجائز ہے

(۱)...... حضور صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ ٹخنہ ڈھانکنے والے سے محبت نہیں فرماتے۔ (فتح الباری شرح بخاری، کتاب اللباس، ج:۱۰)

(۲)...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جتنا حصہ پائجامہ یا تہبند کا ٹخنہ کے نیچے لٹکا ہوگا وہ جہنم میں ہوگا:

﴿مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِيْ النَّارِ﴾

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب ما اسفل من الکعبین)

اس زمانے میں ٹخنہ ڈھاکنے کی وبا بھی عام ہورہی ہے اس عادت سے خود بھی بچے اور اپنے دوستوں کو بھی سمجھائے یہ عمل نہ مسجد میں جائز ہے۔ نہ مسجد سے باہر جائز ہے ہر جگہ ہر وقت اس کا اہتمام رکھے کہ ٹخنے کھلے رہیں۔

مذاکراتِ دکن

تقریظ

از: حضرت اقدس عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ: حضرت حکیم الامت مجدد الملۃ مولانا حافظ شاہ محمد اشرف علی صاحب قدس سرہٗ

(مؤلف اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ومآثر حکیم الامت وبصائر حکیم الامت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیزم مولانا حکیم محمد اختر سلمہٗ اللہ تعالیٰ کی جملہ تالیفات کو حق سبحانہٗ تعالیٰ کے فضل خاص سے عوام وخواص امت نے بہ نظر تحسین دیکھا اور مفید پایا جس میں ''معارف مثنوی مولانا روم'' خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

عزیز موصوف کی مجالس ومواعظ سے بھی ماشاء اللہ خلق کو نفع ہورہا ہے۔

حیدر آباد دکن میں آپ کے مواعظ سے کچھ کچھ اقتباسات مولانا محمد رضوان القاسمی فاضل دیوبند نے مقامی اخبار روزنامہ نوید دکن کے کالم ''ندائے حجاز'' میں جو مسلسل کئی روز شائع کیا تھا ان کا مجموعہ بعنوان ''مواعظ حیدر آباد دکن'' کراچی سے شائع کیا جارہا ہے۔ ان مضامین کا کچھ حصہ احقر نے بالاستیعاب اور کچھ حصہ جستہ جستہ دیکھا ماشاء اللہ ''از دل ریزد بر دل خیزد'' کا مصداق ہے۔

مجھے اس بات سے خاص طور پر مسرّت ہوئی ہے کہ عزیز موصوف کی تقاریر میں وہی جھلک وانداز بیان ہے جو خانقاہ تھانہ بھون کا طرۂ امتیاز ہے۔ ''جاذبیت ونافعیت'' دل سے دُعاء کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس کتاب کو نیز موصوف کی جملہ تالیفات اور خدمات ودینیہ کو حُسنِ قبول عطا فرمائیں۔

دُعاگو: محمد عبدُ الحی عفا اللہ عنہٗ

۱۴؍رمضان المبارک، ۱۳۹۷ھ

زبانِ عشق

از: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہٗ

درِ راز شریعت کھولتی ہے ۔۔۔ زبانِ عشق جب کچھ بولتی ہے
خرد ہے محوِ حیرت اس زباں سے ۔۔۔ بیاں کرتی ہے جو آہ وفغاں سے
جو لفظوں سے ہوئے ظاہر معانی ۔۔۔ وہ پاسکتے نہیں دردِ نہانی
لغت تعبیر کرتی ہے معانی ۔۔۔ محبت دل کی کہتی ہے کہانی
کہاں پاؤ گے صدرا بازغہ میں ۔۔۔ نہاں جو غم ہے دل کے حاشیہ میں
مگر دولت یہ ملتی ہے کہاں سے ۔۔۔ بتاؤں میں ملے گی یہ جہاں سے
یہ ملتی ہے خدا کے عاشقوں سے ۔۔۔ دُعاؤں سے اور ان کی صحبتوں سے
وہ شاہ دو جہاں جس دل میں آئے ۔۔۔ مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے
ارے یارو جو خالق ہو شکر کا ۔۔۔ جمالِ شمس کا نورِ قمر کا

نہ لذّت پوچھ پھر ذکرِ خدا کی حلاوت نامِ پاکِ کبریا کی
بگویدزیں سبب ایں عشق بے باک چہ نسبت خاک را باعالم پاک

یہ دولتِ دردِ اہلِ دل کی اختؔر
خدا بخشے جسے اُس کا مقدّر

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

تعارف و تقدمہ

از: مولانا محمد رضوان القاسمی صاحب فاضل دیوبند
خطیب مسجد عامرہ، عابد روڈ، حیدرآباد، دکن

کچھ زمین پر بھی چاند تارے ہیں

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ بڑی خوبیوں اور کمالات کے بزرگ ہیں۔ ایک عرصہ ہوا ترک ہند کر کے پاکستان (کراچی) کی اقامت انہوں نے اختیار فرمائی ہے۔ پہلے اصلاحی تعلق حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے قائم فرمایا۔ ان کے وِصال کے بعد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی طرف رُجوع ہوئے۔ اس کے کچھ ہی دنوں بعد بارگاہِ ابراری سے سندِ خلافت عطا ہوئی۔ معارفِ مثنوی، معارفِ شمس تبریز، دنیا کی حقیقت، مجالسِ ابرار حضرت حکیم صاحب کی گراں قدر تالیفات ہیں جو علمی اور دینی حلقوں میں قدر کی نگاہوں سے دیکھی گئیں اور شوق کے ہاتھوں لی گئی ہیں۔ اپنے مرشد اول کی کتاب معرفتِ الٰہیہ کے مرتب بھی موصوف ہی ہیں۔

حضرت حکیم صاحب کا نام سن رکھا تھا۔ کتابیں بھی ان کی مطالعہ میں آئی تھیں۔ دید کی حسرت دل میں تھی جواب پوری ہوئی۔ وعظ کی مجلسوں میں بھی شرکت کی سعادت نصیبے میں آئی۔ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ ''دید'' نے ''شنید'' سے بڑھ کر پایا

اور اس کا اندازہ ہوا کہ ''اختر'' (ستارہ) آسمان ہی پر نہیں زمین پر بھی ہیں۔ جیسا کہ ایک شاعر نے اپنے اس مصرعہ میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے ؎

کچھ زمین پر بھی چاند تارے ہیں

حضرت حکیم صاحب کی مجلس بڑی پر کیف اور معلومات افزا ہوتی ہے۔ جس میں کہیں سے کسی تصنع اور تکلف کا احساس نہیں ہوتا۔ یہ عام واعظوں کی طرح اپنے سامعین کو ان کے خیالات کی وادی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ کر خود بڑھے ہوئے نہیں چلے جاتے ہیں بلکہ شروع سے آخرت تک اپنی دِل رُبا مسکراہٹ اور مؤثر واقعات دِلوں کو چھو لینے والے اشعار اور قرآن وحدیث کی دِل نشین تشریح وتوضیح کے ساتھ انھیں اپنا شریک سفر بنائے رکھتے ہیں۔ یہ اپنی مجلس میں مولانا روم کے باغ مثنوی کی سیر جی بھر کر کراتے ہیں جس سے دل کو تازگی اور روح کو بالیدگی ملتی ہے اور غفلت دور ہو کر حضوری کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

آج (۲۹ ربیع الثانی، ۱۳۹۷ھ) صبح مدرسہ فیض العلوم باقر باغ سعید آباد حیدرآباد میں حضرت حکیم صاحب کی مجلس مقرر تھی۔ کافی لوگ شریک تھے جن میں اہلِ مدارس کی تعداد زیادہ تھی گو یہ راقم الحروف کی حاضری قدرے تاخیر سے ہوئی۔ مگر جتنی باتیں سنیں ان میں سے ہر بات دل سے نکل کر دل تک پہنچ رہی تھی گویا دل کو دل سے کوئی رسم وراہ ہو۔ آیئے زمین کے اس چاند تارے کی بزم سے آپ بھی کچھ استفادہ کیجئے۔

منبر پر وہ کیا برسائیں گے

فرمایا کہ ایک عالم اور ایک واعظ کو عمل کا پابند ہونا چاہیے بغیر عمل کے صرف قول مفید اور مؤثر نہیں ہوتا۔ صاحب قصیدہ بردہ نے تو قول بلا عمل سے مغفرت طلب کی ہے الفاظ ان کے یہ ہیں اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ مِنْ قَوْلٍ بِلَا عَمَلٍ یعنی میں اللہ تعالیٰ سے اس قول سے پناہ چاہتا ہوں جو بغیر عمل کے ہو۔

ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک صاحب ان کے پاس اپنے لڑکے کو لے کر آئے۔ کہنے لگے ''حضرت یہ گڑ بہت کھاتا ہے ہزار سمجھایا مگر ایک بات بھی اس نے مان کر نہ دی میں پریشان ہوں کہ اسے اس عمل سے کس طرح روکوں مجھے اندیشہ ہے کہ اس کثرت سے اگر یہ گڑ کھاتا رہے تو جگر خراب ہو جائے گا آپ دعا فرمایئے اور کچھ زبان مبارک سے نصیحت بھی فرما دیجئے''۔

بزرگ نے جواب میں فرمایا آپ کل تشریف لایئے۔ وہ آئے تو انھوں نے لڑکے کو نصیحت فرمائی اور دعا بھی کی۔ جب لڑکے کے والد جانے لگے تو پوچھا حضرت یہ نصیحت اور دعا کل بھی آپ فرما سکتے تھے آج آپ نے کیوں بلایا؟

بزرگ نے فرمایا۔ بھئی کل تک میں بہت گڑ کھایا کرتا تھا۔ اس حالت میں اسے گڑ ترک کرنے کی نصیحت کیوں کرتا۔ آج میں نے خود گڑ کھانا کم کر دیا ہے تو پھر اسے نصیحت کی تا کہ یہ نصیحت مؤثر ہو اور میں پوری قوت کے ساتھ اپنی بات کہہ سکوں فرمایا اس سلسلہ میں میں نے ایک شعر کہا ہے جو نہایت قابل غور ہے وہ یہ ہے ؎

جب نور نہیں خود ہی دل میں
منبر پر وہ کیا برسائیں گے

وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

فرمایا کہ یہ دنیا چند روزہ ہے کسی طرح گذر ہی جائے گی مگر جب ہمیں یہاں کچھ کرنا ہے تو اچھا کام کیوں نہ کریں تا کہ آخرت میں کامیابی اور سرخروئی حاصل ہو جب کہ وہیں کی کامیابی اور سرخروئی اصل ہے۔ علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس گہری حقیقت کو اپنے ایک سادہ شعر میں کس خوبی کے ساتھ سمجھایا ہے۔ سنئے ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

شیطان کش دوا

فرمایا کہ آج کل وسوسہ کی بیماری عام ہے۔ طرح طرح کے بُرے خیالات ہمارے ایمان پر ڈاکہ ڈالتے رہے ہیں۔ شیطان کا ہر طرف سے حملہ ہوتا ہے۔ اسی طرح سے جس طرح کہ مچھر اور کھٹمل کا لوگوں نے مچھر اور کھٹمل کو مارنے کی نئی نئی دوائیں ایجاد کی ہیں اس کے باوجود ان کا مرنا یقینی نہیں لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وسوسہ کو دور کرنے اور وسوسہ شیطانی کو مارنے کے لئے ایک دوا تجویز فرمائی ہے بہت مختصر مگر نہایت زود اثر اور فائدہ قطعی ہے یہ دوا جامع صغیر میں موجود ہے الفاظ یہ ہیں:

﴿اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾

(مسند احمد، مسند ابی هريرة رضی الله عنه)

ترجمہ: میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر۔

میں نے ایک تبلیغی اجتماع میں اس ''شیطان کش دوا'' کا ذکر کیا تو ایک صاحب اس کا ذکر کثرت سے کرنے لگے۔ بعد میں انھوں نے بتایا کہ یہ تو بہت مؤثر ہے، کتنے وساوس دور ہوگئے۔ میں بدنگاہی کے مرض میں بھی مبتلا تھا۔ گھر سے نکلتے ہوئے اور راستہ میں اس کا ورد کرتا تھا، اس کی برکت سے میرا یہ مرض ختم ہوگیا میں نے اس وقت خیال کیا کہ اصل تعلق تو اس کا ایمان سے ہے مگر بہت خوب کہ اعمال میں بھی اس کی برکت کا ظہور ہوتا ہے۔ آپ ہر بُرے خیال آنے کے ساتھ ذکر کے وقت، نماز سے قبل تلاوت کے وقت اور دوسرے اعمال صالحہ کے وقت اس کو پڑھ لیا کیجئے۔ ان شاء اللہ بہت مفید پائیں گے۔

مسلح ہوکر نکلو

فرمایا کہ حضرت ہردوئی دامت برکاتہم (مولانا ابرارالحق صاحب مدظلۂ) فرمایا

کرتے ہیں کہ حدیث سے ثابت ہے کہ وضو مومن کا ہتھیار ہے۔اس سے مسلح ہو کر نکلو اس سے بدنگاہی اور دوسری چیزوں سے حفاظت ہوگی۔شیطان جب تم کو مسلح دیکھے گا تو اسے تمہارے نزدیک آنے کی جرأت نہیں ہوسکتی۔ وہ تو دور ہی سے بھاگ کھڑا ہوگا۔فرمایا اس لئے ہم لوگوں کو مسلح نکلنا چاہئے اس کے فائدے ان شاء اللہ آپ خود محسوس کریں گے۔

یکم جمادی الاوّل ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۱/اپریل ۱۹۷۷ء
بروز پنج شنبہ، روزنامہ نوید دکن، حیدرآباد (ہند)

ارشاداتِ اختر

کل اسی صفحہ پر حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہٗ (کراچی) کے ارشادات کی پہلی قسط دی گئی تھی، آج دوسری قسط ملاحظہ فرمائیے۔ (محمد رضوان القاسمی)

ذکر میں تاثیرِ دورِ جام ہے

اللہ کے ذکر سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔ذکر دراصل ایک کنجی ہے جس سے دل کا قفل کھلتا ہے اور طاعت فرماں برداری میں جی لگتا ہے اور اس کے لئے جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کنجی کے دندانے کو بھی درست رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ دل کا قفل آسانی سے کھلے کوئی مشکل اور دشواری پیش نہ آئے۔اور ذکر کی کنجی کے دندانے کو درست رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ذکر، فکر و توبہ کو خشوع و خضوع کے ساتھ کیا جائے۔ ایسے ہی ذکر کے خاطر خواہ اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

ذکر کی کنجی کی جو بات ہے میں نے کہی ہے وہ اپنی طرف سے نہیں، بلکہ اس کی دلیل حدیث میں موجود ہے، ارشاد ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ افْتَحْ اَقْفَالَ قُلُوْبِنَا بِذِکْرِکَ﴾

(عمل الیوم و اللیلة لابن السنی، باب کیف مسئلة الوسیلة، ص: ۵۰)

یعنی اے اللہ! ہمارے دلوں کے تالوں کو کھول دے اپنے ذکر کے ذریعہ۔

فرمایا کہ ذکر میں صرف کمیت یعنی مقدار و تعداد مطلوب نہیں ہے بلکہ کیفیت بھی مقصود ہے، یعنی اللہ کا خیال اور دھیان جس قدر ذکر میں جمایا جائے گا اسی قدر ذاکر کو نفع اور فائدہ ہوگا۔ اور اتنی ہی اس کے اندر طاقت وقوت پیدا ہوگی۔ دیکھئے لومڑی کس قدر بزدل اور ڈرپوک ہے لیکن شیر اگر اس کی پشت پر ہاتھ پھیر دے اور یہ کہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، تو اس وقت لومڑی چیتے کا جگر بھی نکال سکتی ہے۔ اور اس کے لئے اس کے اندر ہمت پیدا ہو سکتی ہے۔ اسی طرح ذاکر کے ساتھ اللہ کی مدد و نصرت ہوتی ہے اور کسی حال میں تنہائی محسوس نہیں کرتا بلکہ نور ذکر کی برکت سے ذاکر اپنے قلب میں حق تعالیٰ کا خاص تعلق محسوس کرتا ہے جس کو مشائخ معیتِ خاصہ کہتے ہیں معیتِ عامہ تو ہر مسلمان کو حاصل ہے۔

فرمایا کہ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر ذکر کے سلسلہ میں بڑا حقیقت آفریں اور حلاوت آمیز ہے ؎

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیرِ دورِ جام ہے

محبت کے لئے معرفت ضروری ہے

فرمایا کہ فرض کیجئے، کسی کا باپ اس کے بچپن ہی میں باہر چلا گیا ہو اب تیس سال بعد اس کو لوٹنے کی اطلاع ملی ہے۔ دن تاریخ اور وقت مقرر ہے۔ بیٹا، عرصۂ دراز کے بعد باپ کی آمد سے خوشی و مسرت سے سرشار ہے لیکن وہ اپنے باپ کو پہچانتا نہیں۔ اسے خیال آتا ہے کہ ایسی صورت طیرانگاہ پر استقبال کے لئے جانے سے بھی کیا فائدہ؟ دوسرے ہی لمحہ اس کے ذہن میں ایک بوڑھے اور کمزور آدمی کا نام آتا ہے جو اس کے باپ کا صورت آشنا ہے، بڑی منت و سماجت کے بعد طیرانگاہ چلنے کے لئے

اسے آمادہ کر لیتا ہے طیارہ آیا اور لوگ اتر کر باہر آنے لگے، بیٹا جس بوڑھے کو اپنے ہمراہ لایا تھا وہ ایک گوشہ میں بیٹھا ہے۔ اتنے میں طیارہ سے اتر کر ایک بوڑھا آدمی اس کے پاس آتا ہے جو اپنے باپ کو لینے آیا ہوا تھا۔ بوڑھا مسافر اس سے خواہش کرتا ہے کہ میں نہایت کمزور ہوں، کئی روز کے سفر سے چکنا چور ہوں، لِلّٰہ آپ تھوڑی دیر کے لیے میرے اس سامان کو سنبھالئے اور کسی طرح ٹیکسی تک پہنچا دیجئے۔ وہ آدمی اس پر جھنجھلاتا اور غصّہ میں آتا ہے اور کہتا ہے میں خود اپنے والد محترم کو لینے کے لئے آیا ہوں ان کے ساتھ بھی سامان ہوگا۔ جب نہایت تلخی و ترش روئی سے وہ اسے جواب دے رہا تھا، اتنے میں گوشہ میں بیٹھے ہوئے بوڑھے کی نظر اس مسافر پر پڑتی ہے اور وہ لڑکے سے کہتا ہے "یہی تو آپ کے والد ہیں"۔

اب ایک ہی لمحہ میں اس لڑکے کا انداز بدل جائے گا۔ تعارف ہو جانے کے بعد اسے اپنے تلخ جواب پر ندامت اور شرمندگی اور لجاجت کے ساتھ کہے گا۔ ابا جان! معاف کیجئے پہچانا نہیں، سامان کا اٹھانا تو کجا، آپ مجھ پر سوار ہو کر چلئے میں آپ پر اپنی سو جان نثار کرتا ہوں۔

غور کیجئے جب تک معرفت نہیں تھی محبت نہیں تھی، جب معرفت ہوگئی تو "محبت پیدا ہوگئی" اب اپنے محبوب پر سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہے یہی حال اللہ کا ہے جب تک اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہوگی، محبت پیدا نہ ہوگی اور جب تک محبت پیدا نہ ہوگی اس وقت تک اللہ کے لئے کسی کام کو کرنا اور نہ کرنا، آسان نہ ہوگا، اور اللہ کی معرفت اہلِ معرفت کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے اور ان سے تعلق پیدا کرنے سے آئے گی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

﴿ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴾

(سورۃ الفرقان، آیت: ۵۹)

تَرجَمَہ: وہ بڑی رحمت والا، سو پوچھ اس سے جو اس کی خبر رکھتا ہو۔

یعنی رحمان کی عظمت کو ہر شخص کیا جانے اس کا علم تو باخبر لوگوں کو ہی ہے، ایسے ہی باخبر کے ذریعہ اس کی معرفت ومحبت حاصل ہوسکتی ہے۔ اس کے بغیر یہ راہ بڑی پُر پیچ، مشکل اور کٹھن ہے۔ ہر قدم پر بہکنے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ اس لئے کسی باخبر سے تعلق پیدا کرنا چاہئے تاکہ وہ بھی باخبر بنے۔

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

تزکیہ کی ضرورت

فرمایا کہ تزکیۂ نفس ضروری ہے، ہر شخص کو اس کی فکر کرنی چاہئے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا﴾

(سورة الشمس، آیت: ۹)

ترجمہ: تحقیق کہ کامیاب ہوا وہ شخص جس نے نفس کو سنوار لیا۔

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے تزکیہ چونکہ فعل متعدی ہے اس لئے مفعول کے ساتھ فاعل کی ضرورت ہے۔ یعنی مُزکی کی جو اس کا تزکیہ کرے جس طرح مُربّہ جو حکیموں کے یہاں ملتا ہے۔ اس کے لئے مُربی کی ضرورت ہے۔

۴؍جمادی الاوّل ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۳؍اپریل ۱۹۷۷ء

شیخ سے مناسبت ضروری ہے

فرمایا کہ سب آپ نے تزکیہ اور شیخ کی ضرورت واہمیت کو سمجھ لیا، تو اس حقیقت پر بھی آپ کی نظر رہنی چاہیے کہ شیخ کے انتخاب میں جلدی نہ کی جائے، بلکہ پہلے اس سے ربط وتعلق قائم کر کے مناسبت دیکھ لی جائے اور یہ معلوم کر لیا جائے کہ مزاج وطبیعت کی ہم آہنگی ہو سکے گی یا نہیں؟ جب اس حیثیت سے اطمینان ہو جائے تو

بیعت کر لے، اس سے ان شاء اللہ بڑا فائدہ اور نفع ہوگا، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی اصول تھا جب تک آپ کی طبیعت سے کسی کو مناسبت نہ ہو جاتی اس وقت تک سلسلۂ بیعت میں داخل نہیں فرماتے تھے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب ڈاکٹر کسی مریض اور کمزور کو خون چڑھاتا ہے، تو ہر دو خون میں مناسبت دیکھ لیتا ہے۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہے، اگر دونوں خون میں مناسبت نہیں ہوگی تو جسے خون چڑھایا جا رہا ہے، اس کے لئے ضرور نقصان کا باعث ہوگا، بلکہ زندگی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے سوچئے جب جسمانی زندگی کے لئے مناسبت ضروری ہے تو کیا روحانی زندگی کے لئے مناسبت کی ضرورت نہیں ہوگی؟ بلکہ سچی بات یہ ہے اس زندگی کے لئے پہلی زندگی سے کہیں زیادہ مناسبت کی ضرورت ہے، اس لئے ایک طالبِ حق کو لازمی طور پر اس طرف توجہ کرنی چاہیے۔

اولیاء اللہ ہر زمانے میں موجود ہیں

فرمایا کہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ آج کل شیخ اور مرشد اچھے نہیں ملتے، اس لئے ہم کہاں اور کس کے پاس جائیں؟ مگر ان کی یہ بات صحیح نہیں یہ اللہ تعالیٰ پر ایک طرح کا الزام ہے کیونکہ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

- ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴾

(سورۃ التوبۃ، آیت: ۱۱۹)

یعنی اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور (عمل میں) سچّوں کے ساتھ رہو۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ ایسے صادقین کو پیدا فرماتے رہیں گے، وگرنہ اللہ تعالیٰ کا بندے سے کسی ایسی چیز کا مطالبہ جس کا وجود اس کے کارخانۂ قدرت میں نہ ہو تکلیف مالایطاق ہے جس سے اس کی ذات بری ہے، جس کی شہادت یہ آیت کریمہ دے رہی ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾

(سورة البقرة، آیت: ۲۸۶)

اللہ تعالیٰ کسی متنفِس پر اس کی قدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا۔ معلوم ہوا کہ ہر دور اور ہر عہد میں باصِدق و باصفا مشائخ کا ہونا لازمی ہے، تاکہ لوگوں کو ان کی صحبت و معیت کا شرف حاصل ہوتا رہے، جس سے اللہ کی یاد آئے دنیا کی محبت کم ہو، اور آخرت کی فکر بڑھے کوئی ان مشائخ اور بزرگوں کو نہ جانے اور پہنچانے تو اس کی یہ کورنگاہی ہے اور طبیعت کی سہل انگاری کا کرشمہ ہے اس میں قانونِ قدرت کا کوئی قصور نہیں۔

فرمایا کہ دیکھئے، آج کوئی مریض ہوتا ہے تو وہ کسی ڈاکٹر اور حکیم کے پاس علاج کے لئے ضرور جاتا ہے، ایسے مریض کے لئے کبھی یہ کہتے ہوئے نہیں سُنا گیا کہ آج کل کے ڈاکٹر اور حکیم اچھے نہیں ہیں۔ اس لئے مجھے اپنی حالت میں رہنے دو، میں علاج نہیں کراتا، ہاں حکیم اجمل خاں اپنی قبر سے باہر آئیں گے تو ان سے علاج کراؤں گا تو جب لوگ اپنے امراضِ جسمانی میں اسی زمانے کے حکمائے جسمانی کی طرف رجوع ہوتے ہیں، اور شفا پاتے ہیں، تو کیا اپنے امراضِ روحانی میں اس دور کے حکمائے روحانی سے ربط و تعلق پیدا کر کے ان امراض سے نجات نہیں پائیں گے؟ یقیناً پائیں گے، اگر لوگوں کے اندر اس کی فکر ہو، اور مرض کا احساس ہو، اور یہ خیال ہو کہ روح کی بیماری، جسم کی بیماری سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہے۔

فرمایا کہ آپ کے ہندوستان میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مولانا قاری محمد طیب صاحب، مولانا شاہ ابرار الحق صاحب، مولانا مسیح اللہ خاں صاحب، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا محمد منظور نعمانی صاحب، مولانا محمد احمد صاحب پھولپوری، یہ سب حکمائے روحانی ہیں ان میں سے جس کسی کے پاس آپ نیازمندانہ حاضر ہوں گے آپ کی بیمار روح ان شاء اللہ شفا پائے گی، اور وہ سکون ملے گا جسے آپ

دنیا کی ساری دولت بھی خرچ کر کے حاصل نہیں کر سکتے۔

گر جواں بھی ہے تو میرا پیر ہے

فرمایا کہ شیخ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ معمر اور سن رسیدہ ہو ایک جواں سال بھی شیخ اور پیر ہو سکتا ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مقولہ ہے: ''بزرگی بہ عقل است نہ بسال''، یعنی بزرگی کا حقیقی معیار عقل ہے نہ کہ سال۔ اس لحاظ سے اس شخص کی عمر کم ہوگی جو عقل و ہنر، علم و معرفت اور تقویٰ و طہارت میں کم تر درجہ رکھتا ہے، اور اس شخص کی عمر زیادہ ہوگی جو ان اعتبارات سے درجۂ کمال پر فائز ہے، کتنے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے جو سن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے تھے، لیکن اس کے باوجود وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا معلم اکبر اور مرشد اعظم بنائے ہوئے تھے، سن کی کمی زیادتی اور فرق و امتیاز نے کبھی بھی ان کی منزلِ علم و معرفت کھوٹی نہیں کی۔

ایک واقعہ یاد آیا جس کا تعلق حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے ہے، لکھا ہے کہ دہلی میں ایک بوڑھا شخص ان سے بیعت ہوا جبکہ یہ ابھی جوان تھے، لوگوں کو معلوم ہوا تو عار دلانے لگے کہ تم کس جوان سے مرید ہو گئے، کیا وہ تمہارا پیر بھی بن سکتا ہے؟

وہ بوڑھا شخص ان تمام باتوں کو صبر و سکون کے ساتھ سنتا رہا، چونکہ اسے حضرت جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات اور گوں نہ گوں خصوصیات سے واقفیت تھی، اور دل اس کا ان کے دامِ محبت میں گرفتار ہو چکا تھا اس کے پیشِ نظر اس نے ایک برجستہ شعر کہا۔

جس کے دردِ دل میں کچھ تاثیر ہے
گر جواں بھی ہے تو میرا پیر ہے

۵؍جمادی الاول ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۴؍اپریل ۱۹۷۷ء

روحانی اوراخلاقی مرض کے علاج کی فکر

فرمایا کہ اگر آپ کے اندر کوئی روحانی اور اخلاقی مرض ہوتو اسے معمولی نہ سمجھئے۔ ممکن ہے آہستہ آہستہ یہ مرض بڑھ کر آپ کی روحانی اوراخلاقی زندگی کی موت کا سبب بنے اس لئے اس کے علاج کی طرف فوری توجہ کیجئے۔اور جو بھی حالت ہے بلا کم وکاست اپنے شیخ یا کسی بزرگ سے بیان کردیجئے اس میں نہ کسی طرح کی جھجک محسوس کرنی چاہئے نہ کسی عار کو دل میں جگہ دینی چاہئے۔ بزرگانِ دین تو ایسے لوگوں سے بہت خوش ہوتے ہیں جو بلاتکلف اپنے امراض ان سے بیان کر کے علاج کی خواہش کرتے ہیں اگر آپ نے اپنی زندگی کا یہ دستوراور معمول بنالیا،تو دیکھیں گے کہ آپ کس طرح رذائل سے پاک ہوکر فضائل کی بلندیوں پر فائز ہوجاتے ہیں۔

اصلاح کا اثر

حضرت حکیم صاحب شیخ کی ضرورت اوراس کی اصلاح وترتیت کے جو دوررس اثرات انسانی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں اس پر روشنی ڈالنے کے بعداس ذیل میں ایک واقعہ کا ذکر فرمایا کہ دواچھے عالم ہیں،لوگوں میں قدرومنزلت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔مگر شیطان کا سب سے زوردار حملہ عالموں پر ہوتا ہےاس لئے کہ وہ جانتا ہے، ہمارے دشمن تو اصل میں یہی ہیں۔ایک دفعہ شیطان کے حملہ کے زد میں یہ دونوں بری طرح آگئے۔ ہوا یہ کہ کسی معاملہ کو بنیاد بنا کر شیطان نے ان دونوں کے درمیان نفرت کا بیج ڈال دیا۔ رفتہ رفتہ اس بیج نے تناور درخت کی شکل اختیار کرلی۔ نوبت بایں جارسید کہ ہردوکوایک دوسرے کی صورت دیکھنا گوارہ نہ تھا۔ ہرجانب سے سخت غم وغصہ کا اظہار، ذہنی گھٹن ان دونوں کو پریشان کررہی تھی، صلح وصفا کی کوئی دوا کارگر نہ ہوئی، بلکہ حال یہ تھا کہ ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' ان میں سے ایک کا اصلاحی تعلق ایک مرشد کامل سے تھا،ایک دن ان کے دل میں خیال آیا کیوں نہ

حضرت کو صورت حال کی اطلاع دے کر مشورہ طلب کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے خط لکھا۔ یہ خط لکھنا دراصل اس بات کی علامت تھی کہ ان کا دل زندہ ہے اور مرض کا احساس ہے اور جنھیں مرض کا احساس ہوتا ہے تو اس کے علاج کی فکر کرتے ہیں، تو وہ اس سے افاقہ بھی پاتے ہیں۔ جواب میں حضرت نے جو علاج تجویز فرمایا اس کے پانچ اجزا تھے:

(۱)...... آپ انھیں سلام میں پہل کرنے کی کوشش کریں۔

(۲)...... کبھی کبھار اپنے گھر پر انھیں بلا کر ناشتہ کی دعوت دیں۔

(۳)...... ہدیہ و تحفہ دینے کا معمول رکھیں۔

(٤)...... اپنی مجلسوں میں ان کی خوبیوں کا ذکر کریں۔

(٤)...... خلوت اور جلوت میں ان کے لئے دعا کریں۔

ان پانچ باتوں میں سے کوئی بات ایسی نہیں تھی جو ان کے نفس اور طبیعت پر بار کا موجب نہ بنے۔ گویا یہ ایک نہایت مفید مگر تلخ دوا تھی جس کا حلق کے نیچے اترنا دشوار تر تھا۔ مگر تجویز شیخ کامل کی تھی عمل میں لائی گئی۔ آہستہ آہستہ تکدر ختم ہونے لگا۔ نفرت محبت میں بدلتی گئی انبساط نے انقباض کی جگہ لینا شروع کیا یہاں تک کہ دو دل جو کچھ دنوں پہلے بہت دور تھے آپس میں شیر و شکر ہو گئے۔ ہر ایک کا چہرہ دوسرے کے لئے گلاب کی طرح کھلنے لگا انہوں نے خود ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ میں نفرت وعداوت میں جادۂ اعتدال سے بہت دور جا پڑا تھا۔ اگر میں اپنے مرشد سے رجوع نہ کرتا اور وہ میری اصلاح نہ فرماتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ حضرت پر اپنی سو جان فدا کروں، اور اگر کر ان کے قدموں سے لپٹا رہوں کہ ان کی برکت سے کیسی پر سکون حیات عطا ہوئی۔

فرمایا کہ یہ ہے شیخ کی اصلاح اور ان کی باتوں کو مان لینے کا اثر اگر آج کسی شیخ کامل سے اپنا تعلق قائم کرنے اور ان کی اصلاحی باتوں کو مان لینے کا جذبہ عام

ہو جائے تو سیکڑوں برائیاں ہماری زندگی سے نکل جائیں اور ان کی جگہ اچھائیاں لے لیں۔ لیکن آج ہم کسی کو بڑا بنانے میں عار محسوس کرتے ہیں، ہر شخص اپنے آپ ہی کو بڑا سمجھنے لگا ہے جو اس کی طبیعت اور مزاج میں آئے خیال کرتا ہے کہ یہی صحیح ہے اور خواہش نفسانی کے بت کی پوجا زور وشور سے جاری ہے۔ پھر اس ماحول میں اخلاقی اور روحانی امراض کا علاج ہو وکیوں کر ہو؟ اور زندگی صاف ستھری بنے تو کیوں کر بنے ضرورت ہے کہ ہم اپنے اندر بھلے بُرے کی تمیز پیدا کریں؟ اور اپنی اصلاح سے کسی لمحہ بھی غافل نہ رہیں۔ اور اپنے کو کبھی مستقل بالذات نہ سمجھیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے اپنے کو مستقل بالذات سمجھا وہ مستقل بدذات ہو جاتا ہے ہمیشہ اپنے اوپر کسی بڑے کا سایہ رکھے اور ان سے مشورہ لیتا رہے مشائخ بھی اس سے مستغنی نہیں ہیں انھیں بھی اگر بڑا نہ ملے تو اپنے معاصرین یا چھوٹوں سے مشورہ لے لینا چاہئے۔ اور ارشاد فرمایا کہ شیخ اوّل کے انتقال کے بعد فوراً دوسرا شیخ منتخب کر لینا چاہئے۔

ہفت اختر

حضرت حکیم صاحب مدظلہٗ نے مجلس کے آخر میں جو باتیں ارشاد فرمائی ہیں انھیں ہم اختصار کے پیش نظر سات میں محصور کر کے مجموعی طور پر ایک ہی عنوان کے تحت ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

(۱)...... آج کل بدگمانی کی بیماری عام ہے اچھے اچھے لوگ اس میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ ہمارے دینی مدارس بھی اس سے خالی نہیں رہے، عام حیثیت سے بھی اور ان مدارس میں بھی ایک دوسرے سے اعتماد اٹھتا جا رہا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہی بدگمانی اور غلط فہمی ہے، اس لئے ہمیشہ ایک دوسرے سے ذہن صاف رکھنا چاہئے۔ خوش گمانی قائم رکھنی چاہئے اور بدگمانی کو راہ دینے والی کوئی بات سامنے آئے تو خلوص اور محبت کی فضا میں تحقیق کر لینی چاہئے یاد رکھئے قیامت میں بدگمانی پر دلائل طلب کئے جائیں

گے، خوش گمانی پر نہیں، اس لئے ایسا کام کیوں کیا جائے جس میں گرفت اور مواخذہ ہو، اور وہ کام کیوں نہ کیا جائے جس میں چھوٹ اور آزادی ہو۔

(۲)...... آج کل بہت سے عالم احساس کمتری کا شکار ہیں، وہ بھی دنیا کی طرف للچائی نظروں سے دیکھتے ہیں حالانکہ ان کے پاس جس علم کی انمول دولت ہے اس سے دنیا کا خزانہ خالی ہے۔ عالموں کو احساس بلندی پیدا کرنا چاہئے اور اپنی قدر و قیمت پہچاننی چاہیے جبھی دوسرے لوگ ان کی قدر و قیمت پہچانیں گے۔

(۳)...... آپ دین کے کاموں میں ایک دوسرے کے رفیق بنئے، فریق نہ بنئے۔

(٤)...... حضرت ہردوئی دامت برکاتہم فرماتے ہیں اگر کسی میں کوئی بُرائی نظر آئے تو نکیر تو کیجئے مگر تحقیر نہ کیجئے۔

(٥)...... پیر وہ ہے جو ''پیر'' دل کے اور گناہوں کے کانٹے نکال دے۔

(٦)...... مفردوں سے مراد ہ ذاکرین ہیں جو اللہ کا ذکر والہانہ اور عاشقانہ کرتے ہیں حدیث پاک میں ان کی تعریف آئی ہے کہ وہ سب سے سبقت لے جاتے ہیں۔

(۷)...... کسی انسان کو خارش ہو تو جب تک وہ اپنے جسم کو کھجلاتا رہتا ہے، بڑا مزا آتا ہے لیکن چھوڑنے کے بعد ہی اس کی لہر شروع ہو جاتی ہے اور وہ اذیت محسوس کرتا ہے۔ یہی حال گناہ کی لذتوں میں پڑے ہوئے انسان کا ہے جب موت اسے نکالے گی تو اس کا مزا چکھ لے گا۔ اور پورے طور پر اس کی لہر اور اذیت کو محسوس کرے گا۔

۶ رجمادی الاول ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۵ راپریل ۱۹۷۷ء

باتیں ان کی یاد رہیں گی

محترم مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے تعارفی خاکہ کے ساتھ ان کی اس مجلس کے بعض گراں قدر ارشاد آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں جو ۲۹ رربیع الثانی ۱۳۹۷ھ سہ شنبہ کو مدرسہ فیض العلوم، باقر باغ، حیدر آباد میں منعقد ہوئی تھی۔ چونکہ حضرت حکیم صاحب ایک صاحب علم، صاحب دل بزرگ ہیں اور ان کی باتیں بیک

وقت ''دل'' اور ''دماغ'' دونوں کو متوجہ کرتی ہیں، اس لئے خیال آیا کہ ان کی جس مجلس اور جس وعظ میں راقم الحروف کو شرکت کی سعادت نصیب ہوئی ہے، اس میں آپ کو بھی شریک کرلیا جائے۔ اس شرکت اور مل بیٹھنے ہی سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ عنقریب پاکستان واپس تشریف لے جانے والے ہیں ''مبادا پھر بہار آئے نہ آئے'' اگرچہ ان کو دیکھنے والی آنکھیں، سننے والے کان اور محسوس کرنے والے دل، اس بہار کے بار بار آنے کی تمنا لئے ہوئے ہیں لیکن یہ بھی سچ ہے ۔

مقدر سے ملا کرتی ہیں غافل وصل کی راتیں

۲ر جمادی الاوّل ۱۳۹۷ھ پنجشنبہ کو بعد نماز عشاء مسجد عامرہ حیدرآباد میں حضرت حکیم صاحب کا وعظ مقرر تھا، ہم اس صحبت میں اسی وعظ کے بعض اہم اقتباسات ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

چین کی نگری

فرمایا کہ آج لوگ سمجھتے ہیں کہ چین بیوی میں ہے، اولاد میں ہے دوست و احباب میں ہے، مال و دولت میں ہے، حکومت و سلطنت میں ہے، زمین و جائداد میں ہے، تجارت و ملازمت میں ہے، لیکن سب جانتے ہیں اور سب کا تجربہ ہے کہ ان چیزوں میں چین تلاش کرنے والے بے چین ہیں، ان کو سکون و قرار نہیں، اس بھری دنیا میں ان کا دل بڑا اُجڑا سا ہے، پھر آخر ایک انسان چین کہاں اور کس طرح پا سکتا ہے اس کا جواب قرآن نے یہ دیا ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾

(سورۃ الرعد، آیت: ۲۸)

تَرجَمَہ: وہ لوگ جو ایمان لائے ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل چین پاتے ہیں۔

یعنی دنیا کی کسی چیز میں چین نہیں ہے، چین کی نگری تو اس دل میں بسی ہوئی

ہوتی ہے جس دل کو تعلق مع اللہ ہوتا ہے اور جو دل اللہ کے ذکر اور اللہ کی یاد سے کسی لمحہ غافل نہیں رہتا۔

فرمایا کہ دنیا کی ہر چیز فانی ہے، جب انسان یہاں کسی چیز سے اپنا اپنا دل جوڑ لیتا ہے تو اس کے فنا اور زائل ہو جانے کا خطرہ ہر وقت لگا رہتا ہے، ظاہر ہے ایسی صورت میں دل چین کیسے پا سکتا ہے؟ اللہ کی ذات چونکہ باقی ہے، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اس لئے جب کوئی شخص اللہ سے تعلق قائم کر لیتا ہے اور اسی کو اپنے دل میں بسا لیتا ہے اس کے ذکر سے اپنی زبان کو تر رکھتا ہے، تو اس کی وجہ سے اس کے دل کو دوامِ سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ ذکر اللہ کا نور ایسے شخص کے قلب سے ہر طرح کی دنیوی وحشت اور گھبراہٹ کو دور کر دیتا ہے اور حقیقی اطمینان سے اسے ہم کنار کرتا ہے۔

اللہ میں اپنی آہ کو سمو دیجئے

فرمایا کہ اللہ کو ہمیشہ یاد کیجئے اسی سے لَو لگائیے اور تعلق جوڑیئے، اللہ کہتے ہوئے اسے قدرے کھینچئے، پھر دیکھئے کتنا مزا آتا ہے اس وقت ایسا معلوم ہوگا کہ گویا اس لفظ اللہ میں آپ نے اپنی آہ سمو دی ہے اور اپنی ساری فریاد اس لفظ کے ادا کرنے کے ساتھ ہی اس کے دربار میں پیش کر دی۔

بزرگانِ دین کو اہلِ دل کہنے کی وجہ

فرمایا کہ ایک دن مجھے خیال آیا دل تو ہر انسان کے سینہ میں ہے، اس لئے ہر شخص اہلِ دل ہے پھر اللہ والے کو خصوصیت کے ساتھ اہلِ دل کیوں کہتے ہیں۔ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ انھیں اہلِ دل اس لئے کہنا مناسب ہے کہ یہ اپنا دل' اللہ کو دے چکے ہوتے ہیں، ہر وقت ان کا دل اللہ کے پاس ہی ہوتا ہے، جب دل' دل دینے والے کو کسی نے دے دیا، تو اسے اہل دل ہی کہنا چاہئے۔

اہلِ دل آنکس کہ حق را دل دہد
دل دہد او را کہ دل را می دہد
(اختر)

چھینک کے وقت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنے کی حکمت

فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ اگر کسی کو چھینک آئے تو وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں) کہے، لوگوں نے اس موقع پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کی تعلیم دیئے جانے کی مختلف حکمتیں بیان کی ہیں لیکن ایک حکمت ان سب میں نرالی ہے۔ شاید آپ نے یہ حکمت نہ کسی کتاب میں پڑھی ہو نہ کسی سے سُنی ہو، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین شکل وصورت میں بنایا ہے مگر جب اس کو چھینک آتی ہے تو اس وقت اس کی شکل بگڑ جاتی ہے چونکہ چھینک کے بعد شکل اپنی حالت پر عود کر آتی ہے اور اس کا بگاڑ ختم ہو جاتا ہے اس لئے حکم دیا گیا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہو، تاکہ اللہ کی عظیم نعمت جو تم سے خواہ ایک آن کے لئے ہی سہی، مگر چھین لی گئی تھی، اور اب واپس دے دی گئی ہے۔ اس پر تمہاری طرف سے شکر ادا ہو سکے۔

سوچئے، چھینک کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا بظاہر کتنی معمولی بات ہے، لیکن اس میں کتنی بڑی حقیقت پوشیدہ ہے۔ شریعت کی ہر تعلیم میں اس طرح کی حکمتیں چھپی ہوئی ہیں۔ خوہ ہمیں ان کا ادراک ہو سکے یا نہیں، تاہم ہم ہر تعلیم پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔ یہی پابندی ایک بندہ کو خدا کا بندہ بنا دیتی ہے۔ یہ حکمت الحمدللہ کہنے کی حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمائی ہے جس کو احقر نے اپنے شیخ و مرشد حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے۔

۷/ جمادی الاول ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۶/ اپریل ۱۹۷۷ء

دماغ روشن کرنے والی لاٹھی

فرمایا کہ ایک صاحب خدا کے قائل نہیں تھے، وہ کہا کرتے تھے، اس دنیا میں مقناطیسی نظام قائم ہے، اسی نظام نے دنیا کی ہر چیز کو اپنی اپنی جگہ پر تھام رکھا ہے اور کارخانۂ عالم چل رہا ہے، جب انہوں نے اپنے اس نظریہ کا اظہار ایک بزرگ کے سامنے کیا تو انہوں نے ایک لٹھ اٹھا کر اس کے سر پر مارا۔ ملحد نے کہا۔ خدا اگر ہے تو اس کا ثبوت آپ کے دلائل سے دینا چاہئے یہ عجیب بات ہے کہ آپ مجھے مار بیٹھے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے پاس اس سلسلے میں کوئی دلیل نہیں۔ بزرگ نے فرمایا کہ میں نے آپ کو کہاں مارا؟ ملحد نے کہا آپ جھوٹ بول رہے ہیں، آپ نے ہی مجھے مارا ہے۔ بزرگ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے نہیں مارا بلکہ یہ آپ کے دماغ کا مقناطیسی اثر ہے جس نے اس لاٹھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ چونکہ آپ کے دماغ میں مقناطیسی اثر کم ہے اس لئے لاٹھی ہلکے انداز سے کھینچی، س لئے آپ کو مار لگی، مگر ہلکی، وگرنہ زیادہ ہونے کی صورت میں لاٹھی پوری قوت کے ساتھ کھینچتی، اور آپ کو مار شدید پڑتی۔

ملحد نے اپنی پہلی بات دہرائی، جس پر بزرگ نے فرمایا جب ایک معمولی لاٹھی کسی کے اٹھائے اور چلائے بغیر نہ اٹھ سکتی ہے نہ کسی پر چل سکتی ہے، اور آپ کو یہاں کوئی مقناطیسی اثر نظر نہیں آرہا ہے تو یہ زمین وآسمان اور چاند، ستارے، سورج کا اتنا بڑا اور ہمہ گیر نظام کسی کے چلائے بغیر کیوں کر چل سکتا ہے؟ یہاں بھی تو کسی ذات کو ماننا پڑے گا، جو عالم کے سارے نظام کو اپنے قبضۂ قدرت میں رکھ کر چلا رہی ہے، اور وہی خدا ہے۔

بزرگ کی کہی ہوئی بات ملحد کے دل میں اتر گئی، ایک لاٹھی نے اس کے دماغ کو روشن کر دیا، اور تائب ہو کر خدا کی طرف رجوع ہوا۔ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (مؤلف تعلیق الصبیح، شرح مشکوٰۃ) خدا کے وجود پر اس واقعہ

کو ''دلیلِ لٹھ'' فرمایا کرتے تھے، اور میں اسے ''دماغ روشن کرنے والی لاٹھی'' کہا کرتا ہوں۔

آج مغربی نظامِ تعلیم اور عصری تہذیب وتمدن نے بہت سے نوجوانوں کو خدا سے دور کردیا ہے، اور وہ تشکیک اور الحاد و دہریت کی وادئ نامراد میں سرگرداں ہیں، ضرورت ہے کہ اس زبان وبیان میں انہیں سمجھا کر خدا سے قریب کیا جائے جس زبان وبیان کو یہ سمجھنے کے عادی ہیں، ہر شخص کے مناسب حال گفتگو کرنا اور علومِ نبوت سے اس کے دماغ کو روشن کرکے اسے راہِ راست پر لانے کی برموقع تدبیر اختیار کرنا یہی حکمت ہے اور یہ حکمت بزرگوں کی صحبت سے خوب سمجھ میں آتی ہے۔

علمِ نبوت تو ہے، مگر نورِ نبوت نہیں

فرمایا کہ علامہ سید سلمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار علم وفضل کے اعتبار سے اونچے لوگوں میں ہوتا ہے، جب یہ زندہ تھے ہر طرف ان کے علم کا شہرہ اور غلغلہ تھا۔ مرنے کے بعد بھی ان کا علمی احترام کم نہ ہوا۔ شروع میں ان کے دل میں اہل اللہ کی کوئی وقعت وعظمت نہیں تھی یہ سمجھتے تھے کہ انہیں دنیا میں کوئی کام نہیں رہ گیا ہے اس لئے چہار دیواری میں محصور ہو کر رہ گئے ہیں مگر جب ایک نادیدہ قوت انہیں کشاں کشاں مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئی اور ان سے اصلاحی تعلق قائم ہوگیا تو ان کے فکر ونظر کا پیمانہ بدل گیا، اس کے بعد تو انہیں اس وقت تک کی اپنی تصانیف اور علمی تحقیقات جسدِ بے روح کی طرح نظر آنے لگیں، وہ فرمایا کرتے تھے علم کا مزہ تو اب ہم نے پایا ہے جب ان کی یہ نظر کھلی تو صاحبِ دل اہلِ نظر کی باتیں کرنے لگے۔

چنانچہ ایک دفعہ فرمایا کہ آج کل ہمارے علماء کے اندر مدرسوں میں رہنے کی وجہ سے علمِ نبوت تو آجاتا ہے لیکن نورِ نبوت نہیں آتا جس طرح یہ علمِ نبوت کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اسی طرح انہیں نورِ نبوت کی تحصیل میں بھی سعی کرنی چاہئے۔ جس کے لئے اہلِ دل کی صحبت وخدمت ضروری ہے۔

واقعہ ہے، سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک گہری حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے، علماء کو نبوت کا علم اور نور دونوں اپنے اندر جمع کرنا چاہئے اسی وقت ان کا کام، اخلاص وللّٰہیت کی وجہ سے شکل دوام اختیار کرے گا اور اللہ کے بندوں کو ان سے بھرپور فائدہ پہنچے گا۔ حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس اور تاثیر صحبت پر چند اشعار فرمائے ہیں ۔

جانے کس انداز سے تقریر کی
پھر نہ پیدا شبہٗ باطل ہوا
آج ہی پایا مزہ ایماں میں
جیسے قرآں آج ہی نازل ہوا

عالم کا سونا عبادت کیوں؟

فرمایا کہ وہ عالمِ دین جس کا اوڑھنا بچھونا دین ہے، اور ہمہ وقت دینی خدمت میں مصروف رہتا ہے اللہ کے نزدیک اسی کا بڑا اونچا مقام ہے ایسے عالم کا دیکھنا بھی عبادت ہے اور اس کا سونا بھی عبادت عالم کے سونے پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا۔ جسے میں نے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا واقعہ یہ ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا حضرت! حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ عالم کا سونا بھی عبادت ہے، مگر اس کا عبادت ہونا سمجھ میں نہیں آتا؟

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک بڑھئی ایک شخص کا دروازہ بناتا ہے، اسے اپنے کام کے دوران میں بعض اوزاروں کو پتھر پر گھسنے کی ضرورت بھی پیش آتی ہے تاکہ اوزار کے تیز ہوجانے کے بعد اس صحت اور تیزی کے ساتھ کام لے اب یہ بتائیے کہ بڑھئی جب اوزار کو تیز کر رہا ہوتا ہے اس وقت دروازہ تو وہ نہیں بناتا ہے

لیکن اس کو اس وقت کی مزدوری ملے گی یا نہیں؟ پوچھنے والے تو جواب دیا، ہاں ضرور ملے گی۔ پھر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب ایک بڑھئی کو اوزار تیز کرنے کے وقت کو مزدوری ملے گی، اور یہ وقت مزدوری ہی میں شمار ہوگا، منہا نہ کیا جائے گا، اسی بنیاد پر کہ اوزار کو تیز اس لئے کیا جارہا ہے کہ آئندہ اسی سے کام لے گا، تو سوچئے کہ ایک عالم بھی تو اسی لئے سوتا ہے، تاکہ سونے کے بعد اس کی تھکن اور اضمحلال دور ہو، اور نشاط، مستعدی اور چاق وچوبندی کے ساتھ دین کی خدمت کر سکے، اس صورت میں اس کا سونا کیوں نہ عبادت قرار پائے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی مزدوری کیوں کاٹی جائے، جبکہ اللہ کے بندے کے یہاں ایک بڑھئی کی مذکورہ بالا صورت میں مزدوری نہیں کٹتی ہے یہ تقریر بھی احقر نے اپنے مرشد پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنی تھی۔

۸؍جمادی الاوّل ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۷؍اپریل ۱۹۷۷ء

زمین کی شہادت

فرمایا کہ جب حشر برپا ہوگا، اس دن زمین کے پیٹ اور پیٹھ کی ساری چیزیں ظاہر ہوجائیں گی۔ مُردے، سونا، چاندی اور دیگر جو بھی دفینے اور معدنیات زمین کے اندر ہیں، اس کے لئے آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں۔ خون خرابہ ہوتا ہے، لیکن اس دن یہ باہر پڑے ہوں گے اور کوئی نظر اٹھا کر دیکھنے والا نہ ہوگا۔ اور سب جان لیں گے یہ کس قدر بے حقیقت ہیں۔

اسی طرح مومن اور کافر ہر انسان سے جو بھی اچھا عمل یا بُرا عمل صادر ہوتا ہے، وہ زمین ہی پر ہوتا ہے۔ آج یہ زمین بے زبان ہے، لیکن حشر کے دن قادرِ مطلق کے حکم سے زمین میں قوتِ گویائی آجائے گی، یعنی ساکت، ناطق ہوجائے گی۔ اور چھوٹے بڑے اچھے بُرے، ہر ہر واقعہ کی پوری پوری شہادت پیش کرے گی۔ گویا آج

یہ زمین زندگی کے تمام اقوال وافعال اور حرکات وسکنات کو جوں کا توں ٹیپ کر رہی ہے کل ٹیپ کا بند کھول دیا جائے گا۔ اور پورا ٹیپ کیا ہوا مواد سامنے آجائے گا۔ مثلاً کہے گی۔فلاں شخص نے نماز پڑھی تھی، فلاں کی مصیبت میں کام آیا تھا، فلاں ہر کارِ خیر میں آگے بڑھ کر حصہ لیتا تھا، فلاں اللہ کے سامنے سرِ نیاز خم نہ کرتا تھا اور اس کے ہر حکم سے سرتابی کرتا تھا، فلاں نے چوری کی تھی، ظلم کیا تھا، خون ناحق بہایا تھا۔ ان حقائق کو قرآنِ مجید کی ان آیات میں بیان کیا گیا ہے:

﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَاoوَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَاoوَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَاoيَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَاoبِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَاo﴾

(سورۃ الزلزال، آیات: ۵-۴-۳-۲-۱)

ترجمہ: جب کہ زمین اپنی جنبش سے خوب ہی ہلا ڈالی جائے گی اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک نکالے اور آدمی بول اُٹھے کہ اسے (یہ) ہوا کیا؟ اس دن زمین اپنی سب چیزیں بیان کر گذرے گی، یہ اس لئے کہ آپ کے پروردگار کا حکم اسے یہی ہوگا۔

زمین کی اس عظیم شہادت کے پیشِ نظر شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بڑی حکیمانہ بات ارشاد فرماتے ہیں! جس زمین پر انسان سے کسی گناہ کا صدور ہو جائے تو اسے چاہئے کہ اس جگہ کوئی نیک کام بھی کر دے تا کہ وہ زمین جو حشر کے دن اس کے گناہوں کی گواہی دے، ساتھ ہی نیکی کی شہادت بھی پیش کرے اور معاملہ برابر ہو جائے۔ بلکہ نیکی پر تو وعدہ ایک پر دس دینے کا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپ بیت المال کا سارا مال اہلِ حقوق میں تقسیم فرما دیتے اور بیت المال خالی ہو جاتا تو اس میں دو رکعت نماز ادا کرتے اور پھر فرماتے تجھے قیامت میں شہادت دینی ہوگی کہ میں نے تجھ کو حق کے ساتھ بھرا، اور حق ہی کے ساتھ خالی کر دیا اس لئے زمین پر رہتے ہوئے ہمیں غافل نہیں رہنا چاہیے بلکہ ہم ہوشیار اور چوکنا رہیں کہ ایک دن وہ آنے والا ہے

جس دن زمین ہمارے تمام اعمال اور حرکات وسکنات کی ٹھیک ٹھیک گواہی اللہ کے حضور پیش کرے گی، بڑے خوش نصیب ہوں گے وہ لوگ جن کے حق میں زمین کی گواہی نجات کا ذریعہ ہے۔

دوا کے ساتھ پرہیز بھی ضروری ہے

فرمایا کہ کسی کو پیچش ہو۔ حکیم اس کے لئے اسپغول تجویز کریں، وہ اس کو استعمال تو کرے، لیکن ساتھ کباب اور چٹنی بھی کھاتا رہے، بتایئے اس بد پرہیزی میں اسپغول کیا کام دے گا۔ اس وقت تو اور بھی غضب کے مروڑ آئیں گے۔ اسی طرح آپ اپنے مرضِ روحانی میں عملِ صالح کی دوا تو استعمال کریں مگر گناہ کی بد پرہیزی بھی جاری رہے تو اس طرح عملِ صالح کی دوا سے آپ کا مرضِ روحانی کیوں کر زائل ہوگا، ایک گناہ کے بعد دوسرے گناہ کا اور بھی ذوق بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے جس طرح صحتِ جسمانی کے لئے اچھی دوا کے ساتھ پرہیز لازمی ہے اسی طرح صحتِ روحانی کے لئے بھی اعمالِ صالحہ کے اہتمام کے ساتھ برائیوں سے بچنا ازبس ضروری ہے۔ اس کے بغیر صحت کی توقع فضول ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ایک گناہ سے بچنا، ایک ہزار رکعات تہجد پڑھنے سے بہتر ہے۔

ترقی کا صحیح مفہوم

فرمایا کہ ترقی کی دو قسمیں ہیں، ظاہری ترقی، حقیقی ترقی، اللہ سے غافل ہو کر جس ذریعہ اور جس طریقہ سے بھی ترقی کی جائے وہ ظاہری ترقی ہوگی حقیقی اور اصلی ترقی وہ ہے جو اللہ سے تعلق قائم کرتے ہوئے کی جائے۔ اسے ایک مثال سے سمجھے۔

ایک شخص مغزیات کا استعمال کرے بادام اور میوے خوب کھائے یقیناً اس سے اس کا جسم فربہ ہوگا، وہ صحت منداور تندرست ہوگا، لیکن ایک شخص وہ ہے جس کا

جسم مقویات کے استعمال سے نہیں بلکہ ضربِ شدید یا کسی بیماری سے ورم کر جائے۔ اب دیکھئے دونوں جگہ جسم کی ترقی ہے، مگر پہلی ترقی حقیقی ہے اور دوسری ترقی ہائے ہائے والی ترقی ہے۔ اسلام پہلی ترقی کی دعوت دیتا ہے، جس میں اطمینان ہے، قرار اور دِل جمعی ہے، دوسری ترقی سے اس کا کوئی سروکار نہیں۔ یہ تو ہمیشہ انسان کو مضطرب اور بے چین رکھتی ہے۔ ننانوے کے پھیر سے اس کا قدم نکلتا نہیں اور سیر کبھی ہوتا نہیں، یہ ترقی انسان کو ھوا و ہوس اور حرص ولالچ کا غلام بنائے رکھتی ہے۔ قناعت اور صبر وسکون سے اس کا دامن خالی ہے۔

اس ترقی کے لئے یورپ اور امریکہ کی مثال آپ سامنے رکھ سکتے ہیں آپ کو چاہئے کہ ترقی کے صحیح مفہوم سے واقف ہوں۔ اور اسی ترقی کے دل وجان سے شیدا ہوں اور ظاہری ترقی کی طمع میں نہ آئیں کہ یہ ترقی باعث پریشانی اور بے سکونی ہوتی ہے۔

۹ر جمادی الاول ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۸ راپریل ۱۹۷۷ء

کسی خاکی پر مت کر خاک اپنی زندگانی کو

فرمایا کہ آج انسان اپنی توانائیوں اور صلاحیتوں کی مختلف انداز اور مختلف طریقے سے خاک پر صرف کر رہا ہے، خاک کا بدن، خاک کا مکان، خاک کی دکان، خاک کی فیکٹری، خاک کی غذا، خاک کے کپڑے، غرض یہ کہ جس طرف نظر اٹھایئے، ہر ایک کی اصل خاک ہے، اور اسی خاک کو بنانے اور سنوارنے کی محنت ہر سو جاری ہے، لیکن ظاہر ہے پھر خاک ہے، جب خاکی انسان خاکی چیزوں پر اپنی زندگانی کو خاک کرے گا تو اس کا ٹوٹل اور جمع بھی خاک ہی ہوگا اور آخرت میں سوائے حسرت وندامت کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ اگر کوئی ان خاکی چیزوں کی بازارِ آخرت میں قیمت چاہتا ہے، تو انہیں احکامِ الٰہی کا پابند بنادے اور اپنی پوری جوانی وزندگانی اس کے دینے والے اللہ پر فدا کردے، پھر دیکھے کہ وہ کس قدر دنیوی اور آخروی سعادتوں

سے نوازہ جاتا ہے اور اسے کتنا اعلیٰ اور ارفع مقام ملتا ہے؟ اس سلسلے میں یہ شعر بڑا حقیقت آفریں ہے۔ جو احقر ہی کا ہے ؎

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو

دنیوی زندگی......دھوکہ کا سامان

فرمایا کہ دنیا کی ہر چیز فانی اور آنی جانی ہے، یہاں نہ بہار کو قرار ہے نہ خزاں کو، نہ راحت کو نہ مصیبت کو، نہ غم کو نہ خوشی کو، نہ مال و دولت کو نہ عہدہ و منصب کو، نہ بیوی بچوں کو، نہ دوست احباب کو یعنی بڑی سے اور چھوٹی سے چھوٹی کسی چیز کو یہاں قرار نہیں سب آنکھیں چرانے والی ہیں، یہاں تک کہ خود انسان کی زندگی اور صحت اس سے بے مروتی اور بے وفائی کا ہر روز اعلان کرتی ہے، قرآنِ مجید نے دنیوی زندگی کی حیثیت کو بڑے دلنشین انداز میں سمجھایا ہے، ارشاد ہے:

''خوب جان لو کہ دنیوی زندگی محض ایک کھیل کود اور ظاہری خوشنمائی اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے پر برتری جتلانا ہے، گویا کہ بارش ہے کہ اس کی پیداوار کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے، پھر خشک ہو جاتی ہے، سو تو اسے زرد دیکھتا ہے، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں عذاب شدید بھی ہے، اور اللہ کی طرف سے مغفرت اور خوشنودی بھی اور دنیوی زندگی محض مَتَاعُ الْغُرُوْرِ دھوکے کا سامان ہے''۔ (سورۃ الحدید، آیت: ۲۰)

مطلب یہ ہے کہ اس عارضی و فانی دنیا کے برعکس عالم آخرت باقی و لازوال ہے، اور وہاں کی کیفیتیں دو ہیں، دونوں ثابت و باقی، ایک کافروں کے لئے اور وہ عذاب شدید ہے، دوسری ایمان والوں کے لئے اور اللہ کی مغفرت و رحمت ہے، اب انسان کو اختیار ہے کہ ان دو میں سے جس کو چاہے اپنا مقصودِ اعظم بنالے۔ احقر کا شعر ہے ؎

یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی

اس کے باوجود ہم لوگ اس پر جان نچھاور کرتے رہتے ہیں اور اس کی فکر اور چکر میں پڑ کر اللہ کی بلند و بالا ذات کو بھول جاتے ہیں۔ یعنی ہم نے دنیا اور متاع دنیا کو لیلیٰ بنا کر اپنے مولیٰ کو فراموش کر دیا ہے، جو کس قدر غفلت کشی اور انجام سے بے خبری کی بات ہے۔

قدم سوئے مرقد، نظر سوئے دنیا
کہاں جا رہا ہے، کدھر دیکھتا ہے

رائے اکابر علمائے کرام ومشائخ عظام برائے تصانیف

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب

رائے عالی

حضرت مولانا ومرشدنا شاہ ابرارالحق صاحب مدظلہٗ العالی
خلیفہ: حضرت حکیم الامّت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

امابعد! کتاب معارفِ مثنوی کومختلف مقامات سے دیکھا ماشاء اللہ مثنوی شریف کی خوب تشریح کی ہے گاہ بگاہ اس کواپنے یہاں بعد عصر سنا تا بھی ہوں اس بات سے بہت ہی مسرت ہے کہ اکابر کرام نے بھی اس کو پسند فرمایا اور یہاں کے بعض اکابر ہندوستان میں اس کی طباعت واشاعت کے خواہش مند ہیں اللہ تعالیٰ اس کوقبول فرمادیں اورلوگوں کواس سے منتفع ہونے کی توفیق بخشیں۔

ابرارالحق
۲۲صفر ۱۳۹۵ھ

رائے عالی

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتا بگڈھی دامت برکاتہم
یادگار: حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

امابعد! حضرت عارف رومی قدس سرہٗ کی مثنوی معنوی اپنے اسرار ومعارف کے لحاظ سے بین العوام والخواص مشہور ومعروف ہے علماء ومشائخ نے اس کو تلقی بالقبول فرمایا ہے چنانچہ اپنی مجالس ومواعظ میں اس کے اشعار ومضامین بطور سند وحجّت پیش فرماتے ہیں بلکہ اس کے درس وتدریس کا سلسلہ بھی رہا ہے جس کی وجہ سے بہتوں کی اصلاح ہوئی عقائد تک درست ہوئے اور عقائدِ زندقہ سے تائب ہوگئے۔ معلوم نہیں کتنے اہلِ ذوقِ عشق ومحبتِ الٰہی میں کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ نسبت مع اللہ کی دولت سے نوازے گئے اور واصل الی اللہ ہوگئے اور کتنے اہل علم جائے تقلید سے پایۂ تحقیق تک پہنچ گئے۔

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کو تو گویا مثنوی معنوی سے عشق تھا امداد المشتاق میں آپ کا یہ ملفوظ مذکور ہے کہ ''فقیر نے عادت کرلی ہے کہ سفر حضر میں کلام اللہ شریف' دلائل الخیرات ومثنوی معنوی کو ضرور پاس رکھتا ہوں''۔

نیز حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ تین کتابیں البیلی ہیں قرآن شریف، بخاری شریف، مثنوی شریف۔

اسی طرح حضرت مولانا تھانوی قدس سرہٗ کو بھی اس کتاب سے خاص شغف تھا چنانچہ کئی دفتر کی شرح بھی لکھی جو کلیدِ مثنوی کے نام سے مشہور ہے۔

پس اکابر کے اس قدر شغف کا تقاضا تھا کہ ہم منتسبین بھی اس کتاب سے خاص ربط رکھتے اور مولانا رومی کے فیوض سے مستفیض ہوتے مگر فارسی زبان سے ناواقفیت اور سلوک وطریق سے قلتِ مناسبت کی بناء پر اب گویا اس کتاب سے تعلق ہی ختم ہورہا ہے۔

بنابریں ضرورت تھی کہ اس کے زیادہ مفید و موثر اشعار کا انتخاب کرکے اس کا اُردو میں ترجمہ کیا جائے اور اس کے مفہوم و مقصود کو آسان و دلچسپ طریقے سے بیان کیا جائے، اس کی حکایت کا اقتباس کیا جائے اور اس کے فوائد کو بالاختصار لکھا جائے تاکہ کچھ اس اہم کتاب سے ربط باقی رہے اور کل فائدہ نہیں تو بعض تو حاصل کیا جاسکے مَا لاَ یُدْرِکُ کُلُّہٗ لاَ یُتْرَکُ کُلُّہٗ.

لہٰذا قابلِ مبارک باد ہیں عزیز محترم ومکرم مجھم و مخلصم جناب مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب سلمہٗ وزادلطفہٗ کہ انہوں نے اس خدمت کو بطریقِ احسن انجام دیا اور اس سلسلہ میں بہت محنت و عرق ریزی کی۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ بس اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے یہ توفیق عطا فرمائی کہ انہوں نے یہ اہم کام انجام دیا، فَھَنِیْئاً لَّھُمْ.

درمیان میں جو موقع بموقع اپنے مشائخ واکابر کے ارشادات کو بطور تائید لائے ہیں اس سے تو چار چاند لگ گئے ہیں اور پتہ چلتا ہے کہ ہمارے مشائخ اور متقدمین کی تعلیمات میں کس قدر تطابق ہے اس طرح گویا بہت سے عارفین کے معارف اس کتاب میں آگئے ہیں۔

کتاب کے عام فہم اور دلچسپ ومفید ہونے کے لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ معارف مثنوی اس لائق ہے کہ سفر حضر میں ساتھ رکھی جائے اور اس سے منتفع ہوا جائے۔فَجزَاہُ اللہُ عَنَّا وَعَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ وَالسَّالِکِیْنَ.

مثنوی اختر کو بھی دیکھا ماشاء اللہ تعالیٰ بہت ہی خوب اور وجد آفریں ہے

مضامین بہت ہی مفید آ گئے ہیں مسائلِ سلوک اور رذائلِ نفس اور اس کے علاج کو عمدہ طریقے سے بیان کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔

بطور خلاصہ عرض ہے کہ معارفِ مثنوی قابلِ دید ہے اور اس کے مؤلف سلمہٗ قابلِ داد۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت وقوت کے ساتھ رکھے اور خوب کام لے۔

محمد احمد پھولپوری پرتا بگڈھی

۱۳؍ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

رائے عالی

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم

باسمہٖ سُبحَانہٗ

عنایت فرمائے مولانا حکیم محمد اختر صاحب سلّمہٗ بعد سلام مسنون۔ آپ کی دو ۲ کتابیں ''معارف مثنوی'' اور ''دُنیا کی حقیقت'' پہنچ کر موجب منّت ہوئیں۔ اس سے بہت مسرّت ہوئی کہ آپ کا تعلق اوّلاً مولانا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے اور آخراً مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم سے ہے اللہ تعالیٰ دونوں کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے اللہ تعالیٰ آپ کو اس ہدیہ سنیہ کا دونوں جہان میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ یہ دونوں کتابیں سُن بھی لیں۔ مضامین ماشاءاللہ بہت اچھے ہیں۔ دل پر اثر کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو قبول فرمائے۔ صدقۂ جاریہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ معارفِ شمس تبریز کی طباعت کا بھی جلد از جلد انتظام فرمائے اور لوگوں کو ان معارف سے زیادہ سے زیادہ متمتع فرمائے۔ آپ کی دیگر تالیفات کی قبولیت کے لئے دُعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ ذخیرۂ آخرت بنائے اور اپنے وقت پر حُسنِ خاتمہ کی دولت سے نوازے۔

(حضرت شیخ الحدیث) محمد زکریا (دامت برکاتہم)

مدینہ طیبہ، ۱۱رمئی ۱۹۷۶ء

رائے عالی

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنّوری مہتمم مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی
وصدر مجلس تحفظ ختم نبوۃ پاکستان

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

برادرم محترم جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی تالیفِ لطیف معارفِ مثنوی پڑھ کر موصوف سے اتنی عقیدت ہوئی جس کا مجھے تصور بھی نہ ہوسکتا تھا۔ فارسی و اُردو میں قدرتِ شعر، حسنِ ذوق، پاکیزگیِ خیالات اور دردِ دل کا بہترین مرقع ہے۔ اب موصوف نے دیوانِ شمس تبریز جو عارف رومی متکلم کے شیخ ہیں ان کے حقائق ومعارف کا انتخاب وتشریح وبیان لکھ کر اپنے حُسنِ ذوق، لطافتِ طبع، سلامتِ فکر کا ایک اور شاہدِ عدل پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ اربابِ ذوق کو ان کی شگفتہ تالیفات وانتخابات سے مزید مستفید فرمائے، آمین۔

محمد یوسف بنوری
سہ شنبہ، ۸/ربیع الاول ۱۳۹۶ھ